سوانح
حضرت جی ثالث
مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی
رحمۃ اللہ علیہ
جلد ۲
تالیف
سید محمد شاھد سہارنپوری
ناشر
مکتبہ یادگار شیخ محلہ مفتی سہارنپور

دعوت و تبلیغ کے حضرت جی ثالث

حضرت مولانا

محمد انعام الحسن کاندھلوی

عالمِ انسانیت کی وسیع ترین تحریک "دعوت و تبلیغ" کے حضرت جی ثالث حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی کے تبلیغی و دعوتی اسفار، میوات کے اصلاحی دورے اور ہندوستان بھر میں ہونے والے تبلیغی اجتماعات، تاج المساجد بھوپال —— اور پاکستان، بنگلہ دیش کے سالانہ اجتماعات کی مستند روداد۔
اس جلد میں آپ کے (۲۲۰) سفروں کی تفصیلات واضح اور کشادہ انداز میں آگئی ہیں۔

مع مقدمہ —— حضرت مولانا سید ابوالحسن علی زاد مجدہٗ

تالیف —— سید محمد شاہد غفرلہٗ سہارنپوری

ناشر
مکتبہ یادگارِ شیخ محلہ مفتی سہارنپور یوپی

کتبہ: محمد نسیم القاسمی مظاہر علوم

نام کتاب ـــــ سوانح حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن (جلد دوم)

تالیف ـــــ سید محمد شاہد غفرلہ سہارنپوری

مقدمہ ـــــ از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زاد مجدہٗ

بار اوّل ـــــ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ جنوری ۱۹۹۹ء

ناشر ـــــ مکتبہ یادگار شیخ محلہ مفتی سہارنپور یوپی ۲۴۷۰۰۱
ٹیلی فون:۔ ۱۲ ۷۵ ۴ ۷-۰۱۳۲

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ
وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ
حٰم سجدة
اٰية ٣٣

فہرست مضامین جلد دوم

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی
جو (حضرت مولانا محمد یوسف صاحب) کے رفیق کار
اور داعی اول حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے خاص
معتمد علیہ اور تربیت یافتہ تھے، کے زمانہ امارت اور
قیادت میں تحریک نے بڑی وسعت وکامیابی حاصل
کی اور وہ دور دراز ملکوں میں پھیلی اور اس نے
اپنے اثرات دکھائے، اس میں مولانا انعام الحسن
صاحب کی استقامت روح محافظت اور اس
جذبہ کو بہت دخل تھا کہ یہ دعوت اپنے اصل راستہ
اور ابتدا کار کے معمول بہ نظام اور حدود سے تجاوز
نہ کرنے پائے اس لیے انھوں نے انھیں حدود
اور دائرۂ کار میں رکھا جو ابتدا میں حضرت مولانا
الیاس صاحبؒ نے مقرر کر رکھے تھے۔

—— از ——

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
زاد مجدہٗ

دعوت کی برکت

دعوت ایک ایسی دولت اور ایک ایسی نعمت ہے
کہ اگر اس کو صحیح طریقہ سے کیا جائے تو انسان کے اندر
زندگی کے شعبوں میں چلنے کی استعداد، ایمان میں
قوت، عبادات میں جان، معاملات میں درستگی
معاشرت میں پاکیزگی اور اخلاقیات میں حسن پیدا ہوگا
جس قدر اس دعوت والے کام میں آدمی بڑھتا
جائے گا اس کی اپنی عملی زندگی بنتی چلی جائے
گی اور یہی اس کی نجات کا راستہ ہے دنیا میں
بھی اور آخرت میں بھی۔

(حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی
حضرت جی ثالث)

حرفِ گفتنی

الحمد للہ وکفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی امابعد!

حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی "حضرت جی ثالث" کی حیات طیبہ پر پیش نگاہ کتاب کی پہلی جلد (جو آپ کے سوانح حیات اور شخصیت پر مشتمل ہے) آج سے ایک سال قبل راقم سطور کے قلم سے معرض وجود میں آئی تھی اس وقت اندازہ تھا کہ جلد دوم وسوم بھی (جس میں آپ کی حیات کا دعوتی پہلو، اس عالی محنت کے لیے آپ کی جانفشانی وقربانی اور آپ کے دور امارت میں اس دعوت کے تعلق سے ہونے والی بین الاقوامی وسعت اور عالمی پذیرائی وشہرت، نیز آپ کے ملکی وغیر ملکی دورے اور عالمی اجتماعات کی دلچسپ، حیرت انگیز اور ایمان افروز تفصیلات ہیں) پانچ چھ ماہ کے عرصہ میں منصۂ شہود پر آجائے گی۔ لیکن اس تمام کام میں غیر اختیاری طور پر تاخیر ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ پورا ایک سال بیت گیا جن حضرات کے مطالعہ میں جلد اول آچکی تھی ان کی طرف سے عجلت کا تقاضا یقینی تھا، چنانچہ پیہم اصرار ہوتے رہے اور یہ احقر اپنی جگہ نادم وشرمسار ہوتا رہا۔ اب اللہ جل شانہ کے لطف وکرم سے جلد دوم (اور اسی کے ساتھ ساتھ جلد سوم) بھی شائع ہو رہی ہے۔

اس مبارک اور بے حد ضروری کام میں تاخیر کی سب سے بڑی وجہ اہل تعلق کی طرف سے ان معلومات ومضامین کی آمد تھی جو وہ مؤلفِ سوانح کے ساتھ حسنِ ظن اور صاحبِ سوانح کے ساتھ بے پناہ تعلق وعقیدت ومحبت کی بنیاد پر آخر آخر تک بھیجتے ہوئے اپنی اس دلی خواہش کا

اظہار بلکہ اس پر اصرار کرتے رہے کہ یہ کتاب حضرت جی ثالث کی سوانح ہونے کے ساتھ ساتھ دعوت وتبلیغ اور ۳؎ کی عالمی محنت کی بھی مکمل تاریخ اور دستاویز ہونی چاہئے کہ پھر اس کے بعد ایسے قیمتی اور وقیع ماخذ کا ملنا اور موضوع سے متعلق مواد حاصل کرکے تاریخی ثقاہت و درایت کی روشنی میں قابلِ اعتماد طور پر ان کو مرتب کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہوگا۔ اس سلسلے میں محبت وتعلق رکھنے والے احباب نے جن بلند وبالا کلمات سے اس سیاہ کار کی پذیرائی اور عزت افزائی کی اس پر شکر خداوندی بجالانا تو اپنا فریضہ ہے لیکن اللہ جل شانہ، وعم نوالہٗ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ اس موقع پر اپنے بارے میں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوا۔ بلکہ کتاب کا ہر جملہ اور اس کی ہر سطر لکھتے وقت دل ودماغ یہی مشورہ دیتا رہا کہ:

"آہستہ خرام بلکہ مخرام زیر قلمت ھزار جانست"

اس مشورہ اور احساس وخیال کا یہ اثر ہے کہ جو کچھ لکھا گیا بہت چھان پھٹک کر اور بہت ناپ وتول کر لکھا گیا، نہ کسی کو گھٹایا گیا نہ کسی کو بڑھایا گیا، نہ کسی کی محنت وقربانی کو اندھیرے میں رکھا گیا اور نہ اُجالا دیا گیا، نہ شخصیت سوزی کی گئی اور نہ شخصیت سازی، بلکہ تقدیر کے منصفانہ ہاتھوں نے جس سے جو کام لیا اور وقت کی گردش نے جس کا جتنا مقام بنا دیا ـــــــ وہ آنے والی نسلوں اور مستقبل میں دینی ملی ومذہبی تشخص کی تاریخ لکھنے والوں کی ایک امانت ـــــ اور متاعِ عزیز سمجھ کر قلم وقرطاس کے حوالہ کر دیا گیا اور چونکہ اس عالمی محنت کا تاریخی تعارف لکھنا اور اس کے ارتقاء وعروج کا ایک واضح نقشہ مرتب کرنا بھی راقم سطور کے پیش نظر تھا۔ اس لیے فراخی اور وسعت کے ساتھ لکھا گیا اور خوب سے خوب تر لکھا گیا۔ اب یہ کتاب جہاں ایک طرف حیات انعامی کا ایک بیش قیمت مرقع سمجھی جائے گی وہیں دوسری طرف دعوت وتبلیغ کا ایک مستند موسوعہ، اور فکر الیاسی وجہد یوسفی کا وقیع مجموعہ بھی کہی جائے گی۔

جو حاملینِ علم وآگہی کتاب کی یہ جلد دوم اور اسی کے ساتھ جلد سوم ملاحظہ کریں گے وہ یقیناً اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ حضرت جی ثالث نے کسی الجھاؤ، تصنع اور لفاظی کے بغیر اصول وضوابط کی پوری حفاظت کرتے ہوئے اس عالی قدر محنت کو نئی نئی جہتیں مرحمت فرمائیں اور کام میں وسعت وآفاقیت لانے اور پوری امت کو اس کے ساتھ مربوط کرنے

کا عزم کرتے ہوئے اپنا پورا زور اس پر صرف فرمادیا کہ اصولوں کی حفاظت کے ساتھ اس میں فطری سہولت و سادگی باقی رکھی جائے۔ چنانچہ آپ اصولوں پر خود بھی جمے اور دوسروں کو بھی حکمت اور سلیقہ کے ساتھ جمایا لیکن اصولوں کا ہوّا کھڑا نہیں کیا کہ اس سے کام کی عمومیت متاثر ہوتی ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت مولانا خود اپنے ایک ملفوظ کہ :

"اصول اصول کرکے ہمارے کام کو مشکل اور دشوار نہ بناؤ یہ عمومی اصلاح کا کام ہے، یہ جس قدر سادہ ہوگا اتنا ہی لوگوں کے ذہن و دماغ کے لیے قابلِ قبول اور لائق قبول ہوگا"

___ پر زندگی بھر عمل پیرا رہے۔

آپ کی فکر و سوچ یہ تھی کہ آج تمام امت محمدیہ مرحومہ اپنی معاشرت اور معیشت کے جس قدر عمومی و خصوصی طبقات میں چل رہی ہے ان تمام طبقات میں احکاماتِ الٰہیہ اور اوامر خداوندی کو لے کر چلنے والی بن جائے اور اس کے ذریعہ سے تمام طبقات میں دینی فکر و ذوق عام ہو جائے۔

چنانچہ اس دینی فکر اور ایمانی ذوق کو عام کرنے اور اس کو گھر گھر پہونچانے کے لیے آپ نے مقامی کام اور مسجد وار اموری کی ہر جگہ بنیاد ڈال کر ایک ایسا مربوط اور منظم الہامی نہج قائم فرمایا جس سے ہر مقام پر آپ کے شعور و افکار اور اس کے مطابق محنت و جد و جہد میں ایک یگانگت اور یکسانیت پیدا ہوتی چلی گئی اور یہ ایک حقیقت اور واقعہ ہے کہ کام کو نئی جہت بخشنا اس کو عمومی سطح پر لانا موقع محل اور مخاطب کی شخصیت اور اس کی نفسیات کا پورا پورا لحاظ و خیال کرتے ہوئے کام کو اونچی سے اونچی سطح پر پہونچا دینا اور اسی کے ساتھ ساتھ اپنے پیش رو اکابر کے نقوش قدم سے نہ ہٹنا یہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی زندگی کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ چنانچہ آپ کے طریقۂ عمل اور طریقۂ دعوت کو مولانا محمد یوسف صاحب کے حوالہ سے تشبیہ دیتے ہوئے اور دور ثالث کو دور ثانی کے ساتھ ہم آہنگ کرتے ہوئے جناب الحاج بھائی عبدالوہاب صاحب (رائے ونڈ) حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو لکھتے ہیں :

"حضرت جی (مولانا محمد انعام الحسن) مدظلہ العالی الحمد للہ وہی بات کرنے کو فرمارہے ہیں جو آخر حیات میں مولانا محمد یوسف فرمایا کرتے تھے وہ آدھا دن مسجد میں، آدھا دن گھر اور کاروبار میں اور آدھی رات مسجد میں اور آدھی رات گھر میں مانگتے تھے، یہ فرماتے تھے کہ گھر اور کاروبار کے علاوہ کا وقت زیادہ سے زیادہ مسجد میں گذارو۔ اور کم از کم نمازوں کے علاوہ ڈھائی گھنٹہ مسجد میں ضرور گذارو موجودہ حضرت جی یہ فرماتے ہیں کہ ہر گھر سے ایک آدمی تین چلوں کیلئے نکالو، باقی کے لیے یہ کہو کہ جب وہ واپس آجائے تو پھر دوسرا جائے اور گھروں میں مسجد میں تعلیم، نماز، تسبیح، تلاوت اور سب گھر والوں اور بستی والوں کو نمازوں کی پابندی کرنے اور ہر گھر کے ہر فرد کو مہینہ کے مختلف ہفتوں میں سہ روزہ نکالنے کے لیے پوری طرح آمادہ کرو، اور ڈھائی گھنٹہ مسجد میں لگانے پر ضرور آمادہ کرو اور باقاعدہ وعدہ لو کہ شریعت کے خلاف نہیں کریں گے، حرام سے بچیں گے فرائض ادا کریں گے۔"[1]

اب جن لاکھوں لاکھ اصحاب نے حضرت مولانا کی دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کا مشاہدہ کیا ہے اور اس راہ کی محنت و مشقت کو جھیلتے ہوئے دیکھا ہے ان کا یہ فریضہ ہے کہ وہ صدق دل کے ساتھ یہ دعا کریں کہ اللہ جل شانہ، اپنے لطف وکرم سے آئندہ بھی اِسی شاہراہ پر اس کاروانِ دعوت وعزیمت کو رواں دواں رکھے اور اسی اساس و پختگی اور فکری قوت و استقامت پر اس کار دعوت اور اصحاب دعوت کو چلاتا رہے اور زمانہ کے فتنہ و فساد اور زیغ و ضلال سے اس کی بھرپور حفاظت فرمائے۔ آمین

مقدمہ کی یہ چند سطور اس دلی خلش اور احساسِ ندامت کے ساتھ ختم کی جاتی ہیں کہ اس کم سواد سے ایک مصلح و داعی، ایک مرشد و مربی اور ایک شیخِ وقت کی سوانح حیات

---

[1] مکتوب بنام حضرت شیخ، محررہ ۲۵ محرم ۱۳۹۶ھ۔

لکھنے کا حق ادا نہیں ہوسکا اور جو مرتبہ و مقام اور عزت و احترام صاحب سوانح کو حضرت حق عز اسمہ و جل مجدہ کی پاک بارگاہ سے ودیعت فرمایا گیا تھا اس سے کوئی مشابہت و مناسبت اس سوانح کو حاصل نہیں ہوسکی۔

اللہ جل شانہ اپنے اس کمزور و ناتواں بندہ کی اس تقصیر اور کوتاہی کو اپنے فضل سے معاف فرماکر مغفرت و غفران کا معاملہ فرمائے اور اپنی رحمت خاصہ سے اس کتاب کو اپنی پاک بارگاہ کی قبولیت و مقبولیت مرحمت فرمائے۔

استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم و تُب

علینا انک انت التواب الرحیم

سید محمد شاہد غفرلہٗ

یکم رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ

۲۱ر دسمبر ۱۹۹۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زاد مجدہٗ
دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ـــــ امابعد!

دینی پیشواؤں، مصلحین و مجددین، دعاۃ و مبلغین اور علمائے ربانیین کی دعوت و اصلاح کی جدوجہد، کارناموں اور سوانح حیات پر اسلامی عہد اور امت مسلمہ کے دورِ قیادت میں جو کتابیں تذکرے اور تعارفی سوانح حیات لکھی گئی ہیں، ان کی کسی دین و مذہب، امت و ملت اور کسی زبان میں نظیر نہیں ملتی، اور یہ اس دین کی مقبولیت عند اللہ، اس کی ابدیت اور دوام، دعوت و اصلاح، اور انسانیت کے حال و مستقبل کی فکر کے دوام و تسلسل اور اس نبی سے نسبت اور تابعیت کا نتیجہ ہے جس کی شان میں ورفعنا لک ذکرک اور جس دین و دعوت و پیغام اور ہدایت و ارشاد کے بارے میں اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ، فرمایا گیا ہے۔

لیکن اس حقیقت کے ساتھ یہ بھی ایک تاریخی حقیقت اور طویل و وسیع مطالعہ کا نتیجہ ہے کہ یہ کام اور بھی زیادہ ذمہ دارانہ، نازک، دشوار اور احتیاط طلب بن جاتا ہے جب اس زیر تعارف شخصیت کا تعلق و انتساب ایک وسیع و عمیق دعوت، ایک پُرآشوب و پُرفتن زمانہ اور متنوع و مختلف المقاصد تحریکوں کے دور سے ہو، اس صورت حال میں اس زیر تعارف شخصیت سے وسیع اور عمیق واقفیت غیر جانب دارانہ و دیانت دارانہ مطالعہ اور تجزیہ، اثرات و ردعمل سے

آگاہی اور معاصر وقیع اور مؤثر اداروں حلقوں اور شخصیتوں کا ردعمل اور تاثر بھی معلوم ہونے کی ضرورت ہے۔
یہ ایک عالم آشکارا حقیقت ہے کہ مرکز نظام الدین اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دعوت وتحریک اس عہد کی ایک وسیع اور موثر ترین تحریک ہے جو نہ صرف ممالک بلکہ براعظموں میں پھیل رہی ہے اور جہاں تک اپنے انقلاب انگیز اثرات، تبدیلی سیرت اور جوش اشاعت اور وقت وراحت کی قربانی کا تعلق ہے، مشکل سے کوئی تحریک اور دعوت اس کے ہم پلہ نظر آتی ہے۔ ضرورت تھی، اور رہے گی کہ اس کے مرکزی داعیوں، قائدین اور سرپرستوں کی سوانح حیات دعوت کے بواعث ومحرکات، اصول وضوابط ہی نہیں بلکہ دعوت کے سربراہ اور قائد اول کی نفسیات، اس کے فکر وعمل کے بواعث اور سرچشموں، تائید الٰہی اور نصرت ربانی کے اسباب اور معاصرین کے اعترافات اور ردعمل کو بھی سامنے لایا جائے کہ اس کے بغیر کسی انقلاب انگیز اور عہد آفریں قائد، یا کسی تحریک ودعوت کے تعارف اور تاریخ کا حق نہیں ادا کیا جا سکتا۔
جہاں تک اس دعوت کے (زمانہ ومقام کے لحاظ سے) قائد وداعی اول کا تعلق ہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ ان کی سوانح حیات اور تذکرہ اس تمہید وتعارف نگار کے قلم سے نکل چکا ہے اور وہ اپنی نسبت اور موضوع کی مقبولیت کے اثر سے چشم کشا اور بصیرت افروز ثابت ہوا ہے پھر ان کے جانشین عظیم اور خلف الرشید مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی کی سوانح حیات، مولوی سید محمد ثانی حسنی مرحوم کے قلم سے نکل چکی ہے اور مقبول ہوئی ہے۔
لیکن حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے جانشین دوم جن کو (حضرت جی ثالث کے نام سے) یاد کیا جاتا ہے، کی سوانح حیات اور ان کے عہد میں اور ان کے زیر قیادت دعوت میں جو مزید وسعت ومقبولیت پیدا ہوئی اور پھر زمانہ میں اپنی فطرت کے مطابق جو تنوع پیدا ہوا، نئی نئی تحریکیں اور دعوتیں سامنے آئیں، قربانیوں اور کوششوں کا جو ردعمل ظاہر ہوا ______ اور زمانہ اور ملکوں کے حالات بھی بدلے، اس کو ایک سوانح حیات اور تذکرے کی شکل میں پیش کرنے کے لیے ایک طرف ایک چشم دید گواہ

اور مکانی، زمانی اور خاندانی قرب رکھنے والے اہل قلم کی ضرورت تھی جو تصنیفی صلاحیت کے ساتھ وسعت قلبی، فراغ بینی اور توازن وانصاف کے جوہر سے بھی متصف ہو۔
خدا کا شکر ہے کہ خدا نے یہ کام مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری سے لیا جو (جیسا کہ کہا گیا) نہ صرف زمانی اور مکانی تعلق رکھتے ہیں، بلکہ خاندانی بھی، جو معلومات کا ایسا ذریعہ ہے جس کا کوئی اور بدل نہیں ہوسکتا، پھر ان کا وسیع مطالعہ، حالات زمانہ سے آگاہی، مساعی کا نتیجہ واقعات کا ردعمل اور ہم خیال اور مختلف الخیال دانشوروں، دینی اداروں اور تحریکوں کے قائدین اور سربراہوں کے تاثرات اور اعترافات بھی ان کے سامنے ہیں، پھر ان کو تصنیف وتالیف اور خاص طور پر سیرت نگاری کا سلیقہ بھی عطا ہوا ہے۔ موصوف نے "سوانح حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ" کے نام سے تین جلدوں میں کتاب لکھی، پہلی جلد ہی ۸۴۴ صفحات میں آئی ہے جس میں نہ صرف مولانا انعام الحسن صاحب کے بلکہ داعی اول حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے جانشین اول مولانا محمد یوسف صاحب کے ذاتی وسوانحی وتاریخی اور خود دعوت کے ظہور وانتشار، اس کی اشاعت ومقبولیت اور اس کے اثرات ونتائج کی بھی تفصیل آگئی ہے اور وہ پورا عہد اپنے تنوعات، مشکلات اور فتوحات کے ساتھ قارئین کے سامنے آگیا ہے۔

انھوں نے ثابت کیا ہے کہ مولانا انعام الحسن صاحب نے اپنے دور امارت میں علیحدہ سے کوئی امتیازی رنگ یا طور طریقہ اپنے لیے اختیار نہیں کیا بلکہ وہی طریق کار باقی رکھا جو آپ کے ہر دو بیشرو حضرات کا تھا پھر مولانا کے اولین دور اور حیات مبارکہ کے دیگر مختلف ادوار اور اہم پہلوؤں پر لکھنے کے لیے اس قدیم اور نادر ونایاب ذخیرہ سے فائدہ اٹھایا گیا جو حضرت شیخ الحدیث (مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کی توجہ اور رہنمائی سے مصنف کو حاصل ہوا۔ سیکڑوں خطوط اور تحریروں سے بھی معلومات ومواد اخذ کیا گیا۔ مقالات ومکتوبات، ملفوظات اور اجتماعات کی کارگزاری اور تقاریر کے کیسٹ سے بھی فائدہ اٹھایا گیا جو مختلف اطراف وجہات سے مصنف کو حاصل ہوئے۔ اس سلسلہ میں خود راقم کو اپنے ان بعض خطوط کو دیکھ کر مسرت بھی حاصل ہوئی۔ اور عزت بھی، جو اس دعوت کی ترجمانی اور خطبات واسفار کے سلسلہ میں اس نے حضرت شیخ کو لکھے۔

کتاب میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے وہ بعض ارشادات اور ملفوظات لکھے گئے ہیں جن سے ان کے ذہن کی بلندی اور دعوت کے اصول اولیں پر ثبات واستقامت کے ساتھ ان کی زمانہ شناسی اور فہم خاص کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

تیسری جلد میں دعوت کی بصیرت اور اس کا فہم وادراک' انتظامی واحتیاطی ——— اور زیادہ اثر پیدا کرنے والی تدبیریں ——— اور مشورے درج ہیں ——— جو اس زمانہ کے لیے خاص طور پر مفید اور قابل لحاظ ہیں۔ برادران وطن سے گفتگو اور اس کا طرز واسلوب وزراء' حکام اور اہل سیاست کو دعوت دینے کا طریقہ اور نمونہ بھی آگیا ہے۔ اس طرح یہ تیسرا حصہ بھی بہت چشم کشا' معلومات افزاء اور بصیرت افروز ہے' اور یہ تینوں جلدیں مل کر ایک طرح سے اس تبلیغی دعوت اور اس کے داعیان اولیں کے افادات وارشادات کا مجموعہ اور دعوت تبلیغ کی ایک تاریخ بلکہ ایک جامع تعارف اور معلومات کا مفید ذخیرہ (موسوعہ) بن گیا ہے' اللہ تعالیٰ مصنف فاضل ومکرم کو اس کی جزا عطا فرمائے اور ناظرین وقارئین کو کام کی برکت وحرکت سے واقف اور اس راہ میں سرگرم بنائے۔

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

(حضرت مولانا سید) ابو الحسن علی ندوی

۱۹ر ربیع الثانی سنہ ۱۴۱۹ھ

۶ر اگست سنہ ۱۹۹۸ء

نواں باب

میوات کے تبلیغی اجتماعات اور اصلاحی دورے

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقلِ غیاب و جستجو، عشقِ حضور و اضطراب

میوات کے تبلیغی اجتماعات اور۔ اصلاحی دورے

دعوت و تبلیغ کی اس عالم گیر محنت کا عملی آغاز حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رح نے میوات کی سرزمین سے فرماکر اپنے دل و دماغ کی بہترین اور بھرپور صلاحیتیں اس خطہ پر مرکوز فرمادی تھیں جس کا مبارک و مسعود نتیجہ حضرت مولانا کی حیات میں ہی سامنے آنا شروع ہوگیا تھا۔ آپ کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب کا قلبی اور جذباتی لگاؤ اس پورے علاقہ کے ساتھ قائم ہوا۔ چنانچہ آپ کی حیات اور دور امارت میں یہاں بکثرت اجتماعات ہوئے اور جماعتوں کے آنے جانے کی تعداد و مقدار میں عظیم الشان اضافہ ہوا۔

مولانا انعام الحسن صاحب نے اپنے دور امارت میں اس قدیم اور قیمتی روایت اور تاریخی تعلق کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ سرزمین میوات سے تعلق خاطر کا جو ایک تاریخی تسلسل عہد قدیم سے چلا آرہا تھا اس میں مختلف جہات اور حیثیتوں سے کچھ اضافہ ہی فرمایا۔

آپ کا میوات سے تعلق و ربط حضرت مولانا محمد الیاسؒ صاحب کے دور میں ہی قائم ہوگیا تھا۔ چنانچہ بہت کثرت کے ساتھ اُس زمانہ میں آپ نے وہاں کے سفر فرمائے۔ ان اسفار میں کبھی تو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی سرپرستی رہتی اور کبھی مولانا محمد یوسف صاحب کی معیت ہوتی تھی۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اپنے روزنامچہ میں پہلی مرتبہ نام کی تصریح کے ساتھ آپ کے سفر میوات کا ذکر، آٹھ شعبان ۱۳۵۹ھ (۱۲ ستمبر ۱۹۴۰ء)

پنجشنبہ کی تاریخ بیں فرمایا ہے۔ اس وقت آپ اپنی عمر کے بائیسویں سال میں تھے اس اندراج کو اگر آپ کی حیات کا پہلا سفر میوات تسلیم کرلیا جائے تو میوات واہل میوات سے تعلق اور اس کی قدامت کی تاریخ بخوبی معلوم ہو جائے گی آپ کے اسفار میوات کی ایک نوعیت تو خالص دعوتی و تبلیغی ہوتی تھی اس کے علاوہ دوسری نوعیت مدارس عربیہ کے اعتبار سے بھی ہوتی تھی۔ چنانچہ متعدد مرتبہ حضرت مولانا میوات کے عربی مدارس بالخصوص مدرسہ معین الاسلام (نوح) کی دیکھ بھال انتظامی امور اور حساب وکتاب کی جانچ پڑتال کے لیے بھی تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت شیخؒ کی ایک تحریر کے مطابق اس انتظامی وحسابی سلسلہ کا ایک سفر ۲۳ شوال ۱۳۷۲ھ (۶ جولائی ۱۹۵۳ء) میں آپ نے خود آں مخدوم کی معیت میں مدرسہ معین الاسلام نوح کا کیا تھا۔ اس موقعہ پر حضرت شیخؒ کے تحریر کردہ معائنہ کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں!

آج ۲۳ر شوال ۱۳۷۲ھ کو بمعیت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی و مولانا امیر احمد صاحب مدرس مظاہر علوم مدرسہ کے تعلیمی وحسابی رجسٹروں کو تفصیل سے دیکھا......

میوات کے ان سفروں میں کبھی کبھی بعض دلچسپ واقعات بھی پیش آجاتے تھے جن کو حضرت مولانا پرانی یادوں کے حوالہ سے بہت لطف لے کر سنایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ یہ واقعہ سنایا کہ!

سنگار میں جلسہ تھا بڑے حضرت جی تشریف لے گئے وہاں مستورات کی بیعت تھی میں وہاں عورتوں کی چیخ چیخ سے گھبرا گیا۔ میں نے حضرت سے کہا کہ میں تو واپس جا رہا ہوں، اس پر فرمایا نہیں جی یہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ یہیں بیٹھو پھر فرمایا کہ بچو! تمہیں کرنا تو ہے ہی میرے سامنے کرلو گے تو سہولت رہے گی۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ!

بڑے حضرت جی میں اعتماد علی اللہ اور کام کی لگن اتنی تھی کہ کسی حال

یں مایوس نہیں ہوتے تھے۔ میوات میں متعدد مرتبہ ایسا ہوا کہ جماعت میں بستر بے لے کر لوگ آتے اور پھر حضرتؒ سے جماعت میں جانا کہکر گھروں کو واپس ہو جاتے تھے۔ بڑے حضرت جی کو معلوم بھی ہو جاتا تو فرماتے کچھ حرج نہیں۔ یونہی آہستہ آہستہ چلنے اور نکلنے کے رخ پر آجائیں گے۔

ایک مزید دلچسپ واقعہ اس طرح بیان فرمایا کہ!

ایک مرتبہ میں اور مولانا یوسف صاحب میوات گئے۔ اس سفر میں، ہم دونوں نے یہ طے کیا تھا کہ جس گاؤں میں نقد جماعت نہیں ملے گی ہم وہاں کھانا نہیں کھائیں گے۔ چنانچہ ایک گاؤں میں جب جماعت نہیں بنی تو بغیر کھانا کھائے آگے بڑھ گئے۔ گاؤں سے نکلے ہی تھے کہ ہمارے پیچھے بیس آدمی آئے اور ان کے ساتھ گن کر بیس بسترے تھے۔ اور ہمارے لیے ان کے پاس کھانا بھی تھا۔ گویا جماعت تیار ہو کر آگئی۔ اب کھانا کھائیں چنانچہ ہم نے کھانا کھالیا۔ ہمارے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ بیس کے بیس آدمی اپنے بسترے لے کر اپنے گاؤں واپس لوٹ گئے اور ہم دیکھتے رہ گئے۔

زیر نظر باب میں آپ کے عہد امارت میں ہونے والے بعض اہم اجتماعات، دعوتی اسفار اور خصوصی اہمیت کے حامل بعض واقعات کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) پہلا سفر میوات

حضرت مولانا نے قیام امارت کے اولین ماہ (ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ) میں میوات کے ذمہ دار، چودھری صاحبان اور دعوتی کام سے تعلق رکھنے والے احباب کو مرکز نظام الدین مدعو فرما کر ان کے سامنے کام کے تقاضے رکھے اور ان میں زیادہ سے زیادہ محنت و قربانی کا جذبہ و داعیہ پیدا فرماتے ہوئے ایک ترتیب ان کے سامنے رکھی۔ جس کو ان آنے والے احباب نے بڑی بشاشت سے قبول کیا۔ حضرت مولانا نے اس موقعہ پر حضرت شیخ کو جو گرامی نامہ لکھا اس سے ان تقاضوں کی تفصیل اور اس ترتیب کا علم ہوتا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں!

میوات سے آنے والے مجمع نے الحمد للہ یہ تین تقاضے جو ان کے سامنے رکھے گئے تھے (منظور کر لیے) ایک یہ کہ وہ لوگ میوات کو ۱۵ حلقوں میں تقسیم کر کے پندرہ جماعتیں ہر حلقہ میں گشت کر کے جماعتیں نکالیں گے دوسرے یہ کہ اب جو لوگ نقد جماعت میں کہیں جا سکتے ہیں وہ واپس گھر جا کر جماعت میں جلد آنے کی تاریخ بتا کر جاویں اور جا کر پہلے جماعت نکالیں، تیسرے جہاں اجتماع ہونے والے ہیں وہاں پر جماعتیں جائیں اس کی بھی تشکیل ہو گئی اللہ جل شانہ اس صورت ظاہریہ میں حقیقت پیدا فرمادے۔ حضرت والا دعا فرمائیں کہ اللہ جل شانہ کام کو ضائع ہونے سے محفوظ فرمادیں۔

مرکز میں اہل میوات کے اس ذیلی وضمنی اجتماع کے ایک ماہ بعد حضرت مولانا نے میوات کا سفر فرمایا۔ یہ آپ کے دور امارت کا سب سے پہلا سفر تھا جو دس محرم ۱۳۸۵ھ (۱۲ مئی ۱۹۶۵ء) بدھ میں ہوا اور اس سے فارغ ہو کر آپ اگلے دن دہلی تشریف لے آئے۔ مولانا عبید اللہ صاحب اس سفر کے احوال و کوائف بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ کو لکھتے ہیں!

بدھ کے دن میوات کے جلسہ میں ایک شب کے لئے یہ سب حضرات تشریف لے گئے تھے اور ہم خدام بھی ساتھ تھے۔ حاجی نسیم صاحب مع اپنی کار کے میوات کے جلسہ میں شریک ہوئے ان کی کار میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب وعزیزی حافظ مولوی محمد ہارون صاحب مدفیوضہم وعزیزی مولوی حافظ محمد طلحہ سلمہ اور خادم تھا۔ میوات کا جلسہ بہت کامیاب بتلایا جاتا ہے تقریباً آٹھ سو میواتیوں کے نام آئے جو ہفتہ عشرہ تک نظام الدین آجائیں گے۔ پرانے میواتی کافی جمع ہو گئے تھے وہاں کے پرانوں اور رفقاء کے مشورہ سے اور نئے میواتیوں کی درخواست پر جلسۂ عامہ میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے بیعت عامہ کی مرد و عورت سینکڑوں کی تعداد میں بیعت ہوئے عزیزانم محمد ہارون ومحمد طلحہ سلمہا بھی بوقت بیعت تشریف فرما تھے۔ اللہ پاک سلسلۂ ولایت

کو میواتیوں میں خصوصاً اور مبلغوں میں عموماً عام فرمائے۔ [1]

پینتیس ۳۵ سال قبل ہونے والے اس سفر میں اہل میوات کی محبت وعقیدت کا اندازہ لگانے کے لیے اس گرامی نامہ کا مطالعہ بہت کافی ہے جو آپ نے میوات سے دہلی واپس پہنچ کر حضرت شیخ کو تحریر فرمایا تھا وہ گرامی نامہ یہ ہے۔

مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پرسوں ۹ $\frac{1}{2}$ بجے نظام الدین سے روانہ ہوکر ۱۱ بجے فیروز پور نمبردار محراب کے پاس پہنچے۔ نمبردار بہت خوش ہوئے ملتے ہی انہوں نے کہا کہ ایک گھنٹہ مجھے تنہائی میں بات کرنی ہے گاؤں والوں کا ہجوم شروع ہوا نمبردار سب کو کہتا رہا لیکن تانتا بندھ گیا تو سب کو جوڑ کر ایک جگہ ہم نے تقریر شروع کرادی مجمع بڑھتا چلا گیا، مرد اور عورتیں جمع ہونی شروع ہوگئیں اور ایک چھوٹا سا اجتماع ہوگیا جس میں تین چلے اور ایک ایک چلہ کے بہت سے نام آئے۔ نمبردار نے دو باتیں کہیں ایک تو یہ کہ مکاتب قرآنیہ کی نگرانی کی کوئی صورت اختیار کی جائے چنانچہ بتایا گیا کہ نوح کا میوڑہ اور شاہ چوکھا ان مدرسہ والوں کے ذمے اپنے علاقے کے مکاتب کی نگرانی ہے جس میں بعض تو بہت اچھی نگرانی کرتے ہیں، دوسری بات یہ کہی کہ [2]۔ سوا گھنٹے تک یہ گفتگو رہی پھر بندہ رخصت ہوا کہ مجمع جہاں پر بیان ہو رہا تھا وہاں پر انتظار شدید تھا دوپہر کا وقت گرمی دھوپ

---

[1] مکتوب محررہ ۱۲ محرم ۱۳۸۵ھ (۱۵ مئی ۱۹۶۵ء)

[2] یہاں میوات کے بعض افراد کی طرف سے صادر ہونے والے کچھ ناگوار امور کا تذکرہ تھا جس کو قصداً اس لئے حذف کر دیا گیا کہ وہ سب اللہ جل شانہ کے حضور میں حاضر ہو چکے ہیں اللہ جل شانہ سب کے ساتھ اپنی ستاری وغفاری کا معاملہ فرمائے۔ شاہد غفرلہٗ

تھی نمبردار سے رخصت ہو کر مجمع میں چلا گیا اور ایک گھنٹہ کے قریب ان سے گفتگو ہوتی رہی مجمع بڑھتا رہا، نمبردار کو جانے سے بہت خوشی ہوئی ہمارے جانے سے پہلے اس کو تکلیف ہو رہی تھی لیکن جانے پر طبیعت بہت اچھی اور بشاش ہو گئی اور تکلیف بھی نہیں رہی اس نے ہم پر اصرار کیا کہ جب میوات میں کہیں جانا ہوا کرے تو کچھ دودھ وغیرہ یہاں پی لیا کریں۔ فقط والسلام محمد انعام الحسن غفرلہ

(۲) سفر میوات صفر ۱۳۸۵ھ

صفر ۱۳۸۵ھ (۳؍ جون ۱۹۶۵ء) میں اس سفر کا آغاز ہو کر پانچ صفر یکشنبہ میں اس کا اختتام ہوا۔ اس سفر کی کارگذاری سے واقفیت کے لئے ہمارے پاس سب سے مضبوط اور معتمد ذریعہ وہ وثیقہ ہے جو خود حضرت مولانا نے کارگذاری کے طور پر حضرت شیخؒ کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ یہاں اسی کو نقل کیا جاتا ہے!

مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل شام ۶ ½ بجے میوات سے واپسی ہوئی، پرسوں میوات کے ایک جلسہ سے فارغ ہو کر پونے بارہ بجے سہار کے لیے روانہ ہوئے اور ساڑھے تین بجے کے قریب سہار اس مقام پر پہنچے جس مقام پر جلسہ کے بارے میں تمام مراحل ممانعت واجازت کے گذر چکے تھے اس میں چھ سات میل کچی تھی جس میں ایک راستہ نہر کی پٹری کا تھا اور زبانی پٹری کی اجازت بھی لے لی تھی، لیکن قرار یہ پایا کہ نہر کی پٹری سے نہیں چلنا اور کوئی کام بغیر اصول کے حکام کے احسان کے ساتھ نہیں کرنا ہے چنانچہ کچے راستہ سے گئے معلوم ہوا کہ حکام صبح سے نہر کی پٹری پر گشت کر رہے ہیں ایس پی وغیرہ صبح سے چکر لگا چکے تھے سہار پہنچ کر معلوم ہوا کہ ظہر کے بعد سے جب سے ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ حکام کا کوئی احسان نہیں لینا فضا بالکل بدلی ہوئی ہے اور سب مشتاق ہیں، مجمع میں غیر مسلمین کی کثرت تھی تین چوتھائی غیر مسلم اور

ایک چوتھائی مسلمین تھے، غیر مسلمین میں ایک انتہائی شوق اور والہانہ
جذبہ تھا بہت کثرت سے ملنے آتے رہے اور بہت نیاز مندی کے ساتھ
ملتے رہے، جس کی بنا پر عصر سے پہلے بھی بندہ کو مجمع میں کچھ بولنا پڑا
اور الحمد للہ کوئی بات کسی قسم کی سننے میں نہیں آئی بلکہ اللہ جل شانہ کا کرم
ہوا کہ ہمارے جانے سے پہلے ابر اور ٹھنڈی ہوائیں اور کچھ بارش ہو گئی
تھی اور اس سے پہلے ایک ہفتہ اتنی شدید لو چلی کہ یہ کہتے تھے کہ ہم نے اتنی
شدید لو نہیں دیکھی اس سے بھی اللہ جل شانہ نے عام ذہنوں میں یہ بات
ڈالی کہ اس آمد کی برکت سے یہ بارش اور یہ فضا خوشگوار ہو گئی ہے
اس سے تمام مجمع بہت معتقد بنا ہوا تھا جماعتوں میں نکلنے کی مقدار اگرچہ
تھوڑی رہی ڈیڑھ سو نفر جماعت میں نکلے چھ سات ہزار کے مجمع میں
پانچ ہزار کے قریب غیر مسلم تھے۔ غرض اللہ جل شانہ کا بہت ہی کرم رہا
فالحمد للہ وحدہ۔ حافظ عبد العزیز، حکیم سید حسین محمد احمد جملانہ بھی سہار
مغرب کے وقت پہنچ گئے تھے۔

اس سفر میں ۱۱ جون کو جمعہ کی شام کو ایک اجتماع اور طے پایا یہ اہل بدعت
کا گاؤں ہے پہلے سے ہماری جماعتوں کو ٹھہرنے بھی نہیں دیتے تھے اور
بات سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے تھے اب انہوں نے خواہش ظاہر
کی تو اس کو مان لیا گیا جس کے لئے بہت خصوصی دعاؤں کی درخواست
ہے ڈیڑھ سو نفر سہار سے نکلے اللہ جل شانہ ان نکلنے والوں کی اور
ہماری بہترین تربیت فرماویں اور دینی زندگی میں ہم سب کو رنگ
دیں۔ والسلام

محمد انعام الحسن غفرلہ۔ ۶ر صفر ۱۳۸۵ھ

(۳) سفر میوات جمادی الاولی ۱۳۸۵ھ

سات جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ (۴ ستمبر ۱۹۶۵ء) شنبہ میں حضرت مولانا اپنے اس سفر پر تشریف لے گئے۔ یہ زمانہ ہند و پاک کے مابین ہونے والی خون ریز جنگ کی وجہ سے بہت مخدوش اور خطرناک بنا ہوا تھا جماعتوں کو بھی جگہ جگہ روکا جارہا تھا اور بہت سے مقامات پر تبلیغی احباب بلا کسی سبب و تحقیق کے گرفتار بھی کیے جاچکے تھے۔ حضرت مولانا ان حالات میں بھی اپنے رفقا کے ساتھ میوات کے لئے نکل پڑے اور فضل خداوندی سے بخیر و عافیت واپس آگئے۔ ملک میں نافذ ایمرجنسی اور جنگی حالات کا تو اس سفر اور ہونے والے اجتماع پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ لیکن بارش کی کثرت اور اس کی وجہ سے مقاماتِ اجتماع پر نظم و انتظام باقی نہ رہنے کی وجہ سے اجتماعیت قائم نہ ہوسکی اور بڑی دشواری کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ اپنے رفقاء کے ساتھ خود حضرت مولانا کو ایک مقام پر گھوڑے پر سوار ہوکر جانا پڑا تاہم جماعتیں نکلنے کی مقدار ہر جگہ سے پوری ہوتی رہی۔ حضرت مولانا اپنے مکتوب میں حضرت شیخ کو اس صورتِ حال کی تفصیل اس طرح لکھتے ہیں!

> ... ہم ہفتہ کے روز میوات کے اجتماع میں گئے۔ بارش کا سلسلہ جمعہ کو ۱۱ بجے شروع ہوکر کل اتوار کی صبح تک رہا بارش ہی میں سفر ہوا لیکن مجمع جمع نہ ہوسکا، بارش کی کثرت اور پانی کا چاروں طرف بھر جانا (اس کا سبب رہا) ہم لوگ بھی صبح ۹½ بجے چل کر رات کو مغرب کے بعد مقام اجتماع پر پہنچے لیکن راستہ میں تین چار مقام پر ٹھہرتے ہوئے اور اپنی بات کہتے ہوئے اس سے الحمد للہ جماعتوں کے نکلنے کی مقدار تو پوری ہوگئی لیکن مجمع میں اجتماعی بات نہ ہوسکی، ہم بھی موٹر کو سڑک پر چھوڑ کر گھوڑوں پر سوار ہوکر مقام اجتماع تک پہنچے۔ بیل گاڑی کا بھی راستہ نہیں تھا، پھر بھی جماعتیں تین سو افراد کے قریب بن گئی، ایک ایک جماعت بنا کر اپنی قیام گاہ پر بلاتے رہے اور رخصت کرتے رہے گاؤں میں کہیں مجتمع ہونے کی جگہ نہ تھی

مغرب کے بعد سلام پھیرنے کے وقت ہم لوگ بخیریت واپس آگئے، گھوڑے
پر چڑھنے کی چونکہ بالکل عادت نہ تھی شاید دوسری مرتبہ عمر بھر میں سوار
ہونے کی نوبت آئی اس لئے ٹانگیں بالکل اکڑی ہوئی ہیں یا شاید بھیگنے
کا اثر ہو ویسے الحمد للہ سب ساتھی خوش و خرم رہے۔ بھوپال کے قاضی
صاحب جمعہ کے روز تشریف لائے تھے جمعہ کی شام کو بھوپال جانے والے
تھے، بندہ کے عرض کرنے پر ایک رات میوات جانے پر آمادہ ہو گئے تھے
پہلے سے ملاقات نہ تھی پہلے مقام تک تو جبہ اور عمامہ اتار کر پائیچے چڑھا
کر جوتے ہاتھ میں لیے بارش میں چلنا پڑا اور پورا سفر بارش میں گذرا
لیکن الحمد للہ بد دل نہ ہوئے، بندہ عرض کرتا رہا کہ صحابہ کرامؓ اسی طرح
خون میں نہایا کرتے تھے ہم بارش میں ایسے تر بتر بھی نہ ہو جاویں تو
کتنی افسوس کی جائے ہے غرض خوش ہی واپس لوٹے۔ [1]

(۴) سفر میوات ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

میوات کا یہ سہ روزہ سفر جون کی سخت گرمی اور جھلسا دینے والی گرم ہواؤں
میں ہوا۔ حضرت مولانا کی طبیعت میں ضعف و اضمحلال پہلے سے چل رہا تھا۔ لیکن بنام خدا
اس سفر پر روانہ ہو گئے۔ اس دوران ایک موقعہ ایسا بھی آیا کہ شدید دھوپ میں ٹھیک
دوپہر کو بغیر چھت (سائبان) کے ٹریکٹر میں بیٹھ کر ایک گاؤں میں تشریف لے گئے۔
اس سفر کی مزید تفصیلات کے لیے حضرت مولانا کے مکتوب کے دو اقتباس ملاحظہ کیے
جائیں جو واپس دہلی پہنچ کر حضرت شیخ رہ کو تحریر کیے گئے تھے۔ لکھتے ہیں!

رات الحمد للہ مغرب کی نماز کے بعد بخیریت حضرت نظام الدین واپس
پہنچ گئے۔ مغرب کی نماز کا سلام پھر چکا تھا اپنی نماز پڑھی گرمی اگرچہ سخت
تھی اور ہر روز دوپہر کو ہی سفر رہا پرسوں دوپہر کو اور تمام دن لیٹنا بھی

---

[1] اقتباس مکتوب محررہ ۱۰ ربیع جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ (۷ ستمبر ۱۹۶۵ء)

نہیں ملا اور دوپہر کو ایک بجے ٹریکٹر میں بغیر چھت کے ایک گاؤں میں جانا ہوا اور تین بجے اسی ٹریکٹر میں واپس آکر اپنی گاڑی میں سوار ہوئے گاڑی کی چھت کے نیچے بیٹھ کر بہت سکون معلوم ہوا، الحمدللہ سفر بعافیت پورا ہوگیا۔ دو سفر میوات کے جو کٹھن تھے وہ پورے ہوگئے۔[1]

دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں!

میوات کا سفر الحمدللہ خیریت سے ہوگیا اگرچہ گرمی کی شدت تھی لیکن کوئی خاص اثر نہیں ہوا سہارنپور سے واپسی پر دست آنے شروع ہوگئے اگلے روز سفر میں جانا تھا ان کے کثرت کی وجہ سے ضعف اچھا خاصا محسوس ہوا۔ سب کی رائے سفر میں نہ جانے کی تھی لیکن دو جگہ جانا تھا وعدہ ہوچکا تھا نئی جگہ تھی، پہلے کبھی جانا نہیں ہوا تھا۔ جاٹوں کے گاؤں کے درمیان صرف دو گاؤں میووں کے ہیں وہ خود اس پر مطمئن نہیں تھے کہ ہمارے یہاں بھی آسکتے ہیں اس لیے بندہ نے جانا ہی طے کیا اور سفر اللہ جل شانہ کے فضل سے پورا ہوگیا دست اگرچہ سفر میں آتے رہے اور غذا بھی کچھ نہیں ہوئی۔ چوتھے وقت صرف شوربا پیا لیکن ضعف میں اگلے روز سے کمی محسوس ہوئی اور الحمدللہ اب طبیعت ٹھیک ہے لیکن کھانے سے طبیعت پر بوجھ ہوتا ہے اور رغبت نہیں ہوتی۔ معالجین بھی مختلف تھے بعض کی رائے میں ناف اپنی جگہ سے ٹل گئی تھی بعض کی رائے میں سوء ہضمی اور بعض گرمی کا اثر بتاتے تھے تینوں کی رعایت کی گئی میوات میں چھاچھ کا استعمال کیا گیا اور کیری کا شربت پیا گیا جس سے بہت سکون رہا۔[2]

(۵) سفر میوات شعبان ۱۳۸۶ھ

حضرت مولانا اس موقعہ پر سات شعبان (۲۱ر نومبر ۱۹۶۶ء) دوشنبہ میں ایک روز

---

[1] و [2] مکتوب محررہ یکم ربیع الاول ۱۳۸۶ھ (۲۱ر جون ۱۹۶۶ء)

سفر پر میوات تشریف لے گئے، اس سفر کی سب سے اہم خصوصیت یہ تھی کہ یہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی معیت میں ہوا تھا اور مولانا محمد یوسف صاحب کی وفات کے بعد آں مخدوم کا یہ پہلا سفر تھا جو مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے زمانۂ امارت میں ہوا۔

اس سفر کی تفصیل روزنامچۂ شیخ سے پڑھیے۔ تحریر فرماتے ہیں!

۲۹ر محرم کو جب زکریا نظام الدین گیا تو یہ طے ہو گیا تھا کہ بخاری کے ختم پر ایک دن کے لیے میوات بھی جانا ہے جس کے لیے زکریا نے آخری رجب تجویز کیا تھا۔ مگر میوات کے مصالح کا تقاضہ شروع شعبان کا ہوا اس لیے ۵ر شعبان (۱۹ر نومبر) شنبہ کی صبح کو سہارنپور سے چل کر کاندھلہ عید گاہ میں ٹھہرتے ہوئے قبیل مغرب نظام الدین پہنچے اور پیر کی صبح کو وہاں سے روانہ ہو کر آدھ گھنٹہ فیروز پور نمک ٹھہر کر آگے روانہ ہوئے اور گاڑی میں بیٹھے ہوئے نوح کے مدرسہ کی مسجد کی بنیاد رکھتے ہوئے قبیل ظہر کامیڈہ پہنچے ظہر کے بعد سے جلسہ شروع ہو گیا، دوسرے دن فراغ پر اپنی عصر اول وقت پڑھ کر یہاں سے روانہ ہوئے اور مغرب نوح میں پڑھی پھر یہاں سے چائے وغیرہ سے فراغت کے بعد روانہ ہو کر قبیل عشاء نظام الدین واپس پہنچے اور جمعرات کی صبح ۸ بجے نظام الدین سے چل کر میرٹھ، دیوبند ٹھہرتے ہوئے ڈھائی بجے گھر پہنچکر نماز ظہر ادا کی۔

(۶) سفر میوات شوال ۱۳۸۶ھ

۲۰ر شوال ۱۳۸۶ھ (یکم فروری ۱۹۶۷ء) چہار شنبہ میں آپ کا یہ سفر دہلی سے شروع ہوا: اس دعوتی واصلاحی سفر کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس موقعہ پر میوات کے قدیم علمی ادارہ مدرسہ معین الاسلام نوح میں آپ کے ذریعہ دورۂ حدیث شریف کا آغاز ہوا۔ جس کے لیے آپ نے بخاری شریف کی ابتدائی احادیث حاضر اور موجود طلباء کو پڑھا کر خیر و برکت کی دعا کی۔ مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری اپنی بیاض میں لکھتے ہیں!

۲۰ر شوال، یکم فروری بدھ میں عصر کے بعد نوح میں دورۂ حدیث کے . . .

افتتاح کے وقت حضرت جی نے بیان فرمایا کہ۔ امام ابوحنیفہ بدھ کے دن کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ دن سال میں ایک مرتبہ آتا تو میں پورے سال انتظار کر کے اسی دن میں اپنی کتاب شروع کرتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے اس دن میں نور کو پیدا فرمایا ہے اور علم بھی ایک نور ہے اور یہ علم اتنی اونچی دولت ہے کہ اللہ نے انسان کی خلافت کی وجہ اسی علم کو بتلایا ہے علم خالق کی صفت ہے اور اصل علم وہ ہے جس سے خدا کا راستہ نظر آئے اور معرفت ملے۔ علم جیسی دولت ملنے کے بعد کسی اور چیز میں لگنا اضاعت علم ہے اگر معلوم پر عمل کرو گے تو خدائے پاک غیر معلوم کو معلوم بنا دیں گے۔،،

اسی موقعہ پر ذمہ داران مدرسہ کی درخواست پر آپ نے جلالین و مشکوۃ شریف کے ابتدائی حصہ کا بھی افتتاحی درس دیا جو گذشتہ سالوں سے یہاں پڑھائی جا رہی تھی۔

اکیس شوال جمعرات میں آپ گھاسیڑہ تشریف لے آئے اور یہاں ہونے والے ایک روزہ تبلیغی اجتماع میں شرکت فرما کر جمعہ کے دن دہلی واپس ہو گئے۔

(۷) سفر میوات شعبان ۱۳۸۷ھ

نوح سے متصل گاؤں میں منعقد ہونے والے اجتماع میں شرکت کے لیے حضرت مولانا کا یہ سفر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی معیت اور سرپرستی میں ہوا۔ اسی موقعہ پر مدرسہ معین الاسلام نوح میں پہلی مرتبہ ہونے والے دورہ حدیث شریف کے اختتام کی تقریب میں بھی ہر دو حضرات کی شرکت ہوئی۔ حضرت شیخ رح اپنے روزنامچہ میں اس سفر کا اندراج اس طرح فرماتے ہیں!

> کھیڑا کے اجتماع کی آمد پر مولوی انعام صاحب زکریا سے ۲۰ رنومبر میں ہونے والے اجتماع میوات میں شرکت کا وعدہ لے گئے تھے چنانچہ ۱۴ رشعبان شنبہ کی صبح کو حاجی عظیم اللہ کی کار میں روانہ ہو کر مغرب کے وقت نظام الدین پہنچے اور ۱۶ رشعبان ۲۰ نومبر دوشنبہ کی صبح کو بھائی شفیع صاحب

کی کار میں نوح کے قریب ایک گاؤں میں اجتماع میں شرکت کے لئے روانہ
ہوئے راستہ میں ایک جگہ کھانا کھاتے ہوئے ظہر کے قریب اجتماع میں پہنچے
اور منگل کو ظہر کے بعد وہاں سے روانہ ہوکر نوح کے مدرسہ کی بخاری ختم
کرائی اور عصر کے وقت وہاں سے چل کر بعد مغرب نظام الدین پہنچے۔ اس
سال نوح میں پہلی دفعہ دورہ کے اسباق ہوئے تھے۔ زکریا حاجی شفیع کی
کار میں جمعرات ۱۹ر شعبان کی صبح کو براہ میرٹھ سہارنپور واپس پہنچا۔[۱]

(۸) سفر میوات ذی قعدہ ۱۳۹۱ھ

۲۷ ذی قعدہ (۱۵ جنوری ۱۹۷۲ء) شنبہ میں حضرت مولانا کا جو سفر میوات ہوا وہ
اپنے نظام اور پروگرام کے اعتبار سے بھرپور مشغولیت اپنے اندر لیے ہوئے تھا اور گویا
آپ نے اپنے قدیمی معمول اور عادت کے مطابق اس سفر کا ایک ایک منٹ وصول فرمایا
چنانچہ اس تین روزہ سفر میں سولہ مقامات پر تشریف لے گئے اور بائیس[۲] مرتبہ تقریر فرمائی
جو اپنے مجمع اور ماحول کے اعتبار سے مفصل اور مختصر ہوتی رہی۔ اس سفر میں برادران وطن
کا رجوع دیگر اسفار کے مقابلہ میں کچھ زیادہ ہی رہا۔ یہاں تک کہ مجمع عامہ کی بیعت میں بھی
وہ شامل رہے۔

حضرت مولانا یہ تمام تفصیل اپنے مکتوب میں اس طرح قلم بند کرتے ہیں۔

ہفتہ کی صبح کو میوات کا سفر ہوا اور تین روز میں سولہ مقامات پر تھوڑی
تھوڑی دیر تک بات چیت ہوئی جس سے الحمدللہ ایک ہزار کے قریب
افراد جماعات میں نکلے۔ مدارس کے اساتذہ بھی الحمدللہ جمع ہوئے تین سو
کے قریب اساتذہ عربی و قرآنی مکاتب کے جمع ہوئے جن سے تین باتیں
تبلیغ تعلیم تربیت کو کہا گیا اور اخلاص سے کام کرنے پر اور دنیوی ضرورتوں

---

[۱] روزنامچہ صفحہ ۱۴۶ جلد ۳۔

[۲] اس عدد کی تصریح حضرت مولانا نے اپنے دیگر مکتوب مورخہ ۱۰ر ذی الحجہ میں فرمائی ہے۔

کو دبا کر اور قربان کر کے محنت کرنے کو عرض کیا گیا۔ الحمد للہ سب نے ارادے کیے مولانا نیاز محمد کے مدرسہ کے مدرسین بھی شریک ہوئے خود مولوی نیاز تو اتنی روز دہلی آ گئے تھے وہ تو نوح میں نہیں تھے منگل کے روز مغرب کے بعد ھتین سے چل کر ۸ بجے کے قریب بخیریت حضرت نظام الدین پہنچ گئے۔

میوات کے سفر میں ایک بات اس مرتبہ یہ پیش آئی کہ ایک مقام پر گھنٹہ بھر قیام کرنا تھا وہاں پر دو اسکول تھے اس کے ماسٹر صاحبان ۵۔ ۶ اور تمام اسکول کے بچے اس مجمع میں تھے بندہ نے ایسی بات جو بچوں اور بڑوں کے لیے اور مسلم غیر مسلم سب کے لیے تھی کہنے کی کوشش کی سب بہت متاثر ہوئے پھر بیعت کا سلسلہ شروع ہوا تو سب غیر مسلم ماسٹروں نے بھی پلہ پکڑا بندہ کو بہت دیر تک تردد رہا جو ساتھی تھے مولوی عمر، منشی بشیر وغیرہ ان سے مشورہ بھی کرتا رہا لیکن کسی نے کچھ نہیں بتایا بندہ کو بہت دیر تک خلجان رہا پھر یہ بات ذہن میں آئی کہ زبانی کہنے سے ممکن ہے اللہ جل شانہ ہدایت نصیب فرما دیں سب سے کہلا دیا معلوم نہیں غلط ہوا یا ٹھیک ہوا۔ [1]

(۹) سفر میوات ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

۷ ربیع الثانی (۲۱ مئی ۱۹۷۲ء) اتوار میں ہونے والا یہ سہ روزہ سفر شدید گرمی اور لُو کے زمانہ میں ہوا۔ چنانچہ موسم کی سختی اور خشکی کی بنا پر ضلع گڑگانواں میں بہت سے کنوؤں کا پانی خشک ہو گیا تھا۔ ایسے صبر آزما حالات میں آپ کا یہ سفر ہوا۔ اور الحمد للہ پوری کامیابی کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچا۔

دہلی پہنچ کر جو گرامی نامہ حضرت شیخ کی خدمت میں آپ نے ارسال فرمایا، اس میں تھوڑی سی روداد سفر اس طرح لکھتے ہیں!

---

[1] اقتباس مکتوب بنام حضرت شیخ محررہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ (۲۲ فروری ۱۹۷۲ء)

آج دوپہر دو بجے بخیریت واپسی ہوئی مولوی محمد عمر کے اوپر گرمی کا کچھ اثر ہوگیا تھا۔ اتوار اور پیر کی درمیانی شب میں تمام رات لو چلتی رہی اور منہ پر خاک کے تھپیڑے لگتے رہے۔ تمام رات ساتھی سو نہیں سکے مولوی عمر تو پہلے روز تقریر کرنے کے بعد بیمار ہو گئے باقی الحمد للہ آج طبیعت ان کی اچھی ہے روزانہ ایک اجتماع سے فارغ ہو کر دوسرے اجتماع کے لیے دوپہر ہی کو سفر ہوتا تھا۔ الحمد للہ خیریت کے ساتھ سفر پورا ہوگیا اگلے ہفتہ پھر چار دن کا سفر ہے اللہ جل شانہ ہی عافیت اور سہولت کے ساتھ پورا فرمائے۔ گرمی کی شدت دہلی اور میوات میں خوب ہے۔ اللہ جل شانہ اپنا فضل فرمائے اور عافیت کا معاملہ فرمائے۔ [1]

اس مکتوب کو ملاحظہ فرما کر حضرت شیخؒ نے آپ کو گرمی کے دوپہر میں سفر نہ کرنے کا مشورہ دیا تو آپ نے جواباً تحریر فرمایا کہ!

میوات میں دوپہر کا گذارنا اور سفر کرنا دونوں برابر ہیں، وہاں پر دوپہر میں رہنے اور چلنے میں کوئی زیادہ فرق نہیں۔ پچھلے سفر میں بھی دوپہر کو دو بجے نظام الدین پہنچے تھے۔ [2]

(۱۰) سفر میوات رجب ۱۳۹۴ھ

۲۱ رجب مطابق ۱۱ اگست ۱۹۷۴ء میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی معیت اور سرپرستی میں ہونے والا یہ سفر بعض اعتبار سے بہت نازک اور کٹھن وقت میں ہوا تھا۔ مولانا محمد ہارون صاحب کی جوان موت قریب ہی زمانہ میں ہو چکی تھی جس کی وجہ سے فتنہ پردازوں کو فتنہ انگیزی کا موقعہ ملا ہوا تھا۔ مگر حضرت شیخؒ کی یہ تشریف بری ماحول کو ہر اعتبار سے پرسکون بناتی چلی گئی۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ وہ آگ بھی بجھتی چلی گئی جس کو الزامات واتہامات پر مشتمل پمفلٹوں، اشتہاروں اور کتابچوں کے ذریعہ بھڑکایا جا رہا تھا۔

---

[1] مکتوب محررہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ [2] مکتوب محررہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

یہاں روزنامچۂ شیخ سے اس سفر کی کچھ تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں!

زکریا کا مولوی انعام سے وعدہ ہوگیا تھا کہ میوات جانا ہے کیونکہ کئی سال سے میرا میوات جانا نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ حجاز سے واپسی پر ۲۱ رجب ۱۱ اگست یکشنبہ کو میوات کا سفر طے ہوگیا اور مولوی انعام صاحب بھائی کرامت کی کار میں رامپور کی ایک مسجد میں اپنا جمعہ پڑھ کر ایسے وقت سہارنپور پہنچے کہ ہم دسترخوان پر بیٹھے تھے۔ شنبہ ۲۰ رجب مطابق ۱۰ اگست کی صبح کو اپنی نماز فجر پڑھ کر بھائی کرامت کی کار میں زکریا، مولوی انعام، ابوالحسن، شاہد، طلحہ سہارنپور سے چل کر نانوتہ، تھانہ بھون، کاندھلہ ٹھہرتے ہوئے شام کو دہلی پہنچے اور اگلے دن (۲۱ رجب ۱۱ اگست یکشنبہ میں) اپنی نماز صبح اور چائے سے فراغ پر سوا پانچ بجے نوح کے لیے روانگی ہوئی۔ مولوی انعام کے مشورہ پر اولاً خواجہ قطب الدین کاکیؒ کے مزار پر پہنچے اور وہاں ایک گھنٹہ رہ کر ٹھیک سات بجے وہاں سے چل کر راستہ میں فیروزپور نمک میں لب سڑک نمبردار محراب خان کی قبر پر رکے۔ مرحوم نے یہ وصیت کی تھی کہ میری قبر لب سڑک بنائی جائے تاکہ نظام الدین آنے جانے والے کار ہی میں بیٹھے بیٹھے ایصال ثواب کرتے رہیں۔ چنانچہ زکریا تو کار ہی میں بیٹھا رہا مولوی انعام صاحب نیچے اترے ان لوگوں نے بہت بڑا خیمہ لگا رکھا تھا اور چائے، لسّی کا بہت انتظام تھا۔ مولوی انعام صاحب نے طویل دعا کرائی اور نصیحتیں فرمائیں۔ ساڑھے نو بجے مدرسہ معین الاسلام نوح پہنچے دس بجے بخاری ختم ہوئی جو مولانا انعام صاحب نے کرائی، زکریا دعا میں شریک رہا۔

ساڑھے ۴ بجے شام کو مولوی انعام صاحب کا پنڈال میں بیان ہوا اسی وقت زکریا کو بھی پنڈال میں بلالیا گیا۔ عصر کی نماز پنڈال میں منشی بشیر کی اقتدا میں ان کے مقیم ہونے کے وجہ سے پڑھی گئی۔ بعد عصر چودھری

طیب کے اصرار پر ان کے اسکول کی ایک تعمیر کا سنگ بنیاد رکھا گیا. بعد مغرب مولوی عمر، مولوی سلیمان جانجی کی تقاریر ہوئی. اگلے دن صبح نو بجے جماعتوں کی روانگی اور مصافحے ہو کر نوح کی مسجد میں (جو زیر تعمیر ہے) سب نے ظہر کی نماز پڑھی اور پھر نوح سے کامینڈا پہنچے. یہاں ہجوم نوح سے بھی زیادہ تھا ½ ۴ بجے مولوی انعام صاحب کا بیان ہوا اور پانچ بجے زکریا کو پنڈال میں بلایا گیا منگل کی صبح کو بیان و دعاء کے بعد زکریا نے بھی مصافحے کیے ایک بجے جلسہ ختم ہو کر کھانا کھایا عصر کے بعد مجلس عام ہوئی.

۲۳ رجب سہ شنبہ کی صبح ۹ بجے سے جماعتوں کی روانگی اور مصافحے ہو کر نماز اور کھانے سے فراغت کے بعد پونے دو بجے سنگار کے لیے روانہ ہوئے راستہ میں چند منٹ شاہ چوکھا رُکے. ۳ بجے سنگار پہنچے ساڑھے چار بجے مولوی انعام کا بیان ہوا عصر کے بعد مجلس خاص ہوئی. بدھ کے دن ساڑھے بارہ بجے سنگار سے روانہ ہو کر راستہ میں آدھ گھنٹہ سرائے میں ٹھہرے جہاں مولوی انعام صاحب نے مختصر سی بات کہہ کر دعاء کرائی اور پھر اسی وقت نظام الدین کے لیے روانہ ہو گئے اور اتوار ۲۷ رجب کی صبح کو بھائی کرامت کے ساتھ اپنی نماز پڑھ کر سوا پانچ بجے نظام الدین سے چل کر پونے آٹھ بجے گھر پہنچ گئے۔ [1]

(۱۱) سفر میوات ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ

۱۵ ذی الحجہ (۳۰ دسمبر ۱۹۷۴ء) میں حضرت مولانا میوات کے چند مقامات پر تشریف لے گئے اس سفر کا ایک محرک دعوت و تبلیغ سے قدیمی تعلق رکھنے والے بزرگ جناب حافظ محمد صدیق (نوح) کی تعزیت بھی تھی جن کا گذشتہ ماہ ۸ ذی قعدہ/ ۲۳ دسمبر کو بمبئی میں انتقال ہو گیا تھا. مولانا زبیر الحسن صاحب کی بیاض سے اس سفر کی تفصیلات نقل کی

---

[1] روزنامچہ ص۳۱۲ جلد ۳

جاتی ہیں۔ موصوف کہتے ہیں!

صبح ۹ بجکر ۲۰ منٹ پر بذریعہ جونگہ حضرت جی مدظلہ، مولوی عمر صاحب منشی بشیر، زبیر، مولوی شاہد، مولوی محمد کاندھلوی، مولوی سلیمان دہلی سے روانہ ہوکر پونے گیارہ بجے نوح پہنچے اور وہاں حافظ صدیق مرحوم کے گھر جاکر ان کی تعزیت کی گئی وہاں مدرسہ آکر کھانا کھاکر آرام کیا، ساڑھے بارہ بجے پھر ولی، اور وہاں سے ساڑھے تین بجے سوڑا کا پہنچے۔ پہنچتے ہی حضرت جی مدظلہ کا بیان ہوا تشکیل ہوئی، عصر سے مغرب تک ضروریات کے لیے وقت دیا گیا بعد نماز مغرب مولوی سلیمان، مولوی شاہد، مولوی محمد عمر اور حضرت جی مدظلہ کے بیانات ہوئے۔ گیارہ بجے آرام ہوا، اگلے دن منگل کی صبح کو فجر بعد مولوی محمد کاندھلوی اور مولوی محمد سلیمان جھانجھی کے بیانات ہوئے، گیارہ بجے حضرت جی مدظلہ نے بیان فرمایا اور پھر دعاء فرماکر مصافحے کیے نماز ظہر چودھری خورشید کے مکان پر پڑھی گئی اور وہاں موجود چودھریوں سے حضرت جی نے بات کی پھر مستورات بیعت ہوئیں اور اسی دن شام کو پانچ بجے بخیر و عافیت نظام الدین واپسی ہوئی۔

(۱۲) سفر میوات محرم ۱۳۹۷ھ

۱۱ محرم (۲ جنوری ۱۹۷۷ء) اتوار میں آپ کا یہ سفر نوح، پاٹ کھوری وغیرہ مقامات کا ہوا۔

یہ زمانہ ہندوستانی مسلمانوں پر سخت آلام و مصائب کا چل رہا تھا۔ اور جگہ جگہ مختلف انداز سے ان کی قوت توڑنے ان میں احساس کمتری پیدا کرنے اور ان کو اچھوت بنانے کی کوششیں ہو رہی تھیں۔ تبلیغ اور اہل تبلیغ بھی نشانہ پر تھے لیکن حضرت مولانا اللہ جل شانہ پر اعتماد کرتے ہوئے نکل پڑے اور معمول کے مطابق اجتماع کرکے واپس ہوئے۔

حضرت مولانا کے دو مکتوب (بنام حضرت شیخ) کے اقتباسات سے اس وقت کے ماحول کی زہرناکی کے ساتھ اجتماع کی کامیابی اور اس کے دور رس نتائج کا علم ہوتا ہے تحریر فرماتے ہیں!

اگلے ہفتہ میوات (کے اجتماعات) میں چار روز لگے جس کا بہت سہم تھا تین جگہ جلسہ تھا ہر گاؤں کے آدمی التوا کے فکر میں تھے بندہ کہتا رہا کہ کام کرتے رہو جماعتیں نکالتے رہو آخر وقت میں ملتوی کیا جا سکتا ہے لیکن الحمدللہ ملتوی کرنے کی نوبت نہیں آئی ہر جگہ سی، آئی، ڈی کا پورا عملہ تھا بندہ کی ہر بات ریکارڈ کی گئی واپسی میں گوڑ گانوہ تک چار جیپ گاڑی ہمارے آگے پیچھے رہی جس میں افسران تھے۔ مباحث والوں نے یہ کہا کہ ہم تو سمجھے تھے کہ ہم نے قوت توڑ دی لیکن ابھی قوت مجتمع ہے۔[1]

● اجتماعات کرنے میں بندہ بھی نہ کرنے کو ہی ترجیح دیتا ہے لیکن ان اجتماعات سے میوات میں جو ایک ہراس کی کیفیت تھی اور نقل و حرکت بند تھی، الحمدللہ اس میں بیّن فائدہ اور کھلا فرق محسوس ہوا اور اس کے بعد سے گاؤں پر جو ظلم و غارت کی صورت کرتے تھے وہ نہیں رہی البتہ فرداً فرداً اب تک جاری ہے۔[2]

(۱۳) سفر میوات ربیع الاوّل سنہ ۱۴۰۳ھ

سولہ ربیع الاول (۲ جنوری سنہ ۱۹۸۳ء) اتوار میں ہونے والے اس سہ روزہ سفر کا تذکرہ قدرے تفصیل کے ساتھ خود حضرت مولانا کی ذاتی یادداشت (ڈائری) میں موجود ہے۔ اور اسی کو یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں!

۹ بجکر ۷ منٹ پر حضرت نظام الدین سے تین گاڑیوں میں روانہ ہوئے جیلانی کی گاڑی میں بندہ، مولوی عمر، مولوی محمد سلیمان اور احمد مڑھی تھے حکیم ظہیر کی گاڑی میں منشی بشیر، شرافت اللہ، مولوی احمد گودھرا، امیر الدین اور امیر احمد کے جونگہ میں حاجی سراج الاسلام اور ان کے دو ساتھی ڈاکٹر غلام کریم اور سامان تھا، گیارہ بجکر سات منٹ پر لہرواڑی اللہ جل شانہ

---

[1] اقتباس مکتوب محررہ ۱۰ محرم سنہ ۱۳۹۷ھ (یکم جنوری سنہ ۱۹۷۷ء) [2] مکتوب محررہ ۲۶ محرم سنہ ۹۷ (۱۷ جنوری سنہ ۱۹۷۷ء)

نے پہنچایا، کھانا کھاکر آرام کیا، اٹھ کر ظہر کی نماز ادا کی ظہر کے بعد اولاً مولوی محمد سلیمان کا اور پھر بندہ کا بیان ہوا، پیر کے دن صبح ناشتہ اور کھانا اکٹھا کیا گیا اور پھر دس بجے اجتماع گاہ لہرواڑی جانا ہوا روانگی کا بیان ہوا بیعت ہوئی، نکاح ہوئے، دعار ہوئی اور تودیع جماعات ہوئی۔ یہاں سے روانہ ہوکر پونے دو بجے اٹاوڑ پہنچے بات ہوئی، نماز ظہر پڑھی پھر دعار ہوئی، ڈھائی بجے یہاں سے روانہ ہوکر جے سنگھ پور پہنچے اور جلسہ گاہ میں اتر گئے۔ بندہ کا بیان ہوا، پھر عصر کی نماز جائے قیام پر آکر پڑھی۔ منگل کے دن ڈیڑھ بجے جلسہ سے بیان و بیعت، نکاح و دعار اور تودیع سے فارغ ہوکر قیام گاہ پر آئے ظہر کی نماز پڑھی کھانا کھایا، پونے تین بجے براہ پلول روانہ ہوکر پونے پانچ بجے اللہ جل شانہ نے خیریت سے حضرت نظام الدین پہنچا دیا۔ فالحمدللہ الذی بعزتہ تتم الصالحات۔

حضرت مولانا نے میوات اور اس کے قرب و جوار کے اسفار اتنی بڑی تعداد میں فرمائے ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں ہے تاہم آپ کے ابتدائی دور کے ان چند اسفار میوات کو یہاں خصوصیت کے ساتھ اس لیے جگہ دی گئی ہے تاکہ ان کی تاریخی حیثیت و نوعیت بطور ریکارڈ محفوظ ہو جائے۔ اور جن لوگوں نے آپ کے آخر حیات میں ہونے والے اسفار میوات کو دیکھا ہے اور اہل میوات کے جوش و خروش ان کی وارفتگی اور والہانہ عقیدت و محبت کا مشاہدہ کیا ہے ان کے سامنے ابتدائی دور کے مجاہدات و قربانیوں والے اسفار کی ہلکی سی تصویر بھی آجائے۔

اب دور اول کو دور آخر کے ساتھ مربوط رکھنے اور ابتدا کا تسلسل انتہا کے ساتھ قائم رکھنے کی غرض سے زندگی کے آخری سالوں میں آپ کے ہونے والے چند اسفار کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

سفر میوات رجب ۱۴۱۴ھ

۶ رجب مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۹۳ء میں ہونے والے اس سفر میں حضرت مولانا کے رفقاء میں یہ عرب حضرات بھی شامل تھے۔ مولانا سعید احمد خاں، شیخ عبداللہ ربوعی، شیخ عبدالعزیز بوقس، شیخ معتوق، شیخ لبیب بن صالح مقبل۔

اس ایک روزہ سفر کی تفصیلات راقم سطور کے روزنامچہ میں اس طرح درج ہیں!

۲۱ دسمبر بدھ صبح نو بجے حضرت جی مدظلہ اپنے رفقاء کے ساتھ نظام الدین سے چل کر ۱۱ بجے گھاسیڑہ پہنچے۔ سلیمان صاحب کے مکان پر قیام ہوا۔ بعد ظہر مولوی داؤد کی مختصر بات کے بعد مولوی احمد لاٹ کی بات ہوئی، بعد عصر عمومی طعام بعد مغرب شیخ عبداللہ ربوعی کا بیان اور مولوی سلیمان کا ترجمہ ہوا۔

مغرب بعد مقامی احباب ملاقات کے لیے آئے ان سے گفتگو فرما کر کام کی ترغیب دی بعد عشاء چار سکھ جن میں تین نوجوان اور ایک معمر مرتاض بھی تھے آئے۔ حضرت جی مدظلہ نے ان سب کو مرنے کے بعد کی زندگی کی اہمیت بتلائی اور دعاء ہدایت دی۔

۲۲ دسمبر جمعرات کی صبح میں بعد نماز فجر میاں جی عظمت صاحب کا بیان ہو کر پونے دو گھنٹے حضرت جی مدظلہ کا بیان ہوا، پھر نکاح اور بیعت عمومی ہو کر دعاء ہوئی۔ اس کے بعد مولوی زبیر صاحب نے مصافحہ کیا مگر مجمع کی بے ترتیبی کیوجہ سے درمیان میں ترک کرنے پڑے۔

صبح ۸ بجے ناشتہ کے موقعہ پر چودھری طیب صاحب ملاقات کے لیے آگئے تو بہت شفقت کے ساتھ ان کے کندھے پر ہاتھ رکھکر فرمایا۔ کہ چودھری صاحب دنیا تو بہت دیکھ لی۔ اب تو آخرت کی فکر کرو خود بھی نکلو اور اپنی قوم کو بھی نکالو اس کے بعد مسلم یونیورسٹی کے طلباء کی جماعت رخصتی ملاقات کے لئے آئی تو ان سب کو کام کی ترغیب اور

شوق اور یونیورسٹی میں کام بڑھانے کی تاکید فرمائی۔ بارہ بجے اجتماع سے فارغ ہو کر نظام الدین کے لیے روانہ ہو کر بعافیت دو بجے مرکز پہنچے۔

اسی دن بعد مغرب دہلی اور قرب و جوار کے تیس ڈاکٹروں کی جماعت جناب ڈاکٹر عبد الخالق صاحب کی معیت میں دس دن کے لیے بمبئی کے قصد سے تیار ہو کر ملاقات کے لیے آئی تو فرمایا کہ بھائیو! پیسہ کمانا اصل نہیں ہے بلکہ اصل خدمت خلق ہے اور نیت پر اس کا مدار ہے، کوشش کرو کہ ڈاکٹروں کا طبقہ اس کام میں جڑ جائے۔ بمبئی کے یہ دس دن اعمال میں خرچ ہوں اور مسجد میں ہی تمام اوقات صرف ہوں۔

سفر میوات رجب ۱۴۱۴ھ

۲۴، ۲۵، ۲۶ رجب (۸، ۹، ۱۰ جنوری ۱۹۹۴ء) میں حضرت مولانا کا یہ سہ روزہ سفر مختلف مقامات اٹاوڑ، کوٹ، منڈیہتہ، ہرواڑی، ساکرس وغیرہ کا ہوا۔ راقم سطور نے (جو اس سفر میں ہمرکاب تھا) اس دورہ کی شب و روز کی تفصیلات اور نظام الاوقات کا اندراج اپنے روزنامچہ میں قدرے تفصیل کے ساتھ کر رکھا ہے۔ اس لیے اس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے

احقر ۷ جنوری ۹۴ء جمعہ کے دن دہرہ ایکسپریس سے دہلی پہنچا۔ حضرت جی مدظلہ کئی مرتبہ دریافت فرما چکے تھے۔ آٹھ جنوری شنبہ کی صبح ۹ بجے بھائی کرامت اللہ صاحب کی گاڑی میں حضرت جی مدظلہ، مولوی زبیر صاحب، مولوی سلیمان صاحب، دوسری گاڑی میں مولوی سعد (راقم) محمد شاہد، مولوی احمد مرٹھی تھے، یہ گاڑی حافظ ہارون میرٹھی چلا رہے تھے، تیسری گاڑی میں مولانا سعید خان صاحب اور مولانا محمد عمر صاحب تھے، ساڑھے گیارہ بجے اٹاوڑ اسکول پہنچے۔ حضرت جی مدظلہ کا بیان ہوا پھر تین نکاح پڑھائے اس کے بعد دعا ہوئی، مولانا نور محمد اٹاوڑی یہاں اسٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت جی مدظلہ نے ان کو سلام کیا۔ اٹاوڑ

سے روانہ ہو کر سیدھے اجتماع گاہ کورٹ پہنچے۔ میاں جی عبدالرحمن نے سلام ومصافحہ کے بعد دریافت کیا کہ حضرت پرانوں کا جوڑ کیسا رہا تو بہت ٹھنڈا سانس بھر کر فرمایا کہ بھائی کسی اور سے پوچھو! اس کے بعد کچھ حضرات آئے جو جماعت میں جارہے تھے ان کو کچھ دیر نصائح فرما کر اور دعائیں دے کر رخصت کیا۔ بعد نماز مغرب پہلے شیخ غسان کا بیان ہوا جس کا ترجمہ مولانا محمد یعقوب صاحب نے کیا اس کے بعد مولانا محمد عمر صاحب کا تفصیلی بیان ہوا۔

۹ر جنوری اتوار کی صبح بعد نماز فجر مولانا محمد یعقوب صاحب اور مولانا محمد عمر صاحب کے بیان کے بعد ساڑھے نو بجے حضرت جی مدظلہ اجتماع گاہ تشریف لے گئے یہاں بیعت ونکاح اور دعا سے ایک بجے فارغ ہو کر نیچے تشریف لائے، مولوی زبیر صاحب نے مصافحہ کیے، ساڑھے بارہ بجے یہاں سے روانہ ہو کر منڈیہتہ پہنچے ــــــــــــــــ کل گذشتہ دن مشورہ میں یہاں آنا ــــــــــــــــ طے ہوا تھا۔ یہاں حضرت مولانا نے مجمع عام میں بیان فرمایا جس کی ابتدا مشہور حدیث لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ سے فرمائی۔ پوری تقریر کا موضوع حب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور یہ بھی کہ دعوئ حب نبویؐ کے لیے جدوجہد نبوی بھی ضروری ہے۔ دوران تقریر محبت نبوی پر عربی کے دو تین شعر بھی بہت دردمندانہ لہجہ میں پڑھے۔ پھر بیعت کرا کر دعاء فرمائی اور جماعت روانہ کرنے کی مقامی احباب کو تاکید کر کے فوراً ہرواڑی کے لیے روانہ ہو گئے ڈیڑھ بجے ہرواڑی اجتماع گاہ پہنچ کر مشورہ ہوا چنانچہ مشورہ کے مطابق بعد ظہر مولانا محمد یعقوب صاحب کا، بعد مغرب مولانا احمد لاٹ اور مولانا عمر صاحب کا بیان ہوا۔ مغرب بعد قیام گاہ پر

مرکز کے حضرات اور اہل میوات کو مخاطب کرکے فرمایا کہ میوات میں بکثرت جلسے ہونے چاہئیں تاکہ دینی فضا بنی رہے۔ بڑے حضرت جیؒ فرمایا کرتے تھے کہ میوات ایسی جگہ ہے کہ کھودتے رہو اور کھاتے رہو (یعنی یہاں محنت کرتے رہو اور جماعتیں نکالتے رہو) اسی موقعہ پر مولانا حبیب اللہ صاحب ساکرس کے صاحبزادہ مولانا خلیل اللہ صاحب ملنے آگئے تو ان سے تعزیت کرکے قبرستان کے متعلق معلوم کیا کہ کہاں ہے۔

بعد عشاء کھانے سے فارغ ہوکر خدام کی مجلس میں حضرت جی مدظلہ نے یہ واقعات سنائے۔

(۱) فرمایا میانجی موسیٰ مستجاب الدعوات تھے بڑے حضرت جی نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اگر اللہ نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا لائے ہو تو میاں جی موسیٰ کو پیش کردوں گا اس پر مولوی سلیمان جھانجھی نے کہا کہ حضرت ہم نے سنا ہے کہ آپ کے اور مولانا یوسف صاحب کے بارے میں بھی ایسا ہی کہا تھا؟ اس پر فرمایا نہیں بلکہ ہمارے بارے میں یہ کہا تھا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے لیے جیسے مولانا قاسم و مولانا رشید احمد تھے ایسے ہی میرے لیے یہ یوسف اور انعام ہیں۔

(۲) فرمایا — ایک مرتبہ بڑے حضرت جی نے علماء کو جمع کرکے ان کے سامنے بڑی تفصیل کے ساتھ اپنی دعوت پیش کی اور قرآن وحدیث سے اس کو ثابت کرکے پھر ایک بڑی چھری ان کے درمیان ڈالی اور فرمایا کہ اگر یہ کام حق ہے تب تو میرا ساتھ دو ورنہ مجھے ذبح کردو، یہ قصہ سناکر خوب روئے۔

(۳) فرمایا — بڑے حضرت جی نے ایک مرتبہ افغانستان جماعت پہونچی تو حضرت مدنی کے چونکہ وہاں شاگرد بہت تھے اس لیے حضرت سے سفارشی خط لکھوایا اور اس کے لیے بڑے حضرت جی نے مولوی یوسف صاحب اور مجھے حضرت مدنی کے پاس دیوبند بھیجا کہ سفارشی خط لکھوا کر لائیں ہماری سمجھ

میں کچھ نہ آیا کہ کس طرح لکھوائیں. بس ہم سیدھے سہارنپور چلے گئے اور حضرت شیخ سے حضرت مدنی کے نام خط لکھوا کر اسی وقت دیوبند روانہ ہو گئے۔ دیوبند اسٹیشن پر پہنچے تو حضرت اسی ٹرین سے دہلی تشریف لے جا رہے تھے انٹر کلاس میں تھے ہم نے بھی انٹر کا ٹکٹ لے لیا اور گاڑی میں شیخ کا خط پہنچایا حضرت نے اسی وقت اٹیچی کھول کر کاغذ نکالا اور خط تحریر فرمایا. ہم سے دریافت فرمایا کہ لفافہ ہے؟ ہم نے انکار کیا تو اٹیچی میں سے خود لفافہ نکال کر اس پر پتہ لکھ کر ہم کو دیا!

(۴) فرمایا ــــ مفتی کفایت اللہ صاحب اکثر تشریف لاتے رہتے تھے. حضرت بھی ان سے بات کرتے تھے مگر وہ ہمیشہ یہ فرماتے تھے کہ آخر یہ کام ہوگا کیسے؟ ایک مرتبہ حضرت نے ان کے پاس ایک جماعت کو کارگذاری سنانے بھیجا مفتی صاحب نے اس کو سن کر فرمایا "اب کوئی کیا کہے گا"۔

ایک مرتبہ مفتی کفایت اللہ صاحب اجتماع میں گئے میں اور مولوی یوسف صاحب ساتھ تھے، واپسی پر بڑے حضرت جی نے مجھ سے فرمایا کہ تمہیں مفتی صاحب کا معلم بنا کر بھیجا گیا تھا تم نے کیا کیا؟

(۵) فرمایا ــــ حضرت اقدس تھانوی نے کبھی اس کام کی مخالفت نہیں کی نہ ہی حضرت مدنی نے فرمائی۔ البتہ حضرت رائپوریؒ اس کام سے مایوس تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ریت پر دیوار قائم کر رہے ہیں مگر حضرت جی کا اعتماد علی اللہ اتنا تھا کہ کبھی مایوس نہیں ہوئے، ایک مرتبہ تھانہ بھون جماعت بھیجی جس میں میاں جی داؤد بھی تھے تو ان سے فرمایا کہ خاص تھانہ بھون میں نہیں بلکہ اس کے قرب و جوار میں کام کرنا چنانچہ قرب و جوار کی کارگذاری حضرت کو ملتی رہی مولانا ظفر احمد صاحب بھی احوال سنا دیا کرتے تھے۔ حضرت تھانوی نے ایک دن اس جماعت کو پانچ منٹ کا وقت دیکر ملاقات کے لیے بلایا مگر

پورے آدھ گھنٹہ گفتگو فرمائی اور کارگذاری سنتے رہے۔ بڑے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے حضرت تھانوی کو حکمت سے ہمنوا کیا۔ اس کے بعد پھر حضرت تھانوی نے فرمایا تھا کہ مولوی الیاس نے یاس کو آس سے بدل دیا۔
حضرت تھانوی ہمارے زمانہ سے قبل کئی مرتبہ مرکز نظام الدین تشریف لائے ہیں ہماری موجودگی میں کبھی تشریف آوری نہیں ہوئی۔

(۶) فرمایا —— بڑے حضرت جی نور اللہ مرقدہ کی حیات میں مولوی یوسف صاحب زیادہ تر تصنیف وتالیف میں لگے رہتے تھے میں اکثر وبیشتر حضرت جیؒ کے ساتھ اسفار میں رہتا تھا۔ مولوی یوسف صاحب بڑے حضرت جی کے انتقال کے بعد کام میں لگے ہیں۔

(۷) فرمایا —— مولانا یوسف صاحب نے شیخ حسن البنا کو مشورہ دیا تھا کہ اپنے کام کو سیاست سے علیحدہ کرکے کرو۔ حکومت سے بالکل مت ٹکرانا۔ مگر انہوں نے مشورہ قبول نہیں کیا اور میں نے شیخ ابراہیم عزت سے کہا تھا کہ ہمیشہ مثبت کام کرو منفی پہلو سامنے مت لاؤ۔ انہوں نے میرا مشورہ مانا وہ بڑے خطیب تھے۔

۱۰ر جنوری میں بعد نماز فجر مفتی جمیل صاحب کا بیان ہو کر ڈیڑھ گھنٹہ حضرت جی مدظلہ کا بیان ہوا۔ اس ڈیڑھ گھنٹہ میں بیان، بیعت، نکاح کے بعد دعاء ہوئی۔ یہاں سے روانہ ہو کر ساکرس تشریف لے گئے۔ اور قبرستان پہنچ کر گاڑی سے اتر کر مولانا حبیب اللہ صاحب مرحوم کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھی۔ مولوی احمد مڑھی نے عرض بھی کیا کہ گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ہی فاتحہ پڑھ لیں لیکن انکار فرما کر قبر کے پاس جا کر ایصال ثواب کیا اور پھر بعد میں فرمایا کہ، یہ مولوی حبیب اللہ بہت ذکر کرنے والے

اور بہت شب بیدار تھے۔ اور شروع سے ہی بڑے حضرت جی کے ساتھ کام میں لگ گئے تھے۔

سفر میوات صفر ۱۴۱۵ھ

۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۷ صفر (۲۳-۲۴-۲۵ جولائی ۱۹۹۵ء) میں حضرت مولانا کا ایک سہ روزہ سفر کامینڈہ، منا کا، (الور) فیروز پور جھرکہ، باگھور، حسن پور بارہ، گوالدہ، تاوڑو وغیرہ کا ہوا ان میں کچھ مقامات پر اجتماع کی وجہ سے قیام ہوا اور کچھ مقامات پر تھوڑی دیر ٹھہر کر بیعت کرائی گئی۔

حضرت مولانا مع رفقاء صبح چھ بجے مرکز سے چل کر بوڑی کوٹھی پر ٹھہرے یہ ساکرس کے قریب ایک مقام ہے یہاں حضرت جی مدظلہ کا بیان و دعا ہو کر جماعتیں رخصت ہوئیں اس کے بعد مدرسہ اشرف الامداد کامینڈہ تشریف لے گئے یہاں مولوی سلیمان کا انتقال کچھ عرصہ قبل ہو چکا تھا ان کے مزار پر تشریف لیجا کر چند منٹ کھڑے ہو کر فاتحہ خوانی کی پھر ان کے بچوں سے تعزیۃ مسنونہ کر کے آپس کے اتحاد و اتفاق پر ان کو متوجہ کیا اشرف الامداد میں حضرت جی کا بیان ہو کر دعا ہوئی۔ اور جماعتیں رخصت ہوئیں۔ کامینڈہ سے منا کا (الور) تشریف لے گئے جو اصل اجتماع گاہ تھی یہاں پہنچ کر سب سے پہلے مشورہ پھر کھانا اور آرام ہوا۔ ظہر بعد مولانا مفتی عبد الفتاح صاحب اور پھر مولانا احمد لاٹ کا بیان ہوا۔ بعد عصر مجمع کا کھانا اور بعد مغرب مولانا محمد عمر صاحب کا بیان ہوا۔

۲۴ جولائی کی صبح بعد فجر مولانا عبد الفتاح صاحب اور میاں جی محراب صاحب کے بیان کے بعد حضرت جی مدظلہ کا بیان، دعاء اور بیعت ہو کر یہاں سے روانگی ہوئی اور اگلی منزل مدرسہ حافظ الاسلام فیروز پور جھرکہ پہنچے۔ یہاں بھی بیان دعاء ہوئی شاہی دور کی ایک مسجد جس میں مدرسہ قائم ہے

اس میں اجتماع ہوا۔ یہاں باگھور (الور) اجتماع گاہ آئے۔ یہاں بھی پہلے سے اجتماع متعین تھا۔ چنانچہ مشورہ کے مطابق چوبیس گھنٹہ کا اجتماع ہوا۔

۲۵؍جولائی صبح میں مولوی جلال اور میاںجی محراب کے بیان کے بعد حضرت جی مدظلہ کا بیان و دعاء ہوکر جماعتیں رخصت ہوئیں یہاں سے چل کر مدرسہ دارالعلوم مرادیہ حسن پور بارہ میں تھوڑی دیر قیام فرمایا اور پھر گوالدہ موڑ پر کچھ دیر بات کرکے دعاء کرائی۔ یہاں سے مدرسہ سراج العلوم تاوڑ پہنچے گاڑی میں بیٹھے ہوئے دعا کرکے دہلی روانہ ہوگئے اور ڈیڑھ بجے بخیر و عافیت مرکز پہنچ گئے۔

حضرت مولانا نے اپنی حیات میں میوات کا آخری سفر ۲۳ شوال ۱۴۱۵ھ (۲۵؍مارچ ۱۹۹۵ء) میں نوح اور مالب کا فرمایا۔ مذکورہ تاریخ میں آپ دہلی سے نوح مدرسہ معین الاسلام تشریف لے گئے اور وہاں کتب حدیث مشکوۃ شریف کا افتتاح فرماکر مالب تشریف لائے۔

یہاں قاری سلیمان صاحب کے مکان پر قیام ہوا اور ہونے والے اجتماع میں شرکت فرماکر ۲۴؍شوال (۲۶ مارچ) میں دہلی واپس ہوگئے

تاریخی اعتبار سے یہاں تحریر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی حیات میں مرکز نظام الدین میں ہونے والا سب سے آخری جوڑ کارکنانِ میوات کا تھا جو ۳۔۴۔۵ محرم ۱۴۱۶ھ (۳۔۴۔۵ جون ۱۹۹۵ء) میں وہاں منعقد ہوا تھا۔ اس سے فراغ پر اگلے دن (۶ محرم میں) کسیردہ ضلع مظفر نگر کے اجتماع میں تشریف بری ہوگئی تھی۔

دسواں باب

ہندوستان میں تبلیغی اجتماعات اور دورے

نالے کرنے پڑے، حشر اٹھانا پڑا
سو رہا تھا زمانہ جگانا پڑا

ہندوستان کے تبلیغی اجتماعات اور دورے

مولانا محمد یوسف صاحب کے سانحۂ ارتحال ـــــــ پر تقریباً ڈیڑھ دو سال بعد تک کے لیے مختلف علاقوں اور صوبوں میں تبلیغی اجتماعات کی تاریخیں متعین تھیں مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے حضرت جی ثالث اور امیر جماعت ہونے کی حیثیت سے بڑے عزم و استقلال کے ساتھ ان تمام مقررہ اجتماعات میں شرکت فرمائی۔ اور اس تاریخ و روایت کو باقی رکھنے میں کوئی کمی نہیں ہونے دی جو مولانا محمد یوسف صاحب نے ان اجتماعات کے تعلق سے قائم فرما رکھی تھی۔

ان اجتماعات میں آپ کے ساتھ مولانا محمد ہارون، مولانا محمد عمر پالن پوری، مولانا رحمت اللہ، جناب منشی بشیر احمد، قاری رشید احمد خورجوی، قاری ظہیر احمد، جناب منشی اللہ دتہ، مولانا محمد یعقوب سہارنپوری، و دیگر اہل شوریٰ، نیز میوات کے پرانے کام کرنیوالے رفقا ہوتے تھے۔

اس باب میں اندرون ملک (ہندوستان) میں ہونے والے آپ کے بے شمار دعوتی و تبلیغی اسفار میں سے چند اجتماعات کی روداد اور دوروں کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔

اس باب کے مطالعہ سے آپ کے زمانۂ امارت میں ہونے والی دعوتی محنت

میں وسعت اور مقبولیت نیز اشاعتِ اسلام اور اصلاحِ امت کا جو عظیم الشان کام اللہ جل شانہ نے آپ سے لیا، اس کی عمومیت و آفاقیت کا علم و مشاہدہ اہل دانش و بصیرت کو بخوبی ہو سکے گا۔

جنوبی ہند کا پہلا سفر اور اجتماع بنگلور

حضرت جی رہ نے جنوبی ہند کا پہلا سفر مولانا محمد یوسف صاحب کی معیت میں رجب ۱۳۷۷ھ (جنوری ۱۹۵۸ء) میں کیا، اس کے بعد ربیع الاول ۱۳۸۰ھ (ستمبر ۱۹۶۰ء) اور ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ (مئی ۱۹۶۳ء) میں مزید دو سفر مولانا محمد یوسف صاحب کی معیت میں کر کے چوتھا اور اپنے دور امارت کے اعتبار سے پہلا سفر ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ میں فرمایا۔

یہ سفر بھی مولانا محمد یوسف صاحب کی حیات میں طے ہوا تھا۔ چنانچہ اسی ترتیب اور نظام کے مطابق یہ سفر ہوا۔ جو مولانا مرحوم اپنی حیات میں طے فرما گئے تھے۔ اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے دور امارت میں جنوبی ہند کے تیرہ سفر فرمائے جن میں پہلا سفر ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ (اپریل ۱۹۶۵ء) میں اور آخری سفر رجب ۱۴۱۵ھ (دسمبر ۱۹۹۴ء) میں ہوا۔

یہاں پہلا سفر اور اس کے ضمن میں ہونے والے اجتماعات کی تفاصیل پیش کی جاتی ہیں :

سترہ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۰ راپریل ۱۹۶۵ء سہ شنبہ میں حضرت مولانا دہلی سے جنوبی ہند کے لیے روانہ ہوئے۔ مولانا محمد ہارون، مولانا محمد عمر، مولانا ضیاء الدین علیگڑھ، مولانا محمد الیاس پتھر الوی (میوات) مولانا ملک عبدالحفیظ مکی، شیخ احمد بن سلیمان (دمام) وغیرہ رفقائے سفر تھے۔ اس سفر کی پہلی منزل ناگپور اور دوسری امراوتی تھی۔ ناگ پور پہونچ کر حضرت مولانا نے جو مکتوب حضرت شیخ رہ کو تحریر فرمایا، اس کی چند سطور (جن سے روداد سفر معلوم ہوتی ہے) یہ ہیں :

"ایک بج کر ۳۰ منٹ پر ناگ پور بخیریت پہنچے، راستہ میں تعلیم وغیرہ

میں مشغول رہے۔ ڈیڑھ بجے ناگ پور کی مسجد جہاں اپنے دوست کام کرتے
ہیں پہونچ گئے، کھانا وغیرہ کھاکر اب ساڑھے تین بجے امراوتی کے لیے
روانگی ہے یہاں سے ۹۶ میل کا سفر بس سے کرنا ہے۔ ناگ پور پر مولوی
عمران خاں صاحب مل گئے ہیں۔ گرمی یہاں پر کافی ہے، اللہ جل شانہ اس
سفر کو قبول فرمائے اور اپنے دین کے فروغ کی صورتیں غیب سے پیدا
فرمائے۔ عزیز ہارون اور سب رفقا سلام عرض کرتے ہیں۔"

(مکتوب محررہ ۱۸ ذی الحجہ، از ناگپور)

۱۸ ذی الحجہ (۲۱ اپریل) میں ناگ پور سے امراوتی آمد ہوئی، یہاں بھی چوبیس گھنٹہ کا اجتماع تھا۔ حضرت مولانا یہاں اپنی آمد اور اجتماع کی کارگزاری حضرت شیخ کو ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں:

"ناگپور سے ۴½ بجے بذریعہ بس امراوتی کے لیے روانہ ہوئے، اور رات کو ۹ بجے کے قریب امراوتی پہونچے۔ اس روز کے اجتماع میں مختصر سے آدمی تھے پھر الحمد للہ مجمع بڑھتا چلا گیا، کم و بیش دس ہزار کے قریب مجمع تھا، اور پانچ سو افراد جماعتوں میں نکلے۔ باتیں ساری ہوئیں تقریریں بھی ہوئیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ الحمد للہ اجتماع خوب کامیاب رہا لیکن وہ ایمانی حرارت اور سوز نہیں تھا جو جلسوں میں ہوا کرتا تھا۔ اللہ جل شانہ اپنا فضل فرماویں اور دستگیری فرماویں۔"

(مکتوب محررہ ۲۱ ذی الحجہ شنبہ، از ناگ پور)

امراوتی کا اجتماع بہت کامیاب رہا، یہاں سے چالیس جماعتیں جن میں چار سو بیاسی افراد تھے۔ دور و نزدیک کے لیے نکلیں۔ مولانا محمد عمر اور مولانا محمد ہارون کے متعدد بیانات ہوئے۔ حضرت مولانا نے اختتامی مجلس میں بیان فرماکر دعا کرائی۔ ۲۱ ذی الحجہ کی صبح میں یہاں سے ناگ پور ہوکر بذریعہ ریل مدراس کے لیے روانہ ہوئے اور پورے چوبیس گھنٹہ کا سفر فرماکر تیسری منزل (مدراس) آمد ہوئی، یہاں کے ایک روزہ اجتماع سے

آٹھ جماعتیں نکلیں اور پھر بنگلور روانگی ہو گئی۔ حضرت مولانا دہلی واپسی تک اپنا تفصیلی پروگرام اور اجتماع کے احوال و کوائف حضرت شیخؒ کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

"مدراس چوبیس گھنٹے قیام رہا، اجتماع بھی رہا لیکن جماؤ نہ ہو سکا۔ آٹھ جماعتیں روانہ ہوئیں، کارکنوں سے گفتگو ہوئی۔ مزید اہتمام و قوت سے کام کرنے کے ارادے ہوئے۔ مدراس سے بنگلور ۲۶ر کی شام کو پہونچے یہاں پر اجتماع تین روز کا تھا، اِس وقت آخری مجلس جماعتوں کی روانگی کی ہے۔ مجمع میں سکون اور جماؤ خوب رہا، انتشار الحمدللہ بالکل نہیں رہا خوب سکون سے سنا۔ جماعات میں بھی پانچ سو سے زائد نکلنے کی تشکیل ہو چکی اللہ جل شانہ اس میں حقیقت اور وزن پیدا فرما کر عالم میں ہدایت کے عام ہونے کا ذریعہ فرمادیں۔

آج شام کو یہاں سے روانہ ہو کر کل صبح کو ایک مقام پر پہونچ کر جمعہ تک وہاں قیام ہے اور جمعہ کے بعد بذریعہ موٹر تقریباً ڈیڑھ سو میل کے سفر کے بعد ترچناپلی رات گذارنی ہے اور صبح کو ترچناپلی سے روانہ ہو کر ــــ ڈنڈی گل جانا ہے، تین روز ڈنڈی گل قیام کے بعد کیرالہ میں ٹریونڈرم میں اجتماع ہے، دو دن وہاں قیام کے بعد ۶ر مئی کی شام کو وہاں سے چل کر ۸ر مئی کی صبح کو حیدرآباد کا جانا قرار پایا ہے اور ۹ر مئی کی شام کو حیدرآباد سے روانہ ہو کر ۱۱ر مئی کو انشاءاللہ اگر اللہ کو منظور ہے نظام الدین دھلی پہونچنا ہے۔ اللہ جل شانہ سہولت و عافیت کے ساتھ دین کی محنتوں کے زندہ ہونے کا ذریعہ فرمائے"۔ ــ

(مکتوب محررہ ۲۶ر ذی الحجہ از سبیل الرشاد بنگلور)

حضرت مولانا کے ابتدائی دور کے خادم مولانا محمد الیاس بتھرالوی (میوات) حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو اپنے مکتوب میں بنگلور اور ڈنڈیگل کے کوائف اس طرح لکھتے ہیں۔

"۲۹ر اپریل کو عصر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد بنگلور سے روانہ

ہوئے۔ ساری رات ریل میں گذری اور صبح تقریباً سات بجے میٹ پالیم پہونچنے کے بعد ناشتہ کیا اور حضرت مولانا کے دست مبارک اور مولوی محمد ہارون صاحب کے دست گرامی سے ایک مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا اس موقع پر کچھ دیر مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے بہت ہی ٹھوس اور جامع ارشادات فرمائے، گیارہ بجے اس مجلس سے فارغ ہوکر نماز جمعہ کی تیاری کی گئی۔ مولانا محمد عمران خاں صاحب نے نماز جمعہ کی امامت کی پھر کھانا کھایا اور فوراً ہی ترچنا پلی کے لیے بذریعہ موٹر روانہ ہو گئے، عصر و مغرب راستہ میں ادا کرتے ہوئے عشاء کے وقت ترچنا پلی پہونچے اور کھانا کھا کر آرام کیا گیا۔ اگلے دن بعد نماز فجر مولانا محمد عمر صاحب کا بیان ہوا۔ اور پھر ایک مقامی مدرسہ کا تعلیمی افتتاح کیا گیا، پھر یہاں سے کاروں کے ذریعہ روانہ ہوکر ساڑھے دس بجے ڈنڈیگل پہونچ گئے۔"

(اقتباس مکتوب محررہ یکم مئی ۱۹۶۵ء)

دہلی سے روانگی کے وقت حضرت مولانا کے نظام سفر میں حیدرآباد شامل نہیں تھا لیکن احباب حیدرآباد نے بنگلور پہونچ کر آپ سے اپنے یہاں آمد کی درخواست کی، چنانچہ حیدرآباد طے کرلیا گیا اور ٹری ونڈرم سے روانہ ہوکر ۸ر مئی ہفتہ کی صبح حیدرآباد تشریف آوری ہوئی، دو یوم یہاں قیام کے بعد بذریعہ ٹرین روانہ ہوکر منگل ۹ محرم کا دن گذار کر شب میں ایک بجے نظام الدین تشریف لائے اور چند گھنٹے یہاں قیام کے بعد ۱۰ر محرم بدھ کی صبح میں میوات کے طویل سفر پر روانہ ہو گئے۔

اجتماع حیدرآباد

حضرت مولانا نے اپنے دورِ امارت میں حیدرآباد کے کم و بیش دس سفر فرمائے ہیں۔

پہلا سفر محرم ۱۳۸۵ھ (مئی ۱۹۶۵ء) میں اور آخری سفر شوال ۱۴۱۴ھ (مارچ ۱۹۹۴ء) میں آپ کا حیدرآباد کا ہوا، یہاں اولیں سفر حیدرآباد کی مختصر تاریخ سپرد قلم کی جاتی ہے۔

۸ر محرم الحرام ۱۳۸۵ھ (۸ر مئی ۱۹۶۵ء) میں حضرت مولانا ٹری ونڈرم وغیرہ سے واپسی

میں یہاں تشریف لائے، مولانا محمد ہارون صاحب اور دیگر اصحاب مرکز آپ کے ساتھ تھے اس موقع پر نظام سفر اس طرح بنایا گیا تھا کہ ٹری ونڈرم سے روانہ ہو کر قاضی پیٹ اسٹیشن آمد ہوئی اور پھر یہاں سے نوّے میل کی طویل مسافت ایک بس کے ذریعہ طے کر کے حیدر آباد اجتماع گاہ پہونچے۔

حضرت شیخ رح کے نام ایک والانامہ کی یہ چند سطور اسی اجتماع سے متعلق ہیں،

"اس وقت ۱۱ بجے بذریعہ بس ۹۰ میل چل کر حیدر آباد بخیر پہونچ گئے، ریل سے دوپہر کے بعد پہونچنا ہوتا اس لیے بس کا انتظام کیا گیا تھا، جس سے تین گھنٹے قبل پہونچنا ہو گیا اور تعلیمی حلقوں کے درمیان پہونچ گئے. کل صبح کو جماعت کی روانگی ہے اور کل ہی شب میں انشاءاللہ دہلی کے لیے جنتا ایکپریس سے روانگی ہے. الحمدُللہ اب تک کا سفر بزرگوں کی توجہات اور ادعیہ کی برکت سے اللہ جل شانہ نے بخیریت پورا فرمادیا، یہ آخری مقام ہے جو بعد میں بڑھایا گیا. جس کے لیے اہلِ حیدر آباد کا اصرار تو پہلے ہی سے تھا لیکن بنگلور پہونچ کر ایک بڑی جماعت حیدر آباد سے اسی مقصد کو لے کر آئی، اور اس نے دعائیں زیادہ کیں اس لیے اللہ جل شانہ نے یہ طے کرا دیا جس میں تھوڑا سا نظامِ سفر میں تغیر ہوا اور سفر بھی بہت کسا ہوا تھا۔ اللہ جل شانہ خیر فرمائے اور منتجِ خیر و برکات فرمائے۔"

(مکتوب بنام حضرت شیخ رح محررہ ۸ رمئی ۱۹۶۵ء)

حضرت جی رح کا درج ذیل دو سطری مکتوب (بنام مولانا زبیر الحسن و راقم سطور محمد شاہد) اسی موقع پر حیدر آباد سے تحریر ہوا تھا:

" عزیزان حافظ محمد زبیر و حافظ محمد شاہد سلمکما ربکما۔

تم دونوں کے خط ٹری ونڈرم میں بنگلور سے ہو کر پہنچے، اللہ جل شانہ تم سب کو علمِ نافع، عملِ صالح، ایمانِ کامل، رضائے تام نصیب

فرمادیں۔ محمد انعام الحسن غفرلہٗ" (۸ رمئی ۱۹۶۵ء)

اجتماع ٹوڈہ بھیم ۱۲ر۱۳ر۱۴ر محرم ۱۳۸۵ھ (۱۵ر۱۶ر۱۷ر مئی ۱۹۶۵ء) میں ٹوڈہ بھیم میں ایک تبلیغی اجتماع تھا۔ حضرت مولانا اپنے دیگر رفقاء مولانا محمد ہارون مولانا محمد عمر، منشی اللہ دتہ، منشی بشیر احمد وغیرہ کے ساتھ اس اجتماع میں شرکت کے قصد سے ۱۱ر محرم جمعہ کی شام میں دہرہ ایکسپریس سے روانہ ہوکر ہنڈون اور یہاں سے بس کے ذریعہ سفر فرماکر نماز فجر کے وقت جائے اجتماع پہونچ گئے۔ تین دن یہاں قیام کے بعد ۱۶ر محرم (۱۹ر مئی) بدھ میں دہلی واپسی ہوئی۔

واپسی سفر کی تفصیلات حضرت شیخ رح کے نام تحریر کردہ اس مکتوب سے معلوم ہوں گی:

" مخدوم ومکرم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج صبح کی نماز کے وقت حضرت نظام الدین کے اسٹیشن پر اترے بعض رفقاء نے اتر کر نماز پڑھی، ہنڈون سے گاڑی رات کے ڈیڑھ بجے چلتی ہے اور آج کل تعطیلات اور شادیوں کی بنا پر گاڑیوں میں ہجوم بہت زیادہ ہے اس لیے واپسی میں یہ صورت اختیار کی گئی کہ ٹوڈہ بھیم سے بس سے بھرت پور پہونچے اور بھرت پور سے بس سے ہی متھرا پہنچ گئے ساتھی پچاس کے قریب تھے ہر جگہ سے پوری بس لیتے رہے۔ متھرا سے رات کو ایک بجے پسینجر گاڑی میں سبھی ساتھی سوار ہو گئے اگرچہ سونے کی جگہ نہیں ملی، مگر گاڑی میں داخل ہو گئے۔

محمد انعام الحسن غفرلہٗ ۱۶ر محرم الحرام ۱۳۸۵ھ"

اجتماعِ بجنور ۲۲ر۲۳ر۲۴ر محرم ۱۳۸۵ھ (۲۴ر۲۵ر۲۶ر مئی ۱۹۶۵ء) میں منعقد ہونے والے اس اجتماع بجنور کی تاریخیں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اپنی حیات میں مقرر فرما چکے تھے۔ آپ کے سانحۂ وفات کے دو ماہ بعد یہ

اجتماع بجنور کے مسلم انٹر کالج میں منعقد ہوا۔ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے اس میں شرکت فرمائی۔ دہلی سے آپ کی روانگی ۲۲ محرم کی صبح میں ہوئی۔ ۲۴ کی شام میں اجتماع سے فراغت پر دہلی مراجعت فرمائی۔ مولانا محمد ہارون، مولانا محمد عمر، مولانا عمران خاں، جناب منشی بشیر احمد، اور مرکز کے دیگر مقیم احباب آپ کے ہمرکاب تھے۔

محترم کلیم عاجز صاحب جو اس اجتماع میں شریک تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر فریدی صاحب نے مولانا محمد یوسف صاحب پر ایک مختصر تاثراتی بیان کیا جس کا مولانا انعام الحسن صاحبؒ پر اتنا اثر ہوا کہ سر جھکا کر ہچکیوں کے ساتھ رونے لگے۔

اجتماع میرٹھ

شہر میرٹھ اور اس کے اطراف دینی تعلیمی اور اقتصادی اعتبار سے مسلمانوں کے قابلِ ذکر علاقے شمار کیے جاتے ہیں، یہاں دعوتی اور تبلیغی کام حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے زمانہ میں شروع ہو چکا تھا؛ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رح کی توجہات و برکات نے بھی اس پورے خطے میں دعوتی کام کو فروغ اور استحکام بخشا۔ چنانچہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے امارت کے ابتدائی دور میں ایک موقع پر اس کی ضرورت محسوس ہوئی؛ کہ وہاں کے نمایاں اور ممتاز حضرات کو اس کام کی طرف زیادہ سے زیادہ متوجہ کیا جائے تو حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے مولانا حکیم محمد اسحاق صاحب کٹھوری (مجاز حضرت اقدس گنگوہی) کو ایک زوردار اور مؤثر مکتوب تحریر فرما کر ان کو دعوتی و تبلیغی جدوجہد میں شرکت پر متوجہ فرمایا تھا۔ یہ مکتوب یہاں پیش کیا جاتا ہے:

"محترم المقام! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مزاج مبارک۔ یہ بات معلوم کر کے تعجب ہوا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رح کی تبلیغی جماعتیں شہر میرٹھ اور اس کے گرد و نواح میں تبلیغی سرگرمیوں کے لیے آتی ہیں مگر آپ حضرات اور آپ کے احباب واعزہ ان کی ہمدردی، رہنمائی، ہمت افزائی میں کوئی حصہ نہیں لیتے، برخلاف

اس کے وہ اشخاص جن کو اپنے بزرگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ان کو قومی اور وطنی تحریکات سے کوئی دلچسپی ہے وہ ان جماعتوں سے ہمدردی کرتے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ اس کا راز کیا ہے۔

میرے محترم بزرگ! یہ جماعت تبلیغیہ نہ صرف ایک ضروری اور اہم فریضہ کی حسب استطاعت انجام دہی کرتی ہے بلکہ اس کی بھی سخت محتاج ہے کہ ان کی ہمت افزائی کی جائے اور ان کو خود بھی مسلمانوں سے رابطہ قوی پیدا ہو، اور مسلمانوں میں اتحاد اور یگانگت کا قوی جذبہ پیدا ہو اور ان کو مذہبی احساسات کی گرمی کی طرف چلایا جائے جس سے مستقبل میں نہایت اعلیٰ درجہ کے نتائج اور ثمرات کی قوی امیدیں پیدا ہوتی ہیں۔ بنابریں میں امیدوار ہوں کہ آئندہ اس میں پوری جد و جہد کو کام میں لایا جائے اور ان کی ہمت افزائی کی صورتیں عمل میں لائی جائیں۔

والسلام ________ ننگ اسلاف

حسین احمد غفرلہٗ ۱۶ ؍ صفر ۱۳۶۱ھ[1]

مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی حیات میں شہر میرٹھ میں متعدد اجتماعات ہوئے۔ سانحۂ وفات سے تقریباً دو سال قبل ۱۲، ۱۳، ۱۴ ؍ محرم ۱۳۸۲ھ (۱۶، ۱۷، ۱۸ ؍ جون ۱۹۶۲ء) میں بھی آپ نے یہاں ہونے والے اجتماع میں بواسیر کی شدید تکلیف کے باوجود شرکت فرمائی تھی۔

مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے دور امارت میں یہاں سب سے پہلا اجتماع ۱۰، ۱۱ ؍ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ (۱۱، ۱۲ ؍ جولائی ۱۹۶۵ء) میں منعقد ہوا۔ حضرت شیخؒ اس کا اندراج اپنے روزنامچہ میں اس طرح فرماتے ہیں:

"اتوار، پیر کو میرٹھ کا تبلیغی اجتماع بہت زور و شور سے ہوا، زکریا

---

[1] ماخوذ از کتاب کیا تبلیغی کام ضروری ہے۔

پر بھی شرکت کا شدید اصرار ہوا، مگر معذور رہا۔ حاجی دوست محمد بمبئی والوں کا بیان ہے کہ تیسرے سال مولانا محمد یوسف صاحب مرحوم کی معیت میں بھی میرٹھ کے اجتماع میں شرکت ہوئی تھی، لیکن اس سال کا اجتماع مجمع وغیرہ کے لحاظ سے اس سے بہت زیادہ تھا"۔

(روزنامچہ جلد نمبر ۲ ص ۸۵)۔

اسی اجتماع کے موقع پر ایک صاحب نے اپنی بیٹی کا نکاح پڑھائے جانے کی سفارش حضرت شیخ سے کرائی، تو آپ نے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کو اصول کی رعایت وحفاظت کا مشورہ دیتے ہوئے ذیل کا مکتوب بطور سفارش تحریر فرمایا!

" مکرم محترم مولانا الحاج انعام الحسن صاحب و عزیز گرامی قدر مولوی ہارون ومولانا عبید اللہ ومولانا محمد عمر صاحب ودیگر حضرات نظام الدین۔

بعد سلام مسنون!

حامل عریضہ جناب محمد نور الدین صاحب مقراض ساز میرٹھ کے اجتماع کے موقع پر آپ حضرات کی اپنی لڑکی کے نکاح میں شرکت چاہتے ہیں اور اس ناکارہ سے سفارش، اس لیے یہ ناکارہ سفارش کرتا ہے کہ آپ حضرات کے اوقات میں اگر گنجائش ہو اور کوئی دقت مانع نہ ہو تو ان کی ــــ درخواست قبول کی جائے لیکن اپنے کسی ایسے اصول کو نہ چھوڑا جائے جس کی وجہ سے کوئی دقت پیش آئے۔

یہ ناکارہ آپ کے اجتماع کے لیے اور اس کی کامیابی کے لیے دل سے دعا کرتا ہے اللہ جل شانہ اجتماع کو زیادہ سے زیادہ کامیاب فرمائے۔ فقط محمد زکریا

بقلم عبد الرحیم گجراتی "۔

دہلی واپس پہونچ کر حضرت مولانا اس اجتماع کی روداد ان الفاظ کے ساتھ حضرت شیخ کو لکھتے ہیں:

حضرت نظام الدین دہلی
مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'
' الحمد للہ یہاں پر سب بخیر ہیں '!

''الحمد للہ میرٹھ کا اجتماع بخیر وخوبی انجام کو پہونچا ۔۴۴ جماعتیں روانہ ہوئی ہر طبقہ متاثر رہا آج میرٹھ کے آنے والوں نے بتایا کہ سیاسی اور غیر سیاسی محض تنقید کرنے والا اور عام لوگ بہت متاثر ہیں اور یہ زبان زد ہے کہ میرٹھ کی تاریخ میں اتنا بڑا اجتماع پہلے نہیں ہوا اللہ جل شانہٗ قبول فرمادیں آمین ۔عرب حضرات کو الگ الگ جماعتیں دے کر بھیجا گیا تھا جو میرٹھ میں آکر شریک ہوئے اور بہت خوش اور بشاش تھے آج پھر بعض کو جماعتیں دے کر بھیجا گیا ہے :

دو کویت والے بھی کل پاکستان ہو کر پہونچے ہیں ان کو ایک جماعت بنا کر اور افریقہ والوں کو جوڑ کر دو روز کے لئے کل دہلی بھیجا گیا ہے ۔
کل پنجشنبہ کو واپس آئیں گے ۔ہفتہ کے روز انشاء اللہ حاضری ہوگی غالب احتمال ریل سے آنے کا ہے ۔

بخدمت مکرم معظم محترم جناب والد صاحب و حضرت ناظم صاحب
سلام مسنون محمد انعام الحسن غفرلہٗ
۱۴ ربیع الاول ۸۵ھ

اجتماع دہلی کالج

دہلی کے قدیم اینگلو عربک کالج میں ہر سال اہتمام سے اجتماع ہوتا آرہا ہے ۔یہ خصوصی طور پر کالجوں میں زیر تعلیم طلبہ کی تعطیلات کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے ۔حاصل شدہ معلومات کے مطابق حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے دور امارت میں یہاں سب سے پہلا اجتماع ۱۵ محرم ۱۳۸۶ھ (۷ مئی ۱۹۶۶ء) میں ہوا جس کی روداد آپ نے حضرت شیخؒ کو ان الفاظ میں تحریر فرمائی ،

"ہفتہ کے روز دہلی میں کالج اور اسکولوں کے طلبہ کا اجتماع تھا ۲/۱ ۲ گھنٹہ (بندہ کا) دہلی رہنا ہوا۔ کل وہاں سے آنا ہوا۔ مختلف جگہوں کے طلبہ تشریف لے آئے تھے، علی گڑھ، میرٹھ، کانپور، الٰہ آباد، لکھنؤ، آگرہ، بھوپال، بڑودہ احمد آباد، بمبئی، سورت، وغیرہ۔ غرض تقریباً بیس جماعتیں طلبہ کی روانہ ہوئیں اہل دہلی ان طلبہ کی جماعات سے خاص متاثر تھے، اللہ جل شانہٗ ان نکلنے والوں کی تربیت کی بہترین صورتیں پیدا فرمائے۔"

(مکتوب محررہ ۱۶ محرم ۱۳۸۶ھ)

اس اجتماع کے بعد دوسرا اجتماع ۲، ۳، ۴ صفر ۱۳۸۷ھ (۱۳، ۱۴، ۱۵ مئی ۱۹۶۷ء) میں منعقد ہوا۔ دونوں سال کے اجتماعات میں آپ کے بیانات و دعا پر جماعتیں رخصت ہوئیں۔

اجتماع سہارنپور شہر سہارنپور میں سہ روزہ اجتماعات مولانا محمد یوسف صاحب کی حیات میں شروع ہو گئے تھے چنانچہ سب سے پہلا اجتماع ۲۴، ۲۵، ۲۶ شوال ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۶، ۲۷، ۲۸ جون ۱۹۵۴ء بار، اتوار، پیر میں اسلامیہ انٹر کالج کے وسیع میدان میں منعقد ہوا، حضرت شیخ رحمہ مولانا محمد یوسف اور مولانا محمد انعام الحسن متواتر چار یوم اسی کالج میں مقیم رہے اور مشغولیت کی وجہ سے کسی بھی وقت کچے گھر آمد نہ ہو سکی، منگل کی شام میں تینوں حضرات ایک شب کے لیے حضرت اقدس رائے پوری کی خدمت میں رائے پور جاکر سہارنپور واپس ہوئے اور پھر دہلی روانہ ہو گئے۔

سہارنپور کا دوسرا اجتماع ۱۳، ۱۴، ۱۵ شعبان ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۸، ۱۹، ۲۰ دسمبر ۱۹۶۴ء جمعہ، بار، اتوار میں ہوا۔ یہ مولانا محمد یوسف صاحب کی حیات کا آخری اجتماع تھا۔ بعد ازاں تیسرا اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے دور امارت کا پہلا اجتماع ۲۴، ۲۵، ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۰، ۱۱، ۱۲ ستمبر ۱۹۶۶ء میں منعقد ہوا۔ یہ اجتماع شرکاء کی کثرتِ تعداد اور دیگر متعدد فوائد و منافع کے اعتبار سے بڑا اہم اجتماع ثابت ہوا اس کے لیے گذشتہ کئی ماہ سے ذیلی اجتماعات بھی کئے جا رہے تھے جن میں مختلف

علاقوں وصوبوں کے کارکنانِ تبلیغ کثرت سے شرکت کررہے تھے، کلکتہ، بمبئی مدراس اور بہار کی بھی متعدد جماعتیں سہارنپور اور اس کے قرب وجوار میں مسلسل محنت کررہی تھیں۔ حضرت شیخ رح اپنے روزنامچہ میں جامعہ مظاہر علوم جامع مسجد سہارنپور اور محلہ ہرنماران ومحلہ شاہ مدار میں ہونے والے چار ذیلی اجتماعات کی تفصیل اس طرح درج فرماتے ہیں۔

"آج (۲۳ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ جمعرات میں) ساڑھے گیارہ بجے کی گاڑی سے مولوی سعید خان اور عبدالحفیظ مکی مع ۸ نفر اہل کویت عرب سہارنپور پہونچے مولوی انعام ہجوم کی وجہ سے اور حاج نجم الہدیٰ اور حاج محمد خیاط بیماری کی وجہ سے باوجود ارادہ اور وعدہ کے نہ آسکے ایک بجے کھانے سے فراغ پر تھوڑی دیر آرام کے بعد مسجد کلثومیہ میں اجتماع ہوا۔ جو ظہر سے عصر تک رہا۔ اول ایک کویتی عرب نے تقریر کی جس کا ترجمہ مولوی عبیداللہ نے کیا اس کے بعد زکریا کے لقمہ دینے پر مولوی سعید خاں نے تقریر کی۔ اذان عصر کے وقت جلسہ ختم ہوا۔ بعد عصر مدرسہ قدیم میں چائے پی کر یہ سب حضرات جامع مسجد چلے گئے مغرب سے عشاء تک جلسہ ہوا، اس دن جامع مسجد میں آدھ گھنٹے کی تاخیر سے نماز عشاء ادا ہوئی۔ بعد عشاء جماعت کی طرف سے وہیں کھانے کا انتظام ہوا، اس سے فارغ ہوکر گیارہ بجے یہ سب لوگ مدرسہ پہنچے اور صبح کی نماز کے بعد مدرسہ قدیم میں چائے پی کر ۸ بجے یہ سب لوگ مرکز گئے وہاں دوپہر تک خصوصی گشت اور خصوصی اجتماع ہوکر جمعہ جامع مسجد میں پڑھا اور پھر کویتی عرب کی تقریر ہوئی۔ تین بجے جلسے سے فراغ کے بعد کھانا مدرسہ قدیم میں آکر کھایا اور تھوڑی دیر آرام کے بعد ساڑھے پانچ بجے مسجد کمنگران گئے اور وہاں سے مغرب کی نماز کے وقت مسجد ہرن ماران میں دس بجے رات تک اجتماع ہوا، اور

اگلے دن صبح چائے سے فارغ ہوکر دیوبند روانہ ہو گئے۔ عزیز عبدالحفیظ ان کے ساتھ نہیں گیا بلکہ سہارنپور ہی ٹھہر گیا"۔

____ محلہ شاہ مدار میں ہونے والے اجتماع کے متعلق رقم طراز ہیں :

- "سہارنپور کے اجتماع کے ذیل میں جو ہفتہ واری اجتماعات ہورہے ہیں اس میں اس ہفتہ ۲۵، ۲۶ ربیع الثانی مطابق ۱۳، ۱۴ اگست شنبہ، یک شنبہ کی درمیانی شب میں شاہ مدار میں اجتماع تھا جس کی بعض وجوہ سے بہت اہمیت تھی کہ سب محلوں کے لوگ اس میں شریک تھے جس کی وجہ سے شنبہ کی دوپہر کو دیوبند کار بھیجی گئی اور دو کویتی عرب وہاں سے واپس بلائے گئے، رات کے بارہ بجے تک اجتماع ہوا جس میں عبدالحفیظ مکی اور عزیز ہارون نے بھی تقریر کی، مقامی لوگوں نے ہارون کی تقریر کی بہت تعریف کی، ہر دو کویتی عرب جلسے کے بعد مدرسہ قدیم آگئے اور صبح کی چائے کے بعد دہلی کے لیے روانہ ہو گئے"۔

اس سہ روزہ اجتماع کی یادداشت حضرت شیخ رح اپنے روزنامچہ میں ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں :

- "۱۰ تا ۱۲ ستمبر ۱۹۶۶ء میں سہارنپور کا اہم تبلیغی اجتماع ہوا۔ ایک ہفتہ سے جماعتوں کا ہجوم شروع ہو گیا تھا اور تقریباً دو ماہ سے شہر اور دیہات میں اس کے لیے اجتماعات کی کثرت بھی ہو رہی تھی، جمعہ کی نماز کے وقت نظام الدین سے الحاج غلام رسول وغیرہ کلکتہ کی ۲۵ نفر کی جماعت کے علاوہ بمبئی، مگراہاٹ، مدراس وغیرہ کے دو سو سے زیادہ افراد پہنچے جو پہلے مرکز بنجاران گئے اور شام کو اسلامیہ اسکول منتقل ہو گئے۔ شنبہ کی دوپہر کو ایکسپریس سے مولوی انعام، ہارون، مولوی محمد عمر وغیرہ پہنچے، جمعہ اور شنبہ کی درمیانی شب میں مولوی سعید خاں، مولوی عبیداللہ اور فریدی وغیرہ بہار سے سیدھے سہارنپور پہنچے، شنبہ کی شام کو مولانا—

اسعد مدنی سہارنپور آکر سیدھے کچا گھر آئے اور کھانا کھا کر فوراً اجتماع میں چلے گئے۔ قاری طیب صاحب یکشنبہ کو بعد ظہر مع مولانا فخر الحسن و مولانا سالم اپنی کار سے آکر قبیل مغرب اسکول پہونچے اور ساڑھے سات بجے سے دس بجے تک زور دار تقریر کی اور علی الصباح اپنی کار سے دیوبند روانہ ہو گئے۔ علی میاں اور مولوی منظور صاحب یک شنبہ کی صبح کو لکھنؤ سے آکر منگل کی شام کو پانچ بجے واپس گئے۔ عزیزان انعام، ہارون وغیرہ منگل ۱۳ ستمبر کی شام کو ایکسپریس ٹرین سے دہلی روانہ ہوئے۔

اس مرتبہ کے اجتماع میں مجمع اندازے سے بہت زیادہ تھا، کم سے کم جو مقدار بتلائی جاتی ہے وہ ایک لاکھ سے زائد اور بعض لوگ ڈیڑھ لاکھ سے زائد بتاتے ہیں۔ ظاہری پولیس کا ایک آدمی بھی نہیں تھا لیکن سی آئی ڈی دہلی، علیگڈھ وغیرہ بہت سے مواضع سے آئی، ان میں سے بعض نے جماعتوں میں نام بھی لکھوائے اور جماعتوں کے ساتھ بھی گئے۔ اور انھوں نے اپنے سی آئی ڈی ہونے کا اقرار بھی کیا۔ زکریا کے یہاں شنبہ، یک شنبہ کو بخاری کا سبق نہیں ہوا۔ چار بجے شام کو اجتماع میں جا کر ایک بجے رات کو واپسی ہوتی تھی، خورجہ سے آٹھ لاریاں جن میں سے ہر ایک میں ساٹھ آدمی تھے اجتماع میں آئیں، اس اجتماع میں دعا سے قبل عزیز ابوالحسن کا نکاح بعبارت مولوی انعام مہر فاطمی پر ہوا۔"

اجتماع نہٹور

۱۶، ۱۷، ۱۸، جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ (۲، ۳، ۴، اکتوبر ۱۹۶۶ء) میں ہونے والے اجتماع نہٹور کے لیے حضرت مولانا منگل کی صبح میں دہلی سے روانہ ہوئے۔ مولانا محمد ہارون، مولانا محمد عمر، مولانا سعید خاں، شیخ عبدالعزیز کویتی، آپ کے ہمراہ تھے۔ یہ سفر اسی پرانی وضع کی بڑی گاڑی میں ہوا جس کو بابو ایاز الدین صاحب مرحوم چلایا کرتے تھے۔ شاہدرہ کے قریب گاڑی کا کوئی پرزہ ٹوٹ

گیا جس کی درستگی میں بہت وقت صرف ہوا۔ اور شام کو تین بجے نہٹور پہونچ سکے۔
مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی نظام جلسہ کے متعلق اپنے مکتوب (بنام حضرت شیخؒ) میں لکھتے ہیں:

"(۱۶ ربیں) مغرب کے بعد مولوی عزیزی ہارون سلمہٗ کا بیان ہوا۔ ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ۔ پھر مولانا محمد عمر صاحب کا بیان ہوا۔ صبح کو مولانا سعید احمد صاحب کا تعلیم کے حلقوں میں سے علماء کا حلقہ خادم کے ذمہ تھا ظہر کے بعد شیخ عبدالعزیز کویتی کا عربی بیان اور مولوی رحمت اللہ صاحب کا ترجمہ ہوا۔

(۱۷ ربیں) مغرب کے بعد خادم کا بیان ایک گھنٹہ، بعدہٗ مولانا انعام الحسن صاحب دام مجدہم کا ایک گھنٹہ، پھر مولانا محمد عمر صاحب کا ڈیڑھ گھنٹے بیان ہوا۔" (مکتوب محررہ ۱۸ رجمادی الثانی ۱۳۸۶ھ)

حضرت مولانا کا یہ سفر ایسے وقت پر ہوا کہ جسم میں ہونے والے ایک زخم کی وجہ سے آپ بے حد مضطرب اور بے چین تھے، ذرا سی حرکت سے تکلیف میں اضافہ ہوتا تھا لیکن احساس ذمہ داری نے آپ کو اسی حالت میں سفر پر مجبور کیا اور آپ روانہ ہو گئے پھر راستہ میں گاڑی بھی خراب ہوئی جس کی وجہ سے کئی گھنٹے مزید کرب و تکلیف میں گذرے۔
نہٹور سے لکھے جانے والے مکتوب بنام حضرت شیخؒ میں آپ یہ تفصیل اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"پرسوں پونے تین بجے نہٹور پہونچے، نظام الدین سے تو ۸½ بجے چل دیئے تھے، لیکن شاہدرہ سے ڈیڑھ دو میل چلنے کے بعد گاڑی کا کوئی پرزہ ٹوٹا جس کی بنا پر پھر واپس شاہدرہ گئے لیکن اس روز اتوار تھی، اور گاندھی جینتی بھی تھی، بازار بند تھا لیکن اللہ جل شانہٗ کی نصرت و رحمت شامل حال ہوئی، ایک غیر مسلم جس سے کچھ زیادہ واقفیت نہ تھی، بلوچی ہندو تھا وہ خود ہی آیا اور اپنے یہاں بابو جی کو لے گیا اور اس کے یہاں وہ پرزہ

مل گیا، اس نے پیسے بھی نہیں لیے، باوجود اصرار کرنے کے بھی پیسے نہیں لیے۔ اس میں دو گھنٹے صرف ہو گئے۔ الحمد للہ پھر خیریت سے پہنچ گئے راستہ میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی، البتہ زخم میں دکھن رہی اور نہٹور پہونچ کر ۲۴ گھنٹہ تک جلسہ گاہ میں نہیں جانا ہوا۔ رات جانا ہوا اور بیان بھی ہوا۔ الحمد للہ جلسہ میں کافی سکون رہا۔ ہجوم و اجتماع یہاں پر بھی کافی ہے لوگوں کا خیال سہارنپور سے بھی زیادہ کا ہے۔ رات کو ۷۰ جماعتیں بن چکی تھیں اس وقت روانگی میں صحیح پتہ ہوگا کہ کتنی جماعتیں بنی ہیں۔"[1]

مولانا عبید اللہ صاحب کے ایک مکتوب کا درج ذیل اقتباس بھی اسی اجتماع سے متعلق ہے۔ لکھتے ہیں:

"پرسوں ہم لوگ نہٹور کے لیے ۸ بج کر ۲۵ منٹ پر نظام الدین سے روانہ ہوئے تھے، اور تین بجے نہٹور پہونچے۔ موٹر مولانا دام مجدہم کے زخم کی رعایت میں آہستہ آہستہ چلائی گئی۔ راستہ میں زخم میں دکھن محسوس ہوئی اس بنا پر مولانا دام مجدہم کو باصرار اجتماع میں شرکت سے روکا گیا۔ اور قیام گاہ پر ہی آرام کلی کی کوشش کی گئی، ملنے والوں کے ہجوم کو بھی حتی الامکان روکا گیا۔ قیام گاہ اجتماع کی جگہ سے کافی قریب ہے اس لیے اس کے بائرے بیانات قیام گاہ پر سنتے رہے۔ بابو ایاز صاحب صبح و شام پٹی بدلتے رہے اور بدلتے ہیں اور الحمد للہ کل سے کافی افاقہ ہے، مولائے کریم صحتِ عاجلہ کاملہ نصیب فرمائے۔" (مکتوب ۴ اکتوبر ۱۹۶۶ء از نہٹور)

اس اجتماع سے ایک سو سے زائد جماعتیں اللہ جل شانہ کے راستہ میں نکلیں مجمع کا اندازہ چالیس ہزار کا تھا مولانا احمد رضا صاحب، مفتی عزیز الرحمن صاحب، مولانا نسیم احمد صاحب، مولانا خورشید صاحب اور مولانا شرافت صاحب وغیرہ متعدد علماء بھی اجتماع کی طرف متوجہ رہے۔ اس اجتماع سے ۱۸ جمادی الثانی میں دہلی واپسی ہوئی۔

---

[1] اقتباس مکتوب ۱۸ جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ۔

اجتماع سورت

آپ کے دورِ امارت کے دوسرے ہی سال میں منعقد ہونے والا یہ عظیم اجتماع مؤرخہ ۲۱، ۲۲، ۲۳، شعبان ۱۳۸۶ھ (۶، ۷، ۸، دسمبر ۱۹۶۶ء) میں گجرات کے مشہور شہر سورت میں منعقد ہوا۔

دہلی سے سورت تک پہونچنے کی تفصیل حضرت شیخ رح کے روزنامچہ کے اندراج کے مطابق یہ تھی:

"سورت کے اجتماع کا کئی ماہ سے بہت زور وشور ہو رہا تھا — نظام الدین کے حضرات اٹھارہ شعبان میں جمعہ کی نماز کے بعد نظام الدین سے روانہ ہوئے، تقریبًا بتیس ٹکٹ ریزرو کئے گئے تھے جن میں — فسٹ کلاس کے بھی تھے، ان میں کویت کے عرب بھی تھے۔ جمعہ کے دن ساڑھے تین بجے دہلی سے چل کر ہفتہ کو قبیل عصر سورت پہونچے اور اتوار کی رات ہی سے اجتماع شروع ہوگیا۔ مولانا عمران خاں صاحب بھی ناگدہ اسٹیشن سے سوار ہوگئے تھے۔"

اجتماع کے تینوں دن حضرت مولانا کے بیانات، مختلف عنوانات سے متعدد حلقوں اور عمومی مجالس میں ہوئے۔

مولانا عبید اللہ صاحب حضرت شیخ رح کو اس اجتماع سے متعلق اپنے تاثرات ومشاہدات اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"یہ اجتماع اپنی نوعیت کا پہلا اجتماع تھا اب تک اتنا بڑا اور نظم و ضبط کے اعتبار سے اتنا بہتر کوئی اور نظر نہ آیا، سب ہی احباب متفکر اور مجتمع نظر آئے، جماعتوں کی تعداد ہر اجتماع سے زیادہ تبلائی جارہی ہے، شرکاء اجتماع کی تعداد ایک لاکھ تک بتائی جارہی ہے، ہر طبقہ بے شمار آیا ہوا ہے خصوصًا گجرات کے مدارس کے علماء اور طلبہ کی تعداد بہت کافی ہے بالخصوص علماء اور متعلقین حضرتِ والا بکثرت آئے ہوئے ہیں۔ کل دو راتوں میں بیان مولانا عمر صاحب کا ہوا۔ آج مولانا انعام الحسن صاحب دام مجدہم

کا، مولانا رحمت اللہ سے پہلے ہوا۔ ویسے روزانہ کچھ بیان اور دعا مولانا محمد انعام الحسن صاحب دام مجدہم فرماتے رہے یہ جو کچھ ہوا یا ہوگا وہ سب حضرت والا کی دعاؤں کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔"

(اقتباس مکتوب محررہ ۶، دسمبر ۱۹۶۶ء)

دعوت وتبلیغ کے ایک معمر قدیمی بزرگ جناب الحاج حبیب نصیر الدین صاحب اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں:

"اس اجتماع میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب، مولانا سعید احمد خاں صاحب مع دیگر خدام تشریف لائے تھے، یوپی اور بھوپال کی جماعتیں نیز جنوبی افریقہ اور وسطی اور مشرقی افریقہ کے احباب بھی شامل اجتماع تھے اسی طرح انگلستان سے اسحاق پٹیل اور ان کے ساتھی بھی آئے تھے۔ یہ پہلا اجتماع تھا جس میں بیرون کے احباب بڑی مقدار میں آئے۔ اس اجتماع سے کافی جماعتیں اندرون اور بیرون ہند کے لیے روانہ ہوئیں، احباب نے بڑے بڑے عزم کیے۔ چنانچہ زامبیا والوں نے فیجی کی اور جنوبی افریقہ والوں سے ویسٹ انڈیز کی اور بھائی عبدالغنی لالہ کاکوسی اور مولانا موسیٰ صاحب نے یوگوسلاویہ کی اور مولانا سعید خاں صاحب نے سائبیریا کی بھائی بلال منیار، علی محمد پٹیل، اور موسیٰ بابر وغیرہ نے روس جماعت لے جانے کی نیت کی، چنانچہ یہ تمام جماعتیں حضرت جی کے مشورہ اور ہدایت کے بعد اپنے اپنے مقامات کو روانہ ہوئیں۔"

حضرت مولانا کی جانب سے تحریر کیے گئے ذیل کے مکتوب (بنام حضرت شیخؒ) سے بھی اجتماع کے متعلق کچھ مزید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

"مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

والانامہ بدست حاجی محمد امام صاحب موصول ہوا۔ الحمد للہ ہم سب

بخیر ہیں جمعہ کے روز ۳½ بجے دہلی سے روانہ ہوکر ہفتہ کو قبیل عصر سورت پہونچ گئے اور اجتماع اتوار کی شب ہی سے شروع ہوگیا۔ مجمع بہت بڑا ہے۔ بندہ کو تواب تک پورے مجمع کو بھی دیکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ گرمی یہاں پر بہت شدید ہے، بعض مرتبہ دماغ کھولنے لگتا ہے۔ پنکھے اور برف کا خوب استعمال ہورہا ہے۔ بندہ تواب تک دہلی میں بھی برف ہی پیتا رہا۔ رات کو البتہ کچھ خنکی ہوجاتی ہے۔ حیدرآباد سے بھائی جمیل آئے ہوئے ہیں اس وقت پاس بیٹھے ہوئے ہیں سلام عرض کرتے ہیں، دہلی میں انشاء اللہ ساتھ تشریف لاویں گے۔ مکہ سے حاجی ابوالحسن صاحب بھی تشریف لائے ہیں۔ الحمد للہ دو دن اجتماع کے بخیریت گذر گئے، کل کو جماعتوں کی روانگی ہے پونے دوسو جماعتیں اب تک تیار ہوچکی ہیں۔ سب حضرات کی خدمات میں سلام مسنون واستدعاء دعوات۔ والسلام

محمد انعام الحسن غفرلہٗ"

سورت شب سہ شنبہ ۲۲ر شعبان المعظم۔

اجتماع سے فارغ ہوکر حضرت مولانا راندیر تشریف لائے اور کچھ وقت یہاں قیام کے بعد اگلے دن صبح ٹرین سے بمبئی روانگی ہوئی۔ ایک دن یہاں قیام رہا۔ جمعرات ۲۴ر شعبان کی شام میں پنجاب میل سے بھوپال تشریف لاکر تین دن قیام کے بعد دہلی مراجعت فرمائی۔

بلند شہر میں اجتماع

۱۶ر ۱۷ر ۱۸ر شوال ۱۳۸۶ھ (۲۸ر ۲۹ر ۳۰ر جنوری ۱۹۶۷ء) میں بلند شہر کا سہ روزہ اجتماع تھا۔ حضرت مولانا نے اس میں شرکت کرتے ہوئے اجتماع کے آخری دو دنوں میں پانچ بیانات فرمائے۔ جو پرانے احباب میں اور بعد عصر مجلس نکاح میں اور بعد مغرب عمومی مجلسوں میں ہوئے۔

یہاں کے سہ روزہ قیام میں مدرسہ قاسمیہ عربیہ بھی تشریف لے گئے اور چونکہ سال کا آغاز تھا اس لیے ارباب مدرسہ کی خواہش پر درس نظامی کی بعض اونچی کتابوں کا

افتتاح فرمایا۔ اس موقع پر تقریر فرماتے ہوئے علم کو عمل کے ساتھ جوڑنے اور پھر ان دونوں کو دعوت کے ساتھ جوڑنے پر زور دیا۔ اور طلبہ کو ترغیب دی کہ وہ تعلیم کے زمانہ میں ملنے والی تعطیلات کو دعوتی عمل میں لگایا کریں۔

اس مجلس کے اختتام پر آپ نے اہل مدرسہ کی خواہش پر چند دعائیہ جملے بھی مدرسہ کے لیے تحریر فرمائے جو یہ ہیں:

"الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

آج بتاریخ ۱۸ر شوال ۱۳۸۶ھ مولانا صدیق حسن خاں صاحب کی تعمیل حکم میں مدرسہ ہٰذا میں حاضری ہوئی۔ اللہ جل شانہٗ اس مدرسہ کو اپنے علوم کے زندہ ہونے کا آداب واصول کے ساتھ ذریعہ فرمائیں۔ اور علم کی تحصیل کے ساتھ عملی جدوجہد اور محنت کا اس مدرسہ کو نمونہ بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

محمد انعام الحسن ۱۸ر شوال ۱۳۸۶ھ"

اجتماع محمد پور ضلع مظفر نگر

۲۳، ۲۴، ۲۵ر صفر ۱۳۸۷ھ (۳، ۴، ۵ر جون ۱۹۶۷ء) کا یہ سہ روزہ اجتماع حضرت مولانا کے دور امارت میں ہونے والا اس علاقے کا پہلا اجتماع تھا، مرکز کے متعدد حضرات کے علاوہ مظفر نگر اور قرب وجوار کے بہت سے علماء اور ارباب مدارس نے اس اجتماع میں شرکت کی تھی، حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب بھی اجتماع میں شریک ہوئے اور مغرب بعد اپنی عادت شریفہ کے مطابق بہت مدلل اور حکیمانہ تقریر فرما کر اس دعوتی کام اور اس کے منافع کی تحسین وتصویب فرمائی۔

حضرت شیخ رح اس اجتماع کے متعلق اپنی یادداشت میں تحریر فرماتے ہیں:

"۲۳ر صفر، ۳ر جون شنبہ کی شب میں عشاء کے وقت عزیزان مولوی انعام، ہارون، مولوی سعید مکی، مولوی محمد عمر صاحب، بابو جی کی کار میں پہنچے اور شنبہ کی صبح کو نو بجے مظفر نگر روانہ ہو گئے اور وہیں سے سیدھے دہلی

چلے گئے اس لیے کہ منگل کو میوات جانا ہے۔"

جناب حافظ محمد یوسف صاحب (ٹانڈا چھپرولی) اس اجتماع کا آنکھوں دیکھا منظر اور اس میں حضرت مولانا کی ہمت و جانفشانی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"محمد پور ضلع مظفر نگر میں اجتماع تھا، حضرت جی نو بجے تشریف لے آئے اور خود ہی جماعتوں کو تفصیلی طور پر روانگی کی ہدایات دیں پھر بیعت پر بھی لمبی نصیحت فرما کر مجمع کو بیعت کی، پھر نکاحوں پر کافی دیر بیان فرما کر بہت سے نکاح فرمائے پھر خوب لمبی دعا مانگی، اس کے بعد بڑی دیر تک مجمع سے مصافحے فرمائے، یہاں تک کہ دو بج گئے، باوضو پہلے ہی سے تھے، اس لیے خود ہی اسٹیج پر کھڑے ہو کر اذان پڑھی اور خود ہی امامت فرمائی چونکہ دوپہر کا کھانا حکیم کرم الٰہی صاحب کے یہاں کیرانہ میں تھا اس لیے جلسہ گاہ سے اٹھ کر فوراً ہی گاڑی میں بیٹھ کر کیرانہ روانہ ہو گئے ان تمام معمولات کو نمٹانے میں پانچ چھ گھنٹے لگے، ہم جوان لوگ حیرت میں پڑ گئے کہ اللہ اکبر حضرت کو اللہ جل شانہ نے کتنی ہمت عطا فرمائی ہے۔"

مظفر نگر سے آپ نے حضرت شیخؒ کو جو مکتوب تحریر فرمایا اس میں حضرت مولانا محمد طیب صاحب کے تاثرات و احساسات اور اس اجتماع کے احوال و کوائف اس طرح تحریر کرتے ہیں،

"مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کل گیارہ بجے کے قریب بخیریت مظفر نگر پہونچ گئے، شام کو مغرب سے قبل حضرت قاری محمد طیب صاحب تشریف لے آئے، مغرب کے بعد دو گھنٹہ بیان بھی فرمایا اور آج صبح فجر کی نماز کے بعد دو گھنٹہ مجلس میں باہمی گفتگو رہی جس سے بہت متاثر اور محظوظ رہے۔ صبح ساڑھے آٹھ بجے کی گاڑی سے تشریف لے گئے، گاڑی ایک گھنٹہ لیٹ تھی جو (صاحب)

اسٹیشن پہونچانے گئے تھے' ان سے حضرت قاری صاحب اس تبلیغی محنت کے بارے میں اور بندہ کے بارے میں اپنے بہت اچھے ظنون ظاہر فرماتے رہے۔

محمد انعام الحسن عفرلہٗ"

اجتماع سہارنپور ۲۶ر جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ (یکم اکتوبر ۱۹۶۶ء) میں ہونے والے اجتماع کے لیے سہارنپور کے تبلیغی احباب نے تقریباً ایک سال قبل حضرت مولانا سے تاریخ کی تعیین اور نکلنے والی جماعتوں کی یقین دہانی کرالی تھی' اس موقع پر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے سفارشی مکتوب کا جواب حضرت مولانا ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں :

"مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل شام والانامہ موصول ہوا۔ اہل سہارنپور سے تاریخ کا تعین ہوگیا یکم' دو' تین اکتوبر طے ہوئی ہے ڈیڑھ سو جماعتیں اندرون ملک کی اور دو جماعتیں بیرون کی' ایک ایران کی اور ایک افریقہ کی طے ہوئی ہے ــــ اللہ جل شانہٗ خیر فرمائے۔ ہم اس وقت اول وقت ظہر پڑھ کر میوات جارہے ہیں کل صبح واپسی ہے۔ والد صاحب عزیزان زبیر و شاہد رات بخیریت انشاء اللہ پہونچ گئے ہوں گے"

(اقتباس مکتوب محررہ ۲۰ر شوال ۱۳۸۶ھ یکم فروری ۱۹۶۷ء)

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے الفاظ میں اس اجتماع کی تفصیلات پڑھئے۔ تحریر فرماتے ہیں :

" یکم تا ۳ر اکتوبر مطابق ۲۶ تا ۲۸ر جمادی الثانیہ اتوار' پیر' منگل میں سہارنپور کا سالانہ تبلیغی اجتماع کئی ماہ سے طے شدہ تھا' اس مرتبہ خواص اور غیر ملکی حضرات کا مجمع زیادہ رہا۔ لبنان' دمشق' کویت کے آٹھ عرب بھی یکے بعد

دیگرے پہنچے۔ الحاج ابوالحسن پشاوری، الحاج نجم الہدیٰ، ڈاکٹر وحید الزماں مکہ مکرمہ سے آکر اجتماع میں شریک ہوئے۔ تیس ستمبر میں بمعیت مولوی انعام صاحب، مولوی محمد عمر صاحب، بھائی جمیل حیدر آبادی نیز علیگڑھ سے آٹھ نفر اور مولوی یوسف متالا مع اپنے والد صاحب سہارنپور پہنچے۔ یک شنبہ کو زکریا، مولوی انعام، مولوی عمر وغیرہ بابوجی کی کار میں گنگوہ جاکر واپس آئے۔ عربوں اور خواص کا کھانا بھی اس وقت زکریا کے یہاں تھا۔ بعد ظہر زکریا تین دن کے لیے اسلامیہ اسکول ـــ اجتماع میں چلا گیا اور اختتام اجتماع کے بعد گھر واپس آیا۔ قاری طیب صاحب اتوار کو بعد عصر اپنی کار سے آئے اور شب میں آٹھ بجے سے ساڑھے دس بجے تک بڑی ــــ زوردار تقریر کی جس میں بغیر نام کے ـــــ تردید بھی تھی کہ کون سا ادارہ تقصیر سے خالی ہے، مجموعی حالت کو دیکھا جاتا ہے اور تبلیغ کے منافع سے جو اب عالمگیر ہیں کون انکار کرسکتا ہے۔ ۲ر اکتوبر پیر کی صبح کو مولوی عمران خاں کی تقریر دس بجے سے ایک بجے تک بڑی زوردار ہوئی جس نے عمائدین شہر اور عمائدین اسکول کو آب دیدہ کر دیا، عربوں کی تقریریں یک شنبہ کی شام سے پیر کی شام تک ہوتی رہیں، پیر کی شام کو شیخ عبدالرزاق مصری کی ایک گھنٹہ تقریر ہوئی پھر مولوی عمران کی عمومی تقریر دو گھنٹہ ہوئی، مگر عمومی میں وہ زور نہیں تھا جو خصوصی میں تھا۔

منگل ۳ر اکتوبر کی صبح کو اول مولوی ہارون کی پھر مولوی محمد عمر کی پھر گیارہ بجے مولوی انعام کی دعا آدھ گھنٹہ ہو کر مصافحہ ہوا، اور جماعتیں رخصت ہوئیں۔ ہم لوگ منگل ۳ر اکتوبر بعد ظہر وہاں سے واپس آئے۔ بدھ ۴ر اکتوبر کی صبح کو مولوی انعام، علی میاں، مولوی عمران دہلی واپس گئے۔"

اس اجتماع میں حرمین شریفین کے متعدد خواص الحاج ابوالحسن پشاوری، حاجی نجم الہدیٰ، ڈاکٹر وحید الزماں وغیرہ نیز حیدرآباد سے بھائی جمیل احمد، بھوپال سے مولانا محمد

عمران خان صاحب افریقہ سے مولانا محمد یوسف تتلا نے خصوصیت کے ساتھ شرکت کی تھی۔

اجتماع بتیا بتیا (بہار) کا اجتماع ۱۷ تا ۱۹ ر رجب ۱۳۸۷ھ (۲۲، ۲۳، ۲۴ ر اکتوبر ۱۹۶۷ء) میں منعقد ہوا، اس زمانہ میں یہ علاقہ ہندو مسلم فسادات کی زد میں تھا، اس لیے ارباب حکومت نے شروع میں اجتماع پر پابندی لگا دی تھی، لیکن بعد میں جب اجتماع کی غرض وغایت اور اس کے مقاصد ان کو بتلائے گئے تو مطمئن ہو کر اجازت دیدی۔ حضرت مولانا پندرہ رجب (۲۰ ر اکتوبر) جمعہ میں اس اجتماع کے لیے دہلی سے روانہ ہوئے اور حسب معمول سفر پر روانہ ہونے سے قبل حضرت شیخ رح کو گرامی نامہ کے ذریعہ دعاؤں کی درخواست اس طرح فرمائی:

"کل صبح بتیا کے لیے روانہ ہونا ہے وہاں پر فضا ناسازگار ہے، کل تک تو حکومت نے اجتماع کی اجازت نہیں دی تھی، کل صبح فون سے اطلاع اجازت کی ملی، ورنہ خیال تھا کہ اس ہفتہ (سہارنپور) حاضری ہو جائے گی۔ پانچ روز کا سفر ہے کل صبح روانہ ہو کر شنبہ کی صبح کو ۶ بجے بروی اسٹیشن پر اتر کر ۶-۷ گھنٹے کا موٹر کا سفر ہے ڈیڑھ سو میل کی مسافت ہے، اجتماع تو پیر کو ختم ہو جائے گا لیکن اجتماع ختم ہونے کے بعد گاڑی کا سفر اسی روز ڈیڑھ سو میل چل کر دشوار ہے کیوں کہ گاڑی مغرب کے بعد چلتی ہے، اس لیے منگل کے روز وہاں سے روانگی ہوگی۔ اس سفر بتیا کے لیے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔"

(مکتوب محررہ ۱۵ ر رجب شب جمعہ)

ناردرن انڈیا پتریکا (لکھنؤ) مورخہ ۲۶.۱۰.۱۹۶۷ء کی اطلاع کے مطابق اس اجتماع میں کویت، لبنان، شام، مارشیش، مراکش، سعودی عرب، تھائی لینڈ اور فرانس کی جماعتوں نے شرکت کی اور ایک سو چالیس جماعتیں تیار ہو کر نکلیں۔

حضرت شیخ رح نے شرکاء اجتماع کی تعداد اور برادران وطن کے تاثرات کے متعلق

روزنامچہ میں تحریر فرماتے ہیں،

"اجتماع اندازہ سے بہت زیادہ کامیاب ہوا۔ ڈیڑھ لاکھ کا اندازہ بتایا جاتا ہے، پہلے ہندو متوحش تھے مگر پہلے دن کی تقریر کے بعد بہت مانوس اور بہت کثرت سے آئے، پولیس اور سی آئی ڈی پہلے دن بہت متوحش رہی لیکن دوسرے دن کہنے لگے کہ ایسے اجتماع سال میں تین دفعہ ہونے چاہئیں"

محترم کلیم عاجز صاحب اجتماع بنیا کے حوالہ ـــــ سے کالج کے طلبہ کی تشکیل اور ان کی جماعتوں میں روانگی نیز برادرانِ وطن کی حضرت مولانا سے عقیدت و وارفتگی کا تفصیلی تذکرہ اپنے مکتوب میں اس طرح کرتے ہیں:

"اس اجتماع میں حضرت مولانا نے کالج اور یونیورسٹیوں کے طلبہ سے فرمایا کہ تم لوگوں نے امتحان کے بعد وقت لگانے کا ارادہ کیا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم لوگوں کی تین دن کی نقد تشکیل کروں اور کل صبح تین دن کے لیے تمہاری جماعت روانہ کرکے میں دہلی جاؤں۔ یہ بات حضرت جی نے ایسے پیار کے لہجے میں فرمائی کہ طلبہ اور کچھ اساتذہ کا قریب قریب آدھا مجمع ـــ کھڑا ہوگیا اور نام لکھنے کے لیے کئی لوگوں کو شامیانے میں کھڑا ہونا پڑا۔

اگلے دن صبح کی نماز کے بعد حضرت جی نے فرمایا ہاں بھائی کون کون ابھی تین تین دن کے لیے نکل رہا ہے وہ ہم سے آکر مصافحہ کرلے۔ میں اس وقت کا منظر بیان نہیں کرسکتا، نگاہوں کو زبان نہیں بنا سکتا وہ منظر میری نگاہوں میں ہے اور قلم سے کاغذ پر منتقل نہیں ہوسکتا کہ رات بھر میں ترتیب بن چکی تھی ـــ جماعت بندی ہوچکی تھی اور طلبہ کے چہروں سے بشاشت خوش شگفتگی اور جوش ابلا پڑتا تھا اچھل اچھل کر ڈائس پر بغل میں اپنے اپنے سامان کا بیگ ـــ لیے آرہے تھے، اور حضرت جی سے مصافحہ کر رہے تھے کوئی جوش مسرت میں جلدی سے ہاتھ چوم لیتا تھا۔ حضرت جی بھی یہ مجمع اور مجمع کا یہ جوش اور چہروں

کی بشاشت دیکھ کر خوشی سے سرخ ہو رہے تھے اس وقت تقریباً ۲۰ جماعتیں سہ روزہ کی بنیں، جن میں تقریباً دو سو طلبہ اور دو چار اساتذہ نکل گئے، یہ پٹنہ کے طلبہ کی چھ سات سالہ محنت کا نچوڑ تھا جو اس وقت سامنے آیا تھا، تھوڑی ہی دیر بعد حضرت کی روانگی اسٹیشن کو ہو گئی۔ وہاں پلیٹ فارم پر گاڑی کے انتظار میں کھڑے زور سے مجھے پکار کر فرمایا۔

کلیم یہ کیا ہوا؟ میں نے مسرت سے خوشی میں جھوم کر کہا، حضرت جی بہت اچھا ہوا" اس پر حضرت جی نے بھی فرمایا کہ، ہاں جی بہت اچھا ہوا" اور مسرت سے چہرہ کھل اٹھا۔"

اس اجتماع کے بارے میں پڑوسی ملک کے ساتھ کشیدگی کی وجہ سے بتیا کے کلکٹر نے اجتماع کی تاریخ سے تقریباً دو ہفتہ قبل روک دینے کا آرڈر دے دیا اور بہار حکومت نے روک دینے کی رضامندی دے دی، پورے صوبے میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی، ہم دو چار آدمی پٹنہ آئے، سرکاری سطح پر کوشش شروع کی گئی، ہمارے ایک دوست محمد حسیب صاحب ایڈوکیٹ پورنیہ کابینہ کے نئے وزیر بنائے گئے تھے انھوں نے بھی بڑی کوشش کی۔ چنانچہ ایک ہفتہ کی مسلسل کوشش کے بعد رکاوٹ ہٹالی گئی اور چار سو شہسوار پولیس کی ڈیوٹی اجتماع کے قریب ایک سرکاری اسکول میں مقرر ہوئی۔ اجتماع کے روز حضرت جی کمازباغ ـــــ (جائے اجتماع) تشریف لائے تو ہزاروں غیر مسلموں کا اجتماع بھی اجتماع گاہ کے آس پاس تھا۔ اب اجتماع شروع ہوا تو یہ مجمع غیر مسلموں کا تقریباً تمام میدان میں چاروں طرف بیٹھا رہتا اور وہ چار سو شہسوار پولیس اپنے بیرک سے نکلی ہی نہیں۔ غیر مسلموں، تماشائیوں کا اتنا وارفتہ ہجوم تھا کہ پولیس بھی حیرت میں تھی۔ بہر حال اجتماع کے خاتمے سے ایک دن پہلے علاقے کے سربرآوردہ غیر مسلم نمائندے آئے کہ ہم بھی حضرت جی کا درشن کرنا چاہتے ہیں اور ان کی باتیں سننا چاہتے ہیں۔ مشورہ میں بات آئی تو حضرت جی نے اجازت فرمادی، وقت طے پاگیا، اور پھر پڑھے لکھے شریف ہندو جوانوں اور ادھیڑ اور بوڑھے لوگوں کا اتنا بڑا مجمع حضرت جی کے درشن اور ان کے آشیرواد کے لئے ٹوٹا کہ خیمہ کا ایک حصہ ٹوٹ کر گر گیا حضرت جی

نے ان سب سے مختصر گفتگو کے بعد دعا کی اور مجمع پر نام کرتا ہوا واپس ہوا۔[1]

اجتماع سے فارغ ہو کر حضرت مولانا پھلواری شریف اور امارت شرعیہ وغیرہ مختلف مقامات پر تشریف لے گئے اور بیس رجب (۲۵ر اکتوبر) بدھ میں نظام الدین واپس ہوئے۔

اجتماع کرت پور

۲۴، ۲۵، ۲۶ر رجب ۱۳۸۷ھ (۲۹ تا ۳۱ر اکتوبر ۱۹۶۷ء) میں منعقد ہونے والے اجتماع کرت پور میں حضرت مولانا مرکز کے دیگر مقیم خواص کے ساتھ تشریف لے گئے۔ جاتے ہوئے کچھ دیر بجنور میں قیام ہوا حضرت مولانا کے کرت پور میں متعدد بیانات ہوئے، یہاں ۲۵ر رجب میں بعد مغرب ہونے والے عمومی بیان کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ فرمایا:

> "جب دل بگڑتا ہے تو اعمال بگڑتے ہیں اور جب اعمال بگڑتے ہیں تو حالات بگڑتے ہیں۔ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ السلام نے دل کے بگاڑ کو بھی بتلایا ہے اور دل کے سدھار کو بھی بتلایا ہے اگر دل کے اندر دنیا کی محبت گھسی ہوئی ہے تو سمجھ لو کہ دل بگڑا ہوا ہے حب الدنیا رأس کل خطیئۃ بتلایا گیا ہے۔ اور اگر حضور پاک علیہ السلام کی محبت دل میں بسی ہوئی ہے تو یہ دل کے سدھار کی علامت ہے اس لیے کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین اور میرے عزیزو، دوستو! محبت لفظی چیز نہیں ہوتی، بلکہ جس دل میں محبت ہوتی ہے اس کے اثرات تک بدن پر ظاہر ہو جاتے

---

[1] مکتوب پروفیسر صاحب بنام مصنف کتاب۔

ہیں اور محبوب کے ایک ایک اشارے پر مرمٹنا آسان ہو جاتا ہے۔

آج ہمارے دلوں میں دین کی محبت نہیں اپنے نبی کی محبت نہیں ہے دنیا کی محبت دل میں بھری ہوئی ہے، یہود اور نصاریٰ نے توریت اور انجیل کی آیتوں کو اپنی اپنی کتابوں کے اندر سے نکال دیا تھا اور ہم لوگوں نے اپنے دین کی اور اپنے نبی پاک علیہ السلام کی محبت کو اور قرآن پاک کو اپنے دل کے اندر سے نکال رکھا ہے۔"

اس اجتماع میں مولانا احمد رضا صاحب (مؤلف انوار الباری) مولانا مرغوب الرحمن صاحب (حال مہتمم دارالعلوم دیوبند) مولانا جواد صاحب (برادر بزرگ قاضی سجاد صاحب) مولانا مفتی عزیز الرحمان صاحب، مولانا مقبول احمد صاحب سیوہاروی وغیرہ بھی تشریف لائے تھے حضرت مولانا نے خصوصیت کے ساتھ ان سب حضرات سے ملاقات کی، اور دوران گفتگو مرکز دہلی آنے کی دعوت بھی دی، جو ان حضرات نے قبول فرمائی[1] علماء کی اس مجلس میں بہت مختصر گفتگو کرتے ہوئے آپ نے یہ چند جملے ارشاد فرمائے۔

---

[1] ۱۰ر شعبان ۱۳۸۷ھ (۹ر نومبر ۱۹۶۷ء) میں یہ حضرات اپنا وعدہ پورا فرماتے ہوئے مرکز دہلی تشریف لائے، حضرت مولانا اپنے ایک گرامی نامہ میں ان کی آمد کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں،

"کل نو نومبر کو اطراف بجنور کے علماء کی جماعت ایک عشرہ کے لیے آرہی ہے جس میں مولوی احمد رضا صاحب انوار الباری والے اور مولوی مرغوب صاحب دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر اور مولوی جواد صاحب قاضی سجاد صاحب کے برادر بزرگ دیگر تین چار علماء کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں کرت پور میں ان حضرات نے وعدہ فرمایا تھا اللہ جل شانہ خیر فرماویں۔

حضرت مدنی قدس سرہٗ کے لوگوں میں اور ان اطراف کے ممتاز لوگوں میں ہیں فکر ہو رہا ہے خدا کرے کہ انشراح کا ذریعہ بن جائے۔"

(اقتباس مکتوب بنام حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ، محررہ ۴ر شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ)

"دعوت میں تواضع ہے ایسے ہی دعوت سے امر بالمعروف کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔ اس دعوت کے دو پہلو ہیں ایک ہجرت اور ایک نصرت پھر ہجرت میں بھی ترک وطن کر دینا اور دین کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جانا اور اپنی مالوفات مرغوبات اور محبوب چیزوں کو چھوڑ دینا یہ سب ہجرت میں شامل ہے۔ حضرات صحابہ کرام نے ہر طرح کی ہجرت کی ہے جس کے نتیجے میں ان میں اجتماعیت آئی۔ مکروہات دنیا پر اگر صبر کیا جائے تو پھر اللہ تعالے خیر کے دروازے کھول لیتے ہیں"۔

۲۸ رجب (۲ نومبر جمعرات) میں آپ کی مرکز نظام الدین آمد ہوئی، واپسی کی سرگذشت حضرت مولانا اپنے مکتوب میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"کرت پور سے کل دوپہر ۱۱ بجے ریل سے واپسی ہوئی، کرت پور سے عصر پڑھ کر روانہ ہوئے تھے تیس میل چل کر گاڑی خراب ہوئی بابو جی اپنی گاڑی نہیں لے کر گئے تھے کہ لمبا سفر ہے حافظ جی کی گاڑی لے گئے تھے، دو میل پر ایک قصبہ چاند پور تھا، اس کو لے جا کر رات اس قصبہ میں گذاری، اور آخر شب میں ۴ بجے گاڑی سے سوار ہو کر ۵½ بجے گجرولہ پہونچے۔ پونے سات بجے وہاں سے گاڑی ملی جس سے پونے ۱۱ بجے دہلی اسٹیشن پر اور ۱۱½ بجے حضرت نظام الدین بخیریت پہنچ گئے۔ ایک بجے حافظ عبد العزیز اور بابو ایاز جیپ میں جا کر اس گاڑی کو باندھ کر لائے"۔

(مکتوب بنام حضرت شیخ محررہ ۲۹ رجب ۱۳۸۷ھ)

جامع مسجد دہلی کے اجتماعات

دہلی شہر کے ہونے والے قدیم اجتماعات میں ایک اجتماع جامع مسجد دہلی کا بھی ہے جو ہر ماہ کی آخری بدھ کو ہوتا تھا اور علاقہ کے کام کرنے والے احباب اس کی فکر و تیاری کرتے تھے وقتی حالات اور سیاسی چڑھاؤ اتار کے باوجود یہ دعوتی عمل ہمیشہ بڑے اہتمام سے وہاں ہوتا رہا۔

حضرت مولانا اس اجتماع میں شرکت کا اہتمام فرماتے ہوئے قبیل مغرب تشریف لے جاتے اور بعد نماز عشا، اجتماع سے فراغت پر واپس ہوتے تھے، کوئی خاص بات وہاں پیش آتی تو حضرت شیخ کو بھی اس سے مطلع فرماتے۔ چنانچہ ایک گرامی نامہ میں حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادی سے ہونے والی ملاقات کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے:

"آخری بدھ میں جامع مسجد میں مولانا مسیح اللہ خاں صاحب کی بھی زیارت ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ ہوٹل میں قیام ہے۔ بندہ نے عرض کیا کہ جناب نے ہوٹل میں قیام فرمایا؛ اپنی جگہ نظام الدین حاضر ہے، فرمایا اب تو اس کو کل تک کا کرایہ دیدیا گیا، صبح کو پاکستان کا ویزا لے کر واپس چلے جانا ہے پھر آنا ہوگا تو انشاء اللہ نظام الدین چلا آؤں گا۔"

(مکتوب محررہ ۲۹ رجب ۱۳۸۷ھ جمعہ ۳ نومبر ۱۹۶۷ء)

۱۹۶۸ء کے اوائل میں ایک فتویٰ کی وجہ سے وہاں کچھ دشواریاں سامنے آئیں اور عمومی طور پر مخالفانہ ماحول پیدا ہوا تو حضرت مولانا نے بنظر احتیاط خود تو شرکت فرمانی بند کردی لیکن مرکز کے دیگر احباب و مقیمین جاتے رہے۔ حضرت مولانا اس تمام صورت حال کی اطلاع حضرت شیخ رح کو ایک مکتوب میں اس طرح دیتے ہیں:

"دہلی میں آج کل ایک نیا ہنگامہ ہو رہا ہے فیملی پلاننگ نسل بندی کے بارے میں جو دیوبند کا فتویٰ شائع ہوا ہے اس میں اس کے جواز کے قائل کو فاسق اور معلن اور امامت کو مکروہ تحریمی لکھا ہے امام جامع مسجد نے اس کو جائز بتایا تھا تو اب لوگوں میں ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں خلجانات ہو رہے ہیں اور آخری بدھ میں نظام الدین والوں پر بہت سے لوگوں نے مدار رکھ دیا کہ دیکھیں وہ پڑھتے ہیں یا نہیں۔"

(اقتباس مکتوب محررہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ)

روزنامچہ حضرت شیخ رح (۲۹ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ ۲۶ جون ۱۹۶۸ء) میں اس موقع پر

یہ اندراج ملتا ہے :

"نائب امام جامع مسجد دہلی نے حکومت کی تائید میں ضبط تولید اور قطع نسل کے سلسلے میں فتویٰ لکھا ہے جس کو حکومت نے لاکھوں کی تعداد میں شائع کیا۔ دارالعلوم دیوبند سے اس کی تردید میں فتویٰ اور ایسے مفتی کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز بتلایا گیا جس کی وجہ سے دہلی میں تین ماہ سے ہنگامہ چل رہا ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے اور نہ پڑھنے میں وسیع اختلاف ہو رہا ہے اور اس کی وجہ سے اہل تبلیغ کو بھی آخری ماہ کے بدھ میں دقت پیش آرہی ہے، تین ماہ سے مولوی انعام اس کے اندر شریک نہیں ہو رہے ہیں اس مرتبہ زکریا سے اسی ضروری مشورے کے نام سے بدھ کی صبح کو ۹ بجے کار سے پہونچے اور جمعرات کی صبح ۷ بجے واپس گئے۔"

اسی خلفشار و انتشار کے موقع پر جناب سید حمید صاحب امام جامع مسجد دہلی نے حضرت مولانا کو جامع مسجد تشریف لانے اور معمول کے مطابق اجتماع کرنے کی دعوت دیتے ہوئے ذیل کا مکتوب ارسال کیا تھا۔

"محترم عزیز جناب مولوی انعام صاحب امیر جماعت تبلیغ !

السلام علیکم

مزاج شریف ! مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ یہ غلط ہے کہ جماعت مقدسہ کے لیے جامع مسجد میں روک ہے آپ اور آپ کی جماعت کے لیے کسی وقت بھی روک نہیں ہو سکتی اور نہ کسی قسم کی اس کے لیے شرط ہے آپ ضرور ضرور جماعت کے حضرات کو لے کر تشریف لاویں اور وعظ فرمائیں۔ میں خود بھی موجود ہوں گا۔

احقر سید حمید امام جامع مسجد دہلی"

لیکن یہ خلفشار و انتشار جب کم نہ ہوا تو جامع مسجد کا یہ اجتماع مدرسہ حسین بخش میں منتقل کر دیا گیا اور اب وہاں ہر قمری ماہ کے پہلے جمعہ کو ہو رہا ہے۔

اجتماع بڈھاکھیڑہ

۹، ۱۰ / شعبان ۱۳۸۷ھ (۱۳، ۱۴ / نومبر ۱۹۶۷ء) بروز پیر منگل بڈھا کھیڑہ ضلع سہارنپور میں ہونے والے تبلیغی اجتماع میں شرکت کے قصد سے حضرت مولانا سات شعبان شنبہ میں حضرت شیخؒ کی خدمت میں سہارنپور تشریف لائے مولانا محمد ہارون، مولانا محمد عمر وغیرہ آپ کے ساتھ تھے۔

اس آمد اور اجتماع کی تفصیل حضرت شیخ اپنے روزنامچہ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں

> "مولوی انعام صاحب شنبہ کو گیارہ بجے کار میں آکر یک شنبہ کی شام کو قبیل عصر بڈھاکھیڑہ کے اجتماع میں گئے، ۱۰-۱۲ عرب بھی اجتماع میں شریک ہوئے۔ دوشنبہ کی شام کو بعد عصر مولوی انعام اجتماع سے واپس آکر منگل کی صبح کو سات بجے کی ریل سے دہلی واپس گئے بابو جی کی گاڑی جس میں بجنوری علماء اور عرب تھے دہلی سے شنبہ کو بعد عصر پہونچی اور یک شنبہ میں عربوں کو لے کر بڈھاکھیڑہ چلی گئی، اور دوشنبہ کو عصر کے وقت وہاں سے واپس آکر سیدھی دہلی چلی گئی۔ مولوی انعام نہ آتے ہوئے اس میں آئے اور نہ جاتے ہوئے اس میں گئے"۔

نو شعبان پیر میں حضرت مولانا کا پہلا بیان اس اجتماع میں ہوا، اس بیان میں آپ نے خیر اور شر، نیکی اور بدی کا اس دنیا میں انسانوں کے راستے سے آنا اور پورے عالم پر اس کے اثرات کا پڑنا بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بتلا کر تشکیل فرمائی۔

آپ کا دوسرا بیان اختتامی دعا سے پہلے ہوا جو بہت مختصر اور جامع تھا اور جس سے متاثر ہو کر شرکاء اجتماع نے بڑی تعداد میں نام لکھوائے۔ جناب حافظ محمد یوسف صاحب (ٹانڈا اچھرولی) حضرت مولانا کی یہ تقریر اور اس پر اپنے تأثرات و احساسات اس طرح بیان کرتے ہیں،

> "حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے بعد غالباً یہاں یہ پہلا اجتماع تھا ہم حضرت منشی جی اللہ دتہ صاحبؒ کے ساتھ .. انفر کی جماعت لے کر میرٹھ، کھتولی مظفر نگر، دیوبند، دہرادون ہوتے ہوئے سہارنپور شیخ کی خدمت میں حاضری

دے کر شہر سہارنپور اور نواح سہارنپور میں اس جلسے کی محنت کر رہے تھے اجتماع کے موقع پر ہم بڈھا کھیڑا پہونچ گئے، میں نے کبھی بھی حضرت جی کی تقریر نہیں سنی تھی، بڑا اشتیاق تھا چوں کہ ان کو ہمیشہ یا تو حضرت مولانا یوسف صاحب کے دائیں بیٹھتے دیکھا تھا یا پھر اجتماعات میں پشت پناہ کی حیثیت سے پیچھے بیٹھے دیکھا کرتا تھا لیکن تقریر کبھی نہیں سنی تھی۔ اس روز بعد مغرب جب یہ حضرات نظام الدین بڈھا کھیڑہ تشریف لے آئے تو میں بڑے شوق سے آگے بیٹھا اور خوب متوجہ رہا کہ دیکھیں حضرت جی کیسی تقریر کرتے ہیں۔ بس تقریر سن کر میں حیرت واستعجاب میں پڑ گیا اور خوشی کی انتہا نہ رہی کہ یہ عجیب تقریر ہوئی پانچ منٹ سے زیادہ نہ لگے ہوں گے اور تشکیل بھی ہوگئی اور خوب لوگوں نے نام بھی لکھا دیئے، کیا جادو ہے کیا تقریر ہے۔ آپ نے جو پانچ منٹ کی تقریر کی وہ اس طرح تھی کہ:

حمد وصلوٰۃ کے بعد مجمع کی طرف متوجہ ہو کر پورے مجمع سے سوال فرمایا:

کیوں بھائی اگر کسی جگہ پر بہت زور سے آگ لگی ہو اور ایسی کہ بہت سے لوگوں کا اس کی لپیٹ میں آنے کا خطرہ ہو اور لوگ شور مچائیں کہ آؤ بھائی آگ بجھاؤ، تو اس پر سیکڑوں لوگ آویں جن میں ۹۰ آدمیوں کے ہاتھوں میں تو پیٹرول اور مٹی کے تیل کے کنستر ہوں اور دس آدمیوں کے ہاتھوں میں مٹی اور پانی ہو اور وہ سب اس پر ڈالیں تو بولو آگ بجھے گی یا جلے گی اس ارشاد کے بعد فرمایا بس بھائی اس وقت دنیا میں گناہوں کی آگ لگی ہوئی ہے اور تمہارے پاس یہ چند جماعتیں اور یہ چند مدارس ہیں جو مثل پانی کے ہیں اب بھائی ان سے کیا ہوتا ہے لہٰذا زیادہ سے زیادہ جماعتوں میں نکل کر اس آگ کو بجھاؤ، اب بولو کون کون تیار ہے۔ بس یہ چند جملے فرما کر تقریر ختم کر کے تشکیل شروع کر دی اور خوب نام آئے۔"

اجتماع لکھنؤ

حضرت جی رح کے دور امارت میں لکھنؤ کا سب سے پہلا سہ روزہ اجتماع ۱۲،۱۳،۱۴ ،شوال ۱۳۸۶ھ (۱۳،۱۴،۱۵ ،جنوری ۱۹۶۶ء) میں ہوا. آپ بمعیت مولانا محمد ہارون، مولانا محمد عمر وغیرہ تاریخ اجتماع سے ایک یوم قبل دہلی سے روانہ ہوکر لکھنؤ پہنچے۔ اس اجتماع میں آپ کے عمومی مجالس میں چار بیانات ہوئے۔ پہلا بیان تیرہ شوال اتوار میں بعد ظہر قدما اور پرانے احباب میں اور دوسرا بیان اسی تاریخ میں بعد مغرب ہوا.

اس موقع پر آپ نے آیت کریمہ وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون تلاوت فرماکر انسان کا مقصد تخلیق اس کا اشرف المخلوقات ہونا حق تعالےٰ شانہٗ کا مقرب ومحبوب بننے کے لیے اس میں عبدیت کا ہونا وضاحت سے بیان فرمایا۔

تیسرا بیان بعد عصر مجلس نکاح میں اور چوتھا بیان آخری دعا سے قبل روانگی جماعت کے موقع پر ہوا۔

اس اجتماع کے موقع پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زاد مجدہٗ آنکھ کے علاج کے سلسلہ میں سیتا پور قیام فرماتے تھے، اس لیے حضرت مولانا اجتماع سے فارغ ہوکر چند گھنٹے کے لیے سیتا پور تشریف لے گئے اور وہاں سے ۱۵ ،شوال (۱۶ ،جنوری) میں دہلی واپسی ہوئی۔

ذیل میں حضرت جی کا ایک مکتوب پیش کیا جاتا ہے جو لکھنؤ سے دہلی پہنچ کر حضرت شیخ رح کو تحریر کیا گیا تھا،

"مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمدللہ لکھنؤ کا اجتماع بخیر وخوبی پورا ہوگیا، مجمع کے اعتبار سے لکھنؤ میں اس سے پہلے اتنا مجمع نہیں ہوا، لوگوں کی رائے تو پچاس ہزار کی ہے لیکن بیس پچیس ہزار کا اندازہ ہے۔ مجمع میں سکون اور سنجیدگی رہی۔ کوئی انتشار اور خلفشار نہیں ہوا، ہر طبقہ نے شرکت کی اور ہر ایک متاثر ہوا

اللہ جل شانہ کا کرم ہے الحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات جلسہ سے فارغ ہو کر تین بجے سیتا پور کے لیے روانہ ہوئے ۵۲ میل کا فاصلہ تھا ساڑھے چار بجے علی میاں کی خدمت میں حاضر ہوئے بہت تسلی اور خوشی ان کو ہوئی اور اس قدر کہ خیال ہوا کہ کچھ مزید قیام ہو جاتا تو مناسب تھا۔ لیکن ہمیں رات کو سوا نو بجے میل سے دہلی کے لیے روانہ ہونا تھا چنانچہ مغرب کے بعد سیتا پور سے روانہ ہو کر سوا آٹھ بجے لکھنؤ پہنچے عشاء کی نماز پڑھ کر فوراً اسٹیشن چلے گئے نہ علی میاں کو سیری ہوئی نہ ہماری سیری ہوئی علی میاں مل کر خوب روئے۔ اللہ جل شانہ صحت و عافیت مرحمت فرمائے"

(مکتوب محررہ ۱۸ ارشوال چہار شنبہ)

سلیم پور راجستھان کا اجتماع

۲۰، ۲۱، ۲۲ر شوال ۱۳۸۷ھ (۲۱، ۲۲، ۲۳ر جنوری ۱۹۶۸ء) میں سلیم پور راجستھان میں منعقد ہونے والے اجتماع میں شرکت کے لیے حضرت مولانا اور آپ کی معیت میں مولانا محمد عمر مولانا محمد ہارون و مولانا زبیر الحسن وغیرہ ۱۹ر شوال مطابق ۲۰ر جنوری شنبہ میں دہلی سے روانہ ہوئے۔

یہ سہ روزہ اجتماع اس اعتبار سے ممتاز تھا کہ اس کے ذریعہ ایسے دور افتادہ اور پسماندہ علاقوں میں دینی محنت اور کلمہ و نماز کی بات پہنچی جو مسلمان ہونے کے باوجود ان دینی شعائر اور فرائض سے قطعی طور پر ناواقفیت کی زندگی گزار رہے تھے۔ حضرت مولانا نے تینوں دن عمومی و خصوصی مجمع سے خطاب فرمایا۔ اس اجتماع کی مزید تفصیلات مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری کے مکتوب میں پڑھئے جو آپ نے دہلی پہنچ کر حضرت شیخ رح کے نام تحریر کیا تھا لکھتے ہیں،

"الحمد للہ راجستھان والے سلیم پور کے اجتماع سے فراغت حاصل ہو گئی، ہزاروں کی مقدار میں برادرانِ وطن بھی شریک تھے اور عام مجمع میں مل جل کر بیٹھے، خوب دھیان سے انھوں نے بھی بات سنی۔ پہلے دن جتنے

آئے جاکر دوسرے دن اطراف سے ہزاروں کو لائے. بیعت میوات کی طرح عام جلسہ میں ہوئی، تو برادران وطن نے بھی پلہ پکڑا اور شرک، شراب، جوا، قتل سے توبہ کی، ایسا منظر اور کبھی نہیں دیکھا گیا، ان میں سے ساٹھ ستر جو ذمہ دار تھے وہ علیحدہ حضرت جی دامت برکاتہم سے بھی ملے اور بہت ہی متأثر ہوئے.

اجتماع سے تقریباً تیئیس ۲۳ جماعتیں نکلیں جن میں ڈھائی سو سے زیادہ آدمی تھے، مسلمان بھی ایسے دیہاتوں سے آئے تھے جنھوں نے نماز پڑھنا تو درکنار، زندگی میں کبھی کسی کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا، جماعتیں پیدل بھی نکلیں اور دور کی بھی نکلیں، علماء کرام کی مقدار بھی اچھی تھی اور انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ بھی آیا تھا، علماء سے حضرت جی کی گفتگو ہوئی، یہاں کے پرانے اچھے فکر سے اور قربانی سے کام کر رہے ہیں. بمبئی کے حاجی علاء الدین صاحب کی پوری جماعت بھی شریک رہی "

(اقتباس مکتوب محررہ ۲۲ر شوال ۱۳۸۸ھ ۲۳ر جنوری ۱۹۶۹ء)

۲۳ر شوال مطابق ۲۴ر جنوری میں آپ نے اس سفر سے بخیر و عافیت دہلی مراجعت فرمائی.

اس اجتماع کے موقع پر آپ نے اس علاقہ کی دینی خستہ حالی کا چونکہ بہت قریب سے مشاہدہ فرمالیا تھا اس لیے آپ کی طبیعت پر تقاضا ہوا کہ جماعتوں کا بکثرت رخ اُدھر کیا جائے اور اس علاقہ کا دورہ کر کے یہاں ہونے والی دینی محنت وجد و جہد کو وسعت دی جائے. چنانچہ بڑی تعداد میں جماعتیں پورے راجستھان میں بھیجی گئیں اور پھر آپ دوبارہ بنفس نفیس مئی و جون ۱۹۶۹ء (صفر و ربیع الاول ۱۳۸۹ھ) میں وہاں تشریف لے گئے. موسم کی سختی، دھوپ کی گرمی اور راجستھان کی پتھریلی و سنگلاخ زمین پر اس کی حدت و تمازت بھی آپ کے جذبۂ دعوت اور اس میں انہماک و استغراق کے لیے رکاوٹ نہ بن سکی.

اس سفر سے واپسی پر آپ نے جو گرامی نامہ حضرت شیخ رح کو تحریر فرمایا اس سے سفر کی صعوبت و مشقت اور محنت و مجاہدہ کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں،

"الحمدللہ راجستھان کا سفر بخیر ہوگیا اگرچہ گرمی شدید تھی، دوپہر کو ہاتھوں پیروں پر برف کی مالش کرتے تھے اور رات کو بھی گرمی ہوتی تھی جیسے آگ برستی ہو، رات کو بھی برف کی مالش کرنی پڑتی تھی، الحمداللہ بندہ کی نیند پر کوئی اثر نہیں ہوا، ساتھیوں پر کچھ تھوڑا اثر ہوا، چھپروں میں جنگل میں قیام تھا مگر الحمدللہ اللہ کے فضل سے اور حضرت والا کی دعاؤں کی برکت سے تمام اجتماعات سے فراغت ہوگئی"۔

(مکتوب محررہ ۱۴ر جون ۱۹۶۹ء مطابق ۲۸ر ربیع الاول ۱۳۸۹ھ)

دوسرے گرامی نامہ میں جو ۲۸ر جون کا تحریر کردہ ہے یہ چند سطور بھی اسی سفر سے متعلق ہیں:

"الحمدللہ مئی جون کے اسفار بخیریت پورے ہوگئے محض خدائے پاک کے فضل ہی سے پورے ہوئے، گرمی کی شدت اور اپنا ضعف ہر دو اپنے شباب پر تھے لیکن خدا کا فضل ہوا کہ پورے ہوگئے"۔

اجتماع بڑودہ

گجرات میں آپ کے عہد امارت میں بہت سے اجتماعات ہوئے۔ لیکن ان میں پانولی، گودھرا، سورت اور بڑودہ کے اجتماعات کو عالمی شہرت اور پزیرائی ملی۔ یہاں اجتماع بڑودہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

یہ اجتماع ۱۷، ۱۸، ۱۹ شعبان ۱۳۸۸ھ (۹، ۱۰، ۱۱ر نومبر ۱۹۶۸ء) شنبہ، یک شنبہ، دوشنبہ میں منعقد ہوا، اس میں شرکت کے لیے آپ پندرہ شعبان مطابق ۷ر نومبر جمعرات میں دہلی سے روانہ ہوئے، بہت بڑا مجمع آپ کے ساتھ تھا۔ اس سے آگے کی تفصیل حضرت شیخ رح کے روزنامچہ سے پڑھئے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

"نظام الدین کے حضرات جمعرات کی صبح بذریعہ ریل روانہ ہوئے، بڑا مجمع ساتھ تھا جمعہ کی صبح کو احمد آباد پہنچے، راستے میں بہت سے اسٹیشنوں

پر آدمی ملے، جے پور میں بھی اچھا مجمع تھا، اجمیر میں بھی کافی لوگ تھے، پالن پور اسٹیشن پر مفتی اکبر صاحب وغیرہ بھی تھے، گیارہ بجے احمد آباد پہونچے، ملک احمد صاحب کی مسجد میں مولوی حسن خاں کا بیان ہوا اور مولوی انعام صاحب نے دعا کرائی، بعد عصر خصوصی اجتماع رکھا گیا جس میں مولوی سعید خاں صاحب اور ان کے بعد مولانا انعام الحسن صاحب نے بیان کیا اور اسی دن بعد نماز مغرب مولانا انعام صاحب بذریعہ کار روانہ ہوکر آنند پہنچے اور وہاں کے مدرسے میں ہونے والی جدید تعمیر پر دعا کرائی، اور بڑودہ کے لیے روانہ ہوگئے اجتماع کے پہلے دن یعنی شنبہ کی صبح کو مولوی سعید خاں کا اور بعد ظہر ایک عرب کا بیان ہوا، بعد مغرب مولوی محمد عمر صاحب اور مولانا انعام صاحب کے بیانات ہوئے۔"

گجرات سے شائع ہونے والے اخبارات خاص طور پر لوک ستہ نے اجتماع کے تینوں دن کی تفصیلات نمایاں طور پر شائع کیں اس اجتماع کی وسعت و عمومیت اور اس سے پیدا شدہ اثرات کو زائد بہتر طور پر سمجھنے کے لیے یہاں لوک ستہ اخبار کی تینوں دن کی رپورٹ کا ایک جامع خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

"مذہب اسلام کو پھیلانے اور اسلام کے دکھائے ہوئے طریقہ پر لوگوں کو ترغیب دینے اور اس پر چلنے کے لیے آل انڈیا تبلیغی اجتماع بڑودہ مقام پر شروع ہونے والا ہے اس میں شرکت کے لیے سعودی عرب، عراق، ترکی، سری لنکا، لبنان، کویت، شام، انگلینڈ، جرمنی اور افریقہ وغیرہ سے تقریباً ستر جماعتیں آچکی ہیں اور دیگر ممالک سے بھی جماعتوں کے آنے کی امید ہے اس کے علاوہ ہندوستان کے تقریباً تمام صوبوں سے تبلیغی جماعت کے چاہنے اور ماننے والوں کی آمد تین دن سے جاری ہے۔

جنوبی گجرات کے اندر کاوی اور سورت کے بعد بڑے پیمانے پر ہونے والا یہ اجتماع ہے، بڑودہ کے پانی دروازہ سے تقریباً ڈیڑھ میل دور اجتماع

کی جگہ ۵۰۰×۵۰۰ ہے جس کے لیے ستر ہزار میٹر کپڑے کا وسیع پنڈال تیار کیا گیا ہے' آنے والے ہزاروں مسلمانوں کے لیے کھانے کے ہوٹلوں کا خاص طور پر انتظام ہے۔ شہر سے تقریباً ڈھائی تین میل دور ہونے والے اجتماع کی جگہ پر مسلمانوں کو پہونچانے کے لیے تقریباً چالیس بسوں کا انتظام کیا گیا ہے اجتماع گاہ تک لائٹ کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے بڑودہ میونسپل کارپوریشن نے کھمبے کھڑے کراکر بجلی کے تار وہاں تک پہونچا کر بجلی کا بہت اچھا انتظام کیا۔ اس اجتماع میں حصہ لینے کے لیے بعض تو اسپیشل ٹرین سے اور بعضے بسوں اور ذاتی موٹروں سے آئے ہیں۔ نو نومبر میں صبح کی نماز کے بعد مکہ سے آئی ہوئی جماعتوں کے امیر شیخ محمد سعید نے تقریر کی۔

۱۰ر نومبر میں لبنان کے جناب سعد الدین صاحب کی تقریر ہوئی' انھوں نے اپنی جوشیلی تقریر میں فرمایا کہ انسانی زندگی ایک سفر ہے جو آدمی پالنہار یعنی خدا کے سامنے نہیں جھکتا اس کو ذلیل انسانوں یا بندر اور کتوں کے سامنے جھکنا پڑتا ہے۔

کاوی اور سورت میں بھی پہلے ایسے اجتماع ہوئے تھے لیکن بڑودہ میں ہونے والے اس اجتماع میں ریلوے ٹکٹ کھانے کے لیے ہوٹل، سواری کا انتظام' پانی' راستے کی صفائی اور روشنی وغیرہ کے انتظام کا۔ مسافروں نے اچھا اثر لیا' اس اجتماع گاہ کی جگہ آج ایک شہر جیسی ہوچکی ہے گم شدہ چیز بھی امانت گھر میں آجاتی اور جس کی ہوتی اس کو مل جاتی تھی۔ اس اجتماع میں عورتیں نہیں آسکتی تھیں اور تصویریں بھی نہیں لی جاسکتی تھیں یہاں ایسے ایسے منظر دیکھنے میں آئے جو بڑودہ میں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے۔

۱۱ر نومبر دوشنبہ میں تبلیغی جماعت کا اجتماع حضرت جی کی پون گھنٹے کی دردآمیز دعا کے بعد ختم ہوا۔ غیر سرکاری اطلاع کے مطابق اس اجتماع میں

پورے ملک سے چار سو تیس جماعتیں اور مختلف ممالک سے تقریباً ساٹھ مہمانوں نے حصہ لیا، اجتماع میں غیر سرکاری اطلاع کے مطابق ۳۵ ہزار سے ۴۰ ہزار آدمی شریک تھے۔

ہندوستان کے مشہور عالم مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے دوران تقریر فرمایا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام کی اشاعت تلوار یا دوسرے مہلک ہتھیاروں کے ذریعہ ہوئی یہ ایک کھلا ہوا بہتان ہے بلکہ اسلام کے عمدہ اخلاق اور اس کے ماننے والوں کے اچھے عمل سے اسلام کی اشاعت ہوئی ہے اور جہاں جہاں بھی مسلمانوں کو جنگ کرنی پڑی ہے وہ ظلم کو مٹانے کے لیے کی گئی ہے[1]

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے روزنامچہ کے مطابق اس اجتماع کے لیے انگلینڈ سے تین جماعتیں آئیں، پہلی جماعت گیارہ احباب کی تھی جو تین چلہ کے قصد سے بڑودہ پہونچی۔ دوسری جماعت بذریعہ کار وہاں سے روانہ ہو کر راستہ میں کام کرتے ہوئے بڑودہ آئی۔ اس جماعت میں مولانا محمد یوسف صاحب متالا زاد مجدہٗ اور ان کے متعدد رفقاء تھے ان اصحاب کو ایران میں گاڑی کے ایکسیڈنٹ کا دلدوز سانحہ پیش آیا جس میں ایک ساتھی موقع پر شہید اور بقیہ زخمی ہوئے۔

تیسری جماعت جو گیارہ نفر پر مشتمل تھی، ہوائی جہاز سے بمبئی آ کر بڑودہ میں شریک اجتماع ہوئی، نیز زمبیا، ماریشس ری یونین، مراکش، ترکی کے بھی متعدد کام کرنے والے ساتھی مختلف راستوں سے آ کر اجتماع میں شریک ہوئے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو مختلف وجوہ سے اس اجتماع کا بہت خیال اور فکر لگا ہوا تھا۔ حضرت جی رحمہ اللہ اور مولانا محمد موسیٰ صاحب گجراتی کے نام اس موقع پر لکھے جانے والے مکاتیب کے دو اقتباس سے اس فکر و خیال کی کچھ تشریح سامنے آتی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] روزنامہ لوک ستہ ۹ تا ۱۱ رنومبر ۱۹۶۸ء۔

"بڑودہ سے روزانہ ایک کارڈ لکھ دینے پر کسی ایسے شخص کو متعین کر دیں جو زیادہ مشغول نہ ہو۔ نیز آپ کے جلسہ کے خلاف جو کوئی اشتہار شائع ہو، ان سب کو اہتمام سے جمع کرتے رہیں اور اپنے ساتھ لیتے آویں۔"

(مکتوب بنام حضرت جی محررہ ۳؍ شعبان ۱۳۸۸ھ)

"ہجوم کی کثرت اور اہل بدعت اور جن سنگھ کا اڈہ ہونے کی وجہ سے (اجتماع کا) فکر ہو رہا ہے، میں نے مولانا انعام الحسن صاحب کے خط میں بھی لکھا ہے آپ بھی اہتمام سے مولانا انعام صاحب منشی بشیر صاحب سے تقاضہ کر دیں کہ وہ ضعفا اور معذورین کو اپنی غیبت میں خاص طور سے دعا کے لیے مامور کر کے جاویں۔"

(مکتوب بنام مولانا محمد موسیٰ صاحب محررہ ۳؍ شعبان ۱۳۸۸ھ)

اس ارشاد گرامی کے مطابق حضرت جی رہ نے اپنی واپسی تک مرکز کی مسجد میں چند افراد اعتکاف اور دعا کے لیے متعین فرما دیئے تھے۔

اس اجتماع سے فارغ ہو کر حضرت مولانا کاوی، سامرود، کنتھاریہ اور رویدرا میں متعدد ذیلی اجتماعات کرنے کے بعد پندرہ نومبر میں گجرات سے دہلی کے لیے روانہ ہوئے۔

دہلی پہنچ کر اس اجتماع کے متعلق حضرت مولانا نے ایک اہم تفصیلی خط حضرت شیخ رہ کو لکھا تھا۔ اس مکتوب سے اجتماع کے فوائد و منافع، عمومی رجحانات اور اس کے دور رس اثرات پر بڑی گہری روشنی پڑتی ہے۔ یہ مکتوب ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

" مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

الحمد للہ گیارہ بجے بخیریت حضرت نظام الدین پہونچ گئے (اجتماع) محض اللہ کے فضل سے بہت ہی خیر وخوبی کے ساتھ انجام کو پہونچا۔ ہر طبقہ ہر جماعت ہر فرقہ بہت متاثر اور عقیدت سے جھکا ہوا تھا، بوہروں کے سب سے بڑے امام ملے اور جلسہ میں شریک رہے، شیعہ کے سب سے بڑے مجتہد

(کل ظہر کے بعد مستورات میں بندہ کا بیان تھا' تین سے چار تک بیان ہوا ــــ) اس میں شریک رہے' جب بندہ دعا کر کے اٹھا' اٹھ کر ہاتھ چومے اور فرمایا کہ ایک گذارش ہے' پانچ منٹ کے لیے میرے گھر چل' لیکن بندہ نے عرض کیا کہ ۵½ بجے گاڑی ہے' اپنے مقام پر پہونچ کر عصر کی نماز پڑھ کر اسٹیشن جانا ہے' انھوں نے اصرار کیا بہت لجاجت کے ساتھ' لیکن بندہ نے وقت نہ ہونے کا عذر کر دیا' جماعت اسلامی والے بھی چاہتے تھے کہ ان کے یہاں کچھ وقت کے لیے صرف چائے پی لی جائے۔

مبتدعین بھی خوب شریک رہے اور یہ کہا کہ ہمیں اندھیرے میں رکھا گیا اصل اسلام یہی ہے۔ عام غیر مسلموں نے یہ کہا کہ ہمیں بھی اپنے اجتماع کی دعوت دینی چاہیئے۔ اخبارات میں اچھے ہی تاثرات نکلے ہیں۔ حکام بھی متاثر تھے۔

جنات کی تعداد شرکا' تین ہزار سے زائد تھی' آٹھ سو سے زائد جماعت میں نکلے۔ پیر کی شام کو بڑودہ سے روانہ ہو کر دو روز میں ۵۔ ۶ جگہ جانا ہوا' دو گھنٹہ کنتھاریہ بھی جہاں کے ایک صاحب اس ایرانی حادثہ میں شہید ہو گئے حاضری ہوئی۔ ڈھائی ہزار کے قریب افراد اور دو سو تین جماعتیں روانہ ہوئیں' بیرونی ممالک کی جماعتیں اس کے علاوہ ہیں جن کی تعداد ستره ہے' بس اللہ جل شانہ' قبول فرمائے۔ بخدمت مکرم معظم محترم جناب والد صاحب مدظلہ' سلام مسنون۔ والسلام

محمد انعام الحسن غفرلہ'

اجتماعِ بنگلور حضرت مولانا جنوبی ہند کے اس اجتماع کے لیے اٹھارہ جمادی الثانیہ ۱۳۸۹ھ مطابق دو ستمبر ۱۹۶۹ء منگل میں دہلی سے روانہ ہوئے مولانا محمد ہارون' مولانا محمد عمر' منشی بشیر احمد' مولانا مستقیم احمد' ڈاکٹر غلام کریم' میانجی محراب قاری ظہیر' حافظ عبد العزیز' بابو ایاز الدین یہ دس نفر کا قافلہ آپ کی ہمرکابی میں تھا بھوپال

سے مولانا محمد عمران خاں صاحب بھی شریک سفر ہو گئے تھے۔ دو رات اور دو دن ٹرین میں گذرے، جمعرات کی شام میں بعد عصر مدراس پہونچنا ہوا، اور اسی وقت یہاں کے ہفتہ واری اجتماع میں شرکت کے لیے مرکز آئے اور دو گھنٹہ اس میں شرکت کے بعد بیان و دعا فرماکر فوراً بنگلور کے قصد سے اسٹیشن آ گئے اور نماز عشاء اسٹیشن پر ادا کرکے بنگلور کے لیے روانہ ہو گئے۔

بنگلور میں بہت بڑا اجتماع تھا لیکن دو ہفتہ سے مسلسل بارش کی وجہ سے تمام نظم بے قابو ہو رہا تھا لیکن اللہ جل شانہ نے کھلی مدد فرمائی کہ اجتماع کے ایام میں بارش تھم گئی۔ حضرت مولانا اس نصرت الٰہیہ کا تذکرہ اپنے ایک مکتوب (بنام حضرت شیخ) میں اس طرح کرتے ہیں:

"بنگلور میں دو ہفتہ سے بارش کا سلسلہ تھا، اپنے احباب اور منتظمین جلسہ خوب پریشان تھے صبح کو ۷ بجے بنگلور پہونچے، خوب سردی ہو رہی تھی، اول تو بنگلور خود سرد مقام ہے پھر بارش اور ہوا کی تیزی سے اچھی خاصی سردی تھی۔ جمعہ کی صبح کو بنگلور پہونچے، شام سے اجتماع شروع تھا بندہ نے سب کو تسلی دی اور سمجھایا کہ بالکل پریشان ہونے کی ضرورت نہیں غیر اختیاری چیز میں اضطراب کی کوئی وجہ نہیں، جتنا اپنے اختیار میں ہے اس کے مکلف ہیں، ایسی صورت میں جتنا ہو سکے گا کریں گے مگر خدائے پاک کی قدرت جلسہ شروع ہونے کے بعد جلسہ گاہ میں جلسہ کے ختم ہونے تک بارش نہیں ہوئی، شہر میں خوب بارش ہوئی، اور جلسہ گاہ میں بالکل نہیں (ہوئی) — اللہ جل شانہ نے اسی کو قلوب پر عمومی اثر پڑنے کا ذریعہ فرما دیا باوجود سردی اور ہوا کے بہت بڑا اجتماع ہوا۔ چھ سو نفر سے زائد چلہ تین چلہ کے افراد نکلے، ۲۰ جماعتیں بیرون ملک کی بنی، جن میں سات تو فوری روانہ ہو گئیں بقیہ اپنے مسائل پاسپورٹ وغیرہ کی تیاری میں مشغول ہو گئی۔"

(مکتوب محررہ ۳ر اکتوبر سنہ ۱۹۶۹ء)

اس اجتماع سے چلہ تین چلہ کے لیے چھ سو سے زائد افراد نکلے، ۲۰ جماعتیں بیرون ملک کے لیے تیار ہوئیں۔ ظہر بعد خواتین کا اجتماع تھا اس سے فارغ ہو کر حضرت جی میسور کے لیے روانہ ہو گئے۔ عشاء کے قریب وہاں پہونچے اور فوراً ہی بیان شروع فرما دیا۔ مذکورہ بالا مکتوب کی مزید چند سطور یہ ہیں ؛

"عشاء کی نماز میسور پہونچ کر پڑھی۔ عشاء کے بعد بندہ کا بیان ہوا۔ اسی مسجد میں جہاں سے دیوبندی امام کو نکال دیا تھا۔ بندہ نے محبت رسول ہی پر بات کی، الحمدللہ بہت اللہ پاک نے اثر دیا۔ صبح کو واپسی میں سلطان شہید ٹیپو کے مزار پر حاضری ہوئی۔"

حضرت مولانا کا یہ پورا سفر تیس یوم کا تھا جس کا نظام اور پروگرام اس طرح ترتیب دیا گیا تھا کہ شروع کے دو دن ٹرین میں گزرے پھر ۲۰ ؍جمادی الثانی میں مدراس ۲۲ ؍سے ۲۵ ؍تک بنگلور، ۲۵ ؍کی شام میں میسور میں اجتماع۔ ۲۶ ؍کو سیلم مولانا شفیق صاحب کے مدرسہ میں اجتماع، مسجد کا افتتاح اور مزید درس گاہوں کا سنگ بنیاد، اسی تاریخ میں شام کے وقت بمقام پلاپٹی حضرت مولانا کا بیان۔ ۲۷ ؍میں ڈنڈیگل تا ۲ ؍رجب میں ڈنڈیگل سے جماعتوں کی روانگی کے بعد کالیکوٹ کے لیے روانگی۔ ۶ ؍رجب میں بذریعہ کار کوچین، وہاں سے اسی وقت روانگی برائے مدراس، ۱۰ ؍میں حیدرآباد ——— ۱۳ ؍میں یہاں سے ناگپور، ۱۵ ؍میں آشٹہ پہنچ کر ۱۸ ؍میں یہاں سے نظام الدین دہلی کے لیے روانگی اس پورے سفر میں بنگلور، ڈنڈیگل میں دو بڑے سہ روزہ اجتماعات ہوئے جن سے بہت سی جماعتیں تیار ہو کر نکلیں۔

دو اکتوبر میں یہ طویل سفر مرکز نظام الدین دہلی پہنچ کر ختم ہوا۔ حضرت مولانا اپنے اختتام سفر کی اطلاع حضرت شیخ رح کو ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں ؛

"کل دو اکتوبر پنج شنبہ میں بخیر الحمدللہ واپس نظام الدین پہنچنا ہوا۔ الحمدللہ پورا سفر بہت عافیت اور خیریت کے ساتھ اور خدائے عزوجل کی کھلی مشاہد نصرتوں کے ساتھ ختم ہوا۔" (مکتوب محررہ ۳ ؍اکتوبر ۱۹۶۹ء)

دورۂ گجرات

حضرت مولانا کے سورت اور بڑودہ کے اسفار اس سے قبل ۱۳۸۶ھ اور ۱۳۸۸ھ میں ہو چکے تھے لیکن عظیم تر دعوتی مقاصد کے پیش نظر جمادی الثانی ۱۳۹۰ھ میں آپ نے گجرات کا طویل دورہ فرمایا ـــ اس دورہ کی مشغولیت و مصروفیت اور نظم اوقات ـــ کی تفصیل مولانا محمد عمر صاحب اور دیگر احباب کی تحریروں سے مرتب کر کے یہاں پیش کی جاتی ہے۔

"۲۴ر جمادی الثانی ۱۳۹۰ھ (۲۸ر اگست ۱۹۷۰ء) جمعہ کو ڈیلکس سے چل کر اگلے دن دوحد پہنچ کر کاروں کے ذریعہ یہ قافلہ گودھرا پہنچا۔ یہاں کے ایک روزہ قیام میں جماعتیں روانہ کرنے کے بعد لوناواڑہ کے مدرسہ میں کچھ دیر ٹھہرتے ہوئے تاراپور پہونچے، یہاں کے ایک روزہ قیام میں اجتماع ہوا۔ اور جماعتیں روانہ کی گئیں، اس کے بعد وڈالی ضلع سابنھر کانٹھا، چھاپی، گٹھامن، پالن پور ایک ـــ ایک دن ٹھہر کر جماعتیں رخصت کرتے ہوئے براستہ سیدھ پور احمد آباد آئے یہاں بھی احباب کا بڑا مجمع تھا جو جماعتوں میں نکلنے کے لیے آئے تھے، بعد ازاں آنند ایک دن قیام کے بعد بڑودہ آمد ہوئی ۵ اور ۶ر رجب میں یہاں قیام ہوا اور ان دو دنوں میں جماعتوں کی روانگی کے ساتھ تقریباً نصف یوم بیرون والوں کا مشورہ اور ان کے مسائل پر غور و خوض ہوتا رہا۔ رجب کی ۷ اور ۸ تاریخ کاوی میں گذری یہاں بھی یہی ترتیب رہی۔ بعد ازاں سامرود ہوتے ہوئے بھروچ کے اجتماع میں شرکت کر کے جماعتیں رخصت کی گئیں پھر کشتی کے ذریعہ دلوا گئے، نماز جمعہ کی ادائیگی کوسمبا میں کی گئی پھر ترکیشور کا سفر ہوا۔ دس رجب میں یہاں سے راندیر پہونچ کر جامعہ حسینیہ میں ختم بخاری شریف اور ۱۱ر رجب میں اجتماع میں مشغولیت اور جماعتوں کی روانگی ان میں بیان اور دعا اور جامعہ اشرفیہ میں ختم بخاری کی مصروفیت رہی، یہاں سے سورت اور رادھنا بھی ـــ تشریف لے گئے۔ کچھ دیر ڈابھیل مدرسہ میں بھی ٹھہرنا ہوا۔ بعد ازاں ۱۳ر رجب میں پانولی پہونچ کر ایک شب و روز قیام فرمایا پھر بلساڑہ روانگی ہوئی، ان دونوں مقامات پر بھی چھوٹے چھوٹے اجتماعات تھے بلساڑہ سے بذریعہ

کار واپی ہوتے ہوئے بمبئی اور پھر ہوائی جہاز سے پونہ پہنچ کر ۳۶ گھنٹے کے یہاں کے قیام میں اجتماع سے فارغ ہوکر، ۱۱ رجب میں دوبارہ بمبئی آئے۔ اور ایک دن بعد مانگ رول، جودھ پور، جوناگڈھ وغیرہ کے لیے روانہ ہوگئے۔ اور ۲۱ رجب کو دہلی میل سے دہلی کے لیے روانہ ہوکر ۲۲ رجب ۲۴ ستمبر جمعرات کی صبح میں مرکز نظام الدین پہونچے اور پھر آنے والی شب میں ــــ جنتا ایکسپریس سے روانہ ہوکر ۲۳ تاریخ میں سہارنپور ۲۴ میں رائے پور ۲۵ میں کاندھلہ قیام فرماتے ہوئے ۲۶ میں نظام الدین دہلی واپسی ہوئی۔"

جناب الحاج حبیب نصیر الدین صاحب کی یادداشت کا یہ تفصیلی اندراج بھی اسی موقع پر مطالعہ کے قابل ہے۔ لکھتے ہیں:

"۱۹۶۰ء میں یہ سوچا گیا کہ گجرات میں کسی ایک جگہ بڑے اجتماع کے بجائے حضرت جی رح کا گجرات کا دورہ کرایا جائے تاکہ ہر جگہ کا کام سامنے آئے اور پورے علاقہ گجرات میں دعوتی کام میں یکسانیت پیدا ہو اور ہر ضلع کے ذمہ داروں میں احساس پیدا ہو۔ چنانچہ حضرت جی سے مشورہ اور اجازت کے بعد یہ ترتیب بنی کہ ہر ضلع میں کسی ایک مقام پر وہاں کے احباب تین دن کے لیے جمع ہوں اور پہلے دن اس ضلع کے ذمہ دار مجمع کو سنبھالیں اور دوسرے دن حضرت جی اور ذمہ دار احباب آجائیں اور دوسرے دن خصوصی حلقے پرانوں کا جوڑ، بیرون کی تشکیلیں اور مستورات میں کام کیا جائے اور تیسرے دن حضرت والا جماعتیں روانہ کرکے اگلے مقام پر روانہ ہوجائیں۔ چنانچہ ۳۵ دن کا نظام بنا کر پورے گجرات کاٹھیاواڑ اور پونہ تک اس طرح محنت کی گئی۔ کاٹھیاوار جانے کے لیے بمبئی سے کیشود اور وہاں سے مانگرول واپسی میں جوناگڈھ اور وانکانیر ہوتے ہوئے احمد آباد واپسی ہوئی، اسی طرح دہلی سے داہود ہوتے ہوئے گودھرا، لوناواڑہ، تارہ پور، بناس کانٹھا، احمد آباد، بڑودہ

بھروچ، سورت، بلساڑ ہوتے ہوئے بمبئی آمد ہوئی۔

ان ایام میں گجرات میں بڑی بارشیں ہوئیں۔ راستے بند ہونے کے باوجود ہر جگہ جانا ہوا، یہاں تک کہ حضرت جی بھروچ سے نربدا ندی میں کشتی میں سوار ہوکر دوسرے کنارے پہونچ کر اور وہاں سے کافی دور پیدل چل کر پھر موٹروں میں بیٹھ کر جہاں کا نظام تھا وہاں تشریف لے گئے اسی طرح بناس کانٹھا میں بھی، بارش کی وجہ سے رکاوٹ آئی لیکن اللہ جل شانہ نے ہر جگہ مدد فرمائی۔

اسی سفر میں لونا واڑہ سے تارہ پور جاتے ہوئے حضرت والا سے انگلستان کا سفر ہونے پر گفتگو ہوئی جس کے نتیجہ میں ۱۹۷۲ء میں سفر انگلستان طے ہوا۔

دورہ مشرقی اصلاع

۲۲ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ (۱۸ مئی ۱۹۷۱ء) میں حضرت مولانا نے مشرق اضلاع کا ایک طویل دورہ فرمایا جس کے لیے مذکورہ تاریخ میں دہلی سے ایرانڈیا سے کانپور، ۲۰ مئی کو کانپور سے بذریعہ کار براہ لکھنؤ، سیتاپور، ۲۱ مئی کو سیتاپور سے بذریعہ ریل تحصیل فتح پور۔ ۲۲ کو فتح پور سے بذریعہ کار بارہ بنکی، پھر ٹرین سے بستی، یہاں سے بذریعہ کار اسرہ شہید، خلیل آباد ہوتے ہوئے گورکھپور آمد ہوئی۔ ۲۴ میں یہاں سے بذریعہ کار مئوناتھ بھنجن۔ ۲۵ میں یہاں سے دیوگاؤں اور بنارس۔ ۲۶ میں جونپور اور صبر حد۔ ۲۷ میں ٹانڈا، فیض آباد۔ ۲۸ میں سلطان پور اور رائے بریلی۔ ۲۹ میں پرتاپ گڈھ۔ ۳۱ کو یہاں سے بذریعہ کار الٰہ آباد، یکم جون منگل میں الٰہ آباد سے بذریعہ ریل لکھنؤ پہنچ کر ۲ جون آٹھ ربیع الثانی بدھ کر دہلی کے لیے روانگی ہوئی۔

اس پورے نظام الاوقات اور پروگرام سے اس سفر میں ہونے والی غیر معمولی جدوجہد کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ آپ کے تمام اسفار نشستند و گفتند و برخاستند کا مصداق نہ ہوکر بھرپور قربانی و جانفشانی کی عملی

تصویر ہوتے تھے۔

دورۂ گجرات و مدراس وغیرہ

۲۰؍صفر ۱۳۹۲ھ (۵؍اپریل ۱۹۷۲ء) بدھ میں آپ کے اس طویل سفر کا آغاز مرکز دہلی سے ہوا ـــــ جمعرات ۲۱؍صفر کو پالن پور اتر کر سیدھنی میں قیام ہوا۔ یہاں کے اجتماع سے ۳۴ ـــــ جماعتیں تیار ہو کر روانہ ہوئیں۔ ۲۲؍صفر کو سیدھنی سے کالیڑا۔ گٹھامن ہوتے ہوئے کاکوسی آمد ہوئی۔ یہاں ایک مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھ کر اور بعیت وغیرہ فرماکر شام کو احمدآباد روانہ ہوئے۔ عشاء کے قریب یہاں پہونچے اور اسی وقت اجتماع گاہ پہونچ کر بیان و دعاء فرماکر، ارجماعتوں سے مصافحہ کر کے انھیں رخصت کیا۔ ۲۴؍صفر میں بڑودہ اور ۲۵؍میں تنکاریہ بھروچ میں قیام ہوا۔ بھروچ میں علماء کا بڑا مجمع موجود تھا۔ حضرت مولانا نے ان میں بیان فرمایا اور ایک ایک سال کی تشکیل فرماکر جماعت میں جانے والوں سے رخصتی مصافحہ کیا۔ ۲۶؍صفر میں رویدرہ ہوتے ہوئے پالنولی پہنچے اور یہاں سے شب میں بذریعہ کار سورت آکر اگلے دن ۲۷؍صفر بدھ میں بمبئی۔ پہنچ کر سیدھے اجتماع گاہ تشریف لے گئے اور بیان و تقریر کے بعد جماعتیں روانہ فرمائیں۔ ۲۸؍میں بذریعہ ریل میرج آئے اور یہاں سے ریل بدل کر بیل گام اور ۳۰؍صفر کو بیل گام سے بذریعہ کار بنگلور۔ ۳؍ربیع الاول میں بنگلور سے رام نگرم اترتے ہوئے بذریعہ کار میسور۔ اگلے دن میسور سے بنگلور آکر شام چھ بجے آئیلینڈ ایکسپریس سے ارناکولم، ۵؍ربیع الاول کی شام کو بذریعہ کار کوچین، وہاں سے کار سنجاریلی۔ ۹؍ربیع الاول میں، یہاں سے بذریعہ کار ڈنڈیگل، بارہ میں یہاں سے بذریعہ کار ترچناپلی۔ ۱۳؍تاریخ میں ـــــ لال پیٹ۔ ۱۴؍میں یہاں سے بذریعہ کار مدراس (۱۶؍ربیع الاول، یکم مئی) میں ـــــ مدراس سے حیدرآباد ایکسپریس سے روانہ ہو کر ۱۷؍میں حیدرآباد۔ ۲۰؍کو یہاں سے بذریعہ ریل پونہ، ۲۱؍کو اورنگ آباد ۲۳؍کو مالی گاؤں ۲۴؍میں بذریعہ ٹرین امراؤتی ۲۶؍میں یہاں سے بذریعہ کار ناگ پور پہونچ کر اسی تاریخ میں جنتا ایکسپریس ـــــ سے روانہ ہو کر نظام الدین پہونچے اور ایک دن یہاں قیام کے بعد ۲۹؍ربیع الاول۔

اتوار کو حضرت شیخ کی خدمت میں سہارنپور تشریف لائے اور اگلے دن بعد نماز فجر آنمخدوم کی معیت میں گنگوہ کا سفر فرمایا اور شام کو سہارنپور واپس ہو کر اگلے روز ۲ ربیع الثانی ۱۶ مئی منگل میں بذریعہ کار سہارنپور سے دہلی مراجعت فرمائی۔

اجتماع حیدرآباد

۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء میں ہونے والا یہ سفر حیدرآباد، مدراس (جنوبی ہند) سے واپسی میں ہوا۔ آپ[1] ۲۰ صفر ۱۳۹۲ھ (۵ اپریل ۱۹۷۲ء) میں گجرات کے قصد سے دہلی سے روانہ ہوئے اور پالن پور، سیدھنی کالیڑا، گٹھامن، حیدرآباد، بڑودہ بھروچ، رویدرا، پانولی اور سورت میں ہونے والے چھوٹے بڑے اجتماعات سے فارغ ہو کر بمبئی اور بیلگام تشریف لے گئے اور وہاں سے بنگلور، میسور، ارناکولم، کوچین، کانجاپلی، ڈنڈیگل، مدراس کا طویل دورہ فرما کر ــــ ربیع الاول (یکم مئی) میں حیدرآباد پہونچے اور سہ روزہ قیام کے بعد پونہ، اورنگ آباد مالی گاؤں، امراؤتی، ناگ پور ہوتے ہوئے ستائیس ربیع الاوّل (۱۲ مئی) میں بخیر و عافیت دہلی تشریف لائے۔

ذیل میں پیش کیا جانے والا مکتوب جس میں آپ نے اورنگ زیب عالمگیر اور ملاجیون وغیرہ کے مزارات پر پیدا ہونے والی کیفیات روحانیہ کے بارے میں اپنے دلی تاثرات اور جذبات کا بے تکلفانہ اظہار فرمایا ہے۔ ۲۳ ربیع الاوّل مطابق ۸ اپریل میں اورنگ آباد سے تحریر کیا ہے:

"مخدوم ومکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پرسوں شنبہ کو پونہ سے ۵½ بجے روانہ ہو کر ۱۱½ بجے بحمد للہ بخیریت اورنگ آباد پہونچ گئے۔ اورنگ آباد میں اس مسجد میں اجتماع ہے جس میں (فتاوی) عالمگیری کی تالیف (ہوئی) ہے اور بندہ کا اسی حجرہ

---

[1] اس چالیس روزہ سفر کی تفصیلات اسی باب میں زیر عنوان "دورۂ گجرات ومدراس وغیرہ" ملاحظہ فرمائیں۔

میں قیام ہے جس میں ملا جیون علیہ الرحمہ کا قیام تھا۔ بہت سکون پورے اجتماع میں رہا، اور ملا جیون علیہ الرحمہ کے حجرہ میں اس قسم کے اثرات ہیں جیسے لوہاری میں حضرت میاں جی رح کے حجرہ میں ہیں۔ یہاں سے پندرہ میل کے فاصلے پر خلد آباد میں اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمۃ کے مزار پر حاضری ہوئی اور ان بزرگ کے مزار پر بھی حاضری ہوئی جن کے جوار کی وجہ سے عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں مدفون ہونے کی وصیت فرمائی تھی لیکن عالمگیر رح کی قبر کچی ہے، اوپر عمارت نہیں ہے نہ چادر ہے اور نہ کچھ اور ظاہری چیز ہے۔ ان بزرگ کے یہاں سب کچھ ہے۔ عالمگیر کی قبر پر وہ مزا آیا کہ پھر دوبارہ جانے کا تقاضا ہے اگرچہ موقع نہیں، اور ان حضرت کے یہاں زیادہ جی نہیں لگا۔ اب مالی گاؤں جماعتوں کی روانگی کے بعد جانا ہے، یہ بھی ڈیڑھ سو میل کا سفر ہے لیکن دوپہر میں ہے اور گرمی خوب ہے، اللہ ہی آسان فرماوے ـــــ ۱۱ر مئی میں ناگپور سے جنتا سے دہلی کے لیے جگہ مخصوص ہوگئی ہے۔ اللہ جل شانہٗ اس پورے سفر کو قبول فرماوے۔ ظاہری آثار تو بہت اچھے محسوس ہوئے ہیں ـــــ اللہ جل شانہٗ اپنے کرم سے ہی حقیقت پیدا فرمادے۔ سب رفقاء سلام مسنون کے بعد دعا کی درخواست کرتے ہیں والسلام

محمد انعام الحسن غفرلہٗ اورنگ آباد

۲۳ر ربیع الاول مطابق ۸ر اپریل ۱۹۷۲ء"

اس اجتماع سے فارغ ہونے پر اگلی منزل کی اطلاع دیتے ہوئے حضرت مولانا حضرت شیخ رح کو لکھتے ہیں:

"کل حیدر آباد کے اجتماع سے فارغ ہوکر شب میں گیارہ بجے جنتا سے روانہ ہوگئے اس وقت رات کے ساڑھے آٹھ بج رہے ہیں ـ اور

ناگ پور آنے والا ہے۔ گاڑی چار گھنٹہ لیٹ چل رہی ہے خیال ہوا کہ ایک کارڈ لکھ کر ناگ پور ڈال دیا جائے کہ وہاں سے طیارہ جاتا ہے، شاید جلدی پہنچ جائے۔ مولوی عمران خاں بھی ہمارے ہمراہ دہلی آرہے ہیں عزیز ہارون سلام عرض کرتا ہے۔ بعزیزان زبیر و شاہد و غیرہما دعوات ؛؛

دورۂ بنگال و بہار

۱۴ محرم ۱۳۹۳ھ (۱۸ فروری ۱۹۷۳ء) کی شام میں حضرت مولانا ڈیلکس سے روانہ ہو کر اگلے روز گیا اور وہاں سے بذریعہ کار چترا پہنچے۔ یہاں پندرہ، سولہ، سترہ محرم مطابق ۱۹، ۲۰، ۲۱ فروری میں ایک بڑا سہ روزہ اجتماع تھا۔ اس کے اختتام پر بذریعہ بس دھنباد، وہاں سے بذریعہ ٹرین بردوان اور پھر وہاں سے بذریعہ کار پنڈوہ پہنچے۔ ۱۸ محرم (۲۲ فروری) میں یہاں ایک روزہ اجتماع تھا، اس سے فارغ ہو کر بذریعہ کار کلکتہ ہوتے ہوئے مگراہاٹ آمد ہوئی، یہاں بھی ایک بڑا اجتماع متعین تھا اس سے فارغ ہو کر کلکتہ پہونچ کر ٹرین سے سمستی پور کا سفر ہوا۔ ۲۴ گھنٹے یہاں گذار کر بذریعہ کار چکیا اور بتیا آمد ہوئی۔ ۲۵ محرم (یکم مارچ) جمعرات میں بتیا سے بذریعہ ریل پالیزہ گھاٹ کے لیے روانہ ہو کر اگلے دن صبح میندور گھاٹ پہونچے پھر یہاں سے بذریعہ کار مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ جانا ہوا۔ اور شب میں بارہ بجے یہاں سے آسام میل سے روانہ ہو کر ۲۷ محرم ۳ مارچ میں بخیر و عافیت دہلی مراجعت فرمائی۔

اجتماع چلکانہ

چلکانہ ضلع سہارنپور کا ایک روزہ اجتماع ۳ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ (۷ مئی ۱۹۷۳ء) کی ظہر سے شروع ہو کر اگلے دن ختم ہوا۔ حضرت مولانا سات مئی کی صبح دہلی سے روانہ ہو کر سہارنپور پہونچے۔ حضرت شیخ کے دولت کدہ پر قیام و طعام کے بعد جائے اجتماع روانہ ہو گئے۔ اگلے دن جماعتوں کی رخصتی کے بعد بغیر کھانا کھائے فوراً سہارنپور تشریف لے آئے اور ۹ مئی بدھ کی صبح میں سہارنپور سے چل کر چند گھنٹے کاندھلہ قیام کے بعد شام کو دہلی واپس ہو گئے۔

جے پور کا اجتماع

جے پور میں اب تک اجتماع کی نوبت نہیں آئی تھی۔ یہ پہلا اجتماع تھا جو ۱۶، ۱۷، ۱۸؍ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ (۱۹، ۲۰، ۲۱؍ مئی ۱۹۷۳ء) میں وہاں ہوا۔ اور حضرت جیؒ نے اس میں شرکت فرمائی۔ آپ اٹھارہ مئی کا دن گذار کر شب میں دس بجے جے پور کے لیے روانہ ہوئے۔ اور چوتھے دن (۲۲؍ مئی میں) واپس تشریف لائے۔

جے پور اجتماع کی تاریخ لینے والے احباب ورفقاء نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ اس اجتماع سے ۸۰۰ نفر چلہ، تین چلہ کے لیے نیز پانچ جماعتیں بیرون ملک کے لیے دی جائیں گی، چنانچہ ان حضرات نے اپنا یہ وعدہ پورا کیا۔

قارئین اس اجتماع کی تفصیلی کارگزاری اس مکتوب کے حوالہ سے پڑھیں جو آپ نے دہلی پہونچ کر حضرت شیخؒ کو مدینہ منورہ تحریر فرمایا۔ لکھتے ہیں:

”۱۹، ۲۰، ۲۱؍ مئی کو جے پور میں اجتماع تھا۔ جے پور میں یہ پہلا ہی اجتماع تھا، بدعت کا گڑھ ہے، مسجدوں میں جماعتوں کو ٹھہرنے نہیں دیتے تھے، اجتماع سے تین روز پہلے علیگڑھ کی جماعت کو مسجد سے نکال دیا تھا لیکن الحمدللہ، اللہ جل شانہٗ کے فضل سے اجتماع بہت اچھا رہا۔ بہت بڑا اجتماع تھا ہر طبقہ خوب کثرت سے شریک ہوا اور ہزاروں نے توبہ بھی کی، اور اب تک اپنی غلط فہمی میں رہنے کا اقرار کیا۔ بندہ نے محبت رسول اور محبت کا ثبوت صرف اتباع ہے ورنہ دعویٰ محبت غلط ہے اور اتباع سنت کو بیان کیا اور الحمدللہ بدعت کا نام لیے بغیر خلاف سنت کو خوب کہا۔ سب بہت ہی اچھا اثر بتاتے ہیں، اجتماع عیدگاہ میں تھا لیکن اللہ جل شانہٗ کا فضل ہوا کہ اجتماع سے پہلے کچھ بارش ہوگئی تھی، جس سے لُو اور آندھی کا سلسلہ ان تینوں روز میں نہیں ہوا ورنہ راجستھان کی گرمی لُو اور آندھی ہم جیسے ضعفاء کو ڈرا رہی تھی۔ راجستھان کے وزیر اعلیٰ برکت اللہ اجتماع میں شرکت کے لیے آرہے تھے راستہ

میں ٹرک سے ٹکر ہوئی، جس سے پانچ دانت ٹوٹ گئے ہاتھ میں بھی ضرب آئی، مگر الحمدللہ جان بچ گئی۔ بندہ سے میوات کے ایک جلسہ میں ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوا، پہلے مل چکے تھے اور دو ڈھائی گھنٹہ ساتھ رہے تھے"

(مکتوب محررہ ۲۳ مئی / ۱۹ ربیع الثانی)

اجتماع شاملی کاندھلہ سے ملحق اس علاقہ میں ایک تبلیغی اجتماع (جس کی صحیح تاریخ معلوم نہیں ہوسکی) جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ (جون ۱۹۷۳ء) کے پہلے ہفتہ میں منعقد ہوا۔ حضرت مولانا نے اس میں شرکت فرمائی۔ اس اجتماع میں برادران وطن نے بڑی تعداد میں نہ صرف شرکت کی بلکہ پورے غور وفکر سے ہونے والے بیانات سنے اور متاثر ہوئے۔

حضرت مولانا مدینہ منورہ بھیجے جانے والے ایک گرامی نامہ میں ان تاثرات کی تفصیل اس طرح لکھتے ہیں:

"شاملی کے اجتماع میں برادران وطن اور جن سنگھی بھی کثرت سے تھے۔ حشر ونشر اور قبر کے بیان پر وہ بھی انگشت بدنداں بتائے گئے اور اس سوچ میں پڑ گئے کہ قیامت میں ہمارے سے بھی سوال ہوگا اور سنا گیا ہے کہ گہری سوچ میں ہیں اور مداح ہیں کہ ایسا جلسہ ہم نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ یہ مالک کی کرشمہ سازی ہے ورنہ من آنم کہ من دانم، بہرحال دعا کی امید پر جی رہے ہیں"

(اقتباس مکتوب بنام قاضی عبدالقادر رح محررہ ۹ جون ۱۹۷۳ء)

اجتماع بیگی رستم علاقہ گنگوہ میں ہونے والے اس ایک روزہ اجتماع کے لیے حضرت مولانا آٹھ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ (۱۰ جون ۱۹۷۳ء) اتوار میں دہلی سے گنگوہ پہونچے اور امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے مزار مبارک پر فاتحہ پڑھتے ہوئے اجتماع گاہ روانہ ہوگئے۔ چوبیس گھنٹہ کے اس اجتماع میں حضرت مولانا نے عمومی وخصوصی ملاقاتیں، بیان، بیعت، دعا ومصافحہ

وغیرہ تمام لوازمات اجتماع بڑے اہتمام سے پورے فرمائے اور اگلے دن سہارنپور و کاندھلہ ہوتے ہوئے دہلی واپس تشریف لے گئے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ اس وقت مدینہ منورہ قیام فرما تھے اور ان ہی ایام میں آنمخدوم نے آپ سے مدینہ منورہ میں طویل قیام کی شدید خواہش کا اظہار فرماکر ہندوستان مراجعت کے بارے میں مشورہ دریافت کیا تھا۔ دہلی پہنچ کر حضرت مولانا نے جو مکتوب آں مخدوم کو بھیجا اس میں اس مشورہ اور اجتماع کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار اس طرح فرمایا:

"بندہ دس جون کو صبح ۶ بجے نظام الدین سے بیگی رستم کے لیے روانہ ہوا۔ اور ساڑھے نو بجے مزار پر شرف یابی ہوئی۔ راستہ میں حضرت والا ہی کا تذکرہ رہا، بندہ عرض کر رہا تھا کہ آثار و قرائن اور اقوال طویل قیام کے ہیں اور بظاہر واپسی مشکل ہے لیکن مزار پر احاطہ میں داخل ہوتے ہی مسجد سے پہلے ہی دل میں یہ آیا اور بھر کر آیا کہ شیخ آویں گے، مزار پر بیٹھنے تک یہی حال رہا پھر جاتا رہا۔ ساڑھے دس بجے کے قریب مزار سے اٹھ کر جائے اجتماع بیگی رستم روانہ ہوئے گنگوہ سے تین میل پکی سڑک کے بعد چار پانچ میل کچی راہ تھی، اگلے روز ۱۱½ بجے بیگی رستم سے روانہ ہوکر پونے ایک بجے شاہ ولایت پر حاضری ہوئی وہاں پر ہی ظہر کی نماز پڑھی اور مزار پر حاضری ہوئی۔ عزیز مولوی طلحہ بھی بیگی رستم پہونچ گئے تھے۔ دہلی میں ان سے ــــ واپسی میں سہارنپور شب گذارنے کا وعدہ ہوگیا تھا، عزیز موصوف کی دلداری اور حضرت ناظم صاحب کی عیادت کی نیت تھی۔ ۱۲؍جون کو ۶½ بجے سہارنپور سے روانگی ہوئی اور ساڑھے آٹھ بجے کاندھلہ پہونچے۔ ڈیڑھ گھنٹہ کاندھلہ ٹھہر کر نظام الدین کے لیے روانگی ہوئی۔"

(اقتباس مکتوب محررہ ۱۵؍جون ۱۹۷۳ء، ۱۳؍جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ)

اجتماع باغپت

حضرت مولانا نے باغپت کے متعدد اجتماعات میں شرکت کی ہے تلاش وجستجو کے بعد آپ کے دور امارت میں ہونے والے جن اجتماعات کی تاریخیں ہمیں دستیاب ہوسکیں، ان کو یہاں درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ ۲۲ر ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ ۔ ۲۷ر جون ۱۹۷۰ء۔
۲۔ ۲۰ر جمادی الاولی ۱۳۹۲ھ ۔ ۳ر جولائی ۱۹۷۲ء۔
۳۔ ۶ر جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ ۷ر جولائی ۱۹۷۳ء
۴۔ ۱۰ر جمادی الثانیہ ۱۳۹۴ھ ۔ یکم جولائی ۱۹۷۴ء۔
۵۔ ۵ر رجب المرجب ۱۳۹۵ھ ۱۵ر جولائی ۱۹۷۵ء۔
۶۔ ۱۴ر شوال المکرم ۱۳۹۸ھ ۱۷ر ستمبر ۱۹۷۸ء
۷۔ ۲۴ر شوال المکرم ۱۴۰۱ھ ۲۵ر اگست ۱۹۸۱ء

بیس جمادی الثانیہ ۱۳۹۲ھ میں ہونے والا اجتماع بہت زیادہ مصروفیت ومشغولیت اور تعب ومشقت اپنے اندر لیے ہوئے تھا۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو جب تفصیلاتِ سفر کا علم ہوا تو حضرت مولانا نیز مولانا محمد عمر صاحب کو اسفار میں سہولت وراحت اختیار کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے تحریر فرمایا،

"اس طوفانی دورہ کے اندر اپنی اور مولانا محمد عمر صاحب کی صحت کا بہت ہی اہتمام رکھنا ضروری ہے بالخصوص جب کہ تم دونوں نیند کے بیمار بھی ہو، نہ بھاگ کر چلنا ہے نہ اکھڑ کر گرنا، مجھے تم دونوں کے اس طویل دورہ کا صحت کے اعتبار سے بہت فکر ہو رہا ہے فان المنبت لاارضا قطع ولاظہرًا ابقی یں بھی اپنی اس بیماری میں اپنی سابقہ بے اعتدالیوں کو خوب بھگت رہا ہوں، بھلا باغپت بارہ بجے پہنچنے کی کیا ضرورت تھی۔ جب کہ اصل تمہارا کام تو پیر کی صبح کا تھا عصر کے بعد چل کر عشاء کے وقت پہونچ جائے، تب بھی رات کا کچھ حصہ مل جاتا تمہارے کام کرنے والے اتوار کی صبح بلکہ بارکی

شام کو پہنچ جاتے"[1]

ذیل میں چھ جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ اور دس جمادی الثانی ۱۳۹۴ھ میں ہونے والے اجتماع باغپت کی تفصیل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱۳۹۳ھ میں ہونے والے اجتماع کے لیے ۵؍جمادی الثانی (۶؍جولائی ۱۹۷۳ء) میں آپ دہلی سے روانہ ہوکر کاندھلہ آئے۔ جمعہ اپنی خاندانی مسجد واقع محلہ مولویان میں ادا کیا۔ قیام وطعام حضرت مولانا الحاج افتخار الحسن صاحب زاد مجدہٗ کے یہاں ہوا اور بعد عصر ٹانڈہ چھپرولی کے اجتماع میں تشریف لے گئے اگلے دن دوپہر ایک بجے یہاں سے روانہ ہوکر ایسی حالت میں باغپت پہونچے کہ خوب بخار اور نزلہ زکام تھا، یہاں ہونے والے ایک روزہ اجتماع میں شرکت کے بعد ۷؍جمادی الثانی اتوار میں دہلی واپسی ہوئی۔

اجتماع حیدرآباد

رجب ۱۳۹۳ھ (اگست ۱۹۷۳ء) میں حضرت مولانا کا سری لنکا کا ایک سفر ہوا۔ جس کے ساتھ حیدرآباد اور مدراس کو بھی شامل کرلیا گیا۔ آپ تین رجب مطابق ۳؍اگست جمعہ میں حیدرآباد ایکسپریس سے دہلی سے حیدرآباد کے لیے روانہ ہوئے۔ اس سفر کے رفقاء یہ تھے۔ مولانا محمد ہارون، مولانا محمد زبیر الحسن، مولانا محمد عمر، مولانا عبدالعزیز کھلنوی، مولانا منیر الدین، مولانا احمد لاٹ، مولانا محمد سلیمان جھانجی، مولانا قاری ظہیر الحسن، الحاج خلیل مکی (فرزند الحاج نجم الہدیٰ صاحب مہاجر مکی)۔

اجتماع کے دوران زور دار بارش ہوئی۔ حضرت مولانا نے شرکائے اجتماع کو صابروشاکر رہنے کی تلقین فرمائی اور کسی بھی طرح کی فکر وتشویش کو رضا بالقضا اور تقدیر الٰہی پر یقین کے منافی تبلایا۔

چھ اگست کو آپ یہاں سے مدراس اور وہاں سے ۹؍اگست کو سری لنکا کے سفر

---

[1] اقتباس مکتوب محررہ ۲۱؍جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

پر روانہ ہوئے اور ایک ماہ کے دورہ سری لنکا کے بعد ۸ رشعبان ۷۶ء ستمبر ا میں دہلی تشریف لے آئے۔

مدراس پہونچ کر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو آپ نے روداد سفر پر مشتمل جو طویل مکتوب مدینہ منورہ ارسال فرمایا اس میں درج ذیل سطور اجتماع حیدرآباد سے متعلق ہیں،

"جمعہ ۳ر اگست کو مغرب کے بعد دہلی سے روانہ ہوکر یک شنبہ صبح کو حیدرآباد پہونچے۔ وہاں پہونچ کر معلوم ہوا کہ دو روز سے جس روز سے اجتماع شروع ہونے والا تھا اس کی شب سے بارش خوب ہو رہی ہے عصر کے وقت سے رات کو خوب ہوگئی ہے ہم لوگ اجتماع شروع ہونے کے ایک روز بعد پہونچے۔ بندہ نے لوگوں سے عرض کیا کہ گھبرانے کی بات نہیں شکر کرنا چاہئے۔ دو سال سے بالکل بارش نہیں تھی، مواشی کے لیے بالکل چارہ نہیں تھا کھیتی کے لیے بھی خشک سالی کی بنا پر بہت مشکلات و دشواریاں تھیں، حتیٰ کہ پینے کے لیے پانی بھی ناپ کر دیا جا رہا تھا، عثمان ساگر بہت بڑا تالاب ہے جس سے تمام بلدہ کو پانی دیا جاتا ہے اس میں صرف پانچ فٹ پانی رہ گیا تھا تین روز کی بارش میں انتیس ۲۹ فٹ پانی ہوگیا۔ مجمع کو تکلیف ضرور ہوئی لیکن الحمدللہ کسی کو شکایت نہیں ہوئی، بلکہ عام فضا شکر کی تھی، ایک رات جس میں ہم حاضر تھے، اس میں اجتماع ہوا۔ جلسہ گاہ میں نشیبی جگہ میں تو پانی تھا جو اونچی جگہ تھی اس پر مجمع بیٹھا اور بہت سا مجمع مسجد میں تھا، وہاں پر اپنے بیان کرنے والے بھیج دیئے گئے تھے الحمدللہ اچھی فضا بنی رہی۔ چھ سو کے قریب افراد جماعتوں میں قریب و بعید کے لیے نکلے۔"

(اقتباس مکتوب محررہ ۸ رجب شنبہ)

مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری مرحوم نے اس اجتماع کی تفصیلات اور جماعتوں کا گوشوارہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو مدینہ منورہ ارسال کیا تھا، اس کو ملاحظہ فرما کر

آپ اپنی مسرت وخوشی اور ساتھ ہی ساتھ اپنی ایک فکر وتشویش کا اظہار موصوف کے نام ایک مکتوب میں ان الفاظ کے ساتھ فرماتے ہیں،

"آپ نے جو تفصیل جماعتوں کی اور تشکیلات کی بھیجی اس سے بہت زیادہ مسرت ہوئی۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے، مثمر ثمرات وبرکات بنائے۔ اس پھیلاؤ کی خبر سے مجھے تو خوشی سے زیادہ فکر سوار ہوجایا کرتا ہے کہ شیطان بہت ہی سخت دشمن ہے، اس کو اس کے اعوان کو دین کا کوئی فروغ نہیں بھاتا، جہاں ایک جانب پھیلاؤ اور خوش کن خبریں آتی رہتی ہیں دوسری طرف شکایات بے اصولیاں، خود غرضیاں کام کرنے والوں کی طرف سے بھی پہونچتی رہتی ہیں ان سے بہت کلفت ہوتی ہے۔"

{اقتباس مکتوب حضرت شیخ رحؒ بنام مولانا محمد عمر صاحب
محررہ ۱۴ ار رجب ۱۳۹۳ھ}

اجتماع باغپت

۱۳۹۴ھ میں ہونے والے اس اجتماع کے لیے ۱۰ر جمادی الثانی (یکم جولائی ۱۹۷۴ء) میں دہلی سے باغپت تشریف لائے اس اجتماع میں آپ کا پہلے سے شریک نہ ہونا طے تھا لیکن خیر وسعادت سے مالامال ایک سلام وپیغام ملنے پر آپ شریک اجتماع ہوئے۔ اس سلام وپیغام کی تفصیل خود حضرت مولانا کی زبانی سنئے۔ حضرت شیخ رحؒ کو تحریر فرماتے ہیں،

"اس تاریخ میں باغپت سے بغیر بندہ کی حاضری کے جماعات کا نکلنا طے تھا لیکن ایک صاحب کو دسرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی) زیارت ہوئی، شیخینؓ بھی آپ کے ہمراہ ہیں۔ ارشاد فرمایا نظام الدین جاؤ حضرت جی سے میرا سلام کہو اور کہو کہ باغپت ضرور جانا ہے یہ فرماکر تینوں حضرات سلام فرماکر تشریف لے گئے اس پر بندہ نے عرض کر دیا کہ (اب یہ سفر) بسروچشم ہوگا۔"

اس موقع پر حضرت جی رح کا دوسرا تحریر فرمودہ مکتوب بنام راقم سطور کا ایک اقتباس یہ بھی ہے:

"اس ہفتہ (تمہیں) کوئی خط نہیں لکھا، کسی جانے والے کے انتظار میں رہا اور بہت خیال لگا رہا کیوں کہ اس ہفتہ میں ایک شب کے لیے باغپت جانا ہوا، جی چاہتا رہا کہ تمہیں اطلاع کر دی جائے کیوں کہ باغپت جانا پہلے سے طے نہیں تھا مگر ایک شخص کو زیارت ہوئی، شیخین بھی ہمراہ تھے، فرمایا کہ نظام الدین جاؤ اور حضرت جی سے کہو کہ باغپت ضرور جائیں، چنانچہ حاضری ہو گئی۔"

تحصیل باغپت کے کام کرنے والے احباب کا معمول یہ رہا کہ وہ ہر ماہ حضرت جی رح کی خدمت میں ماہانہ کارگزاری کی تفصیل جو جناب الحاج محمد یوسف ٹانڈوی کے قلم سے ہوتی تھی، لکھ کر ارسال کرتے تھے۔ یہاں نمونے کے طور پر ماہ شعبان ۱۴۱۵ھ کی کارگزاری پیش کی جاتی ہے۔ یہ حضرت مولانا کے انتقال سے چار ماہ پیشتر کی ہے اور اس سے وہاں کے کام کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے:

"محترم المقام عالی جناب حضرت جی صاحب مدظلہ و دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

ماہانہ کارگزاری تحصیل باغپت ضلع میرٹھ پیش خدمت ہے۔

سہ ماہ کے متفرق ساتھی ۴ جماعتیں۔ چلے کی چوبیس جماعتیں، تین دن کی ۱۰۰ جماعتیں، مسجد وار پچاس جگہوں پر کام کر رہی ہیں، باقی میں ساتھی ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ گھروں کی تعلیم اور نمازیوں کی تعداد میں الحمد للہ کافی اضافہ آں جناب کی برکت سے ہوا۔ بیشتر ساتھی گڈھی، کلہ کی فکروں میں لگے ہوئے ہیں۔ تین جماعتیں کتانہ سے گڈھی معمار پور، سونی پت اور بیگہ روانہ کی ہیں۔ ۲۹ر جنوری کو سونی پت کے مشورے میں بھی ساتھی جڑنے کے لیے آمادہ ہوئے۔ آئندہ کے عزائم

میں مقدم گڈھی کلہ کو رکھا گیا ہے جس میں ساتھیوں نے ۵۲ جماعتیں چلے کی اور ۴۲ جماعتیں ماہ کی دینے کا وعدہ کیا ہے۔ سب ساتھی آنحضرت سے علاقے میں کام کے اٹھنے کی اور جمنے کی دعاؤں کے لیے درخواست کرتے ہیں اور سب ہی ساتھی سلام عرض کرتے ہیں فقط والسلام

جملہ احباب تحصیل باغپت ضلع میرٹھ

بقلم فقیر محمد یوسف ٹانڈوی از کتانہ ۲۳ر شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ"

اجتماع سہارنپور

۱۲، ۱۳، ۱۴ر شعبان ۱۳۹۴ھ مطابق ۳۱ر اگست و یکم و دو ستمبر ۱۹۷۴ء کا اجتماع سہارنپور حضرت مولانا کی حیات کا آخری اجتماع تھا۔[1] اس اجتماع کے لیے مختلف شہروں اور صوبوں کے ذمہ دار بڑی تعداد میں سہارنپور پہونچے تھے۔ چنانچہ کلکتہ سے الحاج غلام رسول صاحب اپنے علاقہ کے احباب کے ساتھ، گجرات سے مولوی اسماعیل گودھرا مختلف عربوں کے ساتھ، الحاج جیب نصیر وغیرہ عربوں کی دوسری بڑی جماعت کے ساتھ، یوسف بھائی پالن پوری اور بھائی فضل کریم صاحب اپنے علاقہ کے خواص کے ساتھ اجتماع سے قبل ہی آگئے تھے۔

اجتماع کے تینوں ایام کی روداد حضرت شیخ نے اپنے روزنامچہ میں اور مولانا

---

[1] بعض وجوہ کی بنا پر حضرت مولانا کی رائے اس اجتماع کی نہیں تھی لیکن دیگر احباب شوریٰ کی رائے کو ترجیح دے کر آپ نے یہ تاریخیں متعین فرمائیں تھیں۔ چنانچہ اپنے مکتوب میں حضرت شیخ کو لکھتے ہیں:

"سہارنپور کا ایک بڑا قافلہ یہاں پر آیا ہوا تھا سہارنپور میں اجتماع کی تاریخ مقرر کرنے کے لیے، بندہ تو انکار کرتا رہا لیکن سب کے اصرار اور ہمارے اہل شوریٰ کی رائے پر نومبر ۱۹۷۴ء صرف مہینہ مقرر ہو گیا، تاریخ بعد میں مقرر ہو گی"

(اقتباس مکتوب محررہ ۲۵ر جولائی ۱۹۷۳ء)

زبیر الحسن صاحب نے اپنی یادداشت میں رقم فرما رکھی ہے، یہاں ہر دو یادداشتوں کو پیش کیا جاتا ہے، حضرت شیخ رح لکھتے ہیں۔

" دو ماہ سے زکریا مدینہ منورہ سے خطوط لکھوا رہا تھا کہ میری آمد کی اطلاع پر دہلی اور سہارنپور نہ آویں بلکہ اجتماع کے موقع پر ایک دو روز پہلے آجاویں تاکہ اجتماع میں بھی شرکت ہو جائے اور ملاقات بھی ہو جائے۔ اس لیے اس مرتبہ اجتماع میں ہجوم اضعافاً مضاعفہ ہو گیا حاجی غلام رسول صاحب کلکتہ مگراہاٹ وغیرہ کے خصوصی احباب نوسے کے قریب پنج شنبہ کی شب میں پہونچے اور غیر مخصوص تین سَو کے قریب۔

اسی طرح سے بمبئی، مہاراشٹر وغیرہ کا مجمع جمع ہو گیا، مولوی انعام مع اپنے رفقا، شنبہ کی دوپہر کو قبل طعام پہونچے، زکریا نے ان سے کہا کہ میں تو قبیل عصر اجتماع میں پہونچوں گا اور آپ کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ کھانا کھا کر لیٹ جاؤ۔ چنانچہ اپنی عصر پڑھ کر ہم لوگ اجتماع گاہ میں پہونچے، وہاں کام صبح سے ہو رہا تھا۔ نظام پوچھنے پر معلوم ہوا کہ عصر کے بعد تو جماعتوں کا کھانا ہے اور مغرب بعد اولاً کسی کی تقریر ہو کر پھر مولوی انعام کی تقریر ہے اور اسی وقت زکریا کو بھی بلایا جائے گا۔"

اجتماع کے آخری دن کی تفصیلات اس طرح تحریر فرماتے ہیں،

" رائے پور سے واپسی پر زکریا اور مولوی انعام سیدھے اجتماع میں پہونچے، اس وقت مولوی عمر کی تقریر ہو رہی تھی۔ زکریا سے کہا گیا — کہ مولوی انعام کی تقریر شروع ہونے کے آدھ گھنٹہ بعد آپ کو آنا ہے چنانچہ حسب وعدہ زکریا پہونچ گیا۔ زکریا اب تک عمومی مصافحوں سے یہ کہہ کر انکار کر رہا تھا کہ اجتماع کے ختم پر کروں گا لیکن اجتماع کے ختم پر ہجوم اس قدر بے قابو ہوا کہ آدھ گھنٹہ تک سب کی انتہائی کوششوں کے باوجود

مصافحہ قابو میں نہیں آیا۔ اس لیے زکریا تو اٹھ گیا اور میرے اٹھنے کے بعد مولوی انعام صاحب نے بڑے اطمینان سے جماعتوں سے اور پھر عوام سے مصافحے کیے۔ اور چار بجے کے قریب فارغ ہو کر نماز ظہر پڑھ کر وہیں سو گئے اور مغرب کے قریب مدرسہ پہونچے اور منگل کی صبح کو براہ کاندھلہ دہلی روانہ ہو گئے"۔

مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی یادداشت کا ایک اقتباس جس سے مزید معلومات حاصل ہوتی ہیں یہ ہے:

"آج بارہ شعبان ۲۱ راگست سنیچر کی صبح کو بھائی عبدالحفیظ صاحب دہلوی کی گاڑی میں حضرت جی، مولوی اظہار، مولوی عمر اور زبیر نیز بابو جی کی گاڑی میں ملک عبدالحق مع تین عرب دہلی سے روانہ ہو کر ساڑھے دس بجے کے گھر پہونچے، حضرت شیخ کے ساتھ کھانا کھایا اور نماز ظہر پڑھی اور عصر کے وقت اسلامیہ انٹر کالج پہونچ گئے۔ عصر بعد فضائل ذکر زبیر نے بیان کیے اور بعد مغرب حضرت جی مدظلہ، اور مولانا محمد عمر کے بیانات ہوئے۔ بعدِ مغرب مولانا مفتی محمود الحسن بھی جلسہ میں شرکت کے لیے دیوبند سے تشریف لائے۔

اجتماع کے دوسرے دن صابری صاحب کے لڑکے کا نکاح جلسہ گاہ میں شیخ کی موجودگی میں حضرت جی نے پڑھا۔ بارہ بجے تک تعلیم کے حلقے ہوئے، حضرت شیخ بھی تعلیم کے حلقہ میں بیٹھے، حضرت جی نے تعلیم کرائی: پہلے چند احادیث فضائل صدقات کی سنا کر پھر حیاۃ الصحابہ پڑھی، بعدِ ازاں کھانا کھایا، نماز ظہر ادا کی اور آرام کیا۔

اجتماع کے تیسرے دن حضرت شیخ اور حضرت جی نیز مفتی محمود صاحب وغیرہ بعد نمازِ فجر رائے پور گئے اور ساڑھے نو بجے اجتماع گاہ واپسی ہوئی۔ مولانا محمد عمر صاحب کی روانگی کی ہدایات کے بعد ایک گھنٹہ

حضرت جی مدظلہ کا بیان ہوا اور بارہ بجے دعا ہو کر اجتماع ختم ہو گیا۔"

اجتماع گیاری بہار

حضرت مولانا نے اپنی امارت کے ابتدائی ____ سالوں میں بہار کے احباب و کارکنان کو اس طرف متوجہ کیا تھا کہ وہ بڑے اجتماعات کے بجائے مختلف مقامات پر علاقائی جوڑ کر کے چلہ تین چلہ کی جماعتیں بکثرت نکالیں کہ اس میں عمومیت اور افادیت زیادہ ہے، چنانچہ ایک عرصہ تک اسی نہج پر وہاں کام ہوتا رہا۔ اس کے بعد بڑے اجتماعات کا سلسلہ وہاں شروع ہوا۔ حضرت مولانا منور حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان اجتماعات کو شروع کرانے میں معین و مددگار ثابت ہوئے کہ اس پورے علاقہ میں حضرت موصوف کی شخصیت و روحانیت سب کے یہاں تسلیم شدہ تھی۔

حضرت مولانا کے دور امارت میں علاقہ بہار میں چھوٹے بڑے بہت سے اجتماعات اور علاقائی جوڑ ہوئے، جو اپنے اپنے اعتبار سے بڑے کامیاب رہے اور ان کی وجہ سے اس پورے خطہ میں ____ دعوتی ____ و ____ اصلاحی کام میں غیر معمولی وسعت آئی۔

لیکن ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۹۷۴ء، ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء اور ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں ہونے والے تین اجتماعات کو عالمی شہرت اور پذیرائی ملی۔ جو علی الترتیب گیاری، اررِیہ کوٹ اور گیا میں منعقد ہوئے تھے اور عمومی طور پر لوگوں کا رجوع اس دعوت والی محنت کی طرف ہوا۔

یہاں اجتماع گیاری کی روداد پیش کی جاتی ہے اور بقیہ دو اجتماعات کی تفاصیل آنے والے صفحات میں اپنے مقام پر موجود ہے۔

گیاری کے اجتماع منعقدہ ۱۶، ۱۷، ۱۸ شوال ۱۳۹۴ھ مطابق ۲، ۳، ۴ نومبر ۱۹۷۴ء کے لیے حضرت جی ؒ یکم نومبر جمعہ میں آسام میل سے دہلی سے روانہ ہو کر اگلے دن صبح ۹ بجے بروٹی اور یہاں سے ٹرین بدل کر شام تین بجے کٹیہار تشریف لائے۔ کٹیہار سے اجتماع گاہ

دگیاری) کا طویل فاصلہ بذریعہ کار طے فرماکر ایسے وقت اجتماع گاہ پہونچے کہ اذان مغرب دی جارہی تھی۔ آپ نماز سے فراغت پر فوراً ہی جائے اجتماع تشریف لے گئے اور مولانا محمد عمر صاحب کے بیان میں شرکت فرماکر خود بھی ایک گھنٹہ بیان فرمایا۔ بیان سننے والے کہتے ہیں کہ اس دو دن اور ایک رات کے طویل سفر کا کوئی اثر آپ کی طبیعت پر نہیں محسوس ہوتا تھا اور آپ نے پورے نشاط کے ساتھ ایسے بیان فرمایا جیسے کوئی تازہ دم بیان کررہا ہو۔ اجتماع کے دوسرے دن مرکز کے دیگر حضرات مولانا احمد لاٹ قاری رشید احمد صاحب وغیرہ کے بیانات ہوئے۔ بعد عصر حضرت مولانا نے نکاحوں پر اور بعدِ مغرب مولانا محمد عمر صاحب نے دعوت اور قربانی پر بیان ہوا۔

اٹھارہ شوال پیر میں جلسہ سے فارغ ہوکر پورنیہ تشریف لائے۔ یہاں کھانا اور نماز ظہر سے فارغ ہوکر کٹیہار روانہ ہوئے جہاں مولانا منور حسین صاحب نے اپنے مدرسہ میں آپ کا استقبال کیا۔

کچھ دیر یہاں قیام فرماکر اسٹیشن کے لیے روانہ ہوئے اور دارجلنگ میل سے چل کر ۱۹؍شوال منگل کی صبح میں بردوان آمد ہوئی، اور پھر فوراً ہی حضرت مولانا اپنے قافلہ کے ساتھ متعدد کاروں میں جائے اجتماع پنڈوہ پہونچے اور احباب سے ملاقات ومصافحہ کے بعد اس سہ روزہ اجتماع کے امور مشورہ میں طے فرمائے۔ مشورہ کے مطابق آج بعد عصر مولانا زبیر الحسن، بعد مغرب مولانا علی اکبر (بنگلہ دیش) مولانا محمد عمر اور حضرت مولانا کے بیانات ہوئے۔ اجتماع کے دوسرے دن معمول کے مطابق صبح نو بجے سے ۱۱ بجے تک تعلیمی حلقہ ہوکر بعد ظہر مولانا عبدالعزیز کھلنوی (بنگلہ دیش) اور بعد مغرب مولانا محمد عمر صاحب کے بیانات ہوئے۔ حضرت مولانا نے آج عصر کے بعد مجلس نکاح میں بیان فرماکر بڑی تعداد میں ایجاب وقبول کرائے۔

۲۱؍شوال جمعرات میں حضرت مولانا کے اختتامی بیان ودعا پر یہ اجتماع ختم ہوا۔ اور بذریعہ کار مسجد کولوٹولہ کلکتہ میں آمد ہوئی۔ عصر اور مغرب کے بعد خواص سے ملاقاتیں ہوکر بیعت اور دعا ہوئی اور پھر کالکا میل سے دہلی روانہ ہوگئے۔

مولانا منور حسین صاحب اور الحاج فتح محمد صاحب اس اجتماع سے قبل حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں سہارنپور تشریف فرما تھے اور حضرت شیخ و حضرت جی نور اللہ مرقدہما کا ایماء اور مشورہ پاکر اس اجتماع میں شرکت کی غرض سے بہار تشریف لے گئے تھے۔ مولانا موصوف نے اجتماع میں شرکت کے بعد ایک تفصیلی مکتوب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو تحریر فرمایا جس میں اجتماع سے متعلق اچھی خاصی تفصیلات درج تھیں وہ مکتوب یہاں پیش کیا جاتا ہے:

"مخدومی و مطاعی :— ادام اللہ فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اکابر نظام الدین دہلی گیاری اجتماع میں تشریف لائے الحمد للہ ثم الحمد للہ اجتماع بہت شاندار اور پرسکون رہا، حضرت جی اور سارے اکابر مجمع کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ مولانا محمد صاحب کاندھلوی نے فرمایا کہ آخری دن فجر کی نماز میں ۱۶۰ صفیں تھیں اور ہر صف پانچ سو سے سات سو ساڑھے سات سو تک تھی۔ اس طرح سے اسی نوے ہزار آدمی فجر کی نماز میں تھے جب کہ رات کو تقریروں اور عشاء کے بعد ہزاروں ہزار آدمی قرب وجوار کے گاؤں اور اررریہ ٹاؤن میں جاکر آرام کیے یا مکان واپس ہوگئے۔

حضرت والا خصوصی دعا فرمائیں کہ ہمارے دیار و ضلع میں تبلیغی کاموں کو رسوخ حاصل ہو، اور سب مسلمان مرد و عورت نماز پڑھنے لگیں، اسی بنیاد پر محنت کرنے کے لیے حضرت جی نے ہدایت فرمائی ہے کہ اجتماع کے بعد بیٹھ نہ جائیں بلکہ مسلسل محنت جاری رکھیں چنانچہ حضرت جی وغیرہ حضرات کو رخصت کرکے بندہ اسی وقت کشن گنج پہونچا وہاں بھی ضمنی اجتماع رکھا گیا تھا پھر اررریہ پہونچ کر حضرت جی کا پیغام احباب تک پہونچایا۔ اس کے بعد کٹیہار واپس آکر مدرسہ کے کاموں میں مشغول ہوگیا۔ بندہ منور حسین عفی عنہٗ ۲۶ شوال ۹۶ھ

پانولی کا اجتماع

پانولی (گجرات) کا یہ مشہور و معروف اجتماع ۱۵، ۱۶، ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ (۳۰ نومبر یکم و دو دسمبر ۱۹۷۴ء) بار اتوار پیر میں منعقد ہوا۔ ۱۲ ذی قعدہ جمعرات میں حضرت مولانا دہلی سے گجرات کے لیے روانہ ہوئے، رفقائے سفر یہ حضرات تھے مولانا محمد عمر، مولانا زبیر الحسن، جناب منشی بشیر احمد، مولانا مستقیم، مولانا ابراہیم، بھائی پاڑیا (افریقہ) شیخ عرب (یمن) چودھری خورشید احمد (میوات)

اجتماع کی اہمیت اور اس کی مختلف نزاکتوں کی وجہ سے حضرت مولانا پر اس کا بڑا فکر اور بوجھ تھا۔ چنانچہ روانگی سفر سے ایک یوم قبل جو مکتوب حضرت شیخ کو تحریر فرمایا اس میں یہ جملہ بھی پڑھنے کو ملتا ہے:

"بندہ کے لیے اور اس اجتماع کے لیے دعوات کی درخواست ہے، بہت بڑا اجتماع ہو گیا، اللہ جل شانہٗ مدد فرماوے اور خیر فرماوے۔"

جناب الحاج حبیب نصیر الدین صاحب کی تحریر کے مطابق:

"یہ چھ سال کے بعد گجرات کا بڑا اجتماع تھا اور اس کے لیے بڑے زور شور سے محنت کی گئی تھی، دعائیں بھی اس اجتماع کی کامیابی کے لیے خوب کی گئیں اور جس طرح ہر اجتماع کے موقع پر ایک جماعت بیت اللہ شریف دعا کے لیے روانہ کی جاتی تھی اسی طرح اس موقع پر بھی بھیجی گئی، اس اجتماع کے بعد ہر صوبے ـــ ہر ضلع ہر شہر کی جماعتیں بنیں اور خوب پیدل جماعتیں چلائی گئیں، غیر معروف بستیوں اور پسماندہ برادریوں کو سامنے رکھ کر بھی محنت کی ترتیب قائم کی گئی۔

اس اجتماع میں ہندوستان بھر کے تمام ذمہ دار احباب شریک ہوئے۔

قاضی صاحب اور فضل کریم بھائی انتظامی معاملات میں مشورے دے کر اپنی فکر سے کام کراتے رہے۔" (تحریر موصوف بنام راقم سطور)

مولانا زبیر الحسن صاحب نے اپنی یادداشت (ڈائری) میں دہلی سے دہلی تک اس سفر کی تفصیلات درج کر رکھی ہیں، قدرے اختصار کے ساتھ ان کو یہاں پیش کیا جاتا ہے:

۱۳؍ذی قعدہ ۲۸؍نومبر جمعرات | آج شام چار بج کر چالیس منٹ پر ڈیلکس سے گجرات کے لیے روانہ ہوکر اگلے دن صبح ۱۲ بجے سورت پہونچے بھائی بلال منیار کے مکان پر پہونچ کر نماز جمعہ کی تیاری کی گئی اور جامع مسجد سورت میں بندہ نے نماز جمعہ پڑھائی۔ بھائی عبدالحفیظ منیار کے مکان پر کھانا کھا کر آرام کیا اور نماز عصر ادا کر کے بذریعہ کار پانولی کے لیے روانہ ہوئے ساڑھے چھ بجے اجتماع گاہ پہونچے اور اسی وقت مولوی محمد سلیمان جھانجی کا بیان ہوا۔

اجتماع کے پہلے دن بعد فجر شیخ عبدالرزاق کویتی نے عربی میں بیان کیا مولانا مستقیم احمد مترجم تھے، بعد ظہر مولانا ابراہیم، بعد عصر بندہ (مولانا زبیرالحسن) کے بیانات ہوئے۔ بعد نماز مغرب حضرت جی مدظلہ، اور ان کے بعد مولانا محمد عمر کا بیان ہوا۔ آج کے دن مجمع کا اندازہ ڈیڑھ لاکھ کا لگایا گیا۔

دوسرے دن یکم دسمبر اتوار کی صبح میں حضرت جی مدظلہ، دیگر احباب مولوی محمد بن سلیمان کے مکان پر جو قریب ہی رویدرا میں ہے تشریف لے گئے اور مستورات کو بیعت فرما کر چائے ناشتہ سے فارغ ہو کر دس بجے جلسہ گاہ واپس آئے آج فجر بعد ایک نومسلم انگریز کا بیان ہوا جس کا ترجمہ کرنل امیرالدین صاحب نے کیا۔

بعد نماز عصر حضرت جی مدظلہ نے نکاحوں کی اہمیت اور فضیلت پر کچھ دیر بیان فرما کر ایک سو چودہ نکاح پڑھا کر دعائے خیر فرمائی بعد نماز مغرب الحاج فضل کریم اور مولانا محمد عمر صاحب کے بیانات ہوئے۔

اجتماع کے تیسرے دن مولانا محمد عمر صاحب نے روانگی کی ہدایات بیان فرمائیں اور پھر حضرت جی کی تقریر ہو کر تقریباً پینتالیس منٹ بہت رقت آمیز دعا ہوئی، اور جماعتوں سے مصافحہ کیا گیا۔ بعد عصر سورت آمد ہوئی یہاں بھائی عبدالحفیظ منیار صاحب کے مکان پر چند گھنٹے قیام کے بعد کھانا اور نماز عشاء سے فارغ ہو کر بمبئی کے قصد سے اسٹیشن روانگی

ہوئی۔ ۳ر دسمبر منگل کی صبح بمبئی پہونچے' الحاج عبدالکریم ماہم کے مکان پر قیام ہوا' اور آج ہی حضرت شیخ دہلی سے بمبئی تشریف لانے والے تھے اس لیے حضرت جی مدظلہ اپنے قافلہ کے ساتھ ایرپورٹ تشریف لے گئے' گیارہ بجے صبح حضرت شیخ بمبئی تشریف لائے' مطار کے باہر حضرت شیخ کی موجودگی میں حضرت جیؒ نے دعا کرائی' حضرت شیخؒ کا قیام بھی الحاج عبدالکریم بھائی کے مکان پر ہوا' ۵ر دسمبر جمعرات کی صبح میں مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری کے مکان پر چائے ناشتہ میں شرکت ہوئی۔ دوپہر کا کھانا حاجی احمد زمزم صاحب کے یہاں اور شام کا حاجی حبیب نصیر صاحب کے یہاں ہوا۔ مغرب سے عشاء تک کھوکھا بازار کی مسجد میں ہونے والے اجتماع میں مشغولیت رہی — ۶ر دسمبر جمعہ میں حضرت شیخ جدہ کے لیے روانہ ہوئے اور ۷ر دسمبر سنیچر میں حضرت جی ڈیلکس ٹرین سے روانہ ہوکر ۸ر دسمبر اتوار کی صبح میں خیر و عافیت کے ساتھ حضرت نظام الدین اسٹیشن اترے"

اجتماع کانپور

حضرت جیؒ کے دور امارت میں کانپور (جاجمئو) کا ایک سہ روزہ اجتماع ۲۰، ۲۱، ۲۲ر ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ (۴، ۵، ۶ر جنوری ۱۹۷۵ء) میں ہوا تھا' اس اجتماع میں آپ کے ہمراہ مرکز کے دیگر حضرات مولانا محمد عمر' مولانا زبیر الحسن' مولانا محمد کاندھلوی' مولانا احمد لاٹ' مولانا محمد یعقوب' میانجی محراب صاحب' مولانا محمد سلیمان اور جناب الحاج نعمت اللہ صاحب دہلوی وغیرہ تھے۔ نیز لکھنؤ سے مولانا سید ابو الحسن علی ندوی' مولانا محمد منظور صاحب نعمانی اور بھوپال سے مولانا محمد عمران خاں صاحب وغیرہ نے بھی شرکت کی تھی۔

کانپور اسٹیشن پر حضرت جی کو یہ خواب سنایا گیا۔ ایک صاحب کو نبی اکرم صلے اللہ تبارک وتعالےٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی کہ مع صحابہ کرام تشریف لے جارہے ہیں' دریافت کیا کہ کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ فرمایا کہ جاجمئو اجتماع میں جارہا ہوں۔ یہ خواب سن کر حضرت جی پر رقت طاری ہوکر شوق و ذوق میں اضافہ ہوگیا۔

اجتماع اونٹرا (اجمیر)

مشہور روحانی بستی اجمیر سے متصل گاؤں اونٹرا میں ایک تبلیغی اجتماع ۱۲، ۱۳، ۱۴ محرم ۱۳۹۵ھ (۲۵، ۲۶، ۲۷ جنوری ۱۹۷۵ء) میں منعقد ہوا۔ اس سے قبل بھی ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ (مارچ ۱۹۸۱ء) اور صفر ۱۳۸۷ھ (مئی ۱۹۶۷ء) میں دو تبلیغی اجتماع یہاں منعقد ہو چکے تھے جس میں حضرت جی رح کی شرکت ہوئی تھی۔

اس تیسرے اجتماع میں شرکت کے لیے آپ ۱۱ محرم / ۲۴ جنوری میں دہلی سے روانہ ہوئے۔ اس موقع پر ضعف و علالت کی بنا پر طبیعت سفر کی بالکل متحمل نہ تھی۔ لیکن حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح کی طرف سے ملنے والی ایک بشارت[1] پر آپ نے عزم سفر کیا۔ اس سفر میں حضرات ذیل آپ کے ہمراہ تھے۔

مولانا محمد عمر، مولانا زبیر الحسن، منشی بشیر احمد، مولانا محمد طلحہ، مولانا محمد یعقوب مولانا صالح افریقی، راقم سطور محمد شاہد اور شیخ محمد عالم سہارنپوری۔

بارہ کی صبح میں بذریعہ ٹرین کشن گڈھ پہنچ کر بس کے ذریعہ اونٹرا پہونچے۔ حضرت جی کے بیانات تینوں دن ہوئے، بیعت کا سلسلہ بھی برابر قائم رہا اور بڑی تعداد میں مخلوقِ خدا نے بیعت کر کے سنت والی زندگی اپنانے کا عہد کیا اور بدعت سے توبہ کی، اجتماع کے آخری دن بعد نماز فجر بھائی یوسف پالنپوری کا بیان ہو کر مولانا محمد عمر صاحب کی روانگی کی ہدایات ہوئیں۔ پھر حضرت جی رح نے آخری بیان کر کے طویل دعا کرائی۔ اسی موقع پر متعدد نکاح بھی پڑھائے۔ شام کو یہاں سے روانہ ہو کر اجمیر پہونچے، یہاں کے قیام میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مزار پر بھی تشریف لے گئے اور شب میں دہلی کے لیے روانگی ہوئی۔

راقم سطور کے روزنامچہ میں اس سفر کا اندراج اس طرح ہے۔

"آج ۲۳ جنوری میں بندہ و شیخ عالم سہارنپور سے چل کر ظہر کے وقت نظام الدین پہونچے، اگلے دن جمعہ کے روز بعد مغرب اونٹرا (اجمیر شریف)

---

[1] آپ کے ۸ محرم ۹۵ھ کے مکتوب بنام حضرت شیخ رح میں یہ بشارت موجود ہے ۱۲۔

کے لیے روانہ ہوئے۔ ماموں جان، مولانا محمد عمر، مولانا زبیر، بھائی طلحہ، شاہد
منشی بشیر، مولوی سلیمان، مولانا یعقوب سب ایک ہی ڈبے میں تھے کشن گڈھ
اترنا تھا اگر پھلیرا پہونچ کر معلوم ہوا کہ آگے اسی لائن پر ایک مال گاڑی الٹ
گئی جس کی وجہ سے لائن صاف نہیں۔ چنانچہ ریلوے کے اعلانات کے
بموجب دوسری گاڑی بدلنی پڑی جو ۱۰½ بجے آئی، دو بجے ہم سب اپنے مستقر
پہونچے، جب کہ صبح سات بجے پہونچنا چاہیے تھا۔ یہ اجتماع سہ روزہ تھا۔ پیر
کے دن ظہر کے وقت اجتماع سے فارغ ہو کر ماموں جان اور ان کی معیت میں
ہم سب اجمیر آگئے یہاں تبلیغی مرکز میں قیام ہوا، اور پھر کچھ دیر بعد حضرت
خواجہ صاحب کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے گئے ــــــــ وہاں سے
واپس آکر کھانا کھا کر نماز پڑھی اور اسٹیشن آئے، نو بجے کے قریب گاڑی
چلی، صبح کو ٹھیک ۷ بجے دہلی اسٹیشن پہونچے۔ مولانا عبید اللہ، بھائی
کرامت، بھائی نعمت وغیرہ اسٹیشن پر موجود تھے۔ میرا یہ ریل کا پہلا
سفر ہے جو ماموں جان کی معیت میں بمد تبلیغ ہوا۔"

اجتماع جھنجھانہ

اس اجتماع کے لیے آپ ۲۹ رجب ۱۳۹۶ھ (۲۵ جولائی ۱۹۷۶ء) یکشنبہ میں دہلی سے سیدھے جھنجھانہ تشریف لے گئے۔

یہ اجتماع برادران وطن کی ایک غلط فہمی اور انتظامیہ کی عاقبت نااندیشی کی وجہ سے بڑی اہمیت اختیار کر گیا تھا حضرت شیخؒ اپنے روزنامچہ میں یہ تفصیل اس طرح لکھتے ہیں

"جمعہ کو جھنجھانہ میں اس قدر بڑا اجتماع ہو گیا کہ وہاں کے غیر مسلم گھبرا گئے، انھوں نے تھانیدار سے کہا کہ مسلمان بہت جمع ہو گئے فساد کا اندیشہ ہے، تھانیدار نے ذمہ داران جلسہ سے پوچھا کہ تم نے جلسہ کی منظوری لی۔ انھوں نے کہا کہ منظوری کی تو کوئی ضرورت نہیں، یہ تو ہوتے ہی رہتے ہیں، اس نے کہا منظوری لینی ہوگی، اس پر اسی وقت مظفر نگر آدمی بھیجا گیا وہاں سے دو شرطوں کے ساتھ اجازت ملی۔ کہ

پسندی کی زور دار تائید کی جائے دوسرے حکومت کے بیس نکات کی زور دار تائید کی جائے۔ اسی وقت مولوی انعام الحسن صاحب کے پاس آدمی گیا انھوں نے جلسہ کے التوا کا اعلان کر دیا مگر کاندھلہ وکیرانہ والوں نے نہیں مانا۔ معزز لوگ جس میں قاضی نثار نے خاص طور سے کوشش کی مظفر نگر کے کلکٹر سے ملے اس نے بلا شرط اجازت دے دی۔ بار کی صبح کو مولوی انعام اپنی نماز پڑھ کر دہلی سے روانہ ہوئے اور جھنجھانہ پہونچ گئے، مگر مجمع رات والا جو بہت تھا چلا گیا پھر بھی ہجوم اتنا تھا کہ سابقہ جلسہ سے بھی زیادہ تھا' بہت سی جماعتیں نکلیں۔ صبح دس بجے سے شام چار بجے تک جلسہ رہا' اور بہت کامیاب رہا"

حضرت مولانا اجتماع سے فارغ ہو کر اسی دن حضرت شیخ کی خدمت میں سہارنپور تشریف لے آئے اور اگلے روز آں مخدوم کی معیت میں گنگوہ کا سفر ہوا۔ صبح سے شام تک اس ہونے والے سفر میں امام ربانی کے مزار پر حاضری اور تبلیغی احباب سے ملاقات نیز عالی جناب حکیم عبدالرشید محمود (نبیرہ امام ربانی) کے مکان پر کچھ دیر قیام کے بعد وہاں کی مشہور علمی درس گاہ جامعہ اشرف العلوم میں حاضری ہوئی۔ اس موقع پر مہتمم مدرسہ جناب الحاج قاری شریف احمد صاحب نے مشکوٰۃ شریف کا اختتام آپ سے کرایا حضرت مولانا نے کتاب کی آخری چند احادیث پڑھ کر ان کی توضیح وتشریح فرمائی اور پھر علم کے ساتھ عمل اور عمل کے ساتھ دعوت وتبلیغ کو جوڑ کر اس موضوع پر کافی دیر گفتگو فرمائی اور تعطیل کے زمانے میں جماعتوں میں نکلنے کی ترغیب دی۔ حضرت شیخ بھی اس پوری مجلس میں تشریف فرما رہے۔

۲۸ رجب (۲۷ جولائی) منگل کی صبح حضرت مولانا اپنے رفقاء کے ساتھ سہارنپور سے روانہ ہو کر تھوڑی دیر کاندھلہ ٹھہرتے ہوئے دہلی پہونچ گئے۔

مئوناتھ بھنجن کا اجتماع

۱۷ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ (۱۰ دسمبر ۱۹۷۶ء) میں آپ کا ایک سفر مئوناتھ بھنجن کا ہوا۔ مذکورہ تاریخ میں آپ مع مولانا عبید اللہ

مولانا محمد عمر، مولانا زبیر الحسن، مولوی صالح جی (افریقہ)، منشی بشیر احمد، میاں جی محراب وغیرہ ڈی لکس ٹرین سے مغل سرائے پہونچے اور پھر فوراً ہی کاروں کے ذریعہ مئو ناتھ روانہ ہو گئے۔ حضرت مولانا کا یہ سفر یہاں کے ایک سہ روزہ اجتماع منعقدہ ۱۸، ۱۹، ۲۰ ذی الحجہ مطابق ۱۱، ۱۲، ۱۳ دسمبر میں شرکت کے لیے ہوا تھا۔

اجتماع کے پہلے دن بعد مغرب حضرت مولانا کا ایک تفصیلی بیان ہوا، اسی طرح دوسرے دن بعد عصر مجلس نکاح میں اور تیسرے دن دعا سے قبل بھی آپ کا بیان ہوا۔

اجتماع کے اختتام پر دعا و مصافحہ سے فارغ ہو کر کچھ دیر آرام و استراحت کے بعد بذریعہ کار گورکھپور تشریف آوری ہوئی۔ یہاں الحاج ولی اللہ صاحب برادر مولانا عبید اللہ صاحب کے مکان پر چند گھنٹے قیام کے بعد لکھنؤ کے قصد سے روانہ ہو کر ۱۴ دسمبر منگل کی صبح لکھنؤ آمد ہوئی۔ مولانا معین اللہ صاحب اور دار العلوم ندوۃ العلماء کے دیگر اساتذہ اور تبلیغی احباب اسٹیشن پر موجود تھے۔ لکھنؤ میں قیام مرکز کی مسجد میں ہوا، اور یہیں سے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی عیادت کے لیے ان کے مکان پر تشریف لے جا کر ندوۃ العلماء پہونچے۔ ندوۃ العلماء میں آج ایک مختصر اجتماع تھا جس میں حضرت مولانا کا پہلا بیان بعد ظہر خواص میں اور دوسرا بعد مغرب عوام میں ہوا۔ نماز عشاء پر یہ اجتماع ختم ہوا اور اسی شب میں ٹرین سے روانہ ہو کر اگلے ۲۲ ذی الحجہ (۱۵ دسمبر بدھ) کی صبح میں بخیریت دہلی مراجعت فرمائی۔

مئو ناتھ بھنجن کا یہ اجتماع اس زمانہ میں ہوا تھا جب خصوصیت کے ساتھ یوپی اور دہلی کا مسلمان ظلم و بربریت کا شکار تھا اور اس پر نسبندی کا قہر توڑا جا رہا تھا۔ حضرت مولانا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو (جو اس وقت مدینہ منورہ قیام فرما تھے) اپنے ایک مکتوب کے ذریعہ یہاں کے احوال اور اس اجتماع کی تفصیلات اس طرح لکھتے ہیں:

"حالات بدستور ہیں، جبر و تشدد میں کمی نہیں مدائن میں تبدل ہوتا رہتا ہے کبھی کسی طرف اور کبھی کسی طرف زور ہو جاتا ہے ایک عمومی دہشت اور خوف ہر وقت ہر شخص پر مسلط ہے۔

(ان ہی حالات ہیں) ہمارے کئی اجتماع ہوئے، ایک مؤضلع اعظم گڈھ میں ہوا: جس میں محتاط اندازہ — تین لاکھ افراد کا ہے، اسّی ہزار کا پنڈال بنایا گیا تھا جو پہلے روز ہی ناکافی ہوگیا پھر مزید بڑھایا گیا وہ بھی ناکافی ہوگیا اور بہت مجمع آسمان کے نیچے بغیر سایہ کے رہا۔ غیر مسلم بھی خوب شریک رہے تین روز تمام بازار بند رہا مسلم اور غیر مسلم سب نے دکانیں بند رکھیں اور بہت متاثر ہوئے، تین باتیں تاثر کی اونچے طبقے کی معلوم ہوئیں۔

اوّل مجمع کی بلا اشتہار و اخبار کثرت۔

دوسرے مجمع میں شور و شغب نہ ہونا۔

تیسرے کہی گئی باتوں کی خوبی۔

بعض وزراء بھی بندہ سے ملے بندہ کھانا کھا رہا تھا، خبر دی گئی کہ ایک وزیر صاحب ملنے آئے ہیں برابر والے کمرہ میں تشریف فرما ہیں۔ بندہ نے کہلوا دیا کہ کھانا حاضر ہے اگر شرکت کرنی ہو تو آجائیں چنانچہ) وہ کھانے میں شریک ہوگئے۔ پھر دوسری مرتبہ کھانا کھانے ہی کی نیت سے آئے۔"

(مکتوب محررہ یکم جنوری ۱۹۷۷ء ۱۰ / محرم ۱۳۹۷ھ)

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے روزنامچہ کے مطابق اس اجتماع میں تقریباً تین لاکھ آدمی شریک ہوئے اور بیس ممالک کی جماعتیں اس موقع پر موجود تھیں۔

دورہ جنوبی ہند حیدرآباد بھوپال وغیرہ

۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء میں حضرت مولانا نے چھ مقامات (کنانور، بنگلور، مدراس، شولاپور، حیدرآباد، بھوپال) کا ایک عزیمت اور مشغولیت سے بھرپور طویل دعوتی دورہ فرمایا اور اس کے لیے ۲۶ ربیع الثانی مطابق ۱۶ اپریل ہفتہ میں جی ٹی ایکسپریس سے مدراس اور کیرالہ کے لیے روانہ ہوئے۔ رفقاء سفر یہ حضرات تھے۔ مولانا محمد عمرؒ، مولانا سعید خاں، مولانا زبیر الحسن، جناب منشی بشیر احمد، شیخ فضل عظیم، شیخ عبد العلام مدنی۔ شیخ بشیر صالح مولوی شمیم اعظمی، الحاج محمد شفیع صاحب دہلوی، تنزانیہ سے آئی ہوئی ایک جماعت بھی

اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھی۔

۱۷ر تاریخ اتوار کی صبح چھ بجے بھوپال اسٹیشن پہونچے، یہاں بہت بڑا مجمع حضرت مولانا سے ملاقات اور دعا میں شرکت کے لیے آیا ہوا تھا۔ ٹرین کچھ دیر یہاں ٹھہری اور اس قافلۂ دعوت کو لے کر مدراس کے لیے رواں دواں ہوگئی۔

اگلے دن صبح ساڑھے آٹھ بجے مدراس اسٹیشن پہونچ کر دعا ہوئی اور مرکز پہنچ کر آرام وضروریات سے فارغ ہو کر حضرت مولانا کا بیان ہو کر جماعتیں روانہ ہوئیں اور بارہ بجے دوبارہ اسٹیشن پہونچ کر ویسٹ پوسٹ ایکسپریس سے چل کر منگل ۱۹ر اپریل کی صبح کنانور پہنچے۔ یہ کیرالہ میں ہونے والے سہ روزہ اجتماع کا مقام ہے۔ برسات ہونے کی وجہ سے موسم بہت خوشگوار تھا۔

کنانور کا یہ اجتماع ۲۹۔ اور یکم و دو جمادی الاولیٰ مطابق ۱۹، ۲۰، ۲۱ر اپریل منگل، بدھ جمعرات میں متعین تھا۔ حضرت مولانا کے بیانات تینوں دن ہوئے۔ چنانچہ پہلے دن بعد نماز عصر ہونے والے خواتین کے اجتماع میں آپ نے بیان وبیعت ودعا فرمائی، دوسرے دن بعد نماز مغرب عمومی مجمع کو آپ نے خطاب فرمایا تیسرے دن مولانا محمد عمر صاحب کے بیان کے بعد ایک گھنٹہ آپ کا بیان ہو کر دعا ومصافحے ہوئے اس علاقہ میں چونکہ ملیالم زبان ہی بولی اور سمجھی جاتی ہے اس لیے تمام اردو میں ہونے والے بیانات کے ترجمے ملیالم میں ہوتے رہے۔

اجتماع کے ان ایام میں حضرت مولانا کے حلق میں متواتر خراش اور تکلیف کے باوجود عمومی اور خصوصی مجالس میں بات کرنے کا سلسلہ چلتا رہا اس اجتماع سے ۳۵ جماعتیں اللہ جل شانہ کے راستے میں نکلیں۔ جمعہ کی صبح میں آپ نے پرانے کام کرنے والے احباب کی مجلس میں بیان فرما کر بیرون ملک جانے والی جماعتوں کو اپنی دعا ومصافحے سے رخصت فرمایا۔

نماز جمعہ کی ادائیگی اور کھانے سے فراغت کے بعد بنگلور کے قصد سے اسٹیشن کے لیے روانہ ہوئے، نماز عصر وہیں ادا کی گئی اور کنانور سے چل کر اگلے دن صبح

۹ بجے بنگلور پہونچ گئے یہاں پر چار و پانچ و چھ جمادی الاولےٰ مطابق ۲۳ ر ۲۴ ر ۲۵ ر اپریل ہفتہ اتوار، پیر میں سہ روزہ اجتماع تھا۔ تینوں دن آپ کے بیانات ہوئے پہلا بیان اجتماع مستورات میں اور دوسرا بیان مجلس نکاح میں اور تیسرا بیان اجتماع کے اختتام پر دعا سے قبل ہوا۔ بارش کی وجہ سے اگرچہ مجمع منتشر رہا لیکن شرکاء اجتماع میں دلجمعی و دلچسپی آخر تک رہی۔ اس اجتماع سے ۸۰ جماعتیں اندرونِ ملک اور پانچ جماعتیں بیرونِ ملک کی تیار ہو کر روانہ ہوئیں۔

اجتماع کے بعد باقی رہنے والے آدھے دن میں حضرت مولانا نے مستورات کے ایک اجتماع میں شرکت کے بعد فرمایا اور پھر بعد نماز عصر پرانے کارکنوں میں خطاب فرما کر دعا فرمائی۔ اور بعدِ نماز مغرب حفظ قرآن پاک کی ایک مجلس میں شرکت فرما کر کچھ دیر نصیحت آمیز کلمات فرمائے اور دس حفاظ کا قرآن پاک ختم کرا کر نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد مدراس کے قصد وارادے سے اسٹیشن کے لیے روانہ ہو کر ۷ر جمادی الاولےٰ ۲۶ر اپریل منگل کی صبح ساڑھے پانچ بجے مدراس اسٹیشن پر اتر گئے یہاں بھی ایک سہ روزہ اجتماع ۷، ۸ ر ۹ر جمادی الاولےٰ منگل، بدھ، جمعرات میں پہلے سے طے تھا اس اجتماع میں بھی حضرت جی کے بیانات تینوں دن ہوئے چنانچہ پہلا بیان مستورات میں، دوسرا علمائے کرام میں اور تیسرا مجلس نکاح میں اور چوتھا دعا سے قبل ہوا۔

اجتماع کے آخری دن فجر کی نماز کے بعد پروفیسر عبدالرحمان (مدراس) اور بھائی فاروق احمد (بنگلور) نے جماعتیں بٹھائیں اور آٹھ بجے یوسف بھائی پالنپوری نے اپنی بات شروع کی، ساڑھے نو بجے مولانا محمد عمر صاحب کی ہدایات شروع ہوئیں، اور اس عرصہ میں حضرت مولانا نے بیرونی ممالک میں جانے والی جماعتوں میں بیان فرما کر اپنی دعاؤں کے ساتھ ان کو رخصت کیا اور پھر گیارہ بجے اجتماع گاہ کی عمومی مجلس میں تشریف لا کر بیان فرمایا۔ نکاح پڑھائے اور دعا کے بعد اللہ کی راہ میں نکلنے والی باسٹھ جماعتوں کا مصافحہ کر کے رخصت کیا۔ ان تمام کاموں سے فارغ ہوتے ہوتے

ڈیڑھ بج گیا اس کے بعد فوراً نماز ظہر اور کھانے سے فراغت پاکر شولاپور کے ارادہ سے اپنی چوتھی منزل پر روانہ ہوگئے۔

۱۰ رجمادی الاولیٰ ۲۹ راپریل جمعہ کی صبح میں ساڑھے گیارہ بجے شولاپور اسٹیشن پہنچے یہاں استقبال کرنے والوں کا ایک بہت بڑا مجمع تھا ان کی خواہش پر دعا ہوکر اجتماع گاہ روانگی ہوئی، نماز جمعہ کی تیاری اور ادائیگی کے بعد ———————— تین سے پانچ بجے تک حضرت مولانا کا بڑا تفصیلی اور وضاحتی بیان مستورات میں ہوا۔ بعد عصر آپ نے نکاحوں پر کچھ دیر بیان فرماکر خطبۂ مسنونہ کے بعد بائیس افراد کے ایجاب وقبول کرائے بعد مغرب عمومی مجمع میں مولانا محمد عمر صاحب کا بیان ہوا اور حضرت مولانا نے اس وقت میں طالبانِ رشد وہدایت کو کچھ دیر نصائح فرماکر بیعت کی۔ پھر مختصر وقت میں کھانے سے فراغت پاکر آپ اجتماع گاہ تشریف لے گئے۔ اور آٹھ بجے سے نو بجے تک بیان ودعا اور مصافحے سے فارغ ہوکر سیدھے اسٹیشن گئے اور گیارہ بجے شب میں آپ کی ٹرین وہاں سے حیدرآباد کے لیے روانہ ہوگئی۔

۱۱ رجمادی الاولیٰ ۳۰ راپریل ہفتہ کی صبح ساڑھے پانچ بجے حیدرآباد پہنچکر اسی وقت یہاں کے سہ روزہ اجتماع میں مصروف ومشغول ہوگئے۔ آج کا یہ دن مختلف علماء وخواص اور بیرونی ملکوں کے آنے والے وفود سے ملاقات میں گذرا۔ حضرت مولانا ابرارالحق زادمجدہٗ بھی آپ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے اور کافی دیر آپ کے ساتھ مجلس رہی، اجتماع کے دوسرے دن مجلس نکاح میں آپ نے بیان فرماکر ایجاب وقبول کرائے اور بعد مغرب ایک بڑے مجمع کو بیعت فرماکر داخل سلسلہ فرمایا۔

اجتماع کے تیسرے دن نماز فجر کے بعد بیرونی ممالک جانے والی جماعتوں کی ایک مجلس منعقد ہوئی آپ وہاں تشریف لے گئے اور ان سے خطاب فرمایا اور نکلنے کے زمانہ میں اپنے اوقات کو بے حد قیمتی بنانے اور اصول کے مطابق وقت گذارنے پر ان کو متوجہ فرمایا پھر قیام گاہ واپس پہنچ کر چائے اور ضروریات سے فارغ ہوکر اجتماع گاہ پہنچے اور عمومی بیان ودعا ومصافحے سے فارغ ہوکر کچھ دیر قیام گاہ پر طعام ونماز ظہر وآرام میں وقت صرف فرماکر چار بجے بیان وبیعت کے لیے مستورات

کے اجتماع میں تشریف لے گئے۔ نماز عصر جناب الحاج بھائی جمیل احمد حیدرآبادی کے مکان پر ادا کی گئی اور اسی سے متصل ایک مسجد کا سنگ بنیاد حضرت مولانا نے اپنے دست مبارک سے رکھا، بعد مغرب ایک مقامی مسجد میں کچھ دیر حضرت مولانا کی بات ہوئی اور پھر کھانا اور نماز عشاء سے فارغ ہو کر اس سفر کی چھٹی منزل کے لیے ایکسپریس سے بھوپال کے لیے روانہ ہوئے۔

۱۴ جمادی الاولیٰ ۳ مئی منگل کی شام چھ بجے بھوپال پہونچنا ہوا گرمی اور لو اپنی شدت پر تھی۔ نماز مغرب تاج المساجد میں ادا کی گئی اور پھر مولوی محمد سلیمان جھانجی کے ابتدائی بیان اور مولانا محمد عمر کی درمیانی تقریر کے بعد مولانا کا آخری بیان ہوا آج کا یہ مجمع اور اجتماع عمومی نہیں تھا، بلکہ صرف بھوپال اور اس کے قرب وجوار کے کالجوں میں پڑھنے والے نوجوانوں پر مشتمل تھا۔

اگلے دن بدھ میں مولانا سعید خاں اور مولانا محمد عمر کے بیانات کے بعد حضرت مولانا کا بیان ہوا جس میں آپ نے مجمع کو مخاطب فرما کر اس پر زور دیا کہ وہ اپنی نوجوانی کو اللہ کے راستہ میں خرچ کریں اسی موقع پر کچھ دیر آپ نے شریعت کے مطابق بغیر رسوم ورواج کے نکاحوں پر کچھ دیر بیان فرما کر بارہ افراد کے ایجاب وقبول کرائے۔

اجتماع سے فارغ ہو کر حضرت مولانا مع رفقاء مسجد عبدالشکور خاں تشریف لے گئے اور وہیں کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کے بعد اتن میاں کے مکان پر جمع ہونے والی مستورات میں پہنچے اور تقریر وبیعت فرما کر دعا کی۔ نماز مغرب وعشاء تاج المساجد میں ادا کی گئی اور یہیں سے نظام الدین دہلی کے قصد سے روانہ ہو کر ۱۶ جمادی الاولیٰ ۵ مئی جمعرات ہیں یہ بیس روزہ سفر پورا فرما کر بخیر وعافیت مرکز مسجد بنگلہ والی پہنچ گئے۔[1]

حضرت مولانا نے اپنی روانگی سے ایک ماہ قبل حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو جو مکتوب مدینہ منورہ ارسال کیا تھا اس میں اس طویل سفر کی اطلاع اور درخواست

---

[1] ماخوذ از ڈائری مولانا زبیر الحسن زاد مجدہٗ۔

دعا ان الفاظ کے ساتھ فرمائی تھی،

"بندہ اپنی طرف سے صلوٰۃ وسلام کی درخواست پیش کرتا ہے اور دعا کی بھی کہ ۱۵ اپریل سے ۵ مئی تک بندہ کا جنوبی ہند کا سفر ہے جس میں مدراس، مالابار، بنگلور، شولاپور، حیدرآباد، بھوپال شامل ہے بھوپال کے طلبہ اور ایک بجلی کا تمام ہند کا ایک بڑا کارخانہ ہے ان کی چھٹی کا زمانہ ہے اور الحمد اللہ ایک حصہ مسلمانوں کا کام کے ساتھ وابستہ ہے اس لیے واپسی میں چوبیس گھنٹے (بھوپال میں) قیام تجویز ہے۔ اور کاشتکار طبقہ بھی اس وقت فارغ ہوگا۔"

(مکتوب محررہ ۱۶ر مارچ ۱۹۷۵ء)

گودھرا کا اجتماع

حضرت مولانا کی حیات میں گودھرا (گجرات) میں متعدد اہم اور بڑے اجتماعات ہوئے۔ لیکن مارچ ۱۹۷۵ء (ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ) میں ہونے والا یہ اجتماع اپنے زبردست اثرات وثمرات اور دوررس نتائج ومنافع کے اعتبار سے تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اس اجتماع کی گونج جس انداز سے پورے عالم میں سنی گئی اس سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ صرف ایک اجتماع نہیں تھا بلکہ اللہ جل شانہ نے حضرت مولانا کے ذریعہ بحروبر میں ایک آواز لگوائی اور ایک اہتمام حجت کرایا تھا۔

حضرت مولانا نے اپنے قدیمی معمول کے مطابق گودھرا روانہ ہونے سے دو یوم قبل حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں ایک خط ارسال کیا جس میں آپ کی توجہات عالیہ اس اجتماع کی طرف مبذول کراتے ہوئے فرمایا۔

"گودھرا کے اجتماع کا بھی پورے ملک میں ایک ہنگامہ ہے ہر جگہ سے ریلیں اسپیشل چلانے کی خبریں اور منظوریاں ہیں اور بیرونی ملک کی ہر طرف سے بیسیوں جماعتیں آئی ہوئی ہیں۔ مولوی عبدالحفیظ بھی آج گودھرا روانہ ہوگئے ہیں۔

اللہ جل شانہ عم نوالہ ہی بہتر صورت فرما دیں، مبشرات بھی الحمد اللہ بہت ہی ہمت افزا ہیں۔"

(اقتباس مکتوب محررہ ۸ مارچ ۱۹۷۵ء)

ذیل میں اس اجتماع سے متعلق تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔

۱، ۲، ۳ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ (۱۱، ۱۲، ۱۳ مارچ ۱۹۷۵ء) شنبہ، یکشنبہ، دوشنبہ میں منعقد ہونے والے اس اجتماع کے لیے حضرت مولانا ۲۹ ربیع الاول (۱۰ مارچ جمعہ) میں ڈی لکس ٹرین سے روانہ ہو کر دوسرے دن صبح نو بجے گودھرا اسٹیشن اترے۔ رفقائے سفر میں مولانا محمد عمر، مولانا محمد طلحہ، مولانا زبیر الحسن، مولانا محمد سلمان (سہارنپوری) مولانا محمد سعد، محمد شاہد (راقم سطور) وغیرہ شامل تھے۔

حضرت مولانا کے تینوں دن ہونے والے بیانات مختلف عنوانات پر ہوئے۔ چنانچہ پہلے دن دعوت کی اہمیت اور اس میں دی جانے والی قربانیوں پر، دوسرے دن نکاحوں کی اہمیت پر اور تیسرے دن ہجرت و نصرت پر آپ کے بیانات ہوئے۔ اس کے علاوہ علماء اور خواص نیز ممالک غیر سے آنے والے احباب کے خیموں اور قیام گاہوں پر بھی تشریف لے جا کر ہدایات و نصائح اور دعائیں کرائیں۔

اجتماع کے دوسرے دن ہونے والی مجلس نکاح میں بیان کے بعد آپ نے خطبۂ مسنونہ پڑھ کر تقریباً دو سو افراد کے ایجاب و قبول کرائے۔

اس اجتماع سے پانچ سو اکسٹھ (۵۶۱) جماعتیں چلہ اور تین چلہ کی نیز اکسٹھ جماعتیں بیرونی ممالک کے لیے تیار ہو کر اللہ کے راستہ میں نکلیں۔

اس اجتماع میں شرکاء کا اندازہ سات آٹھ لاکھ کے درمیان تھا۔ امریکہ، کناڈا انگلینڈ، فرانس کے علاوہ مختلف اور متعدد عرب ممالک کی جماعتیں بھی شریک اجتماع تھیں حضرت مولانا نے اجتماع کے بعد مزید ایک دن یہاں قیام فرمایا اور ۵ ربیع الثانی (۱۵ مارچ) بدھ میں ٹرین سے دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔

حضرت مولانا نے معمول کے مطابق اجتماع کے کوائف پر مشتمل جو گرامی نامہ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو مدینہ منورہ بھیجا تھا اس کا ایک اقتباس یہاں نقل کیا جاتا ہے ـــــــ!

"۱۰ مارچ ۱۹۷۸ء کو گودھرا جانا ہوا اور ۱۶ مارچ کو واپسی ہوئی محض اللہ جل شانہٗ کے فضل سے بحمد خوبی اجتماع پورا ہو گیا۔ ایک ہزار کے قریب غیر ملکی تھے جس میں پانچسو کے قریب سیلون اور تین سو کے قریب عرب تھے۔ انگلینڈ افریقہ امریکہ فجی ترکی ایرانی افغانی بھی تھے، علماء کی بہت بڑی تعداد تھی۔ مشائخ بھی کثرت سے تھے۔ مولانا ابرار الحق صاحب بھی تشریف لائے تھے قاری طیب صاحب تشریف نہیں لائے دیوبند کا ایک وفد آیا جس میں مفتی ظفیر صاحب حامد الغازی اور تیسرے الداعی کے ایڈیٹر جن کا نام اس وقت یاد نہیں تشریف لائے تھے۔"

(مکتوب محررہ ۶ راپریل ۱۹۷۸ء از ڈھاکہ)

مولانا منور حسین صاحب (پورنیہ بہار) اس اجتماع کے تعلق سے اپنے تاثرات ومشاہدات اور انتظامات کی تفصیلات حضرت شیخ رح کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"الحمد للہ انتظامات بہت اچھے تھے میلوں میں سامان کیا گیا تھا ہر صوبہ کے مہمانوں کے لیے الگ الگ بڑے بڑے پنڈال اور کیمپ تھے کھانے پینے وضو و دیگر ضروریات کا معقول انتظام تھا کسی کو پانی، روشنی قیام و طعام کی کوئی تکلیف نہیں تھی۔ تقریباً چار سو بسیں اور ایک سو ٹرک اور بہت سی کاریں کام میں لگی ہوئی تھیں۔ مجھے بہار کے علماء میں ٹھہرایا گیا پھر مرکزی کیمپ مولانا انعام الحسن صاحب و دیگر اکابر کے کیمپ میں پہنچا دیا گیا۔ ۱۲ کو حضرت جی بہت مشغول رہے، بیان لمبا ہوا۔ پھر پون گھنٹے کی دعا سات آٹھ لاکھ کے مجمع میں ہوئی۔ ایک بجے دن تک بندہ تھک چکا تھا۔ قیام گاہ پر آکر کھانا کھایا، نماز پڑھی، آرام کیا مگر حضرت جی جماعتوں کو رخصت کرتے اور مصافحہ کرتے ہوئے ساڑھے تین بجے فارغ ہوئے

اللہ تعالیٰ بہت بہت جزائے خیر اپنی شایانِ شان عنایت فرمائے آمین
مولانا عمر صاحب، مولانا سعید خان صاحب کے بیانات بھی بہت اہم ہوئے"۔
(مکتوب محررہ ۷ /اپریل ۱۹۷۸ء)

جناب الحاج حبیب نصیر الدین صاحب اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں:

"گودھرا کے اجتماع میں عمومی شامیانہ کے علاوہ تمام صوبوں کے شامیانے الگ الگ تھے اور ان کے کھانے کا انتظام گجرات کے الگ الگ ضلع والوں نے اپنے ذمہ لے لیا تھا، یہ لوگ اپنے یہاں سے باورچی اور خدمت کرنے والے لائے اور سب کو کھانا کھلایا، اس عمل سے ساتھیوں میں انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ پیدا ہوا، اس اجتماع سے قبل تمام صوبوں میں ذمہ دار ساتھیوں نے بہت محنت کی یہاں تک کہ بیرونِ ہند میں بھی بہت محنت ہوئی اور سری لنکا انگلینڈ افریقہ امریکہ، ملیشیا اور تھائیلینڈ کی جماعتیں اس اجتماع میں شریک ہوئیں"۔

راقم سطور نے اس اجتماع سے فارغ ہو کر ایک تفصیلی عریضہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو مدینہ پاک ارسال کیا تھا اور پھر حضرت مخدوم نے احقر کے اس عریضہ کو بنیاد بنا کر ایک تفصیلی مکتوب مولانا محمد یوسف صاحب متالا کو انگلینڈ تحریر فرمایا۔ یہ مکتوب اجتماع کی وسیع معلومات بلکہ اس کی بہت سی جزئیات اور باریکیوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس لیے اس کو یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

"عزیز گرامی قدر و منزلت قاری یوسف متالا سلمہٗ!

بعد سلام مسنون

تمہارے گودھرا کے اجتماع کی تفاصیل نے میرے لیے بھی رشک پیدا کر دیا کہ کسی طرح شریک ہو ہی جاتا چونکہ وہ تمہارے دوست کا شہر ہے۔ اس لیے اس کے متعلق جو خصوصی خطوط آرہے ہیں، میرا جی چاہتا ہے کہ تم تک بھی پہونچ جائیں کہ تمہارا جی مجھ سے بھی زیادہ خوش ہوگا۔ عزیز شاہد

سلمہ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب نے
میرٹھ کے کسی صاحب کا خواب سنایا کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بنفس
نفیس گودھرا کا اجتماع کا انتظام فرما رہے ہیں اور چل پھر کر نظم ونسق ملاحظہ
فرما رہے ہیں اور خدام نے (جو پیچھے پیچھے چل رہے تھے) عرض کیا کہ اجتماع
کی کامیابی کے لیے اور اجتماع والوں کے لیے دعا فرمائیے آپ نے فوراً
دست مبارک دعا کے لیے اٹھائے اور بہت دیر تک دعا فرمائی، اس کے
بعد شاہد نے لکھا ہے کہ کم از کم ہندوستان کی زمین پر اتنا بڑا تبلیغی اجتماع
اب تک نہیں ہوا تھا۔ یہ اجتماع ۱۲۵ ایکڑ زمین پر ہوا جس میں پنڈال
(عمومی مہمانوں کے لیے، شامیانے خصوصی مہمانوں کے لیے، چھولداریاں
اور غیر ملکی مہمانوں کے لیے بڑے طویل طویل خیمے نصب کئے گئے تھے۔
غیر ملکیوں کا ایک اچھا خاصا شہر اجتماع گاہ میں بسا ہوا تھا ان کا مطبخ بھی
الگ تھا اور صاف ستھرا ایک بڑا کھانے کا خیمہ الگ تھا جس میں چلئے
کھانے کے لیے سب جمع ہوتے تھے۔ یہ ایک سو پچیس ایکڑ زمین چالیس
مختلف آدمیوں کے کھیت تھے جس کو انھوں نے ایک مسطح اور مستطیل
میدان بنا دیا تھا۔ چکبندی ــــ اور امتیازی نشانات ختم کر کے یہ ساری
زمین ایسی بن گئی تھی جیسا ہوائی اڈہ۔ دو موسموں کی کھیتی ان کو اپنی چھوڑنی
پڑی۔ چار ماہ قبل سے اس جگہ کو بنانے اور درست کرنے میں ذمہ دار ۱۶
حضرات مشغول تھے، اس پورے اجتماع گاہ میں نہ اسٹیوب ویل ۱۴
کنوؤں پر لگے ہوئے تھے جو مسلسل پانی کنوؤں سے کھینچ کر جلسہ گاہ میں
پہنچا رہے تھے، پانی جمع کرنے کے بڑے بڑے ٹینک کچھ لوہے کے نصب
کیے گئے تھے اور کچھ پکے سیمنٹ کے بنائے گئے تاکہ بجلی اگر غائب
ہو جائے تو جمع شدہ پانی کام میں آوے اس پانی کو پورے اجتماع گاہ
میں پہنچانے کے لیے پندرہ ہزار میٹر پائپ بچھایا گیا، اس میں جا بجا

ٹوٹیاں لگائی گئیں تاکہ وضو میں سہولت رہے۔ جہاں پائپ نہیں لگایا جاسکا وہاں زمین میں پختہ سیمنٹ کی نالیاں بنائی گئیں تاکہ پانی جاری وساری رہے، ۴۴ بڑے بڑے حوض تیار کیے گئے جو وضو غسل اور کپڑے دھونے کے کام آئے اس پورے اجتماع گاہ میں بجلی کے بلب کی صحیح تعداد معلوم نہ ہوسکی، لیکن بجلی کی (ٹیوب) تین ہزار لگائی گئی۔ بجلی کے اس سارے نظام کو چلانے کے لیے ۱۲ ہزار کیلوواٹ کا پاور ہاؤس لیا گیا جو مسلسل اپنی مساعی جمیلہ میں لگا رہا۔ ایک ہزار فٹ لمبا اور سات سو فٹ چوڑا پنڈال تیار کیا گیا جو ایک لاکھ نمازیوں کے تناسب سے بنایا گیا تھا۔ پنڈال بنانے میں منتظمین کا کچھ خرچ نہ ہوا۔ احمد آباد سورت کے مل والوں نے کپڑا دیا۔ لکڑی والوں نے لکڑی کا وعدہ کرلیا۔ رسی والوں نے رسّی دینے کا وعدہ کرلیا۔ اس طرح عمومی قربانی سے یہ پنڈال تیار ہوگیا ورنہ اگر اس پر اخراجات ہوتے اور لاگت سے تیار کیا جاتا تو کم از کم ڈیڑھ دو لاکھ صرف پنڈال کے بنانے پر خرچ ہوتا۔

اس اجتماع میں ۴۰۲ نکاح ہوئے، بعد عصر اتوار کے دن مولانا انعام الحسن صاحب نے نکاح کے فضائل ومناقب بیان کیے اور پھر نکاح پڑھائے۔ مولانا عمر، مولانا عبید اللہ صاحبان بھی ایجاب وقبول کراتے رہے اجتماع گاہ میں شرکت کرنے کے لیے دہلی سے اسپیشل نہیں چلے لیکن واپسی میں دہلی کے لیے کئی اسپیشل چلائے گئے البتہ بمبئی سے مستقل اسپیشل آمد ورفت میں رہے۔

۱۶ سو آدمی سہارنپور سے اس اجتماع میں شریک ہوئے۔ ۵۶۱ جماعتیں اللہ کے راستہ میں نکلیں جس میں ۴۱۸۱ آدمی تھے۔ یہ سب اندرون ملک کے لیے تھے۔ بیرون کی جماعتیں ۴۰ کے قریب نکلیں جو مذکورہ تعداد سے علیحدہ ہیں۔ مجمع کا اندازہ محتاط قول کی بناپر ۷-۸ لاکھ تھا۔ بی بی سی لندن نے دس

لاکھ مجمع بتایا تھا۔ دو مرتبہ اس اجتماع کو اس نے نشر کیا اور مجمع کے سکون و اطمینان پر اظہار حیرانی کیا۔ ہندوستان کے مشہور انگریزی اخبار انڈین ایکسپریس نے لکھا تھا کہ ہمارے نمائندوں نے خوب گھوم پھر کر دیکھا نہ پولیس تھی نہ سپاہی لیکن سارا مجمع مہذب تھا نہ دنگہ ہوا نہ فساد۔ اس اجتماع سے ہمیں معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا حکومت اور پولیس سے کوئی تعلق نہیں ورنہ وہ لوگ ضرور ہوتے۔ انڈین ایکسپریس نے یہ بھی لکھا کہ فلاں غیر مسلم وزیر بھی اجتماع میں تھے نماز کا منظر دیکھ کر بول اٹھے کہ ان کی تنظیم دیکھو کتنی مضبوط ہے۔ فقط۔"

دہلی، بمبئی اور گجرات سے نکلنے والے اردو، ہندی انگریزی اخبارات نے اپنے اپنے اعتبار سے اس اجتماع کی رپورٹنگ کی، ان میں سب سے محتاط و متوازن اور جاندار رپورٹ وہ ہے جو جناب ہارون رشید انصاری کے قلم سے ——— روزنامہ اردو ٹائمز بمبئی میں شائع ہوئی یہاں قدرے اختصار کے ساتھ اس کو پیش کیا جاتا ہے تاکہ دنیائے صحافت کے تاثرات بھی اس کتاب کے قارئین تک پہونچ جائیں۔

جناب انصاری صاحب لکھتے ہیں:

"یہ گودھرا ہے گجرات کا ایک بنجر ریگستانی اور کم آباد علاقہ تاحد نظر ریت اور مٹی اڑتی نظر آرہی ہے میں شمار نہیں کرسکتا کہ اس وقت کتنے لوگ ہیں۔ دور دور تک زمین دکھائی نہیں دے رہی ہے لوگ جوق در جوق چلے آرہے ہیں۔ سرکاری بسوں، پرائیوٹ بسوں، لاریوں، ٹرینوں اور ذاتی کاروں کے ذریعہ ہندوستان میں جہاں کہیں بھی مسلمان بستے ہیں کسی بھی ریاست میں شہر میں، ضلع میں، قصبہ میں، گاؤں میں، محلہ یا گلی میں ہر جگہ کا مسلمان اس عظیم ترین اجتماع میں شرکت کر رہا ہے اس میں بزرگ بھی ہیں اور جوان و بچے بھی، باریش بھی ہیں اور بے ریش بھی۔ کرتا، تہبند، پاجامہ پہننے والے بھی ہیں اور پینٹ شرٹ پہننے والے بھی۔

آج عالمی اجتماع کا پہلا روز ہے۔
غضب کی گرمی ہے میدان گرد آلود ہے اور بے حد گرم بھی۔ سامنے بے حد وسیع و عریض پنڈال بنا ہوا ہے جس میں اس وقت کئی لاکھ افراد موجود ہیں۔ لوگ نماز کی تیاری کر رہے ہیں، ایک طرف بہت بڑے علاقہ میں گاڑیوں کے کھڑے کرنے کا انتظام کیا گیا ہے دوسری طرف ایک بہت بڑا عارضی حوض تعمیر کیا گیا ہے جس پر کم و بیش چار سو افراد بیک وقت وضو کر رہے ہیں ان کے پیچھے لوگوں کی قطار بنی ہوئی ہے ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ وضو سے جلد فارغ ہو کر باجماعت نماز میں شریک ہو، ایک خادم ہمارے قریب آکر ہم سے معذرت خواہ ہے کہ بمبئی سے آنے والے مندوبین کے لیے قائم خصوصی پنڈال میں توقع سے کہیں زیادہ لوگ پہنچ چکے ہیں لہٰذا ہمیں مرکزی پنڈال میں ٹھہرایا جائے گا۔
معلوم ہوا کہ گذشتہ کئی ماہ سے پنڈال کی تعمیر کا کام جاری ہے اور اجتماع کے روز ہی اس کا بیشتر کام تکمیل کو پہنچا ہے۔ پنڈال کی تعمیر سے متعلق جو بات لاکھوں افراد کے لیے حیرت و مسرت و فخر کی تھی وہ یہ کہ اس عظیم پنڈال کے لیے گودھرا کے چند دیندار حضرات نے اپنا نصف میل لمبا چوڑا کھیت وقف کر دیا تھا انھوں نے دو سال سے اپنے کھیتوں میں کاشتکاری نہیں کی۔ اس بے مثال دینی جذبے کی ہر فرد نے تعریف کی اور ان حضرات کے لیے دعا کی۔
منتظمین اجتماع کے حسنِ انتظام اور صلاحیتوں کے اعتراف کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں، انھوں نے عالمی اجتماع کے تعلق سے چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھا ہے، انھوں نے سینکڑوں تازہ مٹکے خصوصی طور پر اجتماع کے لیے بنوا رکھے ہیں، پانی پینے کے مراکز پر ایسے بے شمار مٹکے رکھے ہیں وہیں پر ایک بورڈ بھی آویزاں ہے کہ پانی بیٹھ کر پینا سنّت ہے لوگ

ان ٹنکوں کو اپنی نشستوں کے پاس بھی رکھے ہوئے ہیں، لاکھوں افراد کے غسل اور طہارت کے لیے بڑے پیمانے پر انتظام کیا گیا ہے انھیں پنڈالوں سے بہت دور رکھا گیا ہے اور ان کی مسلسل صفائی کی جاتی ہے گندگیوں پر جراثیم کش ادویات کا چھڑکاؤ بھی جاری ہے، دو بڑے حوض اور دو لمبی نالیاں وضو کے لیے بنائی گئی ہیں، ان میں مسلسل پانی آرہا ہے اجتماع کے پورے علاقے پر پانی کے پائپ بچھا دیے گئے ہیں۔ ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لیے دو کنویں بھی تیار کیے گئے ہیں، لاکھوں افراد کے طعام کا انتظام اتنا آسان نہیں لیکن منتظمین نے اس پر خصوصی توجہ دی ہے تقریباً سو فٹ لمبے دو باورچی خانوں میں پچاس دیگیں چڑھی ہوئی ہیں۔ مندوبین کے لیے مخصوص کوپن جاری کیے گئے ہیں اور بڑے معقول طریقے پر انواع و اقسام کے کھانے دیئے جارہے ہیں، زمین دوز تندور بھی بنے ہوئے ہیں، منتظمین اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ قیام و طعام کے سلسلے میں کسی کو کوئی شکایت نہ ہونے پائے۔ ایک طرف خشک لکڑیوں اور کوئلوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں، دوسری طرف ضروری اشیاء کا بھی انبار نظر آرہا ہے۔

مرکزی پنڈال کے علاوہ دور دور تک کئی چھوٹے پنڈال بنے ہوئے ہیں، مختلف صوبوں اور اضلاع سے آئے ہوئے افراد کی تعداد کے مطابق انھیں مختلف پنڈالوں میں ٹھہرایا گیا ہے، یوپی سے کثیر تعداد میں آئے افراد کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مشرقی، مغربی، شمالی اور جنوبی یوپی اس کے علاوہ جب یہ دیکھا گیا کہ اس کے باوجود بھی تعداد بڑھتی جارہی ہے تو انھیں کئی صوبوں کے ساتھ ملا دیا گیا، جیسے ہریانہ، پنجاب، ہماچل پردیش، گوا، آسام، تری پورہ، راجستھان وغیرہ اس طریقہ کار سے مندوبین کی شناخت میں آسانی ہو رہی ہے۔

مرکزی پنڈال میں قبلہ کی جانب آٹھ فٹ اونچا اسٹیج بنایا گیا ہے۔ اسٹیج پر زیادہ تر عرب، افریقہ اور یورپی ممالک کے مہمان بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہیں سے عام ہدایات بھی جاری کی جارہی ہیں۔ اس اجلاس کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہاں تمام خطابات و ہدایات اردو میں دی جارہی ہیں حالانکہ اس عالمی اجتماع میں مختلف زبانوں اور بولیوں کے بولنے والے کثیر تعداد میں شریک ہیں یہ اپنے حلقوں اور جماعت میں بھی اپنی زبان اور بولیوں کا استعمال کرتے ہیں لیکن یہاں عام رابطہ کے لیے صرف اردو زبان کا استعمال ہے اور کہیں بھی اردو زبان کے استعمال کے لیے بے اطمینانی نہیں پائی جارہی ہے۔

۵۔ مرکزی پنڈال پانچ بڑے خانوں میں بانٹا گیا ہے اور ہر خانہ میں تین صفیں ہیں اور ہر صف میں تقریباً ۸۰۰ افراد بآسانی نماز ادا کرسکتے ہیں۔ ہر خانے کے نمبر دیئے گئے ہیں تاکہ پنڈال میں قیام پذیر افراد کو اپنی جگہوں تک پہونچنے میں آسانی ہو۔ اس پنڈال میں جب جگہ نہیں رہ پاتی ہے تو آس پاس کے تمام جگہوں پر صفیں بنائی جاتی ہیں اور اس طرح تقریباً ۳ لاکھ افراد پنڈال کے باہر نماز ادا کرتے ہیں۔

۶۔ اس عالمی اجتماع میں سوائے دینی باتوں کے نہ سیاست کا ذکر ہے نہ ادب کا، نہ معیشت کا، کسی بات کا خیال ہی نہیں ہے نہ کوئی انتشار ہے نہ پولیس ہے۔ معلوم ہوا کہ ڈی ایس پی و دیگر اہم سرکاری افسران یہاں معائنہ کے لیے آئے تھے اور انھوں نے اس عظیم اجتماع کے انتظام پر اپنی حیرت کا اظہار کیا تھا۔ ابھی ایک ماہ قبل اسی گجرات میں غیر مسلموں نے ایک عظیم یگیہ کا اہتمام کیا تھا جس میں دس پندرہ لاکھ ہندوؤں نے شرکت کی تھی اور ایک کروڑ روپے کا غلہ نذر آتش کیا گیا تھا۔ حکومت نے بھاری تعداد میں وہاں پولیس کا بندوبست کیا تھا

لیکن یہاں پولیس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اجتماع کے حسنِ انتظام سے سرکاری افسران اتنے متاثر ہوئے کہ انھوں نے منتظمین سے ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا لیکن یہاں پہلے ہی سے اتنا اچھا انتظام تھا کہ مزید چیزوں کی ضرورت نہیں تھی۔ پنڈال میں سینکڑوں مکبروں کو متعین کیا گیا تھا جو نماز کے دوران لاکھوں نمازیوں کی سہولت کے لیے تکبیر ادا کر رہے تھے اجتماع میں فوٹو گرافی کی سخت ممانعت تھی۔ اخباری رپورٹروں نے بہت کوشش کی کہ وہ اس بے مثال عظیم اجتماع کی چند تصاویر لے لیں لیکن منتظمین نے انھیں منع کر دیا۔ اجتماع میں جتنے بھی غیر مسلم آئے تھے انھوں نے بیک زبان اس اجتماع کے حسن انتظام اور ڈسپلن کی بے حد تعریف کی

آج اجتماع کا آخری روز ہے۔ صبح سے لوگ جانے کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد مختلف علاقوں میں جانے والی جماعتوں میں شامل افراد کو اسٹیج کے قریب ہونے کی ہدایت کی جارہی ہے، کئی ہزار افراد نے ان جماعتوں میں جانے کے لیے اپنا نام درج کروایا اور وہ سب جمع ہیں۔ مجھے یہاں بس ایک ہی بات سنائی دے رہی ہے کہ آج چاہے کچھ بھی ہو جائے، دعا کے بعد ہی نکلیں گے نظام الدین دہلی کے حضرت جی خاص طور پر اس کے لیے یہاں آئے ہیں۔

لوگ مرکزی پنڈال میں لاکھوں کی تعداد میں جمع ہیں خطبہ جاری ہے گرمی بھی بہت زیادہ ہے حضرت جی کا انتظار ہے۔ لیجیے حضرت جی اسٹیج پر آگئے ہیں اسٹیج بہت اونچا بنایا گیا ہے اس کے باوجود پنڈال کے آخری سروں سے اسٹیج نظر نہیں آرہا ہے۔ حضرت جی کے بصیرت افروز وعظ اور دعا سننے کے لیے لوگ تیزی سے اسٹیج کی جانب بڑھ رہے ہیں کیا بھاری بھرکم شخصیت ہے۔ حضرت جی کی کیا نور ہے ان کے چہرے پر کیا دلنشین آواز پائی ہے حضرت جی کا وعظ شروع ہے لوگ دم بخود بیٹھے

بیٹھے ہیں ابھی تھوڑی دیر پہلے پنڈال اور اطراف میں گرمی تھی لیکن حضرت جی کے وعظ سے ہی پنڈال میں ٹھنڈی اور فرحت بخش ہوائیں چلنی شروع ہوگئیں ایک اطمینان اور سکون کی فضا طاری ہو رہی ہے حضرت جی دعا کر رہے ہیں اور دعاؤں کا ایک دریا بہا رہے ہیں ——— پورے پنڈال میں آہوں اور سسکیوں کی آواز سنائی دے رہی ہے حضرت جی کی دعا کا سلسلہ طویل ہوتا جا رہا ہے اور لوگ بھی اسی سکون سے بیٹھے دعائیں سن رہے ہیں اور آمین آمین کہہ رہے ہیں۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد دعا ختم ہوئی اور حضرت جی کی پُر اثر دعاؤں کے ماحول میں لوگ اپنے اپنے مقامات پر جانے کے لیے کمربستہ ہو رہے ہیں۔

منتظمین نے ٹرینوں کے ذریعہ جانے والے افراد کے لیے بے شمار لاریاں فراہم کی ہیں جو لاکھوں افراد کو اسٹیشن لے جا رہی ہیں بسیں موٹریں وغیرہ بھی حرکت میں آگئی ہیں۔

میں بھی جانتا ہوں اور آپ بھی جانتے ہیں اس شہر میں ملک میں یا کسی اور ملک میں ایک معمولی پروگرام کرنا ہوتا ہے تو اس کے انعقاد اور کامیابی کے لیے ہر طریقے سے پبلسٹی کی جاتی ہے۔ اخبارات میں اشتہارات دیئے جاتے ہیں، بڑے بڑے پوسٹر لگائے جاتے ہیں، ریڈیو اور ٹی وی پر اعلانات کیے جاتے ہیں، تب کہیں جا کے بڑی مشکل سے لوگوں کو جمع کیا جاتا ہے۔ اس عالمی اجتماع کے لیے نشر و اشاعت کے کسی بھی ذریعہ کا استعمال نہیں کیا گیا۔ تبلیغی جماعتیں مختلف مقامات پر اپنے دوروں میں خلوص سے اس کا پرچار کرتی رہیں، اگر اخبارات، پوسٹر، ریڈیو، ٹی وی یا دیگر ذرائع کے استعمال سے اس عالمی تبلیغی اجتماع کی پبلسٹی کی جاتی تو جتنے حضرات یہاں شریک ہیں اس کا تین گنا اس میں اور شریک ہو سکتے تھے۔"

(اردو ٹائمز بمبئی ۹ر اپریل ۱۹۷۸ء)

اجتماع افضل گڈھ

اس اجتماع کے لیے آپ ۱۳؍جمادی الاولی ۱۳۹۸ھ (۲۲؍اپریل ۱۹۷۸ء) ہفتہ کی صبح میں دہلی سے اس حال میں روانہ ہوئے کہ اسہال اور پیچش کی شدت سے صحت ناہموار اور طبیعت زار و نزار تھی لیکن ۴۸ گھنٹے کے ہونے والے اس اجتماع میں دعوت کے عمومی و خصوصی معمولات وقت پر ادا ہوتے رہے۔ چنانچہ عمومی بیان بھی فرمایا۔ دو مرتبہ مستورات میں کچھ دیر وعظ و نصیحت ہو کر بیعت بھی ہوئی، اجتماع کی آخری دعا فرماکر مصافحے بھی کیے اور پھر موسم گرما کی شدت کے باوجود تین بجے دوپہر کو اجتماع گاہ سے چل کر راستے میں تھوڑی دیر چاند پور ٹھہر کر یہاں بھی مردوں اور عورتوں میں الگ الگ بیعت فرمائی اور پھر نماز عصر گجرولہ اور نماز مغرب ڈاسنہ میں ادا کرتے ہوئے بخیر و عافیت نظام الدین تشریف لے آئے۔

اجتماع اسلام نگر

یہ ایک شب و روز کا اجتماع سات شوال ۱۳۹۸ھ (۱۰؍ستمبر ۱۹۷۸ء) میں منعقد ہوا۔ انہی تاریخوں میں کاندھلہ میں اپنے ہی خاندان کے دو عزیزوں (حافظ محمد وسیم الحسن کاندھلوی اور مولوی محمد اطہر صاحب کاندھلوی) کا نکاح مسنونہ بھی تھا حضرت مولانا دونوں تقریبات میں شرکت کے قصد سے چھ شوال بدھ کی صبح میں کاندھلہ آئے اور حافظ وسیم الحسن صاحب کے دعوت ولیمہ میں شریک ہو کر سات شوال کی صبح میں اسلام نگر پہونچے۔ اور اگلے دن اجتماع سے فراغ پر تھانہ بھون خانقاہ اشرفیہ تشریف لے گئے یہاں چند گھنٹے کے قیام میں آرام و طعام اور نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد کچھ دیر بیان فرماکر مولوی اطہر بن مولانا محمد طاہر صاحب کاندھلوی کا نکاح پڑھایا اور پھر کاندھلہ تشریف لے آئے اور شب میں یہاں قیام فرماکر اگلے دن مولانا طاہر صاحب کے مکان پر دعوت ولیمہ سے فارغ ہو کر دہلی روانہ ہو گئے۔

اجتماع اور دونوں تقریبات میں شرکت کی تفصیل حضرت مولانا اپنے گرامی نامہ میں حضرت شیخ کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"۸؍ستمبر کو عزیز وسیم کا نکاح بھرا میں اور ۹؍کو ولیمہ کاندھلہ میں ہو گیا گیارہ ستمبر کو اطہر ابن مولوی طاہر کا نکاح مولوی ظہور الحسن کی صاحبزادی

سے تھانہ بھون میں ہوا۔ اور ۱۲ ستمبر کو ولیمہ ہوا۔ بندہ کا ۱۰ ستمبر کو رامپور کے قریب ایک اجتماع میں جانا تھا۔ جاتے ہوئے وسیم کے ولیمہ میں اور آتے ہوئے تھانہ بھون میں نکاح میں شرکت ہوئی۔ تھانہ بھون میں بندہ کی وجہ سے ایک روز نکاح میں تقدیم کی گئی۔ پہلے ۱۲ ستمبر تجویز تھی۔ بندہ نے عذر کر دیا کہ انتظار میں ایک روز ٹھہرنا تو دشوار ہے اور دہلی جاکر پھر آنا یہ اور بھی دشوار ہے۔ اس لیے کاندھلہ اور تھانہ بھون والوں نے ایک روز مقدم کر دیا۔ بندہ شریک نکاح ہوا۔ ولیمہ کی شرکت کا اصرار ہوا تو اس شرط پر بندہ نے اس کو قبول کر لیا کہ مولوی ...... اور مولوی ...... اور بڑے گھر والوں کی مصالحت ہو۔ الحمد للہ ان سب کی مصالحت ہو گئی اور سب مولوی طاہر کے یہاں ولیمہ میں شریک ہوئے۔ اور بندہ کل بارہ ستمبر کو ولیمہ میں شریک ہو کر اپنی ظہر کی نماز پڑھ کر دہلی واپس آگیا۔" (مکتوب محررہ ۱۱ شوال ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۷۸ء)

اجتماع مراد آباد

مراد آباد کا سب سے پہلا اجتماع مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے دورِ امارت میں ۲۷ تا ۲۹ محرم ۱۳۶۴ھ (۱۳ تا ۱۵ جنوری ۱۹۴۵ء) میں ہوا تھا جس میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی رح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدھم نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ اس کے بعد سے وہاں چھوٹے بڑے اجتماعات بکثرت ہوتے آ رہے ہیں۔ اہل مراد آباد نے اس کام کی قدر دانی بھی خوب کی۔ اور ان کی جماعتیں بھی کثیر تعداد میں ملکی و غیر ملکی سطح پر بارہا نکلیں۔ مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے دور امارت میں بھی یہ سلسلہ برابر قائم رہا اور عالی جناب الحاج عبدالعلیم صاحب اپنے دیگر احباب و رفقاء کے ساتھ برابر اس کام کو وسعت دینے میں جد و جہد فرماتے رہے۔

حضرت مولانا کے دور امارت میں یہاں سنبھل مراد آباد روڈ پر دریائے گانگن کے مغربی کنارے ایک عظیم الشان اجتماع ۲۷، ۲۸، ۲۹ شوال ۱۳۹۸ھ (۳۰ ستمبر یکم و دو اکتوبر ۱۹۷۸ء) میں

منعقد ہوا۔ مولانا زبیر الحسن صاحب اپنی یادداشت میں اس ہونے والے اجتماع کی تفصیلات اس طرح لکھتے ہیں:

"آج ۲۰ر شوال ۱۳۹۵ھ (۳۰ر ستمبر ۱۹۷۵ء) میں صبح سات بجے چار کاروں میں حضرت جی مدظلہٗ مع اپنے رفقاء مرادآباد کے لیے روانہ ہوئے۔ مولانا طلحہ مولوی شاہد، اور مولوی عمار بھی سفر میں ساتھ تھے، وہاں پہونچ کر مشورہ ہوا اور بعد ظہر ایک عرب کا بیان ہوا جس کا اردو ترجمہ مولانا عبیداللہ صاحب نے کیا، بعد عصر مولوی محمد سلیمان نے اور مغرب بعد پہلے مولانا محمد عمر صاحب اور پھر حضرت جی کا بیان ہوا۔

اگلے دن اتوار میں علماء میں مولانا عبیداللہ صاحب، خواص میں مولانا مولانا محمد عمر صاحب کے بیانات ہوئے اور بعد عصر حضرت جی مدظلہٗ کا نکاحوں پر بیان ہوا، اجتماع کے تیسرے دن بعد فجر میانجی محراب اور مولانا محمد عمر صاحب کے بیانات کے بعد حضرت جی نے بیان کیا، اور دعا فرماکر رخصتی مصافحے کیے"

اس اجتماع کے اثرات کو ختم کرنے کے لیے ایک طبقہ کے افراد نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا، اپنے مقررین کے ذریعہ پورے علاقہ کی فضا بھی مکدر کرنے کی کوشش کی مگر اللہ جل شانہٗ کے فضل وکرم سے ان تمام حرکات کے نتائج برعکس نکلے۔

جن نازک حالات میں یہ اجتماع ہوا تھا ان کی بناء پر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ بہت ہی فکرمند تھے اس بناء پر حضرت مولانا نے اجتماع کے فوراً بعد ایک تفصیلی مکتوب حضرت شیخ کی خدمت میں مستقل قاصد کے ذریعہ سہارنپور بھیجا جس میں اجتماع کے احوال وکوائف درج تھے۔ وہ مکتوب یہاں پیش کیا جاتا ہے:

" ازمرادآباد۔ سوا گیارہ بجے شب سہ شنبہ۔

مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمدللہ تین بجے بخیریت اجتماع بخیر وخوبی ختم ہوگیا جن سنگھیوں کی طرف سے اشتہارات اور بدعتیوں کی طرف سے بہت لمبا چوڑا اشتہار شائع کیا گیا تھا، پولیس اور مسلح فوج کا پورا انتظام تھا اور سی آئی ڈی کا پورا عملہ تھا اور غیر مسلم بھی پہلے روز کم مقدار میں اور اگلے روز کافی مقدار میں شریک ہوئے اور حضرت والا کی دعا اور توجہ سے سب ہی پولیس اور فوج اور غیر مسلم بہت متاثر ہوئے اور بدعتی بھی سوائے چار پانچ افراد کے، ان کے تمام افراد اہم اہم اشخاص بھی سب شریک ہوئے اور سب ہی بہت متاثر ہوئے ــــــ اللہ جل شانہ، استقامت نصیب فرماویں۔ ــــــ

جن سنگھی اشتہار میں شیخ عبداللہ کی آمد بھی تحریر تھی جہاں پر ہمارا قیام تھا اس کے متصل مسجد جس میں ہم پانچوں وقت کی نماز پڑھتے تھے مغرب کی نماز پہلی نماز پڑھی تھی بہت جی لگا بہت کشش ہوئی پھر معلوم ہوا کہ اس مسجد کے ایک کونہ میں حضرت مرزا صاحب کے ایک خلیفہ آرام فرمائیں بندہ کا اس مسجد سے باہر جانے کو دل نہیں چاہتا تھا جلسہ کے اوقات کے علاوہ جو وقت ملتا تھا مسجد میں گذرتا تھا اور فائدہ بھی محسوس ہوتا تھا اگرچہ قبر پر بیٹھنے کی نوبت بچند وجوہ نہیں آئی، مسجد ہی میں بندہ بیٹھتا تھا، چھوٹی سی مسجد ہے جہاں پر قیام ہے اس محل میں حضرت مرزا صاحبؒ، حضرت نانوتویؒ حضرت شیخ الہندؒ حضرت تھانویؒ حضرت مدنیؒ کا قیام رہا ہے، بار بار خیال آیا کہ حضرت والا کی بھی کبھی اس مزار پر حاضری ہو۔

محمد انعام الحسن غفرلہٗ

اس اجتماع کے جو اثرات و تاثرات حضرت مولانا کو معلوم ہوئے ان کی اطلاع وہ حضرت شیخ کو

اس طرح دیتے ہیں ،

"مراد آباد کا پورا حلقہ بریلوی خیالات کا ہے معلوم ہوا کہ اسّی فیصد لوگوں کے ذہن بدلے ہیں جب کہ ان کے علماء آٹھ روز پہلے سے تمام ہندوستان کے چوٹی کے وہاں جمع تھے بعد میں (انھوں نے) اپنی نجی مجلس میں یہ کہا کہ تبلیغ والوں نے ہمیں ذبح کر دیا۔ (اس اجتماع میں) بندہ نے حب رسول ہی کو اپنے بیانات کا محور رکھا تھا غیر مسلموں اور حکام پر بھی غیر معمولی اثر بیان کیا جاتا ہے[1]

موافقت و مخالفت کی فضاؤں میں ہونے والے اس اجتماع کی بھرپور کارگذاری آندھی، طوفان اور بارش سے پورے پنڈال کا گرنا اور اس پر نوجوانوں کا دینی جذبہ سے بھرپور ہوکر اس کو دوبارہ تیار کرنا نیز اجتماع کو کامیاب کرنے کے لیے زبردست دینی محنت و جدوجہد اور جماعتوں کی نقل و حرکت کی دل آویز پیرایہ میں تفصیل ایک قدیم مبلغ اور ذمہ دار کارکن کی طرف سے لکھی ہوئی حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ذخیرہ میں محفوظ ہے۔ ایک یادگار تاریخی اجتماع کے حوالہ سے یہاں اس کو پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

اجتماع مراد آباد کیلئے الحمدللہ تاریخ کا تعین ہوتے ہی علاقے کے احباب نے فکرمندی کے ساتھ محنت شروع کی، پورے علاقے میں جماعتوں کی نقل و حرکت اور اعمال کی فضا بننی شروع ہوئی، جس کے نتیجے میں محض اللہ کے فضل و کرم سے اجتماع سے قبل ہی چھ سو نو جماعتیں چلے تین چلے کی نکل کر پورے ملک میں پھریں

——— جس سے پورے علاقے میں اچھی فضا بنتی چلی گئی، مراد آباد، بریلی، بدایوں، پیلی بھیت ان اضلاع میں مخالفت شدید تر تھی۔

---

[1] اقتباس مکتوب محررہ ۲۰ ؍نومبر ۱۹۷۰ء

عموماً جماعتیں اکثر مساجد میں پابندی کی وجہ سے کام نہیں کرسکتی تھیں بیرونی ممالک کی جماعتیں ان مساجد میں بھیجی گئیں۔ خصوصاً عرب کی جماعتوں سے رکاوٹوں کی جگہ پر کام ہوا، تشکیلیں بھی ہوئیں۔ اس بدلتی ہوئی فضا سے مخالفوں میں غم و غصہ بڑھا، اور انھوں نے بڑے بڑے اشتہار اجتماع کی مخالفت میں نکالے مختلف مقامات پر اپنے جلسے کرکے عوام کو بدظن کرنے کی کوشش کی مگر اللہ کا ایسا فضل ہوا کہ جتنی وہ لوگ مخالفت کرتے اتنا ہی ہمارے کام کی راہ نکلتی۔ ہماری طرف سے کوئی جوابی قدم نہ اٹھنے سے ان کے حلقے کے لوگ خود ان سے بدظن ہوئے ــــــــــــــــــــ

کچھ ہی دنوں میں شہر مرادآباد کی کثیر تعداد سے جن مسجدوں میں جماعتوں کے لیے پابندی تھی وہ ختم ہوکر جماعتوں کی آمد و رفت کھلی، برادری وار بھی اجتماع شہر میں تقاضے کے تحت کیے گئے جس سے شہر میں عوام کے اندر کام کا رجوع ہوا، اور لوگوں میں شوق بڑھا۔ اللہ کی راہ میں نکلنے والے احباب کافی تعداد میں آنے لگے اعمال کی فضا بھی بڑھی۔ مستورات کے اجتماع محلے والوں کے تقاضے پر مختلف گھرانوں میں کیے گئے ــــــــــــــــــــ

اجتماع سے قبل مسلم خواتین کے ــــــــــــــــــــ

ایک بڑے اسکول میں مستورات کا اجتماع ہوا جس میں تقریباً بیس ہزار خواتین جمع ہوئیں، دو گھنٹے تقریباً ایمان و آخرت کی باتیں کی گئیں اس کے بعد اپنے اپنے گھروں سے جماعتوں میں اپنے اپنے مردوں کو ــــــ بھیجنے کے لیے خواتین نے بڑے شوق و ذوق سے نام لکھائے (جس سے مردوں کے نکلنے میں آسانی کی صورتیں پیدا ہوئیں) اجتماع گاہ ــــ تقریباً شہر سے پانچ کلومیٹر دور تھی برسات کی وجہ سے اجتماع گاہ میں کام شروع نہیں ہوسکا تھا اس لیے سات ستمبر کو اجتماع میں کام شروع ہوا۔

یہاں زمین نشیب میں ہونے کی وجہ سے پانی بھرا ہوا تھا اور کوئی جگہ

اتنی بڑی نہیں تھی کہ وہاں اجتماع ہو سکے ——————

—————— اندازہ یہ تھا کہ ان دنوں برسات کا موسم آخر ہوگا مگر اس کے برخلاف بارش کی بہتات نے بڑا مسئلہ کھڑا کر دیا آخر اللہ کے بھروسہ پر اسی زمین کا پانی نکالنا شروع کیا۔ اجتماع گاہ کے کنارے پر ندی تھی کھیتوں کا پانی نکلنے کے لیے تقریباً ایک ہزار فٹ لمبی اور چھ فٹ گہری ایک نہر کھودی گئی جس سے پانی نکال کر دریا میں ڈال دیا گیا اسی طرح اس زمین کو ہموار کرنے کے لیے کئی ٹریکٹر مسلمانوں نے مفت خدمت کے لیے پیش کیے سینکڑوں کی مقدار میں بندگان خدا شہر اور اطراف سے خدمت کے جذبہ سے روزانہ آکر مفت کام کرتے، شام کو سارے کام کرنے والوں کو جمع کیا جاتا اور عصر سے مغرب تک روزانہ بیان ہوتا۔ اس طرح سے اجتماع گاہ میں بیس روز پہلے ہی بیان شروع ہو گئے تھے ایک عارضی مسجد بھی بنائی گئی تھی جس میں —— پانچوں وقت کی نماز ہوتی تھی، شہر کے مرکز سے کسی ساتھی کو مشورے سے بیان کے لیے بھیجا جاتا۔ مغرب کی نماز کے بعد روزانہ اہتمام سے یٰسین شریف کا ختم اور دعا ہوتی تھی ——————

——————

اجتماع سے دس روز قبل جب کہ سارا پنڈال تیار ہو چکا تھا۔ رات کو تقریباً سوا بجے بہت زور دار بجلی کی گرج اور طوفانی بارش ہوئی۔ ایسی آواز آتی تھی کہ رات کو گھروں میں عورتیں بچے اٹھ کھڑے ہوتے تھے جتنی جماعتیں مسجدوں میں ٹھہری ہوتی تھیں۔ یہ منظر دیکھ کر دعا و ذکر کرنے لگ جاتے عورتیں بچے بھی طوفان سے گھبرا کر دعا مانگ رہے تھے، مسجدوں اور گھروں میں رونے کی آواز گونج رہی تھی، صبح کو جا کر اجتماع گاہ دیکھا تو شامیانوں کا دس ہزار گز لمبا چوڑا پنڈال گر چکا تھا ہزاروں بلب اور ٹیوب لائٹ پنڈال گرنے سے ٹوٹ گئی تھیں، یہ منظر دیکھ کر منتظمین کی آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے۔

سب کچھ مٹی پر گر چکا تھا، مہینوں کی کوشش دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہو گئی تھی، شامیانے کے اوپر پانی بھر چکا تھا، حوصلے اس قدر پست ہو چکے تھے کہ سب کا خیال یہ تھا اب اس جگہ اجتماع نہ ہو سکے گا، کیوں کہ اجتماع میں صرف ڈیڑھ دن باقی تھا، شامیانوں کے گر جانے کی خبر سن کر پورے شہر میں ہل چل مچ گئی، لوگوں نے اپنے کارخانے اور دکانداروں نے اپنی دکانیں اور مزدوروں نے اپنی مزدوریاں چھوڑیں اور جوق در جوق اجتماع پیدل اور سواریوں سے اس قدر کثیر تعداد میں پہونچے کہ خود ان پر کنٹرول کرنا مشکل ہو گیا ہر ایک کی زبان پر یہ تھا کہ ہم دن رات لگ کر اس پنڈال کو کھڑا کریں گے اور میدان سے سارا پانی باہر نکال دیں گے کیوں کہ صبح دھوپ تیز نکل چکی تھی اور موسم صاف ہو گیا تھا اس لیے ان بندگانِ خدا کے جوش اور خروش اور ہزاروں نوجوانوں کی پیش کش سے منتظمین میں ہمت ہوئی اور اللہ کا نام لے کر شامیانے کھڑے کرنا شروع کیے، شامیانے بھیگ جانے کی وجہ سے ان کا وزن اتنا بڑھ گیا تھا کہ ایک ایک شامیانے کو کھڑا کرنے میں پچاسوں نوجوان لگتے تھے، اللہ نے مدد فرمائی کہ سینکڑوں شامیانوں کا وہ پنڈال جو پندرہ دن میں تیار ہوا تھا وہ آٹھ دس گھنٹے میں ان بندگانِ خدا کی قربانی سے کھڑا ہو گیا اور پھر اس میدان سے پانی نکالنے کی کوشش شروع ہوئی۔ بڑے بڑے قیمتی لباس پہنے ہوئے یہ نوجوان کیچڑ میں لت پت دیوانہ وار پانی نکالنے میں لگے ہوئے تھے، تھوڑی ہی دیر میں الحمد للہ میدان پانی سے خالی ہونے لگا ادھر دھوپ میں اتنی تیزی تھی کہ پانی خشک ہونے میں زیادہ وقت نہیں لگا اور یہ سارا کام اللہ رب العزت نے اپنے فضل سے اس طرح کرا دیا کہ جس کا گمان بھی نہیں تھا،

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اللہ

نے انسانوں کی ساری کوشش اور تدبیریں اور منتظمین کی ساری اسکیمیں فیل فرما کر

اپنی قدرت سے ہونے کا کرشمہ دکھایا۔ جب یہ سب کچھ ہوگیا تو پھر ایک اور تیز ہوا آئی جس سے شامیانے اڑنے لگے اس وقت ایک ایک لکڑی کو پچاس پچاس نوجوانوں نے پکڑا، اور اپنی جگہ سے ہلنے نہیں دیا:۔۔۔۔۔

خدا خدا کر کے اجتماع کا دن شروع ہوا، اور لاکھوں اللہ کے بندے صوبوں اور ملکوں سے جوق در جوق آنے شروع ہوئے۔ اجتماع کے پہلے دن دو کلومیٹر کا یہ وسیع میدان بھر گیا تھا اور پھر جگہ نہ ہونے کی صورت میں آنے والے مہمانوں کو شہر کے دینی مدارس مسلم اسکول اور کالجوں اور شہر کی بڑی مسجدوں میں ٹھہرایا گیا، اس طرح اجتماع شروع ہوا، پہلا بیان ایک عرب صاحب کا اور ترجمہ مولانا عبید اللہ صاحب دامت برکاتہم کا ہوا۔ عصر کے بعد تھوڑی دیر فضائل ذکر بیان ہوئے۔ مغرب بعد مولانا عمر صاحب پالنپوری دامت برکاتہم کا بیان شروع ہوا مولانا کے بیان کے بعد تشکیلیں ہوئی۔ پھر حضرت جی دامت برکاتہم کا بیان شروع ہوا، بیان شروع ہوتے ہی ایک دم چاروں طرف سے بجلی کی کڑک شروع ہو کر۔ بادل امنڈ آئے اور اتنی موٹی بوندیں پڑنی شروع ہوئیں کہ جس طرح اولے پڑتے ہیں ایک دم مجمع میں انتشار ہوا اور لوگ گھبرا گئے کہ کیا ہوگا، پورا پنڈال و میدان اللہ کے بندوں سے بھرا ہوا تھا، لوگوں میں بے چینی کا یہ عالم دیکھ کر حضرت جی دامت برکاتہم نے اپنے بھاری جملوں میں یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ کے بندو! جمع رہو، ان بوندوں سے کیا ڈرتے ہو، زیادہ سے زیادہ بھیگ ہی جاؤ گے انسان ڈرنے پر آئے تو چیونٹی سے ڈر جائے اور نہ ڈرے تو شیر سے بھی نہ ڈرے، یہ جملے ایسے اطمینان بخش تھے کہ سارے مجمع میں سکون قائم ہوگیا اور لوگ جم گئے۔ حضرت والا کا بیان بدستور ہوتا رہا چند منٹ میں ہی مطلع صاف ہوگیا اور ہوا سارے بادلوں کو اڑا لے گئی۔ اگلے روز موسم بالکل صاف رہا اور سارے پروگرام

بعافیت پورے ہوئے۔ تیسرے دن ہزاروں اللہ کی راہ میں جانے والوں کو حضرتؒ والا نے روانگی کی نصیحتیں فرمائیں اور اس کے بعد تقریباً پچاس منٹ اس طرح دعا کی کہ حضرت والا پر رقت طاری رہی۔ مجمع زار و قطار رو رہا تھا۔ اللہ رب العزت قبول فرمائے، پورے عالم کی ہدایت اور دین کی سربلندی کا ذریعہ بنائے۔

ہتورا باندہ کا اجتماع

۲۶ صفر ۱۳۹۹ھ (۲۶ جنوری ۱۹۷۹ء) جمعہ کی شام میں حضرت مولانا قطب ایکسپریس سے اس اجتماع کے لیے روانہ ہوئے۔ مولانا عبید اللہ، مولانا سعید احمد خاں، مولانا محمد عمر، جناب منشی بشیر احمد، مولانا زبیر الحسن، مولانا احمد لاٹ، مولانا احمد مٹھی وغیرہ ۱۱۵ احباب آپ کے ہمراہ تھے شب میں اسٹیشن کے قریب ایک تبلیغی کارکن کے مکان پر قیام ہوا۔ اور اگلے دن بعد نماز فجر اجتماع گاہ ہتورا روانہ ہو گئے۔ اس اجتماع کے روح رواں چونکہ حضرتؒ مولانا صدیق احمد صاحبؒ تھے اس لیے یہ حضرت مرحوم کے قائم کردہ ادارہ "جامعہ عربیہ ہتھورا" میں ۲۷، ۲۸، ۲۹ صفر (۲۷، ۲۸، ۲۹ جنوری) میں منعقد ہوا تھا۔

اجتماع کے پہلے دن بعد فجر مولانا مستقیم احمد، بعد ظہر مولانا عبید اللہ صاحب، بعد عصر مولانا زبیر الحسن، بعد مغرب مولانا محمد عمر اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے بیانات ہوئے، آج کی آخری نشست ساڑھے دس بجے ختم ہوئی۔ مولانا پالن پوری موصوف نے آج کے دن ہونے والی زیارت نبوی کی تفصیل حضرت مولانا کے گوش گذار کی اور سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی نقل کیا کہ "گھبراتے کیوں ہو اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہے"۔

اجتماع کے دوسرے دن مرکز سے آئے ہوئے حضرات کے بیانات کے علاوہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی اور حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب کے بھی بیانات ہوئے۔ اسی دوران شدید ہوا کے ساتھ طوفانی بارش ہوئی اور جلسہ گاہ سے کچھ فاصلہ پر بارش کے ساتھ اولہ باری بھی ہوئی حضرت مولانا صدیق احمد صاحب جو

گویا ایک طرح سے اس بارات کے دولہا تھے اس صورت حال سے بے چین اور متفکر ہو کر دعا اور توجہ کی غرض سے حضرت جی کے کمرہ میں تشریف لائے ابھی کچھ کہنے بھی نہ پائے تھے کہ حضرت جی رح نے انتہائی تواضع، خشیت اور اعتماد علی اللہ کے ملے جلے جذبات کے ساتھ بڑے مضبوط لہجے میں مولانا باندوی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا مولانا! جدھر مولا ۔ ادھر شاہ دولا۔ یہ سنتے ہی موصوف پر انبساط وانشراح کی کیفیت طاری ہو گئی اور مسکراتے ہوئے کمرے سے باہر تشریف لے آئے۔

حافظ محمد یوسف صاحب (ٹانڈہ چھپرولی) اس موقع پر اپنی مرسلہ یادداشت میں لکھتے ہیں:

"باندہ ضلع میں اجتماع تھا۔ سردی کا موسم تھا جنگل میں سوائے جلسہ گاہ اور مدرسہ کے کوئی پناہ گاہ نہیں تھی۔ مولانا محمد عمر کے بیان میں سخت بارش ہوئی۔ لوگ خوب رو رو کر دعائیں مانگ رہے تھے۔ اذانیں پڑھ رہے تھے اور تکبیریں کہہ رہے تھے۔ میں اسی بارش میں حضرت جی رح کی خدمت میں مدرسہ پہونچا تو دیکھا کہ پلنگ پر تشریف فرما ہیں، خوش ہو رہے ہیں اور بار بار فرما رہے ہیں دیکھو اللہ جل شانہ کے نام سے سارا پنڈال گونج رہا ہے۔"

اجتماع کے تیسرے دن علی الترتیب مولانا محمد سلیمان، جناب میانجی محراب اور مولانا محمد عمر صاحب کے بیانات کے بعد حضرت مولانا کا بیان ہو کر دعا ہوئی اور اسی دن شام کو دہلی کے لیے واپسی ہو گئی۔

اجتماع مگراہاٹ

۱۱، ۱۲، ۱۳ جمادی الاولی ۱۴۰۰ھ (۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۹۸۰ء) ہفتہ، اتوار، پیر میں ہونے والے اس اجتماع میں شرکت کیلئے حضرت مولانا ۱۰ جمادی الاولی کی صبح کالکا میل سے کلکتہ کے لیے روانہ ہوئے ـــ مولانا سعید خاں، مولانا محمد عمر، مولانا زبیر الحسن، الحاج فضل عظیم، شیخ معتوق، شیخ بشیر صالح، پروفیسر عثمان، جناب حافظ کرامت اللہ صاحب وغیرہ رفقاء سفر تھے، ہفتہ کی صبح کو ہاوڑہ پہونچ کر کاروں کے ذریعہ یہ قافلہ مگراہاٹ پہونچا۔

اجتماع کے پہلے اور دوسرے دن مرکزی حضرات کے بیانات ہوئے اس اجتماع میں حضرت مولانا کا ایک بیان بروز اتوار بعد مغرب عمومی مجمع میں ـــــ اور دوسرا اجتماع کے اختتام پر دعا سے قبل ہوا۔ اور اسی دن شام کو مگرا ہاٹ سے روانہ ہو کر منگل یکم اپریل کی صبح میں بخیر و عافیت نظام الدین تشریف لائے۔

واپسی کے موقع پر مغل سرائے، الہ آباد، کانپور، علیگڑھ کے اسٹیشنوں پر بڑی تعداد میں احباب ملاقات کے منتظر تھے آپ نے ان کے تعلق و محبت کا پاس و لحاظ فرماتے ہوئے تمام مقامات پر ان سے ملاقات کی اور دعا فرمائی۔

اجتماع بھاگل پور

۱۰، ۱۱، ۱۲، جمادی الاخری ۱۴۰۰ھ (۲۶، ۲۷، ۲۸، اپریل ۱۹۸۰ء) ہفتہ، اتوار، پیر میں منعقد ہونے والے اس سہ روزہ اجتماع کے لیے حضرت مولانا ۸، جمادی الاخری ۲۴، اپریل جمعرات میں بھاگل پور کے لیے روانہ ہوئے۔ مولانا عبید اللہ، مولانا محمد عمر، جناب بھائی عبد الوہاب صاحب، مولوی احمد لاٹ، مولوی محمد بن سلیمان، مولوی احمد منڑھی اور مولانا زبیر الحسن کے علاوہ شیخ معتوق، شیخ عبد المجید (لبنانی)، شیخ عبد العزیز بوقس، جناب حافظ کرامت اللہ صاحب آپ کے رفقائے سفر تھے۔ داناپور اسٹیشن پر نماز جمعہ ادا کی گئی، ۸ بجے بخیریت بھاگل پور پہونچنا ہوا۔ یہ سفر گرمی اور لو کے زمانے میں ہوا۔ اور اجتماع گاہ میں قیام بھی خیمہ اور شامیانے میں تھا جس کی بنا پر طبیعت میں اضمحلال رہا۔ اس اجتماع میں تینوں دن حضرت مولانا کے طویل اور مفصل بیانات ہوئے۔ دعا بھی تقریباً ایک گھنٹہ ہوئی اور پھر اسی گرمی کے عالم میں حضرت مولانا نے جماعت میں جانے والوں سے مصافحہ کیا جس میں ڈیڑھ گھنٹہ صرف ہوا۔

جناب پروفیسر کلیم عاجز صاحب (پٹنہ، بہار) اس اجتماع میں وزیر اعلیٰ بہار کی آمد اور حضرت مولانا کی آخری دعا کے متعلق اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں؛

"بھاگلپور کے اجتماع میں ڈاکٹر جگناتھ مصرا وزیر اعلیٰ بہار اپنے دوسرے غیر مسلم وزراء کے ساتھ اجتماع کی کئی نشستوں میں اسٹیج پر کنارے آکر بیٹھتے اور حضرت جی کی طرف دیکھتے رہتے تھے۔ حضرت کی دعا کے

وقت نیچے اجتماع گاہ میں کئی خوش پوش غیر مسلم بھی بیٹھے تھے، دعا کے لیے جب ہاتھ اٹھے تو دس پانچ سکنڈ کے وقفہ کے بعد میری بغل میں جو دو چار غیر مسلم تھے انھوں نے بھی ہاتھ اٹھا دیئے، یہ دعا حضرت جی کی بہت جاندار اور پُر اثر تھی اس میں حضرت جی پر کئی بار رقت طاری ہوئی اور اجتماع گاہ آہ وزاری سے گونج اٹھا اور ٹھیک میری بغل میں جو ہندو تھا میں نے دیکھا کہ وہ بھی ہچکی لے رہا ہے۔ دعا کے بعد میں نے اس سے تعارف حاصل کیا تو وہ سیوان کا ایک تاجر نکلا جو اپنے رشتہ داروں سے ملنے آیا تھا اور اشتیاق میں اجتماع گاہ بھی چلا آیا تھا۔" [1]

۱۲ جمادی الثانی منگل کی صبح کو آپ جامعہ رحمانیہ مونگیر تشریف لائے یہاں کچھ دیر ناشتہ اور آرام میں مصروفیت رہی، اس کے بعد آپ کا بیان ہوا۔

یہاں سے چونکہ صبح دس بجے دہلی کے لیے ٹرین تھی اس لیے اسی حساب سے اسٹیشن آنا ہوا، لیکن تاخیر ہوتے ہوتے رات کے سات بج گئے۔ اس پورے وقت میں حضرت مولانا مع رفقاء اسٹیشن سے متصل ایک مسجد میں رہے اور شب میں یہاں سے روانہ ہوکر اگلی صبح مغل سرائے پہونچ کر دوسری ٹرین سے دہلی روانہ ہوئے اس طرح دو دن اور ایک شب میں واپسی کا یہ سفر پورا ہوا۔

اجتماع کانپور

گذشتہ اجتماع کانپور کے پانچ سال بعد یہ اجتماع ۱۸، ۱۹، ۲۰ صفر ۱۴۰۱ھ (۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۹۸۰ء) میں بمقام جاجمئو منعقد ہوا۔ حضرت جی اس میں شرکت کے لیے ایک یوم قبل دہلی سے کانپور تشریف لے گئے۔ مولانا عبید اللہ، مولانا محمد عمر، مولانا سعید احمد خان، مولانا محمد طلحہ، مولانا زبیر الحسن وغیرہ آپ کے ہمراہ تھے۔

اجتماع کے پہلے اور دوسرے دن مولانا عبید اللہ، مولانا محمد عمر، مولانا سعید احمد خان اور مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی کے بیانات عمومی وخصوصی مجلسوں میں ہوئے حضرت مولانا کے بھی تینوں دن عمومی وخصوصی مجالس میں بیانات ہوئے۔ تیسرے دن میاں جی محراب اور مولانا محمد عمر صاحب کے بیانات

---

[1] اقتباس مکتوب پروفیسر صاحب بنام مصنف کتاب

کے بعد حضرت جی رح کا آخری خطاب ہو کر دعا پر اجتماع ختم ہوا، اور اسی دن مولانا ظفر الدین صاحب کے مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھنے کے بعد شب میں دہلی کے لیے واپسی ہوئی۔

مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی اس اجتماع کے متعلق حضرت شیخ رح کو لکھتے ہیں:

"کانپور کے اجتماع میں حضرت جی دام مجدھم و دیگر احباب شریک ہوئے۔ حضرت جی دام مجدہم کے قافلہ کے پہنچنے سے پہلے بارش بہت زور کی تھی جس سے اہل اجتماع بہت پریشان تھے مگر الحمدللہ حضرت جی دام مجدہم اور حضرت والا کی دعاؤں کی برکت سے پانی تھم گیا اور تین دن بخیر و خوبی و عافیت کے ساتھ اجتماع انجام پایا۔ ایک سو بیس جماعتیں جن میں تین چلہ کی پانچ، اور بقیہ چلہ کی تھی راہ خدا میں نکلیں اور ۵۵ جماعتیں بیرون کی جن میں پانچ نقد اور باقی سال بھر میں انشاء اللہ نکل جائیں گی۔"

(مکتوب محررہ ۲۴ر صفر ۱۴۰۱ھ)

اجتماع حیدر آباد حضرت مولانا کی حیات میں حیدر آباد کا ایک بڑا اجتماع ۲۱ر۲۲ر ۲۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ (۲۸ر ۲۹ر ۳۰ر مارچ ۱۹۸۱ء) میں بھی ہوا ہے۔ ۲۷ر مارچ جمعہ کی صبح میں تبلیغی احباب اور کارکنوں کا اکیس افراد پر مشتمل قافلہ آپ کے ساتھ دہلی سے روانہ ہوا۔ اس سفر کی پہلی منزل حیدر آباد تھی۔ یہاں تینوں دن آپ نے مجمع عام میں بیانات فرمائے۔ اس اجتماع سے سوڈان، ملیشیا، بنگلہ دیش اور امریکہ کیلی فورنیا، آسٹریلیا، ویٹنام، فلپائن، تھائی لینڈ کے لیے تیرہ جماعتیں (جن میں ۹۸ نفر تھے) بن کر روانہ ہوئیں۔ مزید اوقات کے لیے نکلنے والی جماعتوں کے اعداد و شمار یہ ہیں:

• تین چلہ کے لیے	پانچ جماعتیں	افراد	۵۷
• ایک چلہ کے لیے	ایکسو گیارہ جماعتیں	افراد	۱۱۷۷
• کم و بیش اوقات کے لیے	۳۷ جماعتیں	افراد	۳۷۲
		کل افراد	۱۷۰۴

۳۰ تاریخ کی شام میں آپ یہاں سے مدراس، بنگلور وغیرہ کے لیے روانہ ہوئے اور دو ہفتہ بعد دہلی مراجعت فرمائی۔

اجتماع کولھاپور

کولھاپور (مہاراشٹر) میں سہ روزہ اجتماع ۶، ۷، ۸ رجمادی الثانی ۱۴۰۱ھ (۱۱، ۱۲، ۱۳ اپریل ۱۹۸۱ء) میں منعقد ہوا۔ حضرت جی رح حیدر آباد، بنگلور، کیرالہ، اور مالابار کے مختلف اور متعدد اجتماعات کرتے ہوئے یہاں پہونچے تھے۔ شرکاء اجتماع کا اندازہ ایک لاکھ تھا۔

اس اجتماع سے چلہ تین چلہ کی تین سو تیرہ جماعتیں (جن میں تین ہزار نو سو پچیس افراد تھے) راہِ خدا میں نکلیں۔ بیرونِ ملک کے لیے سولہ جماعتیں اس کے علاوہ تھیں۔ اجتماع سے فراغت پر بمبئی کا ایک روزہ سفر ہوا اور وہاں سے ۹ رجمادی الثانی (۱۵ اپریل بدھ) میں دہلی کے لیے روانگی ہوئی۔

اس سفر سے متعلق ذیل میں حضرت جی رح اور مولانا محمد عمر کے دو گرامی نامے (جن سے مزید تفصیلاتِ سفر معلوم ہوتی ہیں) پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ دونوں گرامی نامے اجتماع گاہ (کولھاپور) سے حضرت شیخ رح کو ارسال کئے گئے تھے۔

۱:- "مخدوم مکرم و معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بندہ جنوبی ہند کے دورہ پر سولہ روز سے نکلا ہوا ہے۔ حیدر آباد، بنگلور، مالابار اور کولھاپور میں اجتماعات تھے اور براہ بمبئی ۱۵ اپریل کو دہلی کے لیے واپسی ہے، ایک روز بمبئی میں قیام رہے گا۔ الحمدللہ ہر جگہ اللہ جل شانہ نے بہتر صورت اپنے فضل سے فرمائی۔ تمام طبقات خوب متوجہ ہوئے۔ اللہ جل شانہ استقامت نصیب فرماوے۔

یہ سفر پورا ہنگامی تھا محض اللہ جل شانہ نے اپنے فضل سے پورا فرمایا یہ کولھاپور کا آخری اجتماع ہے جس کا ڈیڑھ دن گذر گیا ہے یہ تمام بدعتی علاقے ہیں خوب مخالفتیں کی گئی لیکن اجتماع میں مجمع بھی سب جگہ سے زیادہ ہے اور

لوگوں میں شوق بھی خوب ہے۔ پانچسو جماعتیں تقریباً ۵ ہزار افراد کے نکلنے کی امیدیں بتائی جا رہی ہے، اللہ جل شانہ، سنت کی ہوائیں چلائے سعودی عرب کے بھی ۱۵ کے قریب عرب موجود ہیں۔ سب حضرات خدام کی خدمت میں سلام مسنون، عزیز شاہد بھی اپنی تحریر کے مطابق ایک عشرہ قبل پہونچ گیا ہوگا۔ حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد صلوٰۃ وسلام کی درخواست ہے۔

محمد انعام الحسن غفرلہ ۱۲ر اپریل ۸۱ء کولھاپور مہاراشٹر۔"

اقتباس گرامی نامہ مولانا محمد عمر صاحبؒ:

"اللہ پاک حضرت والا کو ہردم خوش وخیریت سے رکھے۔ سایۂ عافیت تادیر سلامت وباکرامت رکھے۔ حیدر آباد، بنگلور، کیرالہ اور مدراس کے اجتماعات سے بحمد اللہ بخیر وخوبی فارغ ہو کر کل صبح کولھاپور بخیریت پہونچ گئے ہیں کل انشاء اللہ آخری دعا کے بعد جماعتیں راہ خدا میں روانہ ہوں گی۔ یہاں اب تک تقریباً چار سو جماعتوں کی تشکیل وترتیب ہو چکی ہے، مزید کی انشاء اللہ امید ہے، دعاؤں کے شدید محتاج ہیں۔ حضرت جی دامت برکاتہم مولوی زبیر صاحب، بھائی عبد الحلیم، بھائی فضل عظیم صاحب شیخ معتوق، شیخ عصام اور جمع احباب ورفقاء بخیر وعافیت ہیں۔ اکثر ریاستہائے ہند کے ذمہ دار وقدماء حضرات بھی یہاں ماشاء اللہ خوب جڑ گئے ہیں، عربوں کی بھی اچھی تعداد موجود ہے۔ مجمع کا اندازہ فی الوقت تک کچھ ساٹھ ہزار سے زائد ہی کا ہے۔"

(مکتوب محررہ ۱۲ر اپریل ۱۹۸۱ء)

اجتماع حمزہ گڑھ

علاقہ گنگوہ میں واقع حمزہ گڑھ کا اجتماع ۱۴ر ربیع الاول ۱۴۰۲ھ (۱۰ر جنوری ۱۹۸۲ء) اتوار میں ہوا۔ ان ایام میں حضرت شیخؒ سفر حجاز کے لیے پابرکاب تھے اور آپ کا قیام نظام الدین میں جناب الحاج کرامت اللہ صاحب کی کوٹھی پر تھا۔

اس ایک روزہ اجتماع کی تفصیل اور آمد و رفت کی روداد حضرت مولانا نے اپنی یادداشت میں اپنے قلم سے اس طرح تحریر فرمار کھی ہے:

"۱۴ ربیع الاول اتوار میں ۹ بجکر ۲۰ منٹ پر سراج میرٹھی کی کار سے روانہ ہوئے، ساڑھے گیارہ بجے شاملی پہونچے، پیشاب وغیرہ کیا، بارہ بجے یہاں سے روانہ ہوکر ایک بجکر دس منٹ پر حمزہ گڑھ پہونچے، نماز پڑھ کر کھانا کھایا۔ تھوڑی دیر آرام کے بعد بندے کا بیان ہوا۔
اگلے دن صبح نو بجے مستورات میں بندہ کا بیان ہوا۔ اور بیعت ہوئی پھر مردوں میں بیان ہوا۔ نکاح ہوئے اور دعا ہوکر جماعتیں رخصت ہوئیں۔ ڈھائی بجے فارغ ہوکر روانہ ہوئے، تیتروں میں ظہر کی نماز پڑھی۔ عصر کی نماز باولی میں پڑھ کر پانچ بجے روانہ ہوئے۔ مغرب کی نماز جمنا کے کنارے سڑک پر پڑھی، پونے سات بجے اللہ جل شانہٗ نے خیریت سے حضرت نظام الدین پہونچا دیا۔"

اجتماع قاسم پور گڈھی

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ (۲۰ فروری ۱۹۸۲ء) ہفتہ میں منعقد ہونے والے اس ایک روزہ اجتماع کی تفصیل حضرت مولانا کی یادداشت (ڈائری) سے پڑھئے۔ تحریر فرماتے ہیں:

"آج صبح ساڑھے سات بجے حضرت نظام الدین سے (میرٹھ والوں کی) تین کاروں میں روانہ ہوئے، ساڑھے دس بجے چاند پور پہونچ کر مسجد کا سنگ بنیاد رکھ کر دعا ہوئی۔ گیارہ بجے یہاں سے روانہ ہوکر ساڑھے بارہ بجے افضل گڈھ پہونچے، خواص سے بات ہوئی پھر کھانا کھا کر آرام کیا، تین بجے اٹھ کر ظہر کی نماز پڑھی اور پھر قاسم پور گڈھی روانہ ہو گئے وہاں پہونچ کر بندہ کا بیان ہوا۔ پانچ بجے قیام گاہ پہونچے، عصر کے بعد خواص سے ملاقات ہوئی۔ مغرب کے بعد عورتوں کی بیعت ہوئی۔ اگلے دن (۲۶ ربیع الثانی) اتوار کی صبح ناشتے کے بعد مانیا والی جانا ہوا۔ کچھ دیر بندے کی بات ہوکر عورتوں کی بیعت ہوئی۔

پونے گیارہ بجے جلسہ گاہ پہونچے۔ بیان و نکاح اور دعا و تودیع ہوئی۔ ایک بجے فارغ ہوئے اور ایک بجکر پانچ منٹ پر روانہ ہوکر دو بجکر دس پر نور پور پہونچے مسجد میں ڈھائی بجے ظہر کی نماز پڑھی، کھانا کھایا، چار بجے روانہ ہوکر پانچ بجکر بیس منٹ پر گجرولہ میں عصر کی نماز پڑھی۔ پانچ بجکر چالیس منٹ پر یہاں سے روانہ ہوکر ساڑھے چھ بجے ڈاسنہ پہونچے، مغرب کی نماز پڑھی گئی اور چائے پی گئی۔ سات بجے یہاں سے روانہ ہوکر آٹھ بجے اللہ جل شانہٗ نے خیریت سے حضرت نظام الدین پہونچا دیا۔ سب کو بخیر پایا۔

فالحمد للہ الذی بعزتہ تتم الصالحات۔

اجتماع لال گنج ضلع اعظم گڈھ

۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ (۲۶ فروری ۱۹۸۲ء) جمعہ سے شروع ہونے والے اس چھ روزہ سفر کی تفصیل حضرت مولانا نے اپنی یادداشت میں اس طرح قلم بند فرمائی ہے۔

"آج ۲ جمادی الاولیٰ جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد پانچ بجکر چالیس منٹ پر حضرت نظام الدین سے روانہ ہوئے۔ پرانی دہلی اسٹیشن پر پہونچ کر مغرب کی نماز پڑھی پھر گاڑی میں سوار ہوئے، مصافحہ ہوا، دعا ہوئی۔ براہ نئی دہلی پونے سات بجے گاڑی روانہ ہوئی۔ نئی دہلی سے ایک ہجوم علیگڑھ والوں کا سوار ہوا جو یونیورسٹی سے متعلق تھا۔

ہفتہ کی صبح چھ بجکر پینتیس پر گاڑی مغل سرائے پہونچی، ویٹنگ روم میں ناشتہ کیا اور ضروریات سے فراغت حاصل کرکے آٹھ بجے بیری ڈیہ جائے اجتماع گاہ کے لیے روانہ ہوکر دس بجے اللہ جل شانہٗ نے وہاں پہونچایا۔ عصر کے بعد ایک نکاح ہوا اور عربوں سے ملاقات ہوئی۔ مغرب بعد پہلا بیان مولوی محمد عمر کا اور دوسرا بندہ کا ہوا۔

اتوار میں ظہر کے بعد مولوی شمیم کے مکان پر عورتوں میں بیان اور بیعت ہوئی۔ عصر کے بعد نکاحوں پر بیان ہوکر متعدد نکاح ہوئے۔ مغرب کے بعد

مردوں کی بیعت ہوئی۔ رات کو دو بجے طوفان بادوباراں ہوا جس سے تمام شامیانے گر گئے، تمام مجمع پریشان ہوا، اور بارش میں بھیگا۔ اللہ جل شانہ اس کو قبول فرمائے۔

پیر کی صبح کو الحمدللہ مجمع پھر خوب جمع ہو گیا، بندہ کا بیان ہوا۔ بارہ بجے فارغ ہو کر کھانا کھا کر آرام کیا۔ ساڑھے تین بجے یہاں سے روانہ ہو کر پانچ بجے بنارس حاجی رحمۃ اللہ کے کارخانے پر پہونچے مغرب کے بعد عورتوں میں بندہ کا بیان ہو کر بیعت ہوئی بارش اور گرج خوب رہی۔ منشی بشیر میاں جی محراب، قاری ظہیر وغیرہ مغل سرائے سے دہلی کے لیے روانہ ہوئے۔ ہمارا قیام بنارس میں رہا۔

منگل میں صبح کی نماز اوّل وقت پڑھ کر ناشتہ کیا اور چھ بجکر پینتیس منٹ پر موٹروں سے روانہ ہو کر گیارہ بجے تکیہ شاہ علم اللہ (رائے بریلی) پہونچے۔ علی میاں سے ملاقات ہوئی پھر مزار پر گئے، ایک بجے نماز ظہر ادا کی گئی اور کھانا کھا کر آرام کیا۔ عصر سے پہلے علی میاں کے گھر مستورات میں بیان اور کلمات تعزیت کہے گئے۔ پھر عصر کی نماز پڑھی۔ ساڑھے پانچ بجے مدرسہ ضیاء العلوم گئے، مدرسہ دیکھا دعا کی گئی۔ پھر اسٹیشن روانہ ہوئے۔ اسٹیشن پر مجمع تھا تشکیل و دعا ہوئی۔ نماز مغرب پڑھ کر گاڑی پر سوار ہوئے، لکھنؤ اسٹیشن پر مجمع تھا دعا ہوئی مصافحہ ہوا۔ بھائی نعمت اللہ کھانا لے کر لکھنؤ سے سوار ہوئے کھانا کھا کر آرام کیا اور بدھ کی صبح میں سات بجے اللہ جل شانہ نے خیریت سے گھر پہونچایا سب کو بخیر پایا۔ فالحمد للہ الذی بعزتہ تتم الصالحات۔"

اجتماع رانا مزرعہ

۱۷ر جمادی الاوّل ۱۴۰۲ھ (۱۳ر مارچ ۱۹۸۲ء) ہفتہ میں حضرت مولانا کا ایک تبلیغی سفر رانا مزرعہ کا ہوا جس کی تفصیل اپنی یادداشت میں حضرت مولانا ان الفاظ کے ساتھ لکھتے ہیں:

"آج فجر کی نماز پڑھ کر چائے پی کر سات بجکر ۲۵ منٹ پر جونگا میں روانہ ہوئے نو بجکر ۲۵ منٹ پر پانی پت پہونچے، ۱۰ منٹ ٹھہر کر پیشاب وغیرہ کیا

اور پھر روانہ ہو گئے۔ دس بجکر چالیس منٹ پر گڈھی بینک پہونچے، لوگوں نے مصافحہ کیا۔ مردوں، عورتوں میں بیان ہو کر بیعت ہوئی۔ کھانا کھایا پھر روانہ ہو گئے ۱۲ بجکر پچاس منٹ پر رانا مزرعہ پہونچے، آرام کیا پھر جلسہ گاہ گئے بندہ کا بیان ہوا۔ ساڑھے پانچ پر واپس قیام گاہ آکر نماز عصر پڑھی۔

اگلے دن اتوار کی صبح ساڑھے آٹھ بجے ایک مکان پر جاکر عورتوں میں بیان اور بیعت کی، پھر اجتماع گاہ میں جاکر بیان و بیعت و دعا و تودیع ہو کر ایک بجے اجتماع گاہ سے رخصت ہوئے، ڈھائی بجے پانی پت امام صاحب کی مسجد پہونچے، ظہر کی نماز پڑھ کر بندہ کا بیان ہوا، بیعت ہوئی۔ چار بجے یہاں سے روانہ ہو کر ۶ بجے اللہ جل شانہ نے خیریت سے نظام الدین پہونچا دیا فالحمد للہ الذی بعزتہ تتم الصالحات"۔

اجتماع گلاوٹھی

حضرت مولانا اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں۔

"آج یکم ذی یقعدہ ۱۴۰۲ھ (۲۱ راگست ۱۹۸۲ء) ہفتہ کی صبح کو پونے نو بجے (حکیم ظہیر میرٹھی اور سراج میرٹھی کی) دو گاڑیوں میں روانہ ہوئے دس بجے ہاپوڑ مدرسہ خادم الاسلام پہونچے یہاں بیان و تشکیل و دعا ہو کر ساڑھے گیارہ بجے گلاوٹھی پہونچے بارہ بجے کھانا کھا کر آرام کیا اٹھ کر ظہر کی نماز پڑھی چار بجے جلسہ گاہ میں جاکر بندہ کا بیان ہوا چھ بجے واپس قیام گاہ پر آکر نماز عصر پڑھی اور پھر عرب حضرات سے اور شہر کے خواص اور غیر مسلم احباب سے ملاقات ہوئی، اگلے دن صبح آٹھ بجے عورتوں میں بیان و دعا کے لیے جانا ہوا اس سے فارغ ہو کر جلسہ گاہ پہونچ کر بندہ کا بیان ہوا نکاح ہوئے پھر دعا اور تودیع جماعت ہوئی۔ ڈیڑھ بجے فارغ ہو کر قیام گاہ پر آکر ظہر کی نماز پڑھی پھر کھانا کھایا۔ کچھ آرام کے بعد ساڑھے تین بجے یہاں سے روانہ ہو کر ۵ بجے سیلم پور پہونچے یہاں بھی بندہ کا بیان ہوا، دعا ہو کر جماعتیں رخصت ہوئیں عصر کی نماز کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر مغرب سے پہلے اللہ جل شانہ نے

خیریت کے ساتھ پہونچادیا سب کو بخیر پایا۔ فالحمد للہ الذی بعزتہ تتم الصالحات۔

دہلی پہونچ کر بھوپال کا پانچ سو نفر کا آیا ہوا قافلہ ملا۔"

یاد رہے کہ حضرت مولانا کی امارت کے شروع دور میں ۱۸، ۱۹؍ جمادی الثانی ۱۳۸۷ھ ۲۴، ۲۵؍ ستمبر ۱۹۶۷ء) میں بھی یہاں ایک بڑا اجتماع ہو چکا ہے۔

اجتماع میہوں والا

ضلع دہرہ دون میں ہونے والے اس اجتماع کے متعلق حضرت مولانا کی یادداشت (ڈائری) کا اندراج یہ ہے،

"آج ۲۷؍ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ (۱۶؍ اکتوبر ۱۹۸۲ء) ہفتہ کے دن دو بج کر پانچ منٹ پر حضرت نظام الدین سے دو کاروں میں روانہ ہوئے۔ یہ کاریں حافظ کرامت اور عبدالحفیظ دہلوی کی تھیں۔ ۶ بجے اللہ جل شانہ نے سہارنپور پہونچایا مغرب کی نماز کا قعدہ اخیرہ ملا، مغرب کے بعد حکیم ایوب مولوی محمد عاقل اور شاہد کے گھر گئے، بچے گھر میں کھانا کھا کر مدرسہ میں آرام کیا۔

اگلے دن اتوار کی صبح کو بچے گھر میں چائے پی کر ساڑھے آٹھ بجے روانہ ہوئے، دس بجے اللہ جل شانہ نے میہوں والا معافی پہونچایا، ظہر کے بعد بندہ کا بیان ہوا مغرب کے بعد مولوی محمد عمر کا تین گھنٹے بیان ہوا۔

پیر کی صبح آٹھ بجے مستورات میں جانا ہوا، بیان و بیعت ہوئی پھر دس بجے اجتماع گاہ میں بیان و بیعت نکاح و دعا ہوئی۔ تودیع اور مصافحہ ہوا پھر قیامگاہ آکر ظہر کی نماز پڑھ کر کھانا کھایا تھوڑی دیر آرام کے بعد تین بجے یہاں سے روانہ ہو کر چار بجے جھٹل پور مدرسہ کاشف العلوم پہونچے بندہ کا بیان ہو کر دعا ہوئی پانچ بجے یہاں سے روانہ ہو کر مغرب کے بعد سہارنپور پہونچے، اپنی نماز پڑھی پھر مفتی محمود حسن اور مولوی یونس سے ملاقات کے لیے مدرسہ جانا ہوا وہاں سے واپس آکر کھانا کھایا۔

منگل میں پونے آٹھ بجے سہارنپور سے روانہ ہو کر پونے دس بجے کاندھلہ

پہونچے اور ظہر کے بعد یہاں سے روانہ ہوکر پونے پانچ بجے اللہ جل شانہ نے خیریت سے نظام الدین پہونچا دیا سب کو بحمد للہ بخیر پایا فالحمد للہ الذی بعزتہ تتم الصالحات۔

اجتماع بیاور

۲۳ صفر ۱۴۰۳ھ (۱۱ دسمبر ۱۹۸۲ء) ہفتہ سے شروع ہونے والے اس سفر کا اندراج حضرت مولانا کی اپنی یادداشت میں اس طرح ہے:

"آج عصر کے بعد پانچ بجے اسٹیشن کے لیے روانہ ہوئے ساڑھے پانچ بجے پلیٹ فارم پر نماز مغرب پڑھی پھر دعا ہوئی۔ ساڑھے چھ پر گاڑی روانہ ہوئی۔

اگلے دن اتوار میں چھ بجکر ۳۰ منٹ پر گاڑی بیاور پہونچی، اسٹیشن پر اتر کر فجر کی نماز پڑھی پھر دعا ہوکر روانہ ہوئے۔ ساڑھے سات بجے اللہ جل شانہ نے راولہ باڑیہ (اجتماع گاہ) پہونچا، اسٹیشن پر ـــ ایس. پی، ڈی، ایم، سی آئی ڈی انسپکٹر موجود تھے پولیس کا بھی مجمع تھا، ڈی، ایم اور ایس پی کی گاڑی آگے آگے تھی۔ راولہ باڑیہ میں بھی پولیس کا پورا انتظام تھا۔ مغرب کے بعد بندہ کا بیان ہوا اور مجمع میں مردوں عورتوں کی بیعت ہوئی۔

پیر کے دن عصر کے بعد دوبارہ بندہ کا بیان ہوکر بیعت ہوئی۔

منگل ۲۶ صفر کی صبح میں بندہ کا بیان ہوا دعا ہوئی اور جماعتیں رخصت ہوئیں ان سب کاموں سے ساڑھے بارہ بجے فارغ ہوکر کھانا کھاکر آرام کیا، دو بجے ظہر کی نماز پڑھی ساڑھے تین بجے علی پور علی خاں کے گاؤں پہونچے یہاں بیان ہوا، بیعت ہوئی پھر عصر کی نماز پڑھ کر پانچ بجکر پچاس منٹ پر اجمیر پہونچے مغرب کی نماز مسجد اللہ رکھا میں پڑھی۔ پھر درگاہ گئے پولیس کی گاڑیاں ساتھ تھیں۔ تھوڑی دیر درگاہ میں رہے واپس آکر عشاء کی نماز پڑھی کھانا کھایا۔ آٹھ بجے اسٹیشن آگئے وقت پر گاڑی یہاں سے روانہ ہوئی پولیس کے افسران موجود تھے ساڑھے تین بجے شب میں الور پہونچے اسٹیشن پر عبدالحق موجود تھا جو دہلی سے گاڑی لایا تھا، داؤد پور کے مدرسہ میں پہونچ کر نفلیں پڑھی اور اول وقت

فجر پڑھ کر آرام کیا۔ ساڑھے سات بجے ناشتہ کے بعد مسجد میں بیان اور بیعت ہوئی دس بجے والگہ گاڑی میں بندہ وزبیر و مولوی محمد عمر واحمد مڑھی روانہ ہوکر گیارہ بجے خان پور پہونچے، یہاں بھی بیان ہوکر دعا ہوئی ساڑھے بارہ بجے ٹھیکرا ضلع الور پہونچ کر کھانا کھاکر آرام کیا، ظہر کے بعد بندہ کا بیان ہوا۔

جمعرات کی صبح میں ناشتہ کے بعد بیان ہوکر بیعت ہوئی اور نکاح ہوئے — جماعتیں روانہ کرکے کھانا کھاکر ایک بجے ظہر کی نماز پڑھی، ایک بجکر ۲۵ منٹ پر بندہ وزبیر و مولوی عمر، منشی بشیر واحمد مڑھی والگہ گاڑی سے روانہ ہوکر چادتری مدرسہ پہونچے یہاں بھی بندہ کی بات ہوئی پھر سنگ بنیاد رکھا گیا اور دعا ہوئی۔ ساڑھے تین بجے یہاں سے روانہ ہوکر پونے پانچ بجے حدود دہلی میں پہونچ کر عصر کی نماز پڑھی گئی اور ساڑھے پانچ بجے اللہ جل شانہ نے خیریت سے حضرت نظام الدین پہونچا دیا فالحمد للہ الذی بعزتہ تتم الصالحات۔ عشاء کے بعد کتاب پڑھی اور آج ہی بارہ سو کی تعداد میں اہل مہاراشٹر کی آمد ہوئی۔"

اجتماع گڈھی بیسک

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ (۷ فروری ۱۹۸۳ء) میں گڈھی بیسک (ہریانہ) میں چوبیس گھنٹے کا ایک اجتماع منعقد ہوا حضرت مولانا اپنی یادداشت میں اس کی تفصیل اس طرح تحریر فرماتے ہیں،

"پونے ۹ بجے دو کاروں میں جن میں ایک رئیس الدین میرٹھی کی اور دوسری سراج کی تھی، حضرت نظام الدین سے روانہ ہوئے، پونے ۱۱ بجے پانی پت پہونچے، ایوب کی دکان پر مردوں اور عورتوں کو بیعت کیا ۱۱ بجکر بیس منٹ پر یہاں سے روانہ ہوکر پونے ۱۲ بجے نواہ خورد پہونچے وہاں پر مردوں اور عورتوں کو بیعت کیا، یہاں سے چل کر دو بجے گڈھی بیسک پہونچے ظہر کی نماز پڑھی کچھ آرام کیا پھر بندہ کا بیان ہوا ساڑھے ۵ بجے قیام گاہ پر آکر عصر کی نماز پڑھی۔

اگلے روز منگل کی صبح ۹ بجے ایک مکان میں عورتوں کو بیعت کیا اور

پھر جلسے میں جاکر بیان و بیعت و دعا ہوئی۔ پونے تین بجے مقام پر آکر ظہر کی نماز پڑھی اور کھانا کھایا۔ ساڑھے تین بجے یہاں سے روانہ ہوکر۔ کلوگڈھی میں پونے پانچ بجے عصر کی نماز پڑھی اور ساڑھے چھ بجے اللہ جل شانہٗ نے حضرت نظام الدین پہونچا دیا۔ سب کو بخیر پایا۔ فلحمد للہ الذی بعزتہ تتم الصالحت۔

اجتماع جھانسی

۲۹، ۳۰ ربیع الثانی و یکم جمادی الاولی ۱۴۰۲ھ (۱۲، ۱۳، ۱۴ فروری ۱۹۸۲ء) بار، اتوار، پیر میں یہ اجتماع منعقد ہوا۔ حضرت جی نے گیارہ فروری جمعہ میں دہلی سے روانہ ہوکر اس میں شرکت فرمائی۔

اس شرکت کی تفصیل حضرت مولانا کی اپنی یادداشت (ڈائری) سے ملاحظہ کیجئے لکھتے ہیں:

"آج ۲۷ ربیع الثانی (۱۱ فروری) جمعہ میں عشاء کی نماز اول وقت اپنے حجرہ میں پڑھ کر ۸ بجے روانہ ہوکر نئی دہلی اسٹیشن سے سوار ہوئے۔ عزیز طلحہ و ملک عبدالحفیظ و عزیز شاہد مطار دہلی سے سلامت اللہ کی گاڑی میں ۹ بجے سیدھے اسٹیشن پہونچے ان سے ملاقات ہوئی، ساڑھے نو بجے اسٹیشن سے عزیز شاہد کو گھر بھیجا کہ والدہ طلحہ کے گھر پہونچنے پر گھر کی کیفیت

لہ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت شیخ رح کے حادثہ وصال پر مولانا محمد طلحہ صاحب مع والدہ ماجدہ مرحومہ اور اہلیہ محترمہ مدینہ منورہ قیام پذیر تھے اور اب وہاں سے پہلی مرتبہ ۱۱ فروری جمعہ میں بذریعہ طیارہ دہلی پہونچ رہے تھے اور یہی وقت اور تاریخ حضرت جی رح کے جھانسی روانہ ہونے کی تھی، احقر راقم سطور نے جب دہلی اسٹیشن پر رخصتی مصافحہ کیا تو فرمایا کہ مولوی طلحہ کے نظام الدین پہونچنے کے بعد مستورات کی خیریت اگر معلوم ہوجائے تو بہت اطمینان ہو۔ چنانچہ احقر بہت سرعت کے ساتھ نئی دہلی اسٹیشن سے مرکز پہونچ کر مستورات کی خیریت معلوم کرکے نظام الدین اسٹیشن پہنچا اور خیر و عافیت کی اطلاع دی۔

نظام الدین اسٹیشن پر آکر بتائیں۔ ۹ بج کر ۴۵ منٹ پر جب کہ گاڑی اسٹیشن نظام الدین پر کھڑی تھی، عزیز شاہد نے آکر خیریت بتائی۔ گاڑی ساڑھے نو پر نئی دہلی سے روانہ ہوئی بغیر ریزرویشن والوں کا ہجوم خوب تھا لیکن الحمدللہ ذرا تاخیر سے نیند آگئی۔

اگلے روز شنبہ کی صبح میں پانچ بجکر ۴۵ منٹ پر گاڑی جھانسی اسٹیشن پہونچی، اتر کر فجر کی نماز پڑھی پھر جائے اجتماع جو اسٹیشن سے تین کلومیٹر ہے روانہ ہوئے۔ بارہ بجے شہر میں جاکر عورتوں میں بیان ہوا بیعت ہوئی دو بجے آکر ظہر کی نماز پڑھی کھانا کھاکر عصر کے بعد مجلس ہوئی۔ مغرب کے بعد بیعت ہوکر اول وقت عشاء پڑھ کر کھانا کھایا پھر ساڑھے آٹھ پر جلسہ گاہ میں جاکر بندہ کا بیان ہوا، پہلا بیان مولوی عمر کا ہوا تھا۔

اتوار ۱۳ فروری میں علماء کے حلقے میں بندہ کی بات ہوئی پھر ندوہ کے طلبہ سے ملاقات ہوئی۔

پیر ۱۴ فروری میں دس بجے بندہ کا واپسی کا بیان ہوکر دعا ہوئی ــــ ساڑھے گیارہ بجے دعا سے اور ساڑھے بارہ بجے مصافحہ سے فراغت ہوئی اور الحمدللہ جلسہ خیریت سے نمٹ گیا۔"

پندرہ فروری منگل کی صبح میں حضرت مولانا نے اس سفر سے بخیر وعافیت مراجعت فرمائی۔

اس اجتماع کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ مقامی اور علاقائی کام کرنیوالے احباب نے اجتماع کے ایک ماہ بعد تک اس کے اثرات ونتائج اور عوامی تاثرات واحساسات کا تجزیہ اور سروے کر کے حضرت جی کو اس کی مفصل رپورٹ ارسال کی تھی۔ یہاں اس تجزیہ کے بعض نمبرات نقل کیے جاتے ہیں۔ جو حضرات تبلیغی اجتماعات میں بکثرت شرکت کرتے رہتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ تجزیہ اسی اجتماع کو نہیں ــــ بلکہ ہر اجتماع کو شامل ہے۔

"محترم ومکرم حضرت اقدس حضرت جی دامت برکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

الحمدللہ سارے احباب خیریت سے ہیں اور آپ کی صحت کے لیے دل وجان سے دعا کرتے ہیں۔ جھانسی شہر میں مسلم اور غیر مسلم طبقے سے ملاقات کر کے اجتماع کے تاثرات لیے گئے جو آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیے جا رہے ہیں۔

(۱) وہ طبقہ جو دین سے دور اور سیاست سے تعلق رکھتا ہے جب اجتماع سے قبل لوگوں سے ملتا تھا تو کہتا تھا کہ یہ سارا کام کیسے ہوگا اور کون ان کو پورا کرے گا ہم کام کرنے والے جواب ــــ دیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ پورا کریں گے، اس پر وہ لوگ ہم سے ناراض ہوتے اور بُرا بھلا کہتے تھے لیکن ہم اکرام کے ساتھ ان کی سن کر دعا کرتے تھے۔ اب اجتماع کے ختم ہونے پر وہ اقرار کرتے ہیں کہ واقعی سارا کام اللہ ہی نے پورا کیا اور اس کا ان لوگوں پر بہت اثر ہے۔

(۲) شہر میں دوسری تحریکوں کے ذمہ دار اب بڑی محبت بھری نظروں سے ساتھیوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں اور وہ شدت مخالفت والی ختم ہوگئی ہے۔

(۳) مسافروں کی آمد اور ٹکٹ فروخت ہونے کے اعتبار سے ریلوے حکام کا اندازہ ہے کہ کوئی مسافر بلا ٹکٹ نہیں آیا۔

(۴) پولیس کے بڑے افسر سے تبادلہ خیال ہوا، اُس نے کہا کہ میں نے بہت سے جلسوں میں ڈیوٹی دی ہے مگر ایسا نہیں دیکھا کہ پنڈال میں لاکھوں آدمی بیٹھے ہوں اور سوائے لاؤڈ اسپیکر پہ بیان کرنے والے کے کسی کی آواز نہ آرہی ہو۔

(۵) پولیس کے متعدد افسران نے بتایا کہ کوئی ایک کیس بھی کسی چوری یا بد معاملگی کا ہمارے پاس نہیں آیا۔

(۶) جن سنگھ کے ایک بڑے ذمہ دار جس نے شروع میں کچھ رکاوٹیں بھی

پیدا کی تھی اس نے تینوں دن اجتماعات میں شرکت کی اور بیانات سنے۔ خاص کر آپ کی دعا میں یہ سن کر کہ "یا اللہ یہ انسان بن مانس بن گیا ہے اس کو بھلا مانس بنا دے" وہ بہت ہی متاثر ہوا اور اجتماع کے فائدے کا اقرار کیا۔

(۷) شہر اور علاقہ میں مسلمانوں کا دینی جذبہ ابھرا، اور غلط فہمی دور ہوئی۔ غیر مسلم حضرات خوش ہو کر پوچھتے ہیں کہ اب یہاں اجتماع کب ہوگا، پورے شہر میں مساجد میں نمازیوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔

ہم سب کی طرف سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالےٰ اخلاص اور استخلاص کی دولت سے نوازے، نفس اور شیطان کے مکر سے حفاظت فرمائے۔ فقط والسلام

احباب جھانسی۔ ۹ر جمادی الثانیہ ۱۴۰۳ھ"

اجتماع کھجناور

ضلع سہارنپور میں ہونے والے اس اجتماع کے لیے حضرت مولانا ۶ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ (۲۰ر فروری ۱۹۸۳ء) اتوار میں دہلی سے روانہ ہوئے۔ اسی تاریخ میں حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی کی صاحبزادی کی تقریب نکاح بھی تھی، اس لیے کاندھلہ ٹھہر کر اس میں شرکت فرماتے ہوئے سہارنپور آمد ہوئی اور یہاں سے کھجناور تشریف لے گئے۔ اس پورے سفر کی تفصیل حضرت مولانا کی یادداشت میں اس طرح درج ہے۔

"آج ۶ر جمادی الاولیٰ اتوار میں ۹ بجکر ۵۰ منٹ پر حضرت نظام الدین سے جیلانی میرٹھی کی کار میں روانہ ہوئے، باد لی میں ضروریات سے فارغ ہو کر بارہ بجے کاندھلہ پہونچے تو محمد سہارنپوری کی بارات ۱ بجے سہارنپور سے پہونچی اور دلہن کو لے کر ساڑھے چار بجے یہ لوگ کاندھلہ سے روانہ ہو گئے۔

اگلے دن پیر میں ۸ بجکر ۵۰ منٹ پر ہم سب کاندھلہ سے روانہ ہو کر ۱۰ بجکر ۵۰ منٹ پر سہارنپور پہونچے گھروں میں ——————

اور حکیم ایوب صاحب سے ملاقات ہوئی، علی میاں سے بھی ملاقات ہوئی پھر کھانا کھا کر ظہر کی نماز پڑھ کر ساڑھے تین بجے کھجناور پہونچے اور عصر سے پہلے بندہ کا بیان ہوا۔

منگل کی صبح کو نو بجے ایک گھر میں کھجناور کی عورتوں میں بندہ کا بیان ہو کر بیعت ہوئی۔ پھر جلسہ گاہ جا کر بیان و بیعت و نکاح و دعا و تودیع ہوئی دو بجے ان سب کاموں سے فارغ ہو کر ظہر کی نماز پڑھی کھانا کھایا۔ دو بجکر ۴۰ منٹ پر کھجناور سے روانہ ہو کر پانچ بجے کوڑا پہنچے بندہ کا بیان بیس منٹ ہوا خوب تشکیل ہوئی۔

بدھ کی صبح ساڑھے نو پر پھر اجتماع گاہ گئے، یہاں بھی بیان ہوا بیعت ہوئی، نکاح ہوئے اور دعا ہوئی۔ رخصت جماعات سے ایک بجے فارغ ہو کر قیام گاہ پر آکر نماز ظہر پڑھ کر کھانا کھایا اور دو بجے یہاں سے روانہ ہو کر پونے چار بجے سہارنپور پہونچے، علی میاں سے ملاقات ہوئی پھر عصر کی نماز کے بعد حکیم ایوب صاحب سے مدرسے کے بارے میں مغرب تک گفتگو ہوئی۔

جمعرات کی صبح آٹھ بجکر پچاس منٹ پر سہارنپور سے روانہ ہو کر تھوڑی دیر کاندھلہ اڈے پر ٹھہرتے ہوئے ایک بجے اللہ جل شانہ نے خیریت سے نظام الدین پہنچا دیا سب کو بخیر پایا۔ فلحمد للہ الذی بعزتہ تتم الصالحات۔

گودھرا کا دوسرا اجتماع

حضرت مولانا کی حیات اور دور امارت میں گودھرا میں دوسرا عظیم الشان اجتماع (جو کارکنان ہند کے لیے مخصوص تھا مؤرخہ ۲۷، ۲۸، ۲۹، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ (۱۳، ۱۴، ۱۵، مارچ ۱۹۸۳ء) اتوار پیر، منگل میں منعقد ہوا۔ ۲۵، جمادی الاولیٰ، ۱۱، مارچ جمعہ کی شام میں حضرت مولانا اور ان کی معیت میں مولانا عبید اللہ، مولانا زبیر الحسن، مولانا محمد عمر، مولانا احمد لاٹ، مولانا محمد بن سلیمان وغیرہ نے دہلی سے گودھرا کے لیے عزم سفر کیا۔ اتوار ۱۳، مارچ میں ٹرین قدرے تاخیر سے گودھرا اسٹیشن پہونچی۔ یہاں استقبال کرنے والوں کا بڑا مجمع موجود تھا۔ ملاقات

____ اور دعا کے بعد آپ شیخ محمود منیار صاحب (سورت) کی گاڑی میں جائے قیام پر پہونچ کر اجتماع کے امور اور معمولات میں مصروف ہوگئے۔

اس اجتماع میں حضرت مولانا کے تینوں دن مختلف مواقع پر مختلف عنوانات سے بیانات ہوئے۔ چنانچہ پہلے دن اپنی ذات کی بے حیثیتی بے وقعتی اور استقبال کے زمانہ میں شدید خطرات کا ہونا بیان فرمایا۔

اس تقریر کا ایک اقتباس یہ ہے:

"جب آدمی زینہ پر چڑھتا ہے تو احتیاط سے چلتا ہے اور اگر توازن برقرار نہ رکھے تو گر جاتا ہے۔ یہ بہت نازک دور ہے ہم ذرا پھسلیں گے تو معلوم نہیں کہاں گریں گے۔ آج خطرہ کی بات یہ ہے کہ اغراض والوں کی جہاں تک اپنی غرض پوری ہوتی نظر آتی ہے وہاں تک وہ ساتھ چلتے ہیں اور جب قربانی دینے کا وقت آتا ہے تو کھسک جاتے ہیں، ہم پُرخطر دور سے گذر رہے ہیں۔ جب اغراض والے ہمارے ساتھ مل جائیں گے اور ان کی کثرت ہوجائے گی تو کام کے ختم ہونے کا خطرہ ہے"۔[1]

دوسرے دن کی تقریر میں لہو ولعب اور تکاثر فی الاموال سے بچنے کی ترغیب دیتے ہوئے اپنے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دلائی۔ تیسرے دن کے بیان میں انسانیت کا اعلیٰ واشرف ہونا اور اس کے مقابلہ میں مادیت کا بے قیمت ہونا بتلاکر فرمایا کہ:

"انسان کی دونوں جہان کی کامیابی کا مدار ایمان ہے اگر ایمان کی پونجی اور سرمایہ اس کے پاس نہیں ہے تو یہ اگر چاند وسورج پر بھی پہونچ جائے تو بھی اللہ جل شانہٗ کے یہاں اس کی کوئی قیمت نہیں"۔[1]

اجتماع سے فارغ ہوکر ایک دن آپ نے مزید یہاں قیام فرمایا اور شب میں روانہ

---

[1] بشکریہ جناب بھائی اسلم صاحب ناگپور۔

ہو کر یکم جمادی الاولیٰ ۷ ارمارچ جمعرات میں دہلی واپس ہوئے۔

اس اجتماع سے متعلق بمبئی سے شائع ہونے والے ایک اخبار کی رپورٹ یہاں پیش کی جاتی ہے:

"بمبئی ۱۵ ارمارچ. تبلیغی جماعت کے ذمہ داران اور پرسنل لاء بورڈ کے سکریٹری ستار شیخ نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ گودھرا میں کوئی دس سے بارہ لاکھ افراد کا اجتماع تھا جس میں دنیا کے سارے ممالک کے مندوبین شریک ہوئے۔ براعظم افریقہ، امریکہ، جنوبی امریکہ، جنوبی اسٹریلیا اور ایشیا، کا کوئی بھی ملک ایسا نہیں جس نے اپنا نمائندہ اس اجتماع میں نہ بھیجا ہو۔ انہوں نے کہا کہ اپنی زندگی میں اتنا بڑا اور پرامن اجتماع کبھی نہیں دیکھا تھا جہاں ہزار دس ہزار آدمی تین دنوں تک قیام کریں وہاں آپس میں پانی کے لیے، جگہ کے لیے، سونے، پڑنے اور بیٹھنے کے لیے تو تو میں میں ہو جاتی ہے لیکن حیرت کی بات ہے کہ دس سے بارہ لاکھ آدمیوں کا اجتماع تین دنوں تک ڈھائی میل کے رقبہ میں گوش برآواز رہا لیکن ذرہ کے برابر بھی ایک دوسرے کے ساتھ امداد و تعاون کے جذبے میں کمی نہیں ہوئی۔ کسی کو بھی اپنی پرواہ نہیں تھی ہر شخص دوسروں کی سہولت اور آرام کا خیال رکھتا تھا۔

اتنا بڑا اجتماع اس کے باوجود کسی طرح کی کوئی بدانتظامی نہیں ہوئی نہ کھانے کی تکلیف ہوئی اور نہ پانی کے لیے قلت، نہ کسی جگہ پر گندگی نظر آئی، نہ ہی کسی کو ہیضہ اور کالرا ہوا — صفائی ایسی کہ اس پر بمبئی بھی قربان ہو جائے۔

مقامی باشندوں میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں نے بھی انتظامات اور دیگر امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔

ستار شیخ کے بیان کے مطابق مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی بڑی تعداد میں مبلغین کو سننے کے لیے جمع ہوئے تھے اس اجتماع میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ چھ سو جماعتیں ساری دنیا میں اپنے خرچ سے تبلیغ کرنے کے لیے جائیں گی"!

اجتماع خیرآباد (سیتاپور)

۲۱ر جمادی الاولی ۱۴۰۲ھ (۲۴ر فروری ۱۹۸۲ء) میں بعد نماز جمعہ حضرت جی رح اس اجتماع میں شرکت کے لیے دہلی سے روانہ ہوئے۔ مولانا محمد عمر، مولانا عبیداللہ، مولانا محمد طلحہ، مولانا محمد یعقوب مولانا زبیرالحسن، راقم سطور محمد شاہد، مولانا احمد لاٹ، مولانا احمد ڈرمی وغیرہ رفقائے سفر تھے۔ نماز فجر شاہجہاں پور اتر کر پڑھی یہاں کچھ دیر رفقاء نے آرام کیا اور حضرت مولانا نے مستورات کے ایک اجتماع میں بیان فرما کر بیعت کی۔ اور پھر کاروں کے ذریعہ اجتماع گاہ خیرآباد روانہ ہوئے۔ اس اجتماع کے لیے لکھنؤ سے سیکڑوں بسیں روانہ ہوئیں ندوۃ العلماء لکھنؤ کے دو سو سے زائد طلبہ نے اس میں شرکت کی۔ سخت سردی کا موسم ہونے کے باوجود مجمع انتظامی حضرات کے اندازہ سے کہیں زیادہ تھا جن قصبات اور علاقوں میں اس دعوتی کام کی فضا مخالفانہ تھی وہیں سے مجمع سب سے بڑھ کر آیا۔

بار، اتوار، پیر ۲۲، ۲۳، ۲۴ر جمادی الاولی (۲۵ تا ۲۷ر فروری) میں ہونے والے اس سہ روزہ اجتماع میں پہلے دن مولانا محمد عمر، مولانا محمد یعقوب اور مولانا زبیرالحسن کے بیانات ہوئے۔ دوسرے دن علمائے کرام، خواص اور غیر ملکی جماعتوں کے تین حلقے خاص طور پر ہوئے جن میں مولانا عبیداللہ، مولانا احمد لاٹ، جناب منشی بشیر احمد صاحب، میاں جی محراب نے تقریریں کیں۔ بعد عصر مجلس نکاح میں حضرت جی رح نے کچھ دیر بیان فرما کر نکاح کا خطبہ مسنونہ پڑھ کر چالیس ایجاب وقبول کرائے۔ بعد مغرب عمومی مجلس میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور مولانا عبیداللہ صاحب نے بیان کیا اجتماع گاہ میں آج کی نماز مغرب کی امامت حضرت مولانا سید ابرارالحق صاحب نے فرمائی۔ آخری دن مولانا محمد عمر صاحب کی ہدایات کے بعد مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا بیان

ہو کر حضرت جی کی تقریر و دعا ہوئی۔ اس موقع پر دو سو جماعتیں اللہ کی راہ میں نکلیں۔
بعد عصر آپ مع قافلہ لکھنؤ تشریف لائے اور ندوۃ العلماء لکھنؤ میں چند گھنٹے قیام کے بعد ریل سے گورکھپور کے لیے روانہ ہو گئے۔ ۲۸ فروری منگل کی صبح میں مولانا عبید اللہ صاحب کے مکان پر کچھ دیر آرام کے بعد ناشتہ و ضروریات سے فارغ ہو کر مستورات کو بیعت کیا اور پھر ہاٹا روانگی ہوئی۔ یہاں چوبیس گھنٹے کا ایک اجتماع تھا اس سے فارغ ہو کر ارریہ کوٹ (بہار) کے لیے روانہ ہو گئے۔

اجتماع ارریہ کوٹ (بہار)

ارریہ کوٹ (بہار) کا مشہور و معروف اجتماع ۲۷، ۲۸، ۲۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ (یکم، ۲، ۳ مارچ ۱۹۸۴ء) جمعرات، جمعہ، شنبہ میں منعقد ہوا۔

اس اجتماع کے بہت سے معاملات اور امور کے ذمہ دار مولانا منور حسین صاحب پورنوی اور مولانا امام الدین صاحب بھی تھے جیسے جیسے اجتماع کے دن قریب آتے گئے ان دونوں حضرات کی فکر اور پریشانی بڑھتی گئی اور اسی عالم میں مولانا منور حسین صاحب نے حضرت جی کو ایک خط کے ذریعہ اپنی فکر و تشویش کا اظہار کیا اور دعا کی درخواست کی۔ حضرت جیؒ نے جواباً تحریر فرمایا کہ پریشانی کی کیا بات ہے آدمی تو پریشان جب ہو جب وہ یہ سوچے کہ یہ اس کا اپنا کام ہے حالانکہ اجتماع اور اس کے انتظامات اور اس کی تشکیل وغیرہ وغیرہ سب اللہ کے کام ہیں ہم سے جو کچھ بن پڑے وہ کرتے رہنا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ خوب دعائیں کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تو اپنے کام کی خود فکر ہے۔ اور وہی اس اجتماع کو کامیاب فرمائیں گے۔

مولانا منور حسین صاحب فرماتے تھے کہ اس خط کے بعد مجھ کو بڑا اطمینان ہوا، اور پھر واقعی اللہ تعالیٰ نے اپنی غیبی نصرت فرما کر اجتماع کو بڑی کامیابی عطا فرمائی۔

ہاٹا سے ارریہ کوٹ کا سفر بڑی دشواری اور بے آرامی کے ساتھ ہوا۔ پوری رات ریلوے کی چھوٹی لائن سے ایک ایسے ڈبہ میں گذری جس میں نہ روشنی تھی اور نہ پانی تھا، کوچ بھی بہت پرانا اور شکستہ تھا اس پر مزید یہ ہوا کہ پورے تیرہ گھنٹے گاڑی لیٹ رہی اور عصر کے

وقت کیٹہار پہونچی، یہاں سے کاروں کے ذریعے چار گھنٹے کا مزید سفر فرما کر اجتماع گاہ —
اررریہ کوٹ آمد ہوئی۔ ان تمام دشواریوں اور مشکلات کے باوجود حضرت مولانا بڑے ہشاش بشاش رہے اور کوئی حرف شکایت وحکایت زبان پر نہیں لائے، اجتماع کے تینوں دن دہلی سے آنے والے مرکزی حضرات کے بیانات ہوئے۔ درمیانی دن حضرت جی رح کا مفصل بیان نکاح کے عنوان پر ہوکر ایک سو پچاس ایجاب وقبول اس مجلس میں ہوئے۔

آخری دن حضرت جی رح نے بہت رقت انگیز بیان فرمایا، حالات اور موقع کی مناسبت سے آپ نے دنیا بھر کے انسانوں کے لیے اسلام کا پیغام رحمت اور انسانیت کے لیے اس کا مفید ونافع ہونا خوب وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔ اس بیان کے بعد آپ نے عربی، اردو میں طویل دعا فرمائی۔ برادران وطن کی بہت بڑی تعداد اجتماع اور دعا میں شامل تھی۔ مجمع کا اندازہ ڈھائی تین لاکھ کے درمیان تھا، نکلنے والی جماعتیں چھ سو تھیں۔ ۳۰ جمادی الثانی (۴ مارچ) اتوار میں چوبیس گھنٹہ کا ایک اہم اجتماع صرف کارکنانِ تبلیغ کے لیے متعین تھا اس میں بھی حضرت جی رح نے بہت مؤثر اور فکر انگیز بیان فرمایا۔

حضرت جی رح نے اس اجتماع سے ایک دن قبل اپنے احباب ورفقاء کو کارکنان کے سامنے ہونے والی تقریروں کا موضوع صرف ایمان واحتساب، اخلاص واستخلاص اور اتباع سنت اور معاشرت میں سادگی متعین کر کے تبلا دیا تھا۔ چنانچہ تمام مقررین نے انہی عنوانات اور خطوط پر تقریریں کیں۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر جو ارشادات فرمائے وہ حکیم شبیر احمد صاحب اعظمی کے شکریے کے ساتھ یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

فرمایا! "ہر چیز کے کچھ آداب واصول ہوتے ہیں جس سے اس میں حقیقت پیدا ہوتی ہے اگر اصول وآداب کے ساتھ ہم کام کریں گے تو —
اللہ جل شانہٗ ہمیں اس کام کی حقیقت مرحمت فرمادیں گے اور اس کام کی حقیقت ایمان ہے اور اس کی غرض خدائے پاک کو راضی کرنا ہے —

اصول وآداب کے ساتھ کام کرنے سے ایمان بھی ملے گا اور خدا کی رضا بھی ملے گی۔

ایمان کی مثال ایک درخت کی سی ہے اور درخت میں تنہ شاخ اور پھل ہوتا ہے ایمان کے درخت کا پھل اللہ کا راضی ہونا ہے اور اس کی جڑ یقین ہے اور اس کے ارکان اس کا تنہ ہے اور درخت سے مقصود اس کا پھل ہوا کرتا ہے لیکن پھل اس وقت تک نہیں آسکتا جب تک کہ درخت کی جڑ مضبوط نہ ہو اور جڑ جب مضبوط ہوتی ہے جب اس کا تنہ مضبوط ہو، ارکان اور فرائض بمنزل تنہ ہیں سنت اور مستحبات پر عمل کرنا اس کی شاخیں ہیں، درخت کے اندر اگر گھن لگ جائے تو سارا درخت اس کی شاخیں بے کار ہو جاتی ہیں اور اس درخت پر پھل نہیں لگتا۔ آج ہمارے ایمان کے درخت کو گھن لگ چکا ہے یہی وجہ ہے کہ اب ہمارے ایمان کے درخت پر پھل پھول نہیں لگتے۔ ہمیں اپنے آپ پر مطمئن ہو کر نہیں بیٹھنا ہے بلکہ جو دیمک ہمارے ایمان کے درخت میں لگ گئی ہے محنت اور کوشش کر کے اس کو صاف کرنا ہے محنت کے ذریعہ سے جتنی صفائی آجائے گی اتنے ہی ہم کامیاب ہوں گے!

اسی اجتماع میں مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری نے اخلاص کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کارکنوں کو صرف رضائے الٰہی کی خاطر محنت اور جدوجہد میں لگے رہنے کی تلقین فرمائی۔

پانچ مارچ یکم جمادی الثانیہ پیر میں بذریعہ کار ارریہ کوٹ سے روانہ ہو کر جامعہ رحمانیہ ہوتے ہوئے حضرت مولانا منور حسین صاحب پورنوی کے گاؤں رشید پور التا باڑی تشریف لے گئے۔ یہ شب یہیں گزری اور اگلے دن صبح مولانا انوار صاحب (داماد حضرت مولانا پورنوی) کے مکان پر تشریف لے جا کر بیعت و دعا کے بعد کٹیہار اور وہاں سے دہلی کے لیے روانہ ہو کر ۳، جمادی الثانی ۷، مارچ بدھ میں مرکز دہلی تشریف لائے۔

مولانا محمد اسرار الحق صاحب قاسمی (جو اس اجتماع میں شریک تھے) اپنے تاثرات واحساسات، اجتماع کا آنکھوں دیکھا منظر اور آخری دعا کی کیفیت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"امت کی خستہ حالی پر آپ کا اضطراب کرب و درد اور تبلیغ کی محنت کے لیے بے قراری اور بے کلی کو پہلی بار بہت قریب سے ارریہ بہار کے عالمی اجتماع میں دیکھنے کا شرف حاصل ہوا، جہاں پندرہ لاکھ سے زیادہ بندگان خدا کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا انسانی سمندر ساکت وساحت کھڑا تھا اور اطراف عالم سے مختلف رنگ ونسل اور زبان وبیان کے افراد پر مشتمل شریک اجتماع، جماعتیں عالمی اخوت کا نہایت دل کش منظر پیش کر رہی تھیں۔

اجتماع کے آخری دن جب دعا کے لیے حضرت جی کے ہاتھ اٹھے۔ تو دعائیہ کلمات کے سوز وگداز اور اثر آفرینی سے لاکھوں کے اجتماع میں ہر شخص آبدیدہ ہوگیا، بندھن ٹوٹ گئے، آنسوؤں کا سیلاب امڈ پڑا کیا بوڑھا، کیا جوان سب بے اختیار ہوگئے دعا کے دوران ہی سکون وطمانیت کا احساس جاگنے لگا گویا دل کی تاریکیاں چھٹ رہی ہوں، اور ایمان ویقین کا نور بلند ہو رہا ہو اور واقعی اس اجتماع کے بعد شمال ومشرقی بہار اور پڑوسی ملک نیپال کے مسلمان دینی غفلت کی لمبی نیند سے جاگ اٹھے مساجد کی رونق بڑھ گئی، ہر مسلم آبادی سے تبلیغی محنت کے لیے جماعتیں نکلنے لگیں، ہر طرف سہ روزہ، ہفت روزہ، اور ماہانہ اجتماعات اور گشت کا سلسلہ شروع ہوگیا اس وقت اس پورے علاقے میں دینی وتبلیغی بہار آگئی ہے جو ثمرہ ہے حضرت جی کے اس درد وکرب اور بیقراری کا جس کا مشاہدہ ہماری آنکھوں نے اس عالمی اجتماع میں کیا تھا اور یہی وہ بے قراری ہے جس نے اس وقت پورے عالم کے مسلمانوں کو بیقرار کر رکھا ہے"۔[1]

[1] حسن اخلاق دہلی ستمبر ۱۹۹۵ء ص ۴۰۔

اجتماع بنگلور

حضرت مولانا کا جنوبی ہند کا ایک سفر ۳۰ رجمادی الاولی ۱۴۰۵ھ (۲۱ فروری ۱۹۸۵ء) میں بھی ہوا ہے اس سفر کے لیے آپ مذکورہ تاریخ میں کرناٹک ایکسپریس سے بنگلور کے لیے روانہ ہوئے یہاں ۲، ۳، ۴ رجمادی الثانی مطابق ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵ فروری ہفتہ، اتوار، پیر میں ملک کے تمام پرانے کام کرنے والے احباب ورفقاء کا اجتماع تھا۔ اس موقع پر کارکنان ہند کی عظیم تعداد کے علاوہ ملیشیا، تھائی لینڈ، انگلینڈ، افریقہ اور عرب ممالک کے ۶۳۰ افراد بھی شریک اجتماع تھے عمومی مجمع کا اندازہ تقریباً دولاکھ تھا اس موقع پر مختلف اوقات کی نکلنے والی جماعتیں چھ سو چوراسی (۶۸۴) تیار ہوئیں، جن کا افرادی مجموعہ سات ہزار چار سو (۷۴۰۰) تھا۔

اس اجتماع میں حضرت مولانا نے جتنی تقریریں فرمائیں ان میں کام کرنے والے احباب ورفقاء کو "اندرونی صفات اور حسن اخلاق" پیدا کرنے پر قوت کے ساتھ متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مدد الٰہیہ اور نصرت الٰہیہ اسی طرح سے ہمارے ساتھ ہوسکتی ہے۔

۵ یوم بنگلور میں قیام کے بعد ۲۷ فروری بدھ کی رات میں مدراس اور وہاں سے دوسرے دن جی ٹی ایکسپریس سے روانہ ہو کر ۹ رجمادی الثانیہ ۲ مارچ ہفتہ کی صبح میں نظام الدین آمد ہوئی۔

اجتماع ماہی ضلع بناس کانٹھا

پالن پور سے ملحق ایک گاؤں "ماہی" میں ہونے والے اجتماع کے لیے حضرت مولانا یکم جمادی الاولی ۱۴۰۹ھ (یکم دسمبر ۱۹۸۹ء) میں دہلی سے روانہ ہوئے، یہاں دسمبر کی ۳، ۴، ۵ تاریخ میں اجتماع تھا۔ بمبئی اور گجرات کے کام کرنے والے احباب اس موقع پر خاص طور سے شریک اجتماع تھے۔

۵ رجمادی الاولی (۵ دسمبر) میں ماہی سے گٹھامن آمد ہوئی۔ یہاں شب میں ایک اجتماع میں شرکت کے بعد پالن پور ہوتے ہوئے دہلی واپسی ہوئی۔ اس اجتماع کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ اس موقع پر دنیا کے پانچ براعظموں میں بیک وقت جماعتیں بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔ الحاج حبیب نصیر الدین صاحب اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں:

"حضرت والا کے اس سفر کے موقع پر دنیا کے پانچ براعظموں میں ذمہ دار احباب کے ساتھ جماعتیں روانہ کرنے کا مشورہ اور اس کا طریقہ کار حضرت جی کے سامنے رکھا گیا، آپ نے اس کو پسند فرما کر اجازت مرحمت فرمادی۔ چنانچہ کوشش شروع ہوگئی۔ ساتھیوں کو تیار کر لیا گیا اور الحمد للہ مولانا عبد الغنی کے ہمراہ امریکہ اور بھائی سلیمان مومایا کے ہمراہ افریقہ اور بندہ حبیب نصیر الدین کے ہمراہ یورپ اور موسیٰ بابر کے ہمراہ آسٹریلیا اور شریف بھائی کے ہمراہ روس جانے کے لیے جماعتیں بن کر تیار ہوگئیں اور خدا کے فضل سے ۱۹۹۰ء میں یہ تمام جماعتیں اپنے اپنے مقامات پر روانہ بھی ہوگئیں"۔

رتنا گیری کا اجتماع

مہاراشٹر کے ساحلی شہر رتنا گیری میں عالمی تبلیغی اجتماع ۱۴، ۱۵، ۱۶ شعبان ۱۴۱۱ھ (۲، ۳، ۴ مارچ ۱۹۹۱ء) میں منعقد ہوا۔ حضرت مولانا ۱۱ شعبان (۲۷ فروری) بدھ میں گوا ایکسپریس سے دہلی سے روانہ ہوکر تقریباً دو یوم متواتر ٹرین کے سفر کے بعد رتنا گیری جائے اجتماع پہونچے۔

راقم سطور نے (جو اللہ جل شانہ کے فضل سے اس اجتماع میں شامل تھا)۔ اپنی یادداشت میں دہلی سے رتنا گیری تک سفر کی تفصیل اس طرح قلم بند کر رکھی ہے:

"۲۵ فروری پیر کی صبح شاہد اور مولوی جعفر سلمہ سپر فاسٹ ٹرین سے دہلی گئے اور ستائیس فروری کی صبح میں حضرت جی مدظلہ کے قافلہ کے ساتھ گوا ایکسپریس سے پونہ، مہاراشٹر روانہ ہوئے۔ اگلے دن ساڑھے تین بجے شام پونہ پہونچے یہاں محمود عطار صاحب کے مکان پر قیام ہوا۔ بعد نماز مغرب اولاً مولانا محمد عمر صاحب کا بیان ہوکر حضرت جی مدظلہ کا بیان ہوا، بعد عشاء یہاں سے روانہ ہوکر ۲۹ فروری کی صبح میں کولھاپور پہونچے اور جناب گل محمد باغباں صاحب کے مکان پر ناشتہ اور ضروریات سے فارغ ہوکر کاروں کے ذریعہ یہ قافلہ رتنا گیری اجتماع پہونچا اور مشورہ وغیرہ سے

فارغ ہو کر مولانا زبیر صاحب کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا کی گئی۔

اجتماع کے پہلے دن بعد نماز مغرب حضرت جی مدظلہ کا بیان ہوا اس بیان میں آپ نے اس پر زور دیا کہ انسان کے لیے اس کی اخروی کامیابی اعمال سے ہے، مال و دولت سے نہیں ہے۔ اور پھر اس ضمن میں انبیائے کرام، صحابۂ کرام کے واقعات سناتے ہوئے قرآن پاک کی وہ آیات تلاوت کیں جن میں آخرت کی کامیابی کا اصل ہونا بتلایا گیا ہے۔

دوسرے دن حضرت جی کے دو بیان ایک خواص میں اور دوسرا بعد عصر مجلس نکاح میں ہوئے۔ اس مجلس میں ایک سو دس نکاح منعقد ہوئے تھے۔

تیسرے دن مولانا محمد عمر صاحب کے بیان کے بعد حضرت جی مدظلہ نے بیان فرماکر تمام مجمع کو عمومی بیعت کرائی اور پھر اجتماع کی اختتامی دعا ہوئی اس اجتماع سے چودہ سو جماعتیں تیار ہو کر روانہ ہوئیں۔ اسی دن شام کو ۳ بجے اجتماع گاہ سے روانہ ہوئے لیکن حد نظر تک شرکاء اجتماع کے ہجوم اور زبردست ٹریفک کی وجہ سے ساڑھے چھ گھنٹہ میں کوسا پور اسٹیشن پہونچ کر بمبئی کے لیے روانگی ہوئی۔ بمبئی میں حضرت جی مدظلہ کا قیام پورے قافلہ کے ساتھ محمد بھائی آندھرا ٹرانسپورٹ کمپنی کے مکان پر ہوا، یہاں کے پورے دن کے قیام میں عمومی مجمع کے ساتھ ہر طبقہ کے خواص بھی آتے رہے۔ نماز عصر سے قبل مستورات کا اجتماع تھا حضرت جی مدظلہ نے اس میں بیان فرماکر بیعت کی اور پھر بعد مغرب چونہ بھٹی مسجد تشریف لے جاکر وہاں بھی بیان فرماکر دعا کرائی اور وہیں سے اسٹیشن پہنچ کر نوساری کے لیے روانہ ہوئے۔ یہاں سے جناب الحاج بھائی پٹیل صاحب (انگلینڈ) کے وطن مانک پور ٹکوی تشریف لے گئے یہاں چند گھنٹے

کے قیام میں بیعت ودعا اور ایک زیر تعمیر مدرسہ میں بیان وتشکیل فرماکر لاج پور پہونچے اور ۶، ۷، ۸ ؍مارچ میں ہونے والے سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرمائی اس سے فارغ ہوکر مولانا احمد لاٹ صاحب کے مکان پر پہونچ کر قیام وطعام اور کچھ دیر آرام فرماکر چار بجے شام ڈیلکس ٹرین سے روانہ ہوکر ۱۲؍شعبان۔ ۹؍مارچ شنبہ کی صبح میں بخیر وعافیت دہلی مراجعت فرمائی"۔

رتنا گیری کے اس اجتماع میں حضرت جی رح کا قیام ایک غیر مسلم کے باغیچہ میں تھا۔ یہ صاحب متعدد مرتبہ حضرت جی رح سے ملاقات کے لیے آئے اور ہر مرتبہ متاثر ہوکر گئے۔ مولانا محمد یونس صاحب (پونہ) لکھتے ہیں۔

" حضرت جی ہمارے یہاں رتنا گیری اجتماع میں تشریف لائے ___ ساتھیوں نے گیسٹ ہاوس میں قیام کا شاندار انتظام کیا، میں نے کہا کہ حضرت جی اتنی شاندار جگہ ___ رہنا کیسے پسند کریں گے؟ کوئی دوسری جگہ رکھو چنانچہ اجتماع گاہ کے قریب ایک غیر مسلم کا آم کا باغیچہ تھا' ان سے بات چیت کی اور ان سے ہم نے کہا کہ تمہارے باغیچہ کو کوئی نقصان نہیں پہونچے گا۔ ہمارے یہ مہمان یہاں پر ٹھہریں گے۔ انھوں نے اجازت دے دی آم کا باغیچہ تھا' عمارت وغیرہ اس میں نہیں تھی تو ساتھیوں نے وہاں ایک دو فٹ دیوار اٹھاکر اس پر دوسرا انتظام حضرت کے ٹھہرنے کے لیے کیا' باغیچہ کا مالک حضرت کی خدمت میں آیا تو حضرت کے حسن سلوک اور اخلاق کو دیکھکر بہت متاثر ہوا۔ اجتماع ختم ہوا تو ساتھی حضرت کی قیام گاہ کو گرانے لگے تو اس نے کہا سب توڑو مگر جہاں حضرت جی ٹھہرے تھے اس کو ہاتھ مت لگاؤ یہ ایسا ہی رہے گا چاہے مجھ سے اس کے پیسے لے لو۔ پھر کہا ایسے اللہ والے کہاں بار بار آئیں گے یہاں پر اور کہاں ٹھہریں گے میری زمین پر۔ چنانچہ ساتھیوں نے اس کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے اس قیام گاہ کو ایسے ہی چھوڑ دیا"۔

(بیاض مولانا مفتی روشن قاسمی مہاراشٹر)

پندرہ روزہ بینات نانڈیر نے "عالمی تبلیغی ودعوتی اجتماع" کے عنوان سے اس اجتماع کے متعلق بعض اہم معلومات اس طرح شائع کی ہیں:

"اس اجتماع میں بیرونی ممالک کی بیس کے قریب جماعتیں تھیں رتناگیری کے اجتماع میں سال بھر سے جماعتوں میں نکل کر علم وعمل کی محنت کرانے کی کوشش جاری تھی اور یہ طے کیا گیا تھا کہ اجتماع تک چھ ہزار جماعتیں اللہ کی راہ میں اللہ کے دین کی خاطر خروج کریں گی اور خدا نے بڑی حد تک اس میں کامیاب فرمایا۔

تاریخ اجتماع کے بہت پہلے سے لوگ آنے لگے اور دو مارچ سے تین دن پہلے ہر ضلع سے چالیس چالیس افراد کی خطہ وار جماعتیں انتظامی اور استقبالی خدمات کے لیے اجتماع گاہ پہونچ چکی تھیں اور اجتماع میں ڈیڑھ ہزار سے دو ہزار تک جماعتیں نکلنے کی توقع ہے اس لیے اس کا بھی ایک الگ پنڈال لگایا گیا تھا۔ بڑے پنڈال میں بیک وقت سوا لاکھ افراد کے نماز پڑھنے کی گنجائش بتائی جاتی ہے اور مجمع کا تو یہ حال تھا کہ پنڈال کے باہر بھی اتنے ہی لوگ تھے جتنے اندر۔ صحیح تعداد تو خدا ہی کو معلوم ہے۔

اجتماع کے تینوں دن نماز کی جماعت کا روح پرور منظر ایمان کی دعوت عمل پیش کر رہا تھا اور بلا کسی پولیس فورس اور والنٹرس کے نظام اجتماع پورے صبر وسکون اور نظم وضبط کے ساتھ چل رہا تھا۔ اسلامی تعلیمات کا عملی نظام بخوبی سمجھ میں آرہا تھا۔ کھانے پینے کی جملہ ضروریات وضو وطہارت وغیرہ کا نظم تھا۔ انتظامیہ سیول ڈریس میں نگرانی میں مصروف مگر حیرت کے ساتھ سوچنے پر مجبور کہ واقعی دین فطرت اسلامی تعلیمات کی صحیح بجا آوری ہوجائے تو پوری انسانیت کو امن وچین اور سکون میسر آجائے"[1]

---

[1] پندرہ روزہ بینات نانڈیر ۱۸ر فروری ۱۹۹۱ء

اجتماع دہلی کالج

حضرت جی رح دہلی کے کام کرنے والے رفقاء واحباب کی دلداری اور دعوتِ حق کی ادائیگی کی نیت سے ہر سال اس اجتماع میں بہت اہتمام سے تشریف لے جاتے تھے اور بسا اوقات طبعی وجسمانی اعذار کو بھی نظر انداز فرما دیتے۔ چنانچہ ۲۹، ۳۰ جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ (۱۶، ۱۷ مئی ۱۹۸۰ء) میں یہ اجتماع ایسے موقع پر ہوا کہ علالت کے سبب جسمانی ضعف بہت زیادہ تھا۔ موسم بھی سخت گرمی کا تھا لیکن ان موانع کے باوجود اجتماع میں شرکت فرمائی اور سخت گرم جگہ پر پرانے احباب کے مجمع میں بیان فرمایا جس سے دل پر گرمی کا اثر ہوا اور کئی دن تک طبیعت اعتدال پر نہیں آئی۔

اس اجتماع میں شرکت کا معمول یہ تھا کہ عصر کے وقت تشریف لے جاکر بعد مغرب ہونے والے بیان میں شرکت فرماتے پھر رات کا کھانا اور نماز عشاء سے فارغ ہوکر مرکز تشریف لے آتے۔ گاہ بگاہ شب میں وہاں آرام بھی فرمایا۔ اختتام والے دن علی الصباح تشریف لے جاتے اور آخری بیان ودعا کے بعد دہلی کے احباب کی میزبانی قبول فرماکر کھانا کھاکر واپس ہوتے۔

یہاں ۱۲، ۱۳، ۱۴ ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ (۱۵، ۱۶، ۱۷ مئی ۱۹۹۲ء) میں ہونے والے اجتماع کی تفصیلات سپرد قلم کی جاتی ہیں۔

اجتماع کے پہلے دن مولانا محمد یعقوب صاحب کی تقریر سے اس اجتماع کا آغاز ہوا یہ چونکہ جمعہ کا دن تھا اور عصر کی نماز کے بعد کا وقت تھا اس لیے مولانا نے خصوصیت کے ساتھ ذکر کی اہمیت اور فضیلت کو بیان فرماکر درود شریف کی برکات کو بیان کیا اور اسی ضمن میں اسّی مرتبہ پڑھا جانے والا درود یعنی اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی اٰلہ وسلم تسلیما پڑھ کر اس کے فوائد ومنافع بیان کیے۔ بعد نماز مغرب مولانا احمد لاٹ کا بیان ہوا۔

اجتماع کے دوسرے دن مولانا ابراہیم صاحب سعید میاں صاحب بھوپالی اور مولانا محمد صاحب کے بیانات ہوئے۔ حضرت جی رح نے بھی بیانات میں شرکت فرمائی۔

اجتماع کے تیسرے دن حضرت مولانا کا بیان ہوا جس میں آپ نے اللہ جل شانہٗ

کی راہ میں نکلنے کے فوائد و منافع اور اس پر اجر و ثواب کا ملنا بتلایا اور پھر نکاح مسنونہ کی اہمیت اور اس میں مسنون طریقہ اختیار کیے جانے پر چند نصائح فرما کر متعدد نکاح پڑھائے اور پھر دعا فرما کر جماعت میں جانے والوں سے مصافحہ کیا۔

اس اجتماع کی خصوصی رپورٹ ماہنامہ حسن اخلاق دہلی نے شائع کی تھی۔ قدرے اختصار کے یہ رپورٹ شامل سوانح کی جاتی ہے۔

"۵ / مئی ۱۹۹۲ء بروز جمعہ بعد نماز عصر عریک اسکول اجمیری گیٹ دہلی میں سالانہ تبلیغی اجتماع کا انعقاد ہوا، دوپہر سے جماعتوں کی آمد و مقامی حضرات کی تشریف آوری کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا، اسکول کے باہر کھانے پینے کی اشیاء دینی کتابوں اور چائے کی دکانیں سج گئی تھیں، مسجد کے صحن میں شامیانے لگے ہوئے تھے۔ ۶ بجے عصر کی نماز ہوئی۔ حضرت مولانا یعقوب صاحب کے مختصر بیان سے اجتماع کی ابتداء ہوئی۔

ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب نے طبی سہولیات کا بھی اہتمام کیا ہے ایک ڈاکٹر صاحب ضروری ادویات کے ساتھ ایک بورڈ لگائے ایک کمرے میں بیٹھے ہیں اس درمیان جماعتوں کی آمد کا سلسلہ جاری ہے جو حضرات دیر سے پہونچے ہیں انھوں نے مسجد کے باہر لان میں عصر کی دوسری جماعت کر لی جس سے وہ تمام حضرات جو دیر سے آئے تھے جماعت کی نماز کا ثواب حاصل کر سکے۔ ایک طرف بہت لوگ جمع تھے۔ معلوم ہوا کہ مولانا زبیر صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ مولانا احمد لاٹ صاحب مولانا اظہار الحسن صاحب بھی موجود ہیں۔ لان میں ایک طرف اکابرین کی مختصر محفل میں حضرت جی (مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی) تشریف فرما ہیں۔ حضرت جی کے قریب مولانا سلیمان جھانجی صاحب بھی بیٹھے ہیں جو ہر وقت حضرت جی کی خدمت میں موجود رہتے ہیں۔ مغرب کی اذان ہونے والی ہے تمام ساتھی تسبیحات اور اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر مغرب کی نماز کے لیے مسجد میں

داخل ہورہے ہیں۔ نماز مغرب کے بعد اعلان ہوا کہ بیان ہوگا۔ تمام ساتھی بقیہ نماز کے بعد مسجد کے باہر لان میں تشریف رکھیں۔ اس وقت تک اچھی خاصی تعداد میں جماعتیں اور انفرادی حضرات پہونچ چکے ہیں، دن میں گرمی کافی تھی لیکن عصر کے وقت موسم خوشگوار ہوگیا ـــ عرب حضرات کی بھی ایک جماعت بعد مغرب پہونچ گئی ہے۔ دہلی میں اس وقت جو جماعتیں کام کررہی ہیں ان سب کو ہدایت دی گئی تھی کہ جمعہ کے دن بعد عصر اپنی جماعت بند کرکے اینگلو عربک اسکول (جو دہلی کالج کے نام سے مشہور ہے) پہونچیں نماز کے بعد تمام حضرات لان میں جمع ہونے لگے، حافظ ضمیر صاحب نے مجمع جوڑنے کے لیے مائک سنبھالا اور چند نکتے بیان فرمائے۔

...... مجمع بہت اچھی طرح جڑ گیا تھا، پورا لان بھرا ہوا تھا کہ مولانا احمد لاٹ صاحب اسٹیج پر تشریف لے آئے ـــ مولانا نے السلام علیکم کہہ کر تلاوت شروع کی اور پھر بیان شروع فرمایا۔

بعد نماز فجر مولوی ابراہیم صاحب نے اپنی تقریر میں تمام حضرات کو توجہ دلائی کہ اللہ کے راستے میں نکلنے والوں کا معاملہ دوسروں سے الگ ہے جو آدمی اللہ کی راہ میں نکلتا ہے وہ ہر وقت اللہ پر ہی بھروسہ رکھتا ہے ...... ۹ بجے سے مسجد کے صحن میں تعلیمی حلقوں کا سلسلہ شروع ہوا ایک طرف تامل زبان والوں کا حلقہ تھا، تو دوسری طرف عرب جماعت کے لیے عربی زبان میں تعلیم کا سلسلہ جاری تھا۔ انگریزی تعلیمی حلقہ کا بھی انتظام تھا اردو داں حضرات کے لیے کئی حلقوں میں تعلیم ہورہی تھی، تعلیم کا یہ سلسلہ ۱۲ بجے تک جاری رہا اس کے بعد کھانے کا پروگرام اسکول کے ہال میں کیا گیا۔ جو حضرات استقبالیہ سے ٹکٹ لے کر آرہے تھے وہ کھانے کے مستحق تھے کھانے کا ایک ٹکٹ چار روپے رکھا گیا تھا۔

بعد ظہر دو جگہ علیحدہ علیحدہ محفلیں منعقد کی گئیں۔ پہلی محفل مسجد کے صحن میں منعقد

ہوئی۔ اس محفل میں ایک عرب مہمان نے آج کے ماحول میں تبلیغ کی ضرورت پر عربی میں جامع تقریر کی جس کا اردو ترجمہ مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا۔ اسی وقت دہلی کالج کے ہال میں ایک خصوصی اجتماع سے مولانا احمد لاٹ صاحب نے خطاب فرمایا۔ اس اجتماع کی اکثریت ڈاکٹر اور تعلیم یافتہ حضرات پر مشتمل تھی۔

اس موقع پر بہت سے حضرات نے نقد چلے اور تین چلے کے لیے نام لکھوائے۔ عصر کے بعد مولانا سعید میاں صاحب بھوپالی نے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ سعید میاں صاحب نے فرمایا، ہماری اصل ضرورت آخرت کی ضرورت ہے اور اس کے لیے ہمارے عمل ہمارا سہارا ہیں۔ آپ نے تیسرے کلمہ، درود شریف اور استغفار کی ایک ایک تسبیح صبح و شام پڑھنے کے ساتھ خصوصی توجہ سے ایک پارہ تلاوت کرنے کی تلقین فرمائی۔ مغرب کے بعد مولانا محمد عمر پالن پوری دامت برکاتہم کا بیان ہوا۔ ۱۷؍ مئی سنیچر کی صبح مولانا سعید میاں صاحب بھوپالی نے اپنے بیان میں شرکاء کے اجتماع کو عمل و صلاح کی طرف متوجہ کیا، سعید میاں صاحب نے فرمایا کہ تمام شرکاء اجتماع اپنے عمل کی طرف توجہ دیں ایک پارہ ½ پارہ یا ¼ پارہ جتنا پڑھ سکیں مستقل پڑھا کریں اگر پڑھے ہوئے نہیں ہیں تو قرآن مجید پڑھنا سیکھنے پر ½ گھنٹہ روز دیں۔ مولانا سعید میاں صاحب بھوپالی کے خطاب کے بعد جماعتوں کو جوڑنے اور نکلنے والی جماعتوں کی حاضری کا سلسلہ شروع ہوا۔ حافظ ضمیر صاحب اس اجتماع کے نظم کو چلا رہے تھے اکثر اوقات نماز کی امامت بھی حافظ ضمیر صاحب نے فرمائی۔ حافظ صاحب نے اس اجتماع سے نکلنے والی جماعتوں کی تفصیل اور مصافحہ کا طریقہ بتایا۔ اس کے بعد بھائی عثمان صاحب نے روانگی کے آداب تلقین فرمائے پھر تفصیلی طور پر حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری نے سفر کی ہدایات پر

مجمع سے بات کی اس کے بعد حضرت مولانا انعام الحسن صاحب (حضرت جی) نے چند اجتماعی نکاح پڑھائے اور پھر آپ کی پُراثر دعا پر اجتماع کا اختتام ہوا ۔۔۔۔۔[1]

ٹونک راجستھان کا اجتماع

۲۰، ۲۱، ۲۲، ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ (۲۳، ۲۴، ۲۵، مئی ۱۹۹۲ء) میں ہونے والے اس اجتماع میں حضرت مولانا نے دہلی سے شرکت فرمائی۔ مولانا محمد عمر صاحب، مولانا زبیر الحسن، مولانا احمد لاٹ وغیرہ متعدد حضرات آپ کے ہمراہ تھے۔ اجتماع کے پہلے دن شرکاء کا اندازہ ڈیڑھ لاکھ اور آخری دن ڈھائی لاکھ افراد کا تھا۔ حضرت مولانا کا پہلا عمومی بیان بعد عصر نکاحوں کی مجلس میں ہوا، اور دوسرا بیان آخری دن دعاء سے قبل ہوا۔ تینوں دن موسم کی یہ کیفیت رہی کہ آسمان پر بادل چھائے رہے، بارشیں ہوتی رہیں اور ٹھنڈی ہوائیں چلتی رہیں۔ ایک موقع پر اتنی زبردست آندھی کے ساتھ بارش آئی کہ سارا نظام درہم برہم ہوگیا اور مجمع کو مختلف مساجد اور متعدد قیام گاہوں پر منتقل ہونا پڑا لیکن بارش بند ہونے ہی ذمہ دار ساتھیوں نے پورا نظم دوبارہ بحال کرلیا۔ اس اجتماع سے ایک ایک سال کی پانچ جماعتیں تیار ہوکر راہ خدا میں روانہ ہوئیں۔

جناب شاہد پرویز صاحب اس اجتماع کے نظم وانتظام کے متعلق اپنے تاثرات و مشاہدات اس طرح تحریر کرتے ہیں:

> "منتظمین کی جانب سے اجتماع میں شرکت کے لیے آنے والوں کو اجتماع گاہ تک پہونچانے کے لیے ٹرک اور جیپ گاڑیوں کا انتظام ہے دور تک شامیانوں اور خیموں کا ایک شہر آباد ہے، اجتماع گاہ کے باہر کھانے چائے اور کتابوں کی دکانیں اور شربت کی سبیلیں لگی ہیں۔ عیدگاہ کی سفید عمارت کے باہر وسیع تر رتیلا میدان ہے اس میدان میں شامیانے لگائے

[1] ماہنامہ حسنِ اخلاق دہلی جون ۱۹۹۲ء

گئے ہیں۔ پنڈال کی داہنی طرف بلند اسٹیج ہے۔ پورے پنڈال میں صفوں کی صورت میں پلاسٹک کی پٹیاں بچھی ہیں، ہر دس قدم پر ٹھنڈے پانی سے لبریز کوزے گھڑے اور پلاسٹک کے گلاس رکھے ہیں۔ پورے پنڈال میں گرمی کی تپش اور لو سے بچانے کے لیے درجنوں کولرز کا انتظام کیا گیا ہے۔ حدِ نظر تک اللہ کی راہ میں نکلے ہوئے اللہ والے اپنے ضروری سامان کے ساتھ ٹولیوں کی شکل میں بیٹھے ہیں، ہر آنکھ میں حضرت جی کے انتظار کی شمعیں روشن ہیں اور ہر چہرے پر خلوص و محبت کا نور ہے۔

ایک مقامی ساتھی نے بتایا کہ چند روز پہلے مہاراشٹر کے ایک فکرمند ساتھی محمد یوسف (جو نو مسلم تھے اور کچھ عرصہ قبل فلم پروڈیوسر موہن سہگل کے نام سے جانے جاتے تھے) جماعت کے ساتھ ٹونک آئے اور یہیں انتقال فرمایا ایک قبر کی طرف اشارہ کرکے انھوں نے بتایا کہ یہ یوسف صاحب کی قبر ہے۔

چونکہ اجتماع گاہ میں تیار کیے ہوئے تندوروں میں پانی بھر گیا تھا اس لیے ٹونک کے ہر گھر سے خواتین نے روٹیاں پکا کر بھیجیں"۔ [1]

اجتماع گیا (بہار)

بہار کا یہ تیسرا بڑا اجتماع ۱۵، ۱۶، ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ مطابق ۲، ۳، ۴ اکتوبر ۱۹۹۳ء بار اتوار، پیر میں پھلگوندی کے کنارے منعقد ہوا، حضرت مولانا کے رفقائے سفر میں مولانا محمد عمر صاحب، مولانا زبیر الحسن، مولوی محمد ابراہیم، مولوی احمد لاٹ، مولوی محمد بن سلیمان جھانجی، مولوی محمد سعد، محمد شاہد (راقم سطور) اور دہلی کے متعدد احباب تھے۔ اجتماع کی ان ہی تاریخوں میں غیر مسلموں کا ایک بڑا میلہ اور تہوار بھی تھا، جگہ بھی تقریباً ایک ہی تھی۔ میدان کے ایک طرف تبلیغی اجتماع اور دوسری طرف غیر مسلموں کا میلہ تھا۔ پولیس انتظامیہ نے ہر دو اجتماع گاہوں

---

[1] حسنِ اخلاق دہلی جولائی ۱۹۹۲ء۔

کے بیچ میں خار دار تار اور روشنی کے کھمبے اور بڑے بڑے حفاظتی ٹاور نصب کر رکھے تھے۔ سی، آر، پی بھی کثیر تعداد میں تعینات تھی لیکن الحمدللہ بہت پرسکون ماحول میں اجتماع ہوا۔ بعض حضرات نے ہمارے مشورہ کے طور پر یہ رائے بھیجی کہ یا تو تبلیغی اجتماع کی جگہ بدل دیں یا تاریخیں بدل دیں۔ حضرت مولانا نے احباب سے فرمایا کہ انشاء اللہ اجتماع انہی تاریخوں میں اسی مقام پر ہوگا۔ بس ساتھی متوجہ الی اللہ رہیں۔ چنانچہ انہی تاریخوں میں اسی جگہ اجتماع ہوا۔

حضرت مولانا کے متعدد بیانات خواص میں، مجلس نکاح میں اور آخری دن دعا سے قبل ہوئے۔

اس سہ روزہ اجتماع کی پوری روداد مقامی اور علاقائی اخبارات نیز ماہنامہ حسن اخلاق دہلی (نومبر ۱۹۹۳ء) میں بھی شائع ہوئی تھی۔ یہاں حسن اخلاق کی رپورٹ قدرے تلخیص واختصار کے ساتھ پیش کی جاتی ہے:

"یہ اجتماع مشہور "پھلگو ندی" کے کنارے منعقد کیا گیا تھا۔ اس جگہ کو بھدیجہ بھی کہتے ہیں۔ اس اجتماع میں مظفر پور، پٹنہ، رانچی، بھاگلپور، نوادہ، جمشید پور ٹاٹا، سیتامڑھی، کشن گنج، پورنیہ، مشرقی چمپارن، مغربی چمپارن، سیوان، وغیرہ وغیرہ اور دیگر صوبوں آسام، بنگال، اڑیسہ، اتر پردیش وغیرہ کے لوگ جمع تھے سب کے خیمے الگ الگ تھے، ہر ایک خیمہ پر اردو میں ضلع یا صوبہ کے اعتبار سے بورڈ لگا تھا جن کی تعداد اٹھاسی (۸۸) تھی۔ بانس کے سہارے پتلی بوری کی چھت بنا دی گئی تھی، راستے نمبروار تھے نقشہ بھی لگا دیا گیا تھا تاکہ لوگوں کو اپنا خیمہ تلاش کرنے میں کوئی دقت نہ ہو۔ اس کے علاوہ شامیانے بھی جگہ جگہ لگے ہوئے تھے۔ کھلے آسمان کے نیچے بھی لوگ جگہ لیے ہوئے تھے سینکڑوں پاخانے اور پیشاب خانے ترتیب سے بنائے گئے تھے، وضو اور غسل کے لیے مصنوعی نہریں تیار کی گئی تھیں، جگہ جگہ ٹیوب ویل لگائے گئے تھے، کھانے پینے کے لیے قسم قسم کے ہوٹل کھلے ہوئے تھے جن میں

لکھنؤ، بہرائچ اور کلکتہ وغیرہ کے ہوٹل بھی تھے، شرکاء کی سہولت کی خاطر منتظمین حضرات پوری طرح کوشاں نظر آتے تھے، روشنی کا بہترین انتظام تھا ـــ ایلوپیتھک طبی اور یونانی ہاسپٹل اور دواخانے بھی موجود تھے ضلع انتظامیہ نے مجسٹریٹ اور پولیس فورس کا بھی معقول انتظام کر رکھا تھا مگر فرزندانِ توحید کے ڈسپلن نے سب کو حیرت زدہ کر رکھا تھا۔

۲؍ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو بعد نماز فجر افتتاحی تقریر ہوئی، تقریر ختم ہونے کے بعد منتخب حضرات ہر ایک خیمہ میں جاکر فضائل اعمال سے اقتباس پڑھ کر سناتے اور سمجھاتے اور پھر چار پانچ مل کر قرآن پاک سیکھتے اور سکھاتے۔

نماز مغرب کی امامت مولانا محفوظ الرحمٰن امام جامع مسجد سرائے ضلع گیا نے فرمائی۔ اور تقریباً چھ لاکھ مقتدیوں نے ان کی اقتدار کی۔ نماز مغرب کے بعد حضرت مولانا عمر صاحب پالن پوری نے دل نشیں انداز میں ایمان افروز اور اثر انگیز تقریر کی جو عشاء تک جاری رہی۔

۳؍ اکتوبر کو بعد نماز فجر مولانا لاٹ صاحب مرکز دہلی کی تقریر ہوئی اس کے بعد دس بجے مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری کی الگ ایک خیمہ میں تقریر ہوئی جو صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ ڈاکٹر، پروفیسر انجینئر، وکلاء وغیرہ کے لیے خاص تھی۔ جناب سید ایوب حسین صاحب ایل، ایل بی ایم بی اے (فاضل) کریم گنج گیا (بہار) نے بتایا کہ اندازہ تھا کہ اجتماع میں دو سے تین لاکھ تک لوگ آئیں گے مگر شرکاء کی تعداد ابھی آٹھ لاکھ تک پہنچ چکی ہے اور بھی لوگوں کا آنا جاری ہے۔ اب گاڑیوں کو شہر کے باہر تمام چیک پوسٹ پر ہی روک دیا گیا ہے کیوں کہ اب اندر گاڑی لانے کی جگہ نہیں رہی، لوگ پیدل آرہے ہیں کل تک شرکاء کی تعداد دس لاکھ تک پہنچ جائے گی۔ علماء کرام کی تعداد لگ بھگ تیس ہوگئی جن میں بہار کے مندرجہ ذیل حضرات کے نام قابل ذکر ہیں۔

(۱) مولانا مجاہد الاسلام صاحب پٹنہ (۲) مولانا ذوالفقار صاحب چترا۔
(۳) مولانا محمد علی رحمانی گیا (۴) مولانا ایوب صاحب پھلواری شریف۔
ایم، بی، اے میڈیکل اور انجینئرنگ کے طلبہ نے اس اجتماع کے انتظامی امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

عصر کی نماز کے بعد نکاحوں کا پروگرام شروع ہوا۔ مغرب کی نماز تک اٹھاسی (۸۸) نکاح ہوئے بعد نماز مغرب مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری کی تقریر ہوئی، جس میں مولانا نے صبر اور شکر کی تعلیم دی۔ یہ تقریر رات کے دس بجے تک ہوئی۔ نماز کے بعد لوگ آرام کرنے لگے۔

اجتماع کے آخری دن روانگی کی ہدایات کے بعد پھر حضرت جی کی تقریر شروع ہوئی۔ اس موقع پر لاکھوں فرزندان توحید سے خطاب کرتے ہوئے امیر جماعت مولانا انعام الحسن صاحب "حضرت جی" نے فرمایا کہ بشری تقاضوں کو خدا کے مقرر کردہ طریقہ پر پورا کرنے کا نام اسلام ہے اور یہ دنیا آخرت کی کھیتی کے لیے بنائی گئی ہے۔ اس لیے انسان کو فانی چیزوں کے حصول کے بجائے ابدی زندگی کی کھیتی کے لیے محنت کرنی ہے۔ حضرت جی نے فرمایا کہ دنیاوی چیزوں کے لیے کی گئی محنت ہمیشہ رائیگاں جاتی ہے اور جب انسان دنیا دار ہو جاتا ہے تو وہ ایک وحشی درندہ ہو جاتا ہے اس کے بجائے اگر آدمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ پر چل کر آخرت کی کھیتی کرتا ہے تو اس کا فائدہ اس کو دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی ملتا ہے جہاں ہم کو اور آپ کو ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔

عقل مند آدمی وہ ہے جو ایسی تجارت کرے جس سے دنیا میں بھی اس کو اور اس کے گھر والوں کو فائدہ ہو اور اس دنیا سے رخصت ہو کر جب وہ دوسری دنیا یعنی آخرت میں جائے تو وہاں بھی اس کو اجر عظیم ملے۔

گیارہ بجے دن میں حضرت جی نے دعاء کے لیے ہاتھ اٹھائے اور ان کے

ساتھ تقریباً دس لاکھ حاضرین کے بھی ہاتھ اٹھے۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب نے برائیوں کی جڑوں کو ادھیڑنے انسان کو صحیح معنوں میں انسان بنانے اور پوری امت محمدیہ، ملت اسلامیہ کی فلاح و بہبود کے لیے دعا فرمائی۔ لگ بھگ پچیس منٹ دعا ہوئی۔ ادھر دعا ختم ہوئی ادھر لوگ اپنے اپنے خیموں سے نکلنے لگے۔ شاداں دل اور مسکراتا چہرہ لیے ہوئے دو بجے دن تک چار سو سے اوپر جماعتوں کے نکلنے کا اعلان بھی کیا گیا وہ غیر ممالک جہاں کے فرزندانِ توحید نے اس اجتماع میں پورے جوش و خروش کے ساتھ شرکت کی، حسب ذیل ہیں۔

امریکہ، برطانیہ، ایران، عراق، سعودی عرب، پاکستان، بنگلہ دیش، ملیشیا، جنوبی افریقہ، انڈونیشیا، سنگاپور، سری لنکا اور نیپال وغیرہ۔ ضلع انتظامیہ گیا کی طرف سے بحال مجسٹریٹ مسٹر رویندر سنگھ نے ۲ر اکتوبر ۹۳ء کو شرکاء کی تعداد چھ لاکھ بتائی۔ مسٹر راج بالا ور ما ضلع مجسٹریٹ گیا اور مسٹر سنیل کمار ایس پی ضلع گیا بھی پوری نگرانی کر رہے تھے اور شرکاء کے ڈسپلن سے خوش نظر آرہے تھے۔ بہت سے ضلع اور صوبہ والے اپنے کھانے پینے کا سامان ساتھ لائے تھے وہ خود پکاتے کھاتے اور اجتماع کے پروگرام میں شریک ہوتے اور وقت پر ایک ساتھ نماز ادا کرتے۔ وضو بناتے وقت کا سماں نہایت خوش کن اور قابل دید ہوتا تھا۔ رات کو بجلی کے قمقموں سے پھوٹتی روشنی اور چاندنی کا سماں بھی بڑا پُرکیف اور سہانا معلوم ہوتا تھا[1]

عیدگاہ دہلی کا سالانہ اجتماع

عربک کالج دہلی کی طرح عیدگاہ دہلی کا یہ اجتماع بھی ہر سال مقامی ذمہ دار بڑے فکر و اہتمام کے ساتھ کرتے آرہے ہیں۔ حضرت جی بھی اس میں تشریف لے جاتے تھے یہاں ۲۸ر ربیع الثانی

---

[1] ماہنامہ حسن اخلاق دہلی نومبر ۱۹۹۳ء۔

۱۴۱۴ھ (۱۶ر اکتوبر ۱۹۹۳ء) میں ہونے والے اجتماع اور اس کے انتظامات کی تفصیلات ماہنامہ حسنِ اخلاق دہلی کے حوالہ سے پیش کی جاتی ہیں:

"آج مورخہ ۱۶ر اکتوبر ۱۹۹۳ء بروز سنیچر بعد نماز فجر دہلی کی عیدگاہ میں سہ روزہ سالانہ تبلیغی اجتماع مولانا محمد یعقوب صاحب کے بیان سے شروع ہوا۔ اجتماع کا نظم حافظ ضمیر انصاری صاحب چلا رہے ہیں۔ اجتماع کے صحن میں جو پنڈال لگایا گیا ہے، اس میں تقریباً ۳۰ ہزار افراد کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے، پنڈال کے باہر بھی کافی حضرات نماز پڑھ سکتے ہیں۔ گذشتہ شب سے ہی جماعتوں کے آنے کا سلسلہ چل رہا ہے ابھی تک تقریباً دس ہزار افراد عیدگاہ میں پہونچ چکے ہیں۔ سیدھی طرف صحن میں عیدگاہ کی نگرانی کرنے والی جماعت کا کمرہ ہے تو الٹے ہاتھ کی طرف تشکیل کرنے والے حضرات کا کمرہ ہے۔ ضروریات سے فراغت کے لیے عیدگاہ کے باہر کافی تعداد میں استنجا خانے بنائے گئے ہیں۔ اسی طرح کافی تعداد میں عارضی پانی کے نل بھی لگے ہوئے ہیں۔ مسجد کے صحن کے باہر وضو کی مستقل حوض ہے ایک کمرہ بیرونی جماعتوں کے لیے مخصوص ہے۔ عارضی ٹیلیفون کی سہولت بھی فراہم کی گئی ہے۔ ہر قسم کے ہوٹل، کتابوں کے اسٹال اور تمام قسم کے سامان کے اسٹال لگے ہوئے ہیں۔ دین کے ساتھ ساتھ دنیا بھی چل رہی ہے۔ یہاں بعض اسٹال خدمت خلق کے جذبے کے تحت لگائے گئے ہیں جن کی آمدنی خدمت خلق کے لیے استعمال کی جائے گی۔ پچاس پیسے میں ایک چائے اور ایک بسکٹ مل رہا ہے۔ اس اجتماع میں سی آر پی کا بھی کیمپ عیدگاہ کے باہر لگا ہوا ہے، چاروں طرف سپاہی حفاظت پر معمور ہیں۔ عیدگاہ کے اندر کوئی سپاہی نہیں ہے اس بازار میں پولیس کے سپاہی گشت لگا رہے ہیں اور اُبلا ہوا انڈہ ایک روپئے میں خرید کر کھا رہے ہیں، سپاہی بھی حیرت زدہ ہیں کہ یہ کیمپ بازار ہیں۔

اس اجتماع میں سات حلقے بنائے گئے ہیں۔ حلقہ بیرونی دہلی، حلقہ دہلی شہر، حلقہ مشرقی دہلی ۱، حلقہ مشرقی دہلی ۲، حلقہ جنوبی دہلی ۱، حلقہ جنوبی دہلی ۲، اور انگریزی حلقہ، ۹ ½ بجے حلقے وار تعلیم شروع ہوگئی ہے۔

آج بعد مغرب مولانا احمد لاٹ صاحب کا بیان ہوا۔

۱۷ اکتوبر اجتماع کے دوسرے دن بعد نماز فجر مولانا ابراہیم صاحب کا اور بعد مغرب مولانا محمد عمر صاحب کا بیان ہوا۔

عیدگاہ حاضرین سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی مولانا محمد عمر صاحب موصوف نے اپنی تقریر کا آغاز قرآن کریم کی آیت من یعمل صالحًا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینه حیوٰۃ طیبة سے کیا۔ ان کے بیان کے بعد تشکیل ہوکر نماز عشاء ادا کی گئی۔

آج چار بجے مختلف حلقے ہوئے جو طلبہ اور خواص اور پرانے کام کرنے والے احباب اور ڈاکٹروں پر مشتمل تھے۔

اجتماع کے آخری دن فجر کی نماز کے بعد میاں جی محراب صاحب نے بیان کیا پھر ناشتہ چائے اور ضروریات سے فارغ ہونے کا وقت شرکائے اجتماع کو دیا گیا۔ اس کے بعد مولانا محمد عمر صاحب روانگی کی ہدایات دینے کے لیے تشریف لے آئے۔ ان کے بعد حضرت جی دامت برکاتہم کا بیان ہوکر دعا ہوئی اور پھر تمام مجمع سے آپ نے رخصتی مصافحہ فرمایا۔" [1]

حضرت مولانا کی حیات میں عیدگاہ کا آخری اجتماع ۹، ۱۰، ۱۱ رجادی الاولی ۱۴۱۵ھ ۱۵، ۱۶، ۱۷ اکتوبر ۱۹۹۴ء ہفتہ، اتوار، پیر میں ہوا تھا۔ متواتر تین یوم وہاں آپ کا قیام رہا۔ اس اجتماع سے تین چلہ کی بارہ جماعتیں اور ایک چلہ کی ایک سو پانچ جماعتیں کل ۱۱۷ جماعتیں روانہ ہوئی تھیں۔

---

[1] ماہنامہ حسن اخلاق دہلی نومبر ۱۹۹۳ء

اجتماع دھولیہ مہاراشٹر

۱۸ ر ۱۹ ر ۲۰ ر جمادی الثانیہ ۱۴۱۳ھ ۴ ر ۵ ر ۶ ر دسمبر ۱۹۹۲ء میں یہاں ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا۔ حضرت مولانا اس میں شرکت کے لیے ۱۷ ر جمادی الثانیہ جمعہ کی صبح نظام الدین مرکز سے روانہ ہو کر نئی دلی ریلوے اسٹیشن پہونچے، بارہ بجکر دس منٹ پر نماز جمعہ کا وقت تھا اور ساڑھے بارہ بجے ٹرین کی روانگی تھی۔ اس لیے تمام سامان ٹرین میں رکھ کر سیٹوں کی تعیین وغیرہ کے مراحل سے فارغ ہو کر ڈبہ کے پاس ہی نماز جمعہ ادا کی گئی۔ مولانا زبیر صاحب نے مختصر خطبہ دے کر امامت فرمائی۔

دھولیہ اسٹیشن کے قریب ہی ایک تبلیغی کارکن کے مکان پر ناشتہ اور مستورات کو بیعت فرما کر آپ اجتماع گاہ روانہ ہوئے، ایک گاڑی میں حضرت مولانا نیز مولانا زبیر اور مولوی محمد بن سلیمان دوسری گاڑی میں۔ مولوی احمد لاٹ اور مولوی محمد سعد اور راقم سطور محمد شاہد تھے۔ موسم کافی گرم تھا اس کے باوجود تمام نظام اور معمولات اسی طرح چلتے رہے لیکن ۴ و ۵ دسمبر کی درمیانی شب میں ایک بجے بہت زوردار بارش شروع ہوئی جس سے مجمع کو بہت زحمت اٹھانی پڑی۔ شدید بارش سے شامیانے اور خیمے اس قدر بھیگ چکے تھے کہ بجلی کا نظام درہم برہم ہونے کا اندیشہ ہی نہیں بلکہ آگ لگ جانے کا خطرہ تھا اس لیے حضرت جی اور دیگر جملہ رفقاء کو قریب کی ایک عمارت میں منتقل کیا گیا گاڑیوں اور بسوں والے اپنی اپنی سواریوں میں چلے گئے اور جن کے پاس کوئی جگہ نہیں تھی وہ اجتماع گاہ میں رہے، مجمع کی پریشانی اور تکلیف کا حضرت جی کی طبیعت پر بہت اثر رہا لیکن احباب کو برابر تسلی اور تشفی دیتے ہوئے فرماتے رہے کہ انشاء اللہ اسی میں خیر ہے۔

آخری دن روانگی کا بیان مولانا احمد لاٹ کا ہو کر حضرت مولانا نے اختتامی تقریر فرمائی جس میں موقع کی مناسبت سے شدائد پر تحمل اور اللہ کے راستے میں آنے والی تکلیفوں پر اجر و ثواب کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا اور پھر دعا فرما کر نکلنے والی جماعتوں سے مصافحے کئے۔

آج چونکہ چھ دسمبر میں بابری مسجد کی شہادت کو ایک سال پورا ہوا تھا اس لیے ملک میں احتجاج کی فضا تھی، متعدد مسلم تنظیموں اور جماعتوں کی جانب سے یوم دعا منانے کی بھی اپیل تھی اس لیے مہاراشٹر کی انتظامیہ کو اس کا فکر و احساس تھا کہ اجتماع میں کچھ گڑبڑ نہ ہو جائے۔ اس لیے کثیر تعداد میں پولیس کے جوان اجتماع گاہ کے چاروں طرف متعین تھے۔

اجتماع کے بعد مجمع کی کثرت اور راستے کی ناہمواری کی بناء پر اسٹیشن روانہ ہونے میں عجلت کی گئی لیکن جو خطرہ تھا وہ سامنے آیا کہ سات گھنٹے میں اجتماع گاہ سے اسٹیشن تک فاصلہ طے ہوا اور ٹرین اپنے مقررہ وقت پر جاچکی تھی اس لیے اسٹیشن سے متصل ایک صاحب کے مکان پر قیام کیا گیا۔ حضرت مولانا نے مولوی احمد لاٹ سے فرمایا کہ اسی وقت کسی کو بھیج کر دوسری گاڑی کے اوقات معلوم کرلیں اور جس قدر بھی سیٹیں مل جائیں لے لی جائیں ——— یہ حضرت مولانا کی کھلی کرامت تھی کہ ڈھائی بجے شب میں آنے والی ٹرین میں تمام رفقاء کو جو تقریباً ۸۰ نفر تھے سیٹیں مل گئیں اور سات دسمبر منگل کی شام میں یہ پورا قافلہ راحت و آرام کے ساتھ دہلی پہونچ گیا۔

سردھنہ میرٹھ کا اجتماع

۱۹، ۲۰، ۲۱ر شعبان ۱۴۱۴ھ مطابق یکم، دو تین فروری ۱۹۹۴ء منگل، بدھ، جمعرات میں یہ سہ روزہ اجتماع میرٹھ شہر سے تقریباً بیس کلومیٹر کی مسافت پر واقع تحصیل سردھنہ میں منعقد ہوا۔ احباب میرٹھ حافظ ہارون، بھائی امیر الدین، بھائی سراج الدین، حاجی محمد اسلام، حاجی رئیس الدین صاحبان ایک یوم قبل اپنی گاڑیاں لے کر دہلی آ گئے تھے۔ حضرت مولانا یکم فروری منگل صبح نو بجے حافظ محمد ہارون صاحب کی گاڑی میں میرٹھ کے لیے روانہ ہوکر گیارہ بجے اجتماع گاہ پہونچے اور استنجا وضو سے فارغ ہوکر ایک مقام پر مستورات کی بیعت میں تشریف لے گئے وہاں مردوں کا بھی ایک بڑا مجمع علیحدہ سے موجود تھا، انھوں نے حضرت مولانا کی گاڑی جب آتے ہوئے دیکھی تو نعرۂ تکبیر بلند کیا، آپ فوراً گاڑی سے اترے اور اونچے لہجہ میں ان کو نعروں سے روکتے ہوئے فرمایا کہ "نعروں کا وقت نہیں ہے کام کرو"۔ اس پر تمام

نعرے فوراً ہی بند ہو گئے۔ بعد مغرب مولانا احمد لاٹ کا عمومی بیان تھا ان کو تاکید فرمائی کہ ایمان اور اعمال صالحہ کی اہمیت بیان کرنا۔

اجتماع کے دوسرے دن مستورات کے دو اجتماعات علاقہ کے ذمہ دار احباب نے پہلے سے متعین کر رکھے تھے ——— حضرت مولانا دونوں جگہ تشریف لے گئے اور واپسی میں فرمایا کہ دماغ بہت تھک رہا ہے، رات نیند بھی نہیں آئی مگر یہ معلوم ہوا تھا کہ مجمع بہت ہے اس لیے ان کا حق تھا کہ ان میں جا کر بات کی جائے اور پہلے سے لمبی بات کرنے کا ارادہ بھی نہیں تھا مگر مجمع کے جوش و خروش کی وجہ سے لمبی بات کی۔

بعد نماز عصر حضرت مولانا اجتماع گاہ تشریف لے گئے اور کچھ دیر نکاحوں کی مسنون اہمیت پر تقریر فرما کر خطبہ مسنونہ پڑھ کر تقریباً دو سو افراد کے ایجاب و قبول کرائے اور بعد مغرب اپنی قیام گاہ پر ایک بڑے مجمع کو نصائح فرما کر بیعت کی۔

اس سفر میں حضرت مولانا پر دعوتی کام کے استقبال و عروج اور ایسے نازک موقع پر اخلاص وللہیت جیسی قیمتی متاع و پونجی کی حفاظت پر بڑا ہی فکر و سہم سوار رہا۔ ایک حاضر باش خادم نے جب اس فکر و سہم کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ:

"میں نے بھائی عبدالوہاب (رائے ونڈ) کو لکھا ہے کہ یہ استقبال کا دور ہے جو کام اور کام کرنے والوں کے لیے بہت نازک مرحلہ ہے اس میں اہتمام سے دعائیں کی جائیں۔ اس کے بعد مزید فرمایا کہ میں تو بڑے اہتمام سے چپکے چپکے دعا کرتا ہوں کہ اللہ جل شانہ کام کی اور کام کرنے والوں کی حفاظت فرمائے۔"

اجتماع کے آخری دن مولانا محمد عمر صاحب کی ہدایات اور اصول و آداب کے بعد حضرت مولانا نے آیت کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی تلاوت فرما کر ایک مفصل بیان فرمایا اور پھر دعا ہوئی اور اسی دن مغرب سے قبل دہلی واپسی ہو گئی۔

اردو و ہندی کے مختلف اخبارات نے اس اجتماع کی تفصیلی رپورٹنگ کی تھی۔ یہاں اردو اخبارات میں سے پندرہ روزہ اخبار نوائے وطن (انبالہ) اور ہندی اخبارات میں سے جن ستہ کی رپورٹیں پیش کی جاتی ہیں۔

"میرٹھ سے سردھنہ تک ۲۰ لاکھ انسانوں کی چہل پہل نے کسی ایک کوچہ کے نظم وضبط کو ذرا بھی متاثر نہ کیا، افسران خود اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ ان کو نظم و ضبط اور امن وامان کی صورت حال کو قابو میں رکھنے کے لیے کچھ بھی نہیں کرنا پڑا اور وہ جیسے کھڑے تھے ویسے ہی کھڑے رہ گئے، نہ کہیں لاٹھیاں چینخانی پڑیں نہ کہیں رسیاں باندھنی پڑیں، نہ رکاوٹیں کھڑی کرنی پڑیں اور نہ گھوڑسوار فورس کو حرکت دینی پڑی۔ حکام حیران ہیں کہ آخر ۲۰ لاکھ انسانوں نے کیسے پر سکون اور سہ روزہ اجتماع کو امن وامان اور خیر وعافیت کی مثال بنا ڈالا۔ یہ ایک زندہ حقیقت ہے اور اسلامی اعجاز ہے کہ نہ کھانے پر کوئی جھگڑا ہوا، نہ پینے پر، نہ سونے پر، کہاں سے آئے اور کہاں چلے گئے افسران کو اس کا پتہ ہی نہیں چلا وہ خوش ہیں بہت خوش کہ آخر ان کے سر بھی تو اس کا سہرا جاتا ہے کہ میرٹھ کی تاریخ میں اتنے لوگ جمع ہوں اور تین روز یعنی ۷۲ گھنٹے امن وسلامتی سے گذر جائیں"۔

یہی اخبار اجتماع کے تیسرے دن ہونے والی دعا کی منظر کشی اس طرح کرتا ہے:

"اجتماع کے آخری دن جب دعا کرائی گئی تو مجمع پر ہیبت خداوندی طاری ہوگئی۔ اور ہر طرف سے آہ وبکا اور خوف خداوندی میں ڈوبی ہوئی رونے کی صدائیں آنے لگیں، جہاں ایک طرف نعرہ تکبیر بلند ہوا تو دوسری طرف اپنی عاجزی اور انکساری کو ظاہر کرتے ہوئے لاکھوں آنکھوں سے ندامت کے دریا بھی اٹھے اور دعا کا وقفہ طویل ہوگیا، اس دعا کے روز میرٹھ کے لوگوں نے بھی اپنے کاروبار بند رکھے اور دعا میں شرکت کی، آدھے گھنٹہ کی دعا میں مولانا انعام الحسن صاحب نے جو دعا کرائی، اس میں امن عالم اور ملک میں سکون و سلامتی کا ذکر حاوی رہا۔ دعا کے بعد ۱۲۰۰ جماعتوں میں سے ایک ہزار جماعتیں دنیا جہاں کے گوشہ گوشہ کے لیے چل پڑیں اور بقیہ ۲۰۰ جماعتوں نے اگلے روز اپنی راہ لی"۔ (نوائے وطن انبالہ ۱۰ر فروری ۱۹۹۴ء)

(رپورٹ اخبار جن ستہ) یہاں ملک و بیرون ملک سے آئے لاکھوں عقیدت مند مسلمانوں کا ہجوم آج دوپہر تقریر و دعا کے بعد اپنے گھروں کو لوٹ گیا، یہ عوامی سیلاب پہلی فروری سے آج تک چلنے والے اجتماع (مذہبی جلسے) میں شامل ہونے آیا تھا امیر (صدر) مولانا انعام الحسن نے آج بارہ سو جماعتوں کو تبلیغ (مذہبی پرچار) کے لیے روانہ کیا۔

میرٹھ کی تاریخ میں پہلی بار ہوئے اس اجتماع میں بھارت کے علاوہ افریقہ، ایران عراق، پاکستان۔ تھائی لینڈ۔ افغانستان اور ملیشیا تک کے لوگ آئے تھے اس جلسہ کے ہجوم کا اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ میرٹھ سے سردھنہ تک کے راستے اور آس پاس کے راستوں پر لوگوں کا تانتا کبھی نہیں ٹوٹا۔ جلسہ کے ختم ہونے کے قریب پانچ گھنٹہ بعد بھی اس علاقہ کے خاص خاص راستے کھل پائے۔

بغیر کسی شور وغل کے یہ اجتماع قائم کیا گیا تھا۔ تین دنوں تک چلنے والے اجتماع میں کسی بھی سیاسی نیتا کی گھس پیٹھ نہیں ہو پائی۔ اجتماع کے لیے باقاعدہ چندہ لیے جانے کی کوئی خبر نہیں ہے۔ پولیس محکمہ نے خود ہی اس میں اپنا تعاون دیا۔ کسی نے ان سے مانگا نہیں۔ قریب سوا لاکھ لوگوں کے لیے بنا پنڈال پہلے ہی دن چھوٹا پڑ گیا تھا۔ قریب دس لاکھ کے مجمع میں شامل ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جس کو اس کے منتظمین سے گلا شکوہ ہو۔

سبھی میں امیر جماعت مولانا انعام الحسن تک پہنچنے کی طلب دیکھی گئی حالانکہ وہاں تک کم ہی لوگ پہنچ پائے۔ حضرت مولانا انعام الحسن نے تینوں دن تقریر کی جس میں مسلمانوں کو اللہ کے دین پر عمل کرنے کو کہا انھوں نے تقریر میں کہا کہ نکاح بھی اللہ کی عبادت ہے انھوں نے شادی بیاہ پر فضول خرچی بند کرنے کی اپیل کی۔

یہاں خالص مذہبی تقریریں ہوئیں اس اجتماع میں شامل ہونے کے لیے آنے والوں کے ہجوم نے سارا ٹریفک جام کر دیا تھا سبھی گاڑیوں کا تین دن تک لگاتار ایک ہی مقام تھا منڈھیائی (سردھنہ) اقلیتوں کے تقریباً سارے کاروبار ان دنوں

بند سے تھے۔

حضرت مولانا انعام الحسن کی تقریر کے وقت لاکھوں لوگوں کے سمندر میں سناٹا چھا گیا۔ مولانا نے لوگوں سے کہا کہ وہ خود کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے فارغ کریں عبادت کا مطلب صرف نماز پڑھنا نہیں ہے بلکہ اس کا اصل مقصد ہے دین پر عمل کرنا اور اللہ کو راضی کرنا۔ اس کا پتہ اسی سے چلتا ہے کہ انسان خدا کے بتائے راستے پر کتنا چلتا ہے۔

منڈھیائی گاؤں میرٹھ سے قریب ۲۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ بیگم شمرد کے بنوائے ہوئے تاریخی گرجا کے شہر سردھنہ کے پاس ہے۔

میرٹھ میں تو مسلمانوں نے آج جلسے میں شرکت کرنے کے لیے باقاعدہ چھٹی رکھی، کچہری تک میں ضلع جج نے مسلمان وکیلوں اور موکلوں کو اس میں شرکت کرنے کے لیے باقاعدہ چھٹی دے دی تھی۔

اجتماع کوئلون وایرِوڈ

حضرت مولانا نے اپنی حیات میں جنوبی ہند کا جو آخری سفر فرمایا اس میں کوئلون اور ایرِوڈ میں ہونے والے دو اجتماعات میں بھی شرکت فرمائی یہاں اس کی مزوری اور اہم تفصیلات کے لیے راقم سطور اپنے روزنامچہ کے دو صفحات نقل کرتا ہے۔

احقر ۹ر شوال ۱۴۱۴ھ (۲۲ر مارچ ۱۹۹۴ء) میں دوپہر ڈیڑھ بجے بذریعہ بس سہارنپور سے دہلی کے لیے روانہ ہوا۔ نماز ظہر و عصر شاملی میں ادا کی۔ اور بعد مغرب نظام الدین پہونچا۔ اگلے دن ۱۰ر شوال (۲۳ر مارچ) بدھ کی صبح دس بجے سفر جنوب شروع ہوا، کیرالہ ایکسپریس سے دلی اسٹیشن سے روانگی ہوئی۔ اسٹیشن پر پہیوں والی کرسی نہیں آسکی اس لیے کار سے اتر کر رکشہ میں حضرت جی تشریف فرما ہوئے، احقر بھی رکشہ میں سوار ہو کر پکڑ کر بیٹھا، کافی مسافت رکشہ سے طے کی۔ چلتے چلتے بھائی کرامت نے کہا کہ حضرت تو بہت عرصہ بعد رکشہ میں بیٹھے ہوں گے۔ اس پر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور مولوی یوسف صاحب سہارنپور گئے، ٹرین لیٹ تھی، رات میں دیر سے سہارنپور پہنچے اس وقت رکشہ میں بیٹھے تھے پھر فرمایا کہ ساری سواریاں اونٹ، گھوڑا، گاڑی وغیرہ سب میں سفر کیا بس اسکوٹر پر کبھی نہیں بیٹھا۔

رفقا سفر پچپن تھے جو دلی سے حضرت جی کے قافلہ کے ساتھ چلے، عربوں کے علاوہ سلمان بیگ، جناب نادر علی خاں، علیم الدین، نعمت کدہ، بھائی انعام الاسلام حافظ نورالدین عبدالرشید، میانجی محراب وغیرہ بھی تھے۔ راستہ میں متعدد اسٹیشنوں پر بڑا مجمع تھا کئی جگہ دعائیں کرائیں۔ ۲۴ر مارچ جمعرات ٹرین میں گذری اور ۱۲ر شوال (۲۵ر مارچ) جمعہ میں ارنا کلم پہنچے۔ اس شب میں طبیعت کمزور رہی، دست آئے اور صبح میں بیت الخلاء جاتے ہوئے چکر بھی آئے۔ ٹرین کے دروازہ کے پاس ایکدم بیٹھ گئے پھر وہاں سے برتھ پر تشریف لائے نماز جمعہ سے قبل غسل کیا اور نماز جمعہ ارنا کلم کے اسٹیشن پر ادا کی۔ مولوی زبیر صاحب نے امامت کرائی۔ وہاں سے روانہ ہو کر شام پانچ بجے کوئلون پہونچے۔ اسٹیشن پر دعا کے بعد اجتماع گاہ آئے۔ یہ اجتماع انجینرنگ کالج

کے احاطہ میں ہو رہا تھا۔ حضرت جی مدظلہ کا قیام اجتماع گاہ سے ذرا فاصلہ پر تھا۔

۲۶ / مارچ شنبہ آج اجتماع کا پہلا دن تھا، بعد عصر فضائل ذکر مولوی زبیر نے بیان کئے۔ بعد مغرب مولانا عمر صاحب کا بیان ہوا۔ نماز عصر شاہد نے پڑھائی۔

۲۷ / مارچ یکشنبہ صبح بعد نماز فجر مولوی زبیر، شاہد وغیرہ سمندر کے کنارے چہل قدمی کے لیے گئے، ۱۱ بجے حضرت جی مدظلہ کا بیان شروع ہوا اور آیت کریمہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تلاوت کر کے دعوت کی اہمیت اور امت کے ذمہ کیا امور ہیں ان کو بیان کیا، فرمایا، مولانا موسیٰ مترجم تھے۔

بعد نماز عصر حاجی کمال الدین صاحب کے قائم کردہ جدید مدرسہ کا افتتاح فرمایا کچھ دیر بیان فرما کر دعا کرائی۔ بعد مغرب بیعت ہوئی۔ قاری ظہیر صاحب بھائی نادر مولوی ظہور آج ہیروٹ کے اجتماع ______ کے لیے روانہ ہوئے، چلتے ہوئے حضرت جی مدظلہ نے قاری ظہور صاحب کو امیر متعین فرمایا۔ پی ایم سعید نائب وزیر داخلہ اجتماع میں شرکت کے لیے آئے اور ______ میانجی محراب مولانا محمد عمر اور حضرت جی کے بیانات میں شریک ہوئے۔

۲۸ / مارچ پیر آج صبح اجتماع کا آخری دن تھا گیارہ بجے حضرت جی مدظلہ اجتماع گئے اور آیت کریمہ الیوم اکملت لکم تلاوت کر کے بیان شروع کیا، بائیس نکاح ہوئے، پہلا نکاح کسی مولوی صاحب کا تھا جن کا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے تھا، ان سے فرمایا تم کیسے مولوی ہو، پاجامہ تو نیچے کر رکھا ہے۔ شام بعد عصر چھ بجے اسٹیشن روانگی ہوئی۔ مغرب اسٹیشن پر ادا کر کے ٹرین پر سوار ہوئے ۸ نفر فسٹ کلاس میں تھے باقی دوسرے درجہ میں تھے۔

۲۹ / منگل صبح ۷-۳۰ پر ٹرین سے اتر کر دعا کرائی اور پھر اجتماع گاہ ایروڈ روانہ ہوئے، علما میں مولوی احمد لاٹ کا اور حجاج میں مولوی یونس پالن پوری کا بیان ہوا حضرت جی مدظلہ ساڑھے دس بجے علماء میں گئے جہاں مولوی احمد لاٹ کا بیان چل رہا تھا حضرت جی نے علم کی اہمیت علماء کا مقام اور پھر دعوت کے میدان میں علماء کی

ذمہ داریاں بیان کیں، پھر وہاں سے سیدھے اجتماع گاہ آئے، یہاں بیان ــــ نکاح، دعا فرمائی، سولہ نکاح پڑھائے، جماعتوں سے مصافحہ مولوی زبیر نے کیا۔ نماز ظہر شاہد نے پڑھائی۔ بعدہ طعام وآرام بعد عصر بیعت مستورات سے فارغ ہوکر اسٹیشن آئے، ـــــــــــــــــــــــ نماز مغرب اسٹیشن پر ادا کر کے ٹرین میں سوار ہوئے۔ اور حیدرآباد روانہ ہوگئے۔

مولانا شفیق صاحب سلیم شروع سے ساتھ تھے حضرت جی مدظلہ، سے ملتے رہے حضرت جی بھی ان کی خیر وخبر وقتاً فوقتاً معلوم کرتے رہے چلتے ہوئے ایروڈ میں موصوف نے اپنے بچوں کو بھی ملایا اور حضرت جی کو ہدیہ بھی دیا۔ حضرت جی نے فرمایا کہ پیروں سے نہیں لیا کرتے، اور پھر بعد میں ان کے اصرار پر قبول کرلیا۔

اجتماع حیدرآباد

یہاں آپ کی حیات مبارکہ کا آخری اجتماع سترہ، اٹھارہ، انیس شوال ۱۴۱۴ھ (۳۰، ۳۱، مارچ و یکم اپریل ۱۹۹۴ء) میں منعقد ہوا اس میں ــــ جنوبی ہند کے دو مقامات ایروڈ اور ناگ پور کے اجتماعات کو بھی شامل کرلیا گیا تھا۔ حضرت جی رح دس شوال مطابق ۲۳، مارچ میں دہلی سے روانہ ہوکر ۲۵، مارچ کی شام میں کوئیلون، وہاں سے ۲۹ تاریخ میں ایروڈ ہوکر ۳۰، مارچ بدھ کی دوپہر میں سکندرآباد اسٹیشن پر اتر کر حضرت جی رح کی معیت میں پورا قافلہ متعدد کاروں میں اجتماع گاہ ــــ (شاہین نگر) پہنچا۔

اس موقع پر راقم سطور اپنے روزنامچہ کا ایک صفحہ یہاں نقل کرتا ہے جو اسی اجتماع کی کیفیات پر مشتمل ہے:

حضرت مولانا ۳۱، مارچ جمعرات میں دس بجے مستورات کے اجتماع میں تشریف لے گئے جو شہر سے بہت کافی فاصلہ پر نفیس منزل اے سی گارڈن میں تھا گرمی بھی شدید تھی۔ مستورات کے بیان کے بعد بیعت کرتے ہوئے حضرت جی مدظلہ، کو چکر آنے لگے اور دفعتاً بے ہوشی کی کیفیت ہوگئی، چنانچہ فوراً لٹا دیا گیا، کچھ دیر آرام کیا اس کے بعد تکمیل کی اور قیام گاہ آئے۔

بعد عصر مجلس نکاح تھی حضرت جی کا بیان ونکاح خوانی طے تھی مگر علالت کی وجہ سے مولانا محمد عمر نے بیان کیا اور مولانا زبیر نے ایجاب وقبول کرائے چوراسی نکاح ہوئے۔

مشہور ومعروف روزنامہ "رہنمائے دکن" حیدرآباد نے اس مجلس نکاح پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

"امیر جماعت تبلیغ مولانا انعام الحسن المعروف حضرت جی کی طبیعت کی ناسازی کی بنا پر ان کے صاحب زادے مولانا محمد زبیر نے خطبۂ نکاح پڑھا، اللہ وحدہ لاشریک لہ کی حمد وثنا، اذکار اور تسبیحات کی بازگشت میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائیگی کا یہ ایک روح پرور منظر تھا، جن فرزندان توحید کے نکاح کیے گئے ان میں امت کے دونوں طبقے مالدار اور غریب دونوں ہی تھے، مگر نہ کسی قسم کی تفریق دکھائی دے رہی تھی نہ امتیاز بلکہ یہاں اخوت ومساوات اور طمانیت کا نور برس رہا تھا۔ اتنی شاندار تقریب کے لیے انھیں سوائے مہر فاطمی کے ایک حبہ سیاہ تک خرچ کرنا نہیں پڑا۔

باوثوق اطلاعات کے بموجب (۸۴) میں سے ایک بھی نوشہ کی جانب سے کسی قسم کی لین دین نہیں کی گئی۔ اس مسرت اور دعاؤں کے نورانی ماحول میں یہ بات عیاں ہو رہی تھی کہ حب رسولؐ اور اخلاص کے ساتھ سنت رسول کی ادائیگی سے جہاں اخروی صفات پیدا ہوں گی وہیں اقتصادی مسائل کا ٹھوس حل بھی ملے گا۔

ختم نبوت کے مسئلے پر اظہار خیال کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد عمر پالنپوری نے کہا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس لیے کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہیں کہ آپ نے اپنی حیات میں ـــ سوا لاکھ کا مجمع تیار کر دیا تھا جب یہ امت برابر کام کر رہی ہے تو پھر کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

یکم اپریل جمعہ میں حضرت جی مدظلہ کی طبیعت میں قدرے بہتری آئی لیکن ـــ ضعف کے پیش نظر طے ہوا کہ اجتماع گاہ میں نماز جمعہ مولوی زبیر پڑھائیں اور حضرت جی

قیام گاہ پر جمعہ ادا فرمائیں۔ چنانچہ ۱۵-۱ پر قیام گاہ پر نماز جمعہ ہوا۔ مجمع کافی تھا محمد شاہد نے نماز جمعہ پڑھائی۔ ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ حضرت جی صرف پندرہ منٹ بیان فرمائیں، چنانچہ پندرہ منٹ بیان و دعا ہوئی، واپسی پر دریافت کیا کہ کتنی دیر بیان ہوا میں نے عرض کیا کہ سولہ منٹ ہوا۔ فرمایا، واہ، واہ ڈاکٹر نے پندرہ منٹ ہی کہا تھا اس کے بعد واپسی پر ڈاکٹروں نے نبض دیکھی اور طبیعت معلوم کی تو فرمایا کہ بہتر ہے بلکہ طبیعت میں انشراح ہے اگر آپ آدھ گھنٹے کی اجازت دے دیتے تو اس میں بھی دقت نہ ہوتی۔ اس بیان میں حضرت جی مدظلہ نے انسان کی اصلی ضرورت کو ان الفاظ میں ذکر فرمایا!

"ایمان انسان کی اصلی ضرورت ہے اس کا سیکھنا اور اس کے لیے محنت کرنا ہر انسان کے لیے فرض عین ہے، ایمان کے دعویٰ میں وہی لوگ سچے ہیں جن کو اللہ اور رسول کی بات میں کوئی کھٹکا نہ ہو اور وہ اپنی جان اور مال کو احکامات الٰہیہ پر لگا رہے ہوں۔ تو یہ لوگ سچے ہیں۔ جب انسان ایمان کی محنت کرتا ہے تو اس پر اس کی علامات ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں مثلاً یہ کہ دل میں کپکپاہٹ آجاتی ہے، قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے تو دل کانپنے لگتا ہے، ایمان میں ترقی ہونے لگتی ہے، ایمان پر جان و مال بے دریغ لگا دیتا ہے اب اگر ہم محنت کریں گے تو یہ سب علامات ہمارے اندر پیدا ہونی شروع ہو جائیں گی، ہم نے محنت کرنی چھوڑ دی تو ہمارا ایمان کمزور ہو گیا اور خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بھی ہمیں اپنے آپ کو روکنے کی طاقت نہ رہی۔ اس لیے اپنے جان و مال کو اگر دین پر لگائیں گے تو اللہ قوت عطا فرمائیں گے اور ایمان میں حلاوت عطا فرمائیں گے کیوں کہ یہ ہی انسان کی اصل اور سچی ضرورت ہے۔"

اجتماع سے فارغ ہو کر شب میں سات بجے اسٹیشن پہونچے۔ اسٹیشن ماسٹر کے کمرہ میں نماز مغرب وعشاء ادا کی اور ناگ پور کے قصد سے روانہ ہو گئے۔ ناگ پور میں ہونے والے اجتماع میں شرکت کے بعد ۵ اپریل ——— میں دہلی واپسی ہوئی۔

اجتماع ہوجائی آسام

حضرت مولانا مع رفقاء یکم ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ (۱۳ اپریل ۱۹۹۴ء) بروز بدھ نظام الدین دہلی سے روانہ ہوکر دو یوم ایک شب متواتر سفر میں گذار کر دوسری شب میں گوہاٹی ـــــ اور پھر یہاں سے دوسری ٹرین بدل کر جمعہ کی صبح پانچ بجے ہوجائی اسٹیشن اترے، راستے میں آنے والے متعدد اسٹیشن علیگڑھ، کانپور، الہ آباد، کشن گنج وغیرہ پر مجمع خوب تھا۔ حضرت مولانا کی متعدد مقامات پر دعائیں بھی ہوئیں۔

آسام کے حالات کے پیش نظر ہوجائی اسٹیشن پر پولیس اور سیکورٹی کا معقول نظم تھا، قیام گاہ تک ان کی حفاظتی گاڑیاں آگے پیچھے چلتی رہیں، قیام گاہ پر بھی ان کا ایک دستہ چوبیس گھنٹے تعینات رہا، حضرت مولانا نے جائے قیام پر پہونچ کر تمام احبابؒ اور کام کرنے والے رفقاء کے مشورے سے اس ـــــ سہ روزہ اجتماع کے امور اور نظام الاوقات طے فرمائے۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب بانسکنڈی جو اس پورے علاقے کی مشہور و معروف دینی و روحانی شخصیت ہیں اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی سے نسبت اختصاص رکھتے ہیں، علماء کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے اور حضرت مولانا سے ملاقات فرمائی۔ موصوف حضرت جی کے چہرے پر اپنے دونوں ہاتھ پھیر کر بار بار یہ جملہ فرماتے تھے کہ کس قدر نور ہے کس قدر نور ہے۔ اس پر فرمایا کہ نور تو ہمیں معلوم نہیں باقی ہم یہ کہتے ہیں اس کے بعد دعوت کی اہمیت اور علماء کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں بیان فرمائیں۔

بعد عصر حضرت مولانا نے نکاحوں پر کچھ دیر بیان فرماکر خطبہ مسنونہ پڑھا اور مولانا زبیر الحسن نے ایجاب و قبول کرائے، ۹ نکاح اس مجلس میں ہوئے۔

ـــ اجتماع کے تیسرے دن ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوکر مختلف علاقوں کے خواص اور ممتاز ذمہ داران حکومت جن میں وزیر اعلیٰ مسٹر ہتیشور سکیا، نیز اسمبلی کے اسپیکر مسٹر دیش چکرورتی نیز وزیر اوقاف و وزیر تعلیم اور وزیر صحت وغیرہ بھی تھے ملاقات فرمائی۔ اور بہت مضبوط لب ولہجہ میں ان آنے والوں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ یہ عہدے اور مناصب دنیاوی منافع اور مادیات کے لیے نہیں بلکہ خدمت خلق کے لیے ہیں۔ ہرکہ خدمت کرد او مخدوم شد۔ پہلے زمانے میں عہدہ اور منصب اس لیے قبول کیا جاتا تھا کہ اس کے ذریعے مخلوق خدا کو فائدہ

پہنچایا جائے اپنی منفعت مدنظر نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عین جہاد کے موقع پر فوج کے کمانڈر کو جب علیٰحدہ کیا گیا تو انھوں نے فوراً اپنے نئے امیر اور کمانڈر کی اطاعت قبول کرلی۔

اس مجلس کے ختم ہونے پر حضرت مولانا اجتماع گاہ تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر اختتامی بیان کے بعد دعا فرمائی

اس اجتماع سے چلّہ اور تین چلّہ کی تین سو آٹھ اور ایک سال کے لیے آٹھ جماعتیں راہ خدا میں نکلیں۔

بیل گام کا اجتماع

بیل گام (ریاست کرناٹک) میں مؤرخہ ۲۷، ۲۸، ۲۹ رجادی الثانی ۱۴۱۵ھ مطابق ۳، ۴، ۵ ردسمبر ۱۹۹۴ء ہفتہ، اتوار، پیر میں اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں شرکت کے لیے حضرت مولانا ۲۵ رجمادی الثانی (۳۰ رنومبر بدھ) میں نظام الدین سے بذریعہ گوا ایکسپریس روانہ ہوئے۔ راستے میں آگرہ، جھانسی، گوالیار، پونہ اور میرج وغیرہ اسٹیشنوں پر مجمع خوب تھا آپ نے تقریباً تمام ہی مقامات پر احباب سے ملاقات کے بعد دعا کرائی ــــ ۲ ردسمبر جمعہ کی صبح میں اجتماع گاہ پہونچ کر ضروریات سے فارغ ہوکر مشورہ ہوا جس میں پورے اجتماع میں ہونے والے بیانات اور معمولات کی ترتیب قائم کی گئی۔ اس سفر میں مولانا محمد عمر، مولانا سعید خاں، مولوی محمد سعد، مولوی احمد لاٹ، مولوی محمد مستقیم بھائی نادر علی بھائی، فاروق بنگلور، مولوی محمد بن سلیمان اور راقم سطور محمد شاہد وغیرہ حضرت مولانا کے ہمرکاب تھے۔ مولانا زبیر الحسن اپنی علالت کی وجہ سے اس سفر میں ساتھ نہیں تھے۔

اجتماع کے پہلے دن بعد نماز عصر عوام وخواص کی ایک بڑی تعداد ملاقات وزیارت کے لیے جمع تھی، حضرت مولانا ان کے درمیان تشریف لے گئے تو اونچے تخت پر بیٹھنے سے انکار فرمادیا کہ "سب لوگ نیچے بیٹھے ہیں میں اوپر بیٹھوں یہ ٹھیک نہیں"، مولوی محمد بن سلیمان نے اصرار کیا لیکن قبول نہیں کیا ــــ اور زمین پر گدا بچھواکر وہاں بیٹھے۔ بعد مغرب بیعت فرمائی جس میں بڑا مجمع موجود تھا۔

اجتماع کے دوسرے دن انگریزی دانوں میں پروفیسر نادر علی خاں صاحب کا علماء میں مولانا سعید خاں صاحب کا بیان ہوا۔ حضرت مولانا نے معمول کے مطابق بعد عصر مجلس نکاح میں

تقریباً پچاس ایجاب وقبول کرائے۔ اس موقع پر ہونے والے نکاحوں کی تعداد دوسو چھیانوے (۲۹۶) تھی۔

اجتماع کے آخری یوم دعا سے قبل بھائی فاروق صاحب بنگلوری نے دنیاوی لائن کے ایک سربرآوردہ کی آمد کی اطلاع دی تو فرمایا کہ ہم سے تو ملاقات مت کرانا لیکن خواص کے مجمع میں بٹھا کر ان سے بات ضرور کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مولانا نے آج کے دن کا آخری بیان تقریباً نصف گھنٹہ کیا جس کا موضوع آیت کریمہ وماھٰذہ الحیٰوۃ الدنیا الا لھو ولعب تھا۔ بیان کے بعد دعا فرما کر مجمع سے مصافحے کیے۔ اس اجتماع سے چارسو چودہ جماعتیں چلہ، تین چلہ کے لیے نکلیں۔ بعد نماز ظہر بیل گام سے بذریعہ کار ہبلی اور شب میں یہاں سے ٹرین سے بنگلور کے لیے روانگی ہوئی۔

بیل گام سے روانہ ہوتے وقت ایک بڑا مجمع زیارت ومصافحہ کرنے والوں کا سامنے موجود تھا اس کو دیکھ کر حضرت مولانا بڑے درد کے ساتھ یہ شعر پڑھتے رہے ؎

یظنون بی خیرا وانی
لشر الناس ان لم تعف عنی[1]

اجتماع ترنل ویلی مدراس

۲۵ر جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ ۳۰ر نومبر ۱۹۹۴ء میں اس آخری سفر جنوب کا آغاز دہلی سے ہوا۔ بیل گام کے سہ روزہ اجتماع سے فارغ ہو کر ۲۹ر جمادی الثانیہ (۴ر دسمبر) میں حضرت مولانا اور قافلہ کے جملہ شرکا کاروں کے ذریعہ ہبلی آئے اور اسی وقت ایکسپریس ٹرین سے بنگلور کے لیے روانگی ہوئی۔ بنگلور میں دارالعلوم سبیل الرشاد، مدرسہ اصلاح البنات، مدرسہ شاہ ولی اللہ میں تشریف لے گئے ہر جگہ کچھ دیر بیان کے بعد بیعت ودعا ہوئی۔ طویل مسافت اور وقت کی تنگی کی بنا پر حضرت جی رح کا ارادہ مدرسہ اصلاح البنات تشریف لے جانے کا نہیں تھا لیکن وہاں کی استانیوں اور طالبات کی جانب سے ایک ایسا مکتوب حضرت جی رح کو ملا جوان کے مؤمنانہ

---

[1] ماخوذ، روزنامچہ راقم سطور۔

جذبات اور سچی طلب کا آئینہ دار تھا، اس سے متاثر ہو کر آپ وہاں تشریف لے گئے۔ وہ مکتوب یہ ہے :

"　　　　　　　　　　　　باسمہٖ تعالیٰ

بخدمت حضرت جی دامت برکاتہم !

مدرسہ اصلاح البنات کی طالبات کی طرف سے اور تمام استانیوں کی جانب سے حضرت جی دامت برکاتہم و دیگر رفقاء کرام کی خدمت میں ہدیہ سلام عرض ہے۔

حضرت جی کے اجتماعات بالخصوص بیل گام کے اجتماع کی کامیابی کے لیے اور پوری امت مسلمہ کی معافی کے لیے اور حضرت جی کے مدرسہ میں قدوم آوری کے لیے طالبات اور استانیوں نے مندرجہ ذیل وظائف مکمل کیے ہیں۔

(۱) ایک ہزار سے زیادہ روزے رکھے ہیں (۲) یٰسین شریف ترسیٹھ ہزار نو سو باون (۶۳۹۵۲) مرتبہ تلاوت کی ہیں (۳) اسی طرح پچیس لاکھ تینتالیس ہزار دو سو بیس (۲۵۴۳۲۲۰) مرتبہ یا حی یا قیوم پڑھا ہے (۴) سترہ لاکھ چھ ہزار سات سو (۱۷۰۶۷۰۰) مرتبہ لا الٰہ الا اللہ مکمل کیا ہے۔ (۵) اور ایک سو دو قرآن مجید بحالت اعتکاف تلاوت کر چکی ہیں۔

طالبات مدرسہ نے حضرت والا کی خدمت میں کچھ مسنون غذائیں جو آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مرغوب تھی، تیار کی ہیں۔ حضرت والا سے شرف قبولیت کی مودبانہ التماس ہے۔　والسلام "

مدرسہ اصلاح البنات تشریف لے جا کر آپ نے بیان فرمایا جس میں خصوصیت کے ساتھ ان تمام اوراد و وظائف کی تحسین کی اس کے بعد بیعت فرما کر دعا کرائی، اور پھر فوراً ہی قیام گاہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

نماز مغرب قیام گاہ پر ادا کر کے کھانے سے فارغ ہو کر جدید تعمیر شدہ مرکز تشریف لے گئے، مجمع بے حد تھا۔ نوجوان طبقہ بڑی مقدار میں تھا، انھوں نے حضرت جی رح کی

آمد پر عام ماحول کے مطابق نعرہائے تحسین بلند ہوئے اور نعرۂ تکبیر اللہ اکبر سے آپ کا پُرزور استقبال کیا۔ اس موقع پر مولانا محمد عمر صاحب کا بیان ہوا اس کے بعد آپ نے کچھ دیر یہاں بیان فرمایا اور مسجد میں شور و شغب پر مضبوط لب و لہجہ میں تنبیہ فرماتے ہوئے اس کو شیطانی کام بتلایا۔ بیان و دعاء کے بعد ۲، ۳، ۴، رجب (۶، ۷، ۸، دسمبر میں ہونے والے ترنل ویلی کے اجتماع کے لیے شب میں بنگلور سے برو نی ایکسپریس سے روانہ ہو کر اگلے دن (۶، نومبر منگل میں) ترنل دیلی (تامل ناڈو) پہنچے اسٹیشن پر بڑا مجمع استقبال اور دعا میں شرکت کے لیے موجود تھا۔ چنانچہ دعا سے فارغ ہو کر قیام گاہ (جو اجتماع کے قریب تھی) روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر دن بھر کا نظام یہ متعین ہوا کہ ماسٹر محمود لبے سری لنکا بعد نماز فجر بیان کریں نیز علماء کے حلقہ میں مولانا ابراہیم سری لنکا والوں میں مولانا احمد لاٹ اور بعد نماز عصر فضائل ذکر، مولانا یونس پالن پوری بیان کریں

اجتماع کے دوسرے دن مولانا محمد عمر، مولانا ابراہیم، مولانا سعید خاں صاحب مولانا مستقیم، جناب بھائی نادر علی خاں صاحب نے مختلف حلقوں میں بیانات کیے۔ بعد نماز عصر حضرت جی نے مجلس نکاح میں بیان فرمایا، جس میں منگنی نکاح اور رخصتی میں فضول خرچی و اسراف کے نقصانات بتلا کر سادگی پر زور اور بعد نماز مغرب ایک بڑے مجمع کو بیعت فرما کر ہدایات و نصائح فرمائیں۔

۸، دسمبر جمعرات کی صبح میں مولانا محمد عمر صاحب کی ہدایات کے بعد آپ کا بیان ہوا۔ آپ نے آیت کریمہ اِنَّ الدِّینَ عِندَ اللّٰہِ الْاِسْلَام تلاوت فرما کر اسلام کی آفاقیت و ابدیت اور دعوت کے ذریعہ اس کا پھیلاؤ مؤثر اور جاندار پیرایہ میں بیان فرما کر آخر میں حقوق کی اہمیت اور ان کی ادائیگی پر زور دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

”دنیا کی زندگی اگر چین سے گذارنی ہے تو دینداری والا راستہ اختیار کرو، اللہ کے حقوق ادا کرنا دوسرے محبوب خدا کے حقوق ادا کرنا۔ بس یہی دینداری کا راستہ ہے، اللہ کے حقوق عبادات وغیرہ ہیں اور محبوب خدا کے حقوق ان کا اتباع کرنا ہے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے

چلنا ہے۔

زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ اور رسول کے حکموں کے پورا کرنے کا نام ہی دین ہے صرف چند اعمال کا نام دین نہیں ہے، بیوی کا حق ہے بچوں کا حق ہے شریک اور ساتھی کے حقوق ہیں، سفر میں جو شخص ساتھ ہو گیا اس کے بھی حقوق ہیں اور عامۃ الناس کے بھی حقوق ہیں یہاں تک کہ اپنے نفس کے حق کو بھی پورا کرنا اس کو بھی دین کہیں گے اس لیے کہ حدیث میں ہے

ان لنفسك عليك حقا ولزوجك عليك حقا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے دوپہر کو قیلولہ کیا، ایک لڑکے نے کہا کہ ابا جان لوگ انتظار میں کھڑے ہیں اور آپ آرام کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ یہ جسم میری سواری ہے اگر تھوڑا آرام اس کو دوں گا تو کام کر سکوں گا اور اس سواری یعنی جسم کو تھکا دیا تو دین کے کام میں خلل آئے گا۔ اس بچہ کا نام ایوب تھا۔

دعوت والا یہ کام اپنی اصلاح کے لیے ہے مگر مشکل یہ ہے کہ ہم دوسروں کی اصلاح کی فکر کرتے ہیں جب دوسروں کی اصلاح کی فکر ہو گی تو نہ ان کی اصلاح ہو گی اور نہ اپنی اصلاح ہو گی، نہ ادھر کے رہیں گے نہ ادھر کے رہیں گے، اس کام میں آخر تک اپنی فکر کرنا ہے دوسروں کی ٹوہ میں لگنے کے بجائے اپنی ٹوہ میں لگنا ہے، اپنی سی کوشش کرتا رہے، اور اپنی کمزوری کا اقرار کرتا رہے اور اللہ سے مانگتا رہے اور چلتا رہے۔"

آپ کی یہ تقریر اردو میں ہوئی اور مقامی زبان میں اس کا ترجمہ مولانا خلیل صاحب نے کیا۔ بیان کے بعد دعا ہو کر اجتماع ختم ہوا۔ اس اجتماع سے اندرون و بیرون ملک کیلئے (۲۰۸) جماعتیں نکلیں۔ مجمع کی کثرت اور ہجوم کی وجہ سے مصافحہ سے معذرت فرما کر قیام گاہ تشریف لائے۔ کھانا کھا کر نماز ظہر ادا کر کے آرام فرمایا۔ اسی موقع پر خدمت کرنے والے احباب، کام کرنے والے رفقاء اور ڈاکٹر صاحبان جمع ہو گئے تو ان سے کچھ دیر

بات کی اوران کے جذبۂ خدمت کو سراہتے ہوئے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ اور پھر نمازِ عصر اول وقت ادا فرماکر مدراس کے قصد سے روانہ ہوکر — جمعہ کی صبح مدراس تشریف آوری ہوئی۔ مدراس میں بھی جدید تعمیر شدہ مرکز کا افتتاح تھا حضرت جی رح نے اس موقع پر تقریر فرماکر اس جدید مرکز میں قیامت تک اعمال کی محنت کے باقی رہنے کی دعا فرمائی۔ بعد ازاں مولانا زبیر الحسن صاحب کی امامت میں نمازِ جمعہ ادا کیا گیا۔ شب میں بعد نمازِ عشاء یہاں سے روانہ ہوکر ایک دن ایک رات مسلسل ٹرین کا سفر فرماکر شبِ یک شنبہ ۱۱ دسمبر میں بھوپال اتر کر یہاں کے اجتماع سالانہ میں شرکت کے بعد پندرہ دسمبر جمعرات کی صبح میں مرکز نظام الدین واپس پہونچے۔

ترنیلولی کے ہونے والے اس اجتماع کے لیے اللہ جل شانہ کے ہزاروں بندوں نے بڑی جم کر محنت کی جس کے خاطر خواہ فوائد و منافع سامنے آئے اور دین کا ایک عمومی ماحول قائم ہوا، رویائے صالحہ کے ذریعہ بھی کام کرنے والوں کو تقویت پہنچائی گئی اس اجتماع سے متعلق محترم پروفیسر عبد الرحمٰن صاحب مدراس کی اہلیہ محترمہ کا ایک مکتوب شاملِ کتاب کیا جاتا ہے جس میں اجتماع سے قبل ہونے والی محنت اور ایک رویائے صالحہ کا ذکر ہے۔

محترم و مکرم حضرت جی دامت برکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

خدا کرے آپ کا مزاج بخیر و خوب ہو۔ الحمد للہ یہاں ہر طرح کی عافیت ہے دیگر ترنیلولی اجتماع کے لیے محنت الحمد للہ اچھی ہو رہی ہے مستورات کی ایک مدراس کی جماعت ترنیلولی علاقے سے ابھی لوٹی ہے جس میں ہم دو لوگ بھی تھے وہاں اللہ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ گھر گھر میں اجتماع کی کامیابی کے لیے دعائیں، یٰسین شریف کا ختم، قرآن مجید کا ختم، صلوٰۃ الحاجت کا بہت اہتمام ہو رہا ہے، سارے شہر میں ایک عمومی دینی فضا بن رہی ہے۔ اور طبقے واری اجتماعات اور مستورات کے ہنگامی اجتماعات الحمد للہ قریوں

قصبوں وغیرہ میں بھی بہت ہو رہے ہیں۔ اکثر لوگوں نے یہ بتایا کہ الحمد للہ اس دعوت والے کام کی برکت سے ماحول بہت بدل رہا ہے نمازوں کا ذکر و تلاوت کا گھر گھر چرچہ اور پابندی ہو رہی ہے' دیگر بہت سی بشارتیں بھی اس اجتماع کے بارے میں ملی ہیں۔ ہماری ہی جماعت کے ایک ساتھی نے خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ ترنیلویلی اجتماع میں چار بزرگ آنے والے ہیں خواب دیکھنے والوں نے پوچھا کہ کون بزرگ آرہے ہیں تو جواب ملا کہ چاروں خلفاء راشدین آرہے ہیں۔ اللہ ہم سب کو مبارک فرمائے آمین۔ میں نے جمعہ کی رات کا اعتکاف کیا تھا تو خواب میں دیکھا کہ کوئی صاحب چار بڑے بڑے ڈبے دے رہے ہیں کہ یہ ہدیہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جماعت کو دیا ہے اور ایک بڑے سائز کا قرآن مجید بھی دیا کہ جماعت والوں سے کہو کہ قرآن مجید کی تلاوت کریں پھر آنکھ کھل گئی، جماعت والوں کو یہ خواب سنایا گیا۔ الحمد للہ قرآن مجید کی تلاوت بھی ہر جگہ اہتمام سے ہو رہی ہے۔

فقط طالب دعا

اہلیہ عبد الرحمٰن۔ ۲۵؍ نومبر ۱۹۹۴ء از مدراس"۔

اجتماع نگلی وکھیڑہ افغان

شہر سہارنپور سے ۲۳ کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع نگلی وکھیڑہ افغان میں مؤرخہ ۱۶؍ ۱۷؍ ۱۸؍ رجب ۱۴۱۵ھ (۲۰؍ ۲۱؍ ۲۲؍ دسمبر ۱۹۹۴ء) میں ہونے والے اجتماع میں شرکت کے لیے پہلے سے یہ طے تھا کہ حضرت جی ۱۹؍ دسمبر کو سہارنپور تشریف لاکر ایک شب یہاں قیام فرمائیں گے۔ چنانچہ مقررہ تاریخ میں سہارنپور تشریف آوری ہوئی۔ مولانا سعید خاں صاحب، شیخ عبد العزیز بوقس اور شیخ عبد اللہ ربوعی وغیرہ آپ کے ہمراہ تھے۔ کچے گھر میں نماز ظہر سے فارغ ہو کر کھانا کھا کر آرام فرمایا۔ دوران طعام فرمایا کہ مولوی سعید خاں صاحب شاہد کے گھر ٹھہریں گے چنانچہ احقر کھانے کے بعد مولانا کو گھر لے آیا اور آرام کرایا۔ میرٹھ کے احباب حافظ محمد ہارون، بھائی امیر الدین، حاجی محمد اسلام، بھائی سراج احمد، حاجی رئیس وغیرہ بھی وہیں رہے۔

قبیل عصر زنان خانہ تشریف لے گئے کہ کچھ مستورات بیعت کے لیے آگئی تھیں۔ بیعت کے بعد احقر کی والدہ صاحبہ نے کوئی بات کرنے کی فرمائش کی تو فرمایا بات کرنے کا زمانہ نہیں، کام کرنے کا زمانہ ہے۔ پھر کچھ دیر سکوت کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانی کا واقعہ تعلیم کے حصول اور گدڑی میں چالیس اشرفیاں رکھنے اور ان کی والدہ کی یہ نصیحت کہ جھوٹ نہ بولنا سنایا۔

۲۰ر دسمبر کی صبح ناشتہ کے بعد یہاں سے روانہ ہوئے۔ عبداللہ پور (جمنا نگر) اتر کر کچھ دیر بیان اور مردوں کی بیعت اور چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر ۱۲ بجے نگلی پہونچ کر چوبیس گھنٹہ کا نظم بنایا، بعد مغرب کا عمومی بیان مولانا محمد عمر صاحب کا ہوا۔ ۲۱ر دسمبر کی صبح میں اول وقت بیانات کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو کر دس بجے حضرت جی رح کا بیان ہو کر دعا ہوئی۔ یہاں آپ نے جماعتوں سے رخصتی مصافحہ نہیں کیا بلکہ خود ہی دعا کے بعد اعلان فرمادیا کہ میں بیمار ہوں، معذور ہوں، ڈاکٹروں نے مصافحے سے منع کر رکھا ہے۔ یہاں سے سیدھے کھیڑہ افغاں روانگی ہوئی۔ مجمع اندازہ اور کیے گئے انتظامات سے کہیں زیادہ تھا۔ چنانچہ منتظمین نے ایک لاکھ افراد کے لیے جو پنڈال بنایا تھا وہ پہلے ہی دن ناکافی ہوگیا۔ حکامِ ضلع کو آخر تک اس پر تعجب رہا کہ اس اجتماع میں بغیر کسی اشتہار و اخبار کے اتنا مجمع کیسے جمع ہوا۔ اور اس قدر سکون و اطمینان سے کیسے رہا۔

حضرت جی رح نے اختتامی دعا سے قبل جو بیان فرمایا اس کے مخاطب صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ وہ برادرانِ وطن بھی تھے جو ہزاروں کی تعداد میں اس اجتماع میں موجود تھے اس ہونے والی تقریر کا ایک اقتباس یہ ہے فرمایا:

> "خداوند قدوس نے تمام چیزیں انسان کے فائدے کے لیے پیدا کی ہیں لیکن انسان کو صرف اپنے لیے پیدا کیا ہے۔ یہ انسانی جسم ایک دن فنا ہوجائے گا مگر روح کو اس دنیا کے بعد بھی رہنا ہے۔ ہم جسم کی تو دیکھ بھال کرتے ہیں لیکن روح کی دیکھ بھال نہیں کرتے۔ اگر یہ انسان اپنے روح کی دیکھ بھال اور حفاظت کرے تو پھر یہ بھلا مانس بن جائے گا اور کوئی غلط کام نہیں کرے گا۔"

اس تقریر کے بعد آپ نے دعا فرما کر جماعتوں کو رخصت کیا، اور تیتروں تشریف لے آئے، یہاں چند گھنٹے کے قیام میں کھانا کھا کر کچھ دیر آرام فرما کر بیعت عامہ فرمائی اور نماز ظہر ادا کر کے دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔

ریلوے والوں کا اجتماع

ملک بھر میں پھیلے ہوئے ریلوے نظام کے مسلم ملازمین میں دینی مزاج اور شناخت برقرار رکھنے کے لیے — دو ترتیبیں عرصہ دراز سے قائم ہیں۔ ایک یہ کہ مرکز نظام الدین میں ان کی سال میں ایک مرتبہ اجتماعی آمد ہو۔ اور دوسرے یہ کہ ملک کے کسی بھی علاقہ میں ان احباب کا دو روزہ اجتماع ہو۔

مرکز میں اجتماعی آمد کے موقع پر باہمی مشورہ اور اتفاق رائے سے موقع و مقام اور کام کی نافعیت کو سامنے رکھ کر حضرت مولانا اجتماع کی جگہ اور علاقے طے فرمادیا کرتے تھے: چنانچہ رتلام، الہ آباد، ناگ پور، وغیرہ مقامات پر یہ اجتماعات منعقد ہو چکے ہیں۔ ایک مرتبہ ۶، ۷، ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ (۲۳، ۲۴، فروری ۱۹۸۰ء) میں یہ اجتماع اوکھلا (نزد نظام الدین دہلی) میں بھی ہو چکا ہے۔

آپ کی حیات کا آخری اجتماع ۱۷، ۱۸، ۱۹، شعبان ۱۴۱۵ھ (۲۰، ۲۱، ۲۲، جنوری ۱۹۹۵ء) میں منماڑ ضلع ناسک میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع کی جو تفصیلی کارگذاری ذمہ داران اجتماع نے تحریری طور پر حضرت مولانا کی خدمت میں پیش کی تھی، یہاں نمبر وار اس کے بعض اہم حصے پیش کیے جاتے ہیں:

کارگزاری ریلوے اجتماع سینٹرل انسٹی ٹیوٹ منماڑ ضلع ناسک

۱۔ اجتماع میں شریک افراد کی تعداد اور ان کے زون حسب ذیل ہیں۔

زون	تعداد شرکاء	زون	تعداد شرکاء
ناردرن ریلوے	۵۰۱	ساوتھ سینٹرل ریلوے	۵۰۰
سدرن ریلوے	۱۱۷	نارتھ ایسٹرن ریلوے	۹۸
ایسٹرن ریلوے	۲۳۳	ساوتھ ایسٹرن ریلوے	۱۲۰
ویسٹرن ریلوے	۲۲۵	نارتھ فرنٹیر ریلوے	۴۱
سینٹرل ریلوے	۸۰۰	کل میزان	۲۶۳۵

۲:۔ اس اجتماع کے موذن عمر دراز صاحب ویسٹرن ریلوے بلساڑ۔ پنجوقتہ نمازوں کے امام حافظ رضوان مالی گاؤں اور خطیب جمعہ مولانا حبیب الرحمان صاحب مالی گاؤں متعین تھے اجتماع میں خیر و برکت اور کامیابی کی نیت سے چار احباب کی جماعت مستقل اعتکاف میں رہ کر دعا میں مشغول رہی۔

۳:۔ اجتماع کو خیر و خوبی کے ساتھ چلانے کے لیے مختلف جماعتیں بنائی گئی تھیں۔ چنانچہ ایک "جماعت" اکتیس افراد پر مشتمل "مشورہ" کے لیے، دوسری جماعت تین افراد پر مشتمل تخت کے لیے، تیسری جماعت نگرانی کے لیے، چوتھی جماعت مجمع جوڑنے کے لیے، پانچویں جماعت گیارہ افراد پر مشتمل تشکیل و ترتیب کے لیے متعین و نامزد تھیں۔

۴:۔ ۲۰ر جنوری جمعہ میں بعد نماز فجر اجتماع کا آغاز ہوا۔ ناشتہ کے بعد تعلیمی حلقے ہو کر نماز جمعہ سے قبل مختلف مساجد، نگینہ مسجد، امبیڈکر نگر مسجد، عیدگاہ مسجد، باون نمبر مسجد اور جامع مسجد میں بیانات ہوئے۔ مولانا قلندر صاحب کوپر گاؤں مولانا محمد یونس صاحب (پونہ والے) نعیم اللہ خاں صاحب حیدرآباد، پروفیسر مسعود صاحب حیدرآباد وغیرہ کے بیانات ہوئے۔ نیز حاجی عبدالعزیز ڈپٹی جی، ایم اور الحاج نعیم اللہ خان صاحب نے دیگر ریلوے افسران (برادرانِ وطن) سے ملاقات اور گفتگو کی۔

۲۲ر جنوری اتوار میں مولانا محمد یونس صاحب کی ہدایات اور دعا پر یہ اجتماع ختم ہوا۔

۵:۔ شرکائے اجتماع کی تعداد دو ہزار چھ سو پینتیس (۲۶۳۵) تھی، اکتالیس جماعتیں (جن میں چار سو ستر افراد شامل تھے) اس موقع پر راہ خدا میں نکلے۔

اجتماع گورینی جونپور

حضرت مولانا نے اس اجتماع کی منظوری دیتے ہوئے ۱۸، ۱۹، ۲۰ر شعبان ۱۴۱۵ھ (۲۱، ۲۲، ۲۳ر جنوری ۱۹۹۵ء) ہفتہ، اتوار، پیر اس کے لیے مقرر فرمائیں۔ اور مشہور و معروف دینی و روحانی شخصیت حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب زاد مجدہٗ کی شدید خواہش اور دلی رغبت و شوق کے پیش نظر مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور کو اجتماع گاہ کے طور پر متعین فرمایا۔

۱۷ر شعبان ۱۹ر جنوری جمعرات میں حضرت مولانا دہلی سے اس اجتماع کے لیے روانہ ہوئے، اس سفر میں عزیزان مولوی محمد صالح، مولوی محمد زہیر، مولوی صہیب حافظ محمد خبیب اور حافظ محمد یاسر بھی آپ کے ساتھ تھے، اگلے دن صبح چھ بجے بنارس اتر کر جناب الحاج رحمت اللہ کے مکان پر کچھ دیر قیام فرمایا اور حاجی صاحب موصوف کے مکان پر ہونے والی مجلس میں بیان فرماکر بیعت کی پھر یہاں سے بذریعہ کار اعظم گڈھ تشریف لے گئے، اور کچھ وقت حضرت مولانا تقی الدین صاحب کے قائم کردہ ادارہ جامعہ اسلامیہ مظفر پور میں گذارا۔ یہاں مولانا سعید خاں صاحب کا بیان ہوکر حضرت مولانا کی دعا ہوئی۔ بعدازاں مولانا تقی الدین کے مکان پر مستورات کے اجتماع میں تشریف لے جاکر بیان فرمایا اور ان کی والدہ محترمہ ودیگر مستورات کو بیعت فرمانے کے بعد جامعہ حسینیہ جونپور پہونچ کر نماز جمعہ ادا کرکے کھانے سے فراغت پائی اور پھر فوراً ہی اجتماع گاہ مدرسہ ریاض العلوم گورینی تشریف لے گئے۔

اجتماع کے تینوں دن حضرت مولانا کا قیام اسی مدرسہ میں رہا اور تینوں دن مختلف عنوانات سے آپ کے بیانات ہوئے۔ عمومی وخصوصی مجلسیں بھی ہوئیں جن میں حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب اور دیگر اہل علم اور اساتذہ مدارس اور دعوتی رفقا شامل ہوتے رہے۔ آخری دن ہونے والی ایک مجلس کا ذکر مولانا تقی الدین صاحب زادمجدہ اپنے مضمون تعزیت میں اس طرح فرماتے ہیں۔

> گورینی کے اجتماع میں مجمع توقع سے بہت زیادہ تھا آخری دن ناشتہ کے بعد حضرت مجلس میں تشریف فرما تھے علماء ومشائخ، خواص سب مجلس میں تشریف رکھتے تھے (اس موقعہ پر) اس ناچیز کے سوال پر ایک لمبی تقریر فرمائی جس کے بعض کلمات یہ ہیں۔ "اعمال صالحہ میں حق تعالیٰ نے فی نفسہ حسن رکھا ہے یہ اعمال اپنے اندر کشش رکھتے ہیں۔ تقریر، تحریر یہ سب معاون ہیں، اصل نہیں ہیں۔

۲۰ شعبان (۲۳ جنوری) کی دوپہر میں اجتماع سے فراغت پاکر اسی دن شام کی ٹرین سے روانہ ہوکر اکیس تاریخ کی صبح میں آپ نے بخیر وعافیت دہلی مراجعت فرمائی۔

گیارہواں باب

تاج المساجد بھوپال کے تبلیغی اجتماعات

کبھی شاخ و سبزہ و برگ پر، کبھی غنچہ و گل و خار پر
میں چمن میں چاہے جہاں رہوں، مرا حق ہے فصلِ بہار پر

تاج المساجد بھوپال کے تبلیغی اجتماعات

ہندوستان میں تبلیغی اجتماعات کا سلسلہ تمام سال چلتا رہتا ہے۔ ملک کے مختلف علاقوں اور صوبوں میں ہر سال متعدد اجتماعات ہوتے ہیں جو اپنی اجتماعیت بڑی تعداد میں عوامی شرکت اور جماعتوں میں نکلنے والے افراد کے اعتبار سے بڑے اہم ہوتے ہیں لیکن تاج المساجد بھوپال کا یہ سہ روزہ اجتماع اس اعتبار سے بڑی اہمیت و انفرادیت اپنے اندر رکھتا ہے کہ اس کی گونج پوری دنیا میں سنائی دیتی ہے اور بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زاد مجدہٗ!

"حاضرین کی تعداد، جماعتوں کی کثرت اور اپنے نظم و انتظام کے لحاظ سے یہ ہندوستان کا سب سے بڑا تبلیغی اجتماع سمجھا جاتا ہے۔ اور اس میں اندرون و بیرون ملک سے تبلیغی کارکن اور دین کے طالب و داعی شرکت کرنے کے لیے آتے ہیں۔"

یہ اجتماع ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۸ء سے مسلسل و متواتر ہوتا چلا آرہا ہے۔ تاریخی روایت اور قدامت کے اعتبار سے ہندوستان میں اس اجتماع کی نوعیت و حیثیت وہی ہے جو پاکستان میں اجتماع رائے ونڈ یا بنگلہ دیش میں اجتماع ٹونگی کی ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے دور امارت میں ہونے والے اجتماعات

بھوپال کی ایک جامع تاریخ اور اس کا جائزہ یہاں پیش کیا جائے۔ اس تاریخی جائزہ سے مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے دور امارت میں ہونے والی تدریجی ترقی اور بھوپال میں دعوتی کام کی وسعت اور اس کے نشو ونما کا بھی بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔

تاج المساجد بھوپال یہ عظیم الشان مسجد جہاں ہر سال تبلیغی اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ ایشیا کی دوسری بڑی مسجد ہے۔ بھوپال کے آخری نواب، نواب حمید اللہ خاں کی نانی نواب شاہجہاں بیگم نے اس کی بنیاد ۱۸۸۶ء میں رکھی تھی۔ لاہور کی شاہی جامع مسجد کا نقشہ سامنے رکھ کر جزوی تبدیلیوں کے ساتھ اس کی تعمیر کا آغاز کیا گیا۔ ۱۵ سال تک یہاں تعمیر کا سلسلہ چلتا رہا۔ مسجد کے دونوں مینارے، محرابیں، جنوبی و مشرقی دالان اور شمالی دالان کے ستون ہی تعمیر ہوئے تھے کہ ————

۱۹۰۱ء میں شاہ جہاں بیگم کی وفات ہو گئی اور مسجد کا کام رک گیا۔ مسجد میں لگنے والے تراشیدہ پتھروں سے بھرا ہوا مسجد کا خارجی میدان اس بات کا منتظر ہی رہا کہ اس میں پڑے ہوئے پتھر مسجد کی تعمیر میں نصب ہوں۔

شاہ جہاں بیگم کی بیٹی سلطان جہاں بیگم چوں کہ اپنی ماں سے آخر میں ناراض رہنے لگی تھیں اس کا اثر تاج المساجد کی تعمیر پر بھی پڑا۔ اس لیے بیٹی نے ماں کے اس ادھورے کام کو انجام دینا ضروری نہ سمجھا، بعد میں سلطان جہاں بیگم کے ولی عہد نواب بھوپال کی ہمت بھی جواب دے گئی۔ اور وہ بھی اپنی نانی کے اس عظیم الشان منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک نہ پہونچا سکے۔ ٹھیک پچاس سال بعد ۱۹۵۰ء میں وہ کام جو بادشاہوں نے شروع تو کیا لیکن وہ اور ان کے بعد کے فرماں روائے سلطنت اس کو تکمیل تک نہ پہونچا سکے۔ اللہ نے بھوپال کے ایک متوسط دینی و علمی گھرانہ کے فرزند مولانا محمد عمران خان صاحب ندوی ازہری کو اس کے لیے منتخب کیا چنانچہ حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید خاص مولانا محمد عمران خان صاحب کو حکم دیا کہ اس مسجد کی تعمیر کا کام اپنے ہاتھ میں لیں، اللہ ان سے اس مسجد کی تکمیل کروائے گا۔ چنانچہ ۱۹۵۰ء میں تاج المساجد کی تعمیر جدید کا آغاز ہو گیا۔ مولانا محمد عمران صاحب نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو مسجد کی تعمیر میں لگا دیا اور عرب و عجم، یورپ و ایشیا میں خود سفر کر کے یا اپنے سفیروں کو

پہونچاکر تمام مسلمانانِ عالم کو اس کی تعمیر میں شریک کیا۔ اور عالمی تعاون اور اصحاب خیر کے بھرپور تعاون سے یہ مسجد ۱۹۸۶ء میں پایۂ تکمیل کو پہونچائی۔ اور ۳۶ سال کی رات دن محنت، ہزاروں مزدوروں اور کاریگروں کی مشقت، لاکھوں انسانوں کے دامے درمے، قدمے، سخنے تعاون اور ہزاروں اہل اللہ کی دعاؤں کے طفیل مولانا محمد عمران خاں صاحب اس کو تعمیر کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اور اب اس میں ایک دینی مدرسہ بھی قائم ہے اور سالانہ تبلیغی اجتماع کے لیے بھی یہ جگہ مخصوص ہے[1]

بھوپال میں تبلیغی ودعوتی کام کا آغاز

بھوپال اور اس کے قرب وجوار میں دعوتی واصلاحی محنت کا آغاز حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی حیات میں ہی ہوگیا تھا لیکن اس میں وسعت وترقی مولانا محمد یوسف صاحب کے دورِ مسعود میں ہوئی۔

بھوپال میں سب سے پہلے تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے ۱۹۴۴ء میں بھیجی تھی، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی اس جماعت کے امیر تھے۔ موتی مسجد میں دعوتی کام کا آغاز ہوا۔ مولانا عبدالرشید مسکین کو اسی موقع پر بھوپال کا امیر جماعت منتخب کیا گیا تھا۔ ۱۹۴۵ء میں یہاں سے ایک پیدل جماعت دہلی گئی تھی۔

سوانح مولانا محمد یوسف صاحبؒ میں بھوپال میں کام کے آغاز اور اس کو وسعت دینے والے مقامی حضرات نیز مولانا محمد عمران خاں صاحب کا ذکر خیر اس طرح ملتا ہے:

"مولانا محمد عمران خاں صاحب ندوی نے جو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور ان کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب سے دینی وقلبی تعلق رکھتے تھے اور لکھنؤ کے تبلیغی کام میں بھی شریک تھے یہاں تبلیغی اجتماعات کی بنیاد ڈالی اور تاج المساجد کی عمارت اور اس کے وسیع صحن کو (جس کی نظیر ہندوستان میں بھی ملنا مشکل ہے۔ اور جو شاہ جہاں بیگم صاحبہ مرحومہ کے خلوص اولوالعزمی کی یادگار ہے)، اس کام کا مرکز بنایا بھوپال کے اضلاع میں مسلمانوں کی بڑی تعداد آباد ہے۔ قاری رضا حسن صاحب جو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے مجاز اور تبلیغی کام میں شروع ہی سے ان کے رفیق اور معتمد علیہ تھے، وہ بھوپال ہی کے رہنے والے تھے۔ اس کے علاوہ بھوپال کے

علماء خصوصاً مولانا عبد الرشید صاحب مسکین بھوپال کے مشہور عالم اور ملی کارکن نے مولانا محمد الیاس صاحب کی زندگی میں مفتی کفایت اللہ صاحب کی وساطت سے بھوپال میں تبلیغی کام کی دعوت دی تھی اور قاری رضا حسن صاحب کے ہاتھوں اس کی داغ بیل پڑ گئی تھی۔ لیکن اس کی ترقی اور وسعت مولانا محمد عمران خاں صاحب کے مضبوط ہاتھوں پر مقدر تھی۔ (سوانح مولانا محمد یوسف ص ۲۳۱)

بھوپال کا پہلا اجتماع

منعقدہ صفر ۱۳۶۸ھ

بھوپال میں اولین تبلیغی اجتماع ۱۳؍صفر ۱۳۶۸ھ مطابق ۲۴؍دسمبر ۱۹۴۸ء میں منعقد ہوا۔ مولانا محمد عمران خاں صاحب اور ان کی سرپرستی میں کام کرنے والوں کی ایک جماعت نے اس اجتماع کے لیے انتھک محنت وجدوجہد کی اور اپنے ذاتی مشاغل ومعروفیت کو بھی اس کے لیے قربان کردیا۔ خود مولانا محمد عمران صاحب کی دلی بے قراری اور عزم وحوصلہ سے بھرپور طبیعت کا یہ عالم تھا کہ والد ماجد (حافظ محمد ادریس خاں صاحب) موت وزیست کی کش مکش میں تھے، فالج کا حملہ تھا لیکن وہ ان کو اللہ کے حوالہ کرکے اجتماع کی تیاری کے لیے سفر پر روانہ ہو گئے۔ مولانا موصوف ابھی سفر سے واپس بھی نہ ہوئے تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

اس تاریخ ساز اجتماع کی تفصیلی رپوٹ نشان منزل بھوپال سے یہاں پیش کی جاتی ہے "بھوپال کی تاریخ میں پہلا شاندار اجتماع" کے عنوان سے یہ ماہنامہ اپنی رپورٹ اس طرح مرتب کرتا ہے:

"جماعت ہدایت المسلمین بھوپال کے زیر اہتمام اہم دینی دعوت کے سلسلہ میں تین دن مسلسل ۲۴ تا ۲۶؍دسمبر ۱۹۴۸ء ایک شاندار اجتماع رہا، بھوپال کی تاریخ میں دینی نقطۂ نظر سے تو یہ اجتماع کوئی نئی چیز نہ تھا مگر دینی دعوت اور اس کی اہمیت ونوعیت کے لحاظ سے یہ اجتماع اپنی نظیر آپ تھا۔ اندرون ریاست سے ۱۶ جماعتوں نے جو سیہور، برکھیڑہ کنورہ، آشٹہ، نصراگنج، اچھاورشام پور، دوراہہ، بیرسیہ، بیگم گنج، رائسین گوہر گنج، باڑی، بریلی اور سلطان پور سے آئی تھیں حصہ لیا، بیرونِ

انھیں گشت کرنا ہے، اور گشت سے اس طرح واپس ہوں گی کہ نماز مغرب تاج المساجد میں پڑھیں۔

نماز مغرب کے بعد سے عشاء کی اذان تک ——— پیغام و دعوت جماعت

بعد فراغت نماز عشاء ——— آرام

۲۷ر دسمبر صبح ۵ بجے کی ٹرین سے جماعت کی سیہور روانگی ہوگی، اور میاں جی کی مسجد میں قیام ہوگا۔"[1]

آج جو شرکار اجتماع نصف صدی گذرنے کے بعد تاج المساجد بھوپال میں ہونے والے اجتماع کی آفاقیت اور بین الاقوامیت دیکھ رہے ہیں اور تقریباً تمام براعظم کے مسلمانوں کی جوق در جوق آمد کا مشاہدہ کر رہے ہیں ان کے لیے اس اولین اجتماع کی یہ روداد یقیناً حیرت و استعجاب کے ساتھ ساتھ بارگاہ خداوندیہ میں حمد و شکر اور ثنار کا موجب بنے گی۔

بھوپال کے اس اولین تبلیغی اجتماع میں مرکز نظام الدین سے مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی شرکت تو نہیں ہو سکی لیکن مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی۔ اپنے دیگر رفقار کے ساتھ لکھنؤ سے بھوپال تشریف لے گئے۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے بھی اس اجتماع میں شرکت فرما کر دعوت و تبلیغ کے عنوان پر تقریر فرمائی تھی۔

اجتماع سے فراغت پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ایک مفصل مکتوب کے ذریعہ اجتماع کے احوال اور اپنے احساسات و تاثرات حضرت شیخ رہ کو تحریر فرمائے تھے۔ تاریخی حیثیت اور اہمیت کے حامل اس گرامی نامہ کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے،

---

[1] نشان منزل بھوپال مورخہ ۳۰ر دسمبر ۱۹۴۳ء۔

"چہارشنبہ ۲۹ر دسمبر ۱۹۴۸ء بھوپال۔

مخدوم ومعظم مشفق محترم ادام اللہ برکاتہ'!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

گرامی نامہ رائے بریلی سے واپسی کے بعد اور بھوپال کی روانگی سے پہلے ملا۔ جواب کا موقع نہیں مل سکا۔ بھوپال سے ایک صاحب رائے بریلی پہونچے۔ اور دوسرے دن وہاں سے روانگی ہوگئی۔ میں اپنا سفر ملتوی کرچکا تھا اور مولوی عمران خاں صاحب سے معذرت کردی تھی مگر ان کے شدید اصرار کی وجہ سے سفر کرنا پڑا مولانا منظور صاحب کی تشریف بری کی وجہ سے کوئی خاص ضرورت اور فائدہ معلوم نہیں ہوتا تھا۔ مگر بعد میں بعض مصلحتیں معلوم ہوئیں اور الحمدللہ سفر بے نتیجہ نہیں رہا۔ اجتماع و شرکا کی تعداد، اہل شہر کی توجہ، سربرآوردہ طبقہ کی دل چسپی، رفقا، جماعت کے انہماک اور خوش انتظامی جلسہ کی خوش نظمی اور لوگوں کے عام تاثر کے لحاظ بہت کامیاب اور بہت ممتاز تھا۔

عمومی اجتماعات میں کئی کئی ہزار آدمی شریک ہوئے۔ اطراف ومضافات کی جماعتوں میں آنے والے تین سو سے اوپر تھے۔ مولوی عمران خاں صاحب کی قوت عمل، حسن تنظیم اور ذاتی مرکزیت کا بڑا ثبوت ملا، اسی طرح ان کے رفقاء کے اخلاص اعتماد اور تعاون کا بھی اندازہ ہوا۔ ایک روز شہر سے بیس میل ایک تحصیل میں اجتماع ہوا، کل منگل ۲۸ر کو مولانا منظور صاحب اور لکھنؤ کی جماعت واپس گئی میں کارکنوں سے خصوصی گفتگو کے لیے ٹھہر گیا ہوں۔ قیام کے دو مقصد ہیں ایک ذکر کی طرف خصوصی توجہ اور کام کے قلبی حصہ کی اہمیت کا اظہار، دوسرے نظام الدین سے قلبی ارتباط۔ الحمدللہ کل کے خصوصی اجتماع میں ان سب پہلوؤں کی طرف توجہ ہوئی اور جو کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے توفیق دی عرض کیا گیا۔ اس میں چند نزاکتیں تھیں جن کا بڑا احیاں تھا۔ ایک یہ کہ یہاں کے کارکنوں کی بڑی جماعت کا تعلق مقامی مشائخ سے ہے اس کی رعایت ضروری تھی۔ چنانچہ عمومی طور پر ان

کو اپنے شہر کے بزرگوں ہی کی طرف متوجہ کیا گیا۔ اور استفادہ کی ترغیب دی گئی۔ البتہ جن لوگوں میں خصوصی استعداد اور طلب دیکھی اور ان سے خصوصی تعلق و بے تکلفی تھی ان کو اپنے حضرات کی طرف بھی توجہ دلائی۔ انشاء اللہ ان میں سے کچھ اہل ہمت سفر بھی کریں گے لیکن اس میں بھی حتی الامکان احتیاط سے کام لیا۔ دوسرے یہ کہ یہ کام مولوی عمران خاں صاحب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ جس وسعت و تنظیم کے ساتھ لے رہا ہے اس کا لحاظ ضروری تھا کہ لوگوں کو ان پر اعتماد اور ان سے کلی ارتباط باقی رہے، اور انھیں کے نقشہ کے مطابق کام ہو، ورنہ ان کی بد دلی اور اس سے کام کے ضیاع کا اندیشہ ہے۔ اس لیے ان سے سرپرستی اور اطاعت کا پورا تعلق رکھنے کی تاکید کرتے ہوئے نظام الدین سے قلبی تعلق وہاں کی آمد و رفت اور سوانح کے مطالعہ اور اصول کی نگرانی کی طرف متوجہ کیا جس سے سب بہت مطمئن اور مسرور ہوئے، خصوصی اشخاص سے علیحدہ بھی گفتگوئیں ہوئی۔ اور انشاء اللہ ہوتی رہے گی۔ مولوی عمران خاں صاحب نے بہت ہی اطمینان کا اظہار کیا۔ اور اصرار کیا کہ دو چار روز رہ کر ان مضامین کو ذہن نشین کیا جائے اور ان کی کوشش کی جائے۔ میں نے بھی مصلحت سمجھ کر دو تین دن کا قیام منظور کرلیا، حضرت دعا فرمائیں کہ ان چیزوں میں جان پڑے، اور ان کے ثمرات مرتب ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے یہاں کے کام کی جسدی وروحی تکمیل فرمادی، تو بڑی توقعات ہیں اور یہاں کے لوگوں میں بڑی استعدادیں اور جوہر ہیں۔ شاید کسی درجہ میں اس زخم کا اندمال ہو سکے جو اکتوبر میں ہم سب کے دل کو لگا تھا۔ مولانا محمد یوسف صاحب کے تشریف نہ لانے کا افسوس ہے۔ لوگ بہت یاد کرتے رہے اور کئی روز انتظار رہا۔ خدا نے چاہا تو ایک جماعت چند دن میں دہلی جائے گی، اور کسی موقع سے مولوی عمران صاحب بھی تشریف لے جائیں گے۔ جناب کی طرف سے معذرت بھی کردی اور انھوں نے معذور بھی سمجھا۔ جے پور کی مہم الحمد للہ لاحاصل نہیں رہی۔ بہت سی مفید معلومات اور تجربات

ہوئے جن کو ان شاء اللہ کسی دوسرے عریضہ میں عرض کروں گا۔ مولوی معین اللہ سلام عرض کرتے ہیں۔

ناچیز ابوالحسن علی ندوی"

بھوپال کا دوسرا اجتماع

اس اولیں اجتماع کے ایک سال بعد ۷، ۸، ۹ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ مطابق ۲۷، ۲۸، ۲۹ جنوری ۱۹۵۰ء جمعہ ہفتہ اتوار میں دوسرا اجتماع منعقد ہوا جو جماعت ہدایت المسلمین بھوپال کے عنوان پر کیا گیا۔ اس اجتماع کے لیے دہلی سے مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا محمد انعام الحسن صاحب، مولانا محمد احتشام الحسن صاحب، مولانا سید محمد میاں صاحب، جناب الحاج محمد نسیم صاحب دہلوی تشریف لے گئے۔ الحاج محمد نسیم صاحب بٹن والے جو اس اجتماع میں شریک تھے حضرت شیخ کو اس اجتماع کی روداد اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"جلسہ بہت کامیاب رہا، اجتماع بہت کافی تھا۔ جماعتیں اطراف سے آئی ہوئی تھیں، بھوپال کے باہر سے بھی تقریباً اٹھارہ سو آدمی آئے، تقریباً دو ہزار شہر کے ہونگے یہ اجتماع تقریباً چار ہزار (افراد) کا تھا، انتظام بہت معقول تھا۔ مقرروں میں مولوی محمد یوسف، مولوی منظور نعمانی، سید سلیمان ندوی اور مولوی سلیمان میواتی قابل ذکر ہیں"

(مکتوب محررہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ)

مولانا محمد یوسف صاحب کا اسی موقع کا تحریر کردہ خط یہ ہے:

"مخدوم ومکرم ومعظم ومحترم جناب حضرت الشیخ الاستاذ ادام اللہ مجدکم!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حق تعالیٰ شانہ کے فضل سے بھوپال سے خیریت کے ساتھ واپسی ہوگئی احباب کی جد وجہد کے ذریعہ اللہ رب العزت کے لطف وکرم وفضل سے عمومی جذبات زیادہ اوقات دینے کے پیدا ہوئے۔ کثیر تعداد میں بمبئی والوں نے بیس فروری تک آنے کا وعدہ کیا ہے اور بھی شہر ودیہات وبرار وسی پی کے احباب نے چلوں اور مہینوں کے وعدے کیے۔ کچھ احباب نقد بھی ساتھ آئے۔ بندہ کا چونکہ سیہور بھی جانا ہوا اس

لیے یہاں کل بدھ کی صبح کو واپسی ہوئی' حضرت مدنی کی بھی زیارت ہوگئی کسی ضرورت سے دیوبند ہی سے تشریف لاکر دیوبند ہی شام کو واپس تشریف لے گئے۔ بندہ کی طبیعت اس سفر میں خراب ہوگئی تھی' اب افاقہ پذیر ہے"۔

بندہ محمد یوسف عفرلہٗ ۱۴ ربیع ۲ پنجشنبہ ۱۳۶۹ھ

تقریباً پچاس سال قبل منعقد ہونے والے اس اجتماع کی ضروری تفصیلات ونظام الاوقات کے لیے جو اطلاع نامہ شائع کیا گیا' اس کا عکس شامل کتاب کیا جاتا ہے جس سے ابتدائی دور کے ہونے والے اس اجتماع کا نقشہ کافی حد تک سامنے آجاتا ہے۔

اس اجتماع کے ایک سال بعد ۱۳۷۰ھ میں منعقد ہونے والے اجتماع کے لیے مولانا محمد یوسف صاحب' مولانا محمد انعام الحسن صاحب ۹ رجمادی الاولیٰ (۱۶ رفروری ۱۹۵۱ء) جمعہ میں بھوپال تشریف لے گئے۔ مولانا محمد احتشام الحسن صاحب' الحاج حافظ فخر الدین صاحب بھی رفقائے سفر میں تھے۔

اجتماع بھوپال منعقدہ ۱۳۷۱ھ تا ۱۳۷۲ھ

۵ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ مطابق ۴ رفروری ۱۹۵۲ء شنبہ میں مولانا محمد یوسف صاحب مولانا محمد انعام الحسن صاحب ایک بڑی جماعت کے ساتھ دہلی سے بھوپال کے لیے روانہ ہوئے۔ جناب حافظ فخر الدین صاحب' جناب حافظ مقبول احمد صاحب' الحاج محمد نسیم صاحب دہلوی بھی اس جماعت میں شامل تھے۔

۶، ۷، ۸ رجمادی الاولیٰ مطابق ۵، ۶، ۷ رفروری میں تاج المساجد میں یہ اجتماع منعقد ہوا۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے بھی اس اجتماع میں شرکت فرمائی تھی۔

۱۳۷۲ھ کا اجتماع ۱۰، ۱۱، ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۸، ۲۹، ۳۰ ردسمبر ۱۹۵۲ء یک شنبہ، دوشنبہ، سہ شنبہ میں منعقد ہوا۔ مولانا محمد یوسف صاحب ایک بڑی جماعت کے ہمراہ جس میں مولانا محمد انعام الحسن صاحب' حافظ فخر الدین' حافظ مقبول صاحب وغیرہ تھے' تشریف لے گئے' عین انھیں تاریخوں میں ہندو مہاسبھا کا سالانہ جلسہ بھی تھا جس کی بنا پر مزاحمت کا اندیشہ تھا لیکن الحمد للہ خیر و عافیت کے ساتھ جلسہ سے فراغت ہوکر ۱۴ ربیع الثانی یکم جنوری شب جمعہ میں دہلی واپسی ہوئی۔

بھوپال کے اسی اجتماع کے دوران حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم کا دہلی میں انتقال ہوا۔ اور یہ حضرات نماز جنازہ میں شرکت نہ کر سکے۔

مذکورۂ بالا اجتماع کے ایک سال بعد ۹، ۱۰، ۱۱ رجمادی الثانیہ ۱۳۷۳ھ (۱۴، ۱۵، ۱۶ فروری ۱۹۵۴ء) میں منعقد ہونے والے اجتماع میں بھی مولانا محمد یوسف صاحب و مولانا محمد انعام الحسن صاحب تبلیغی احباب کی ایک منتخب جماعت کے ساتھ بھوپال تشریف لے گئے اور ایک ہفتہ بعد ۱۳ رجمادی الثانیہ جمعرات کی صبح میں دہلی واپس ہوئے۔

اجتماع بھوپال منعقدہ ربیع الاول ۱۳۷۴ھ

اسال ۳۰ ربیع الاول و یکم و دو ربیع الثانی مطابق ۲۷، ۲۸، ۲۹ نومبر ۱۹۵۴ء شنبہ یکشنبہ، دوشنبہ میں بھوپال کا سہ روزہ اجتماع منعقد ہوا۔ مولانا محمد یوسف صاحب تو اپنی شدت علالت کی بنا پر اس میں شرکت نہ کر سکے، البتہ دیگر حضرات مولانا محمد انعام الحسن صاحب، جناب حافظ مقبول حسن صاحب، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی و مولانا محمد منظور صاحب نعمانی تشریف لے گئے۔ شرکاء اجتماع کا اندازہ ۴۰-۴۵ ہزار افراد کا تھا۔ بحرین کے تین عرب اس سال اجتماع میں شریک تھے۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے ذیل کا خط حضرت شیخ کو اسی موقع پر تحریر فرمایا تھا:

"مخدوم و مکرم و معظم جناب حضرت الشیخ الاستاذ، ادام اللہ مجدکم ومتعنا والمسلمین بفیوضکم! ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

بدھ کے روز سے بواسیر کی تکلیف اور بخار وغیرہ کا سلسلہ چل رہا ہے۔ بھوپال کا ارادہ آخری وقت تک ظاہر کیا مگر اکثر ساتھیوں اور تین حکماء کی آراء قطعاً التواء کے لیے متقاضی ہوئیں، اس لیے مجبوراً التواء کرنا پڑا۔ اس کے اگلے روز سے تکلیف دو روز تک اس زور سے زائد بڑھ گئی۔ بخار اکثر اوقات رہا، سر کا درد ہر وقت رہا کل کی شب میں مسہل دیا گیا مگر رات بھر کوئی اجابت نہیں ہوئی۔ صبح حسب معمول اجابت ہوئی۔ دو رات سے نیند بھی کم آرہی ہے۔ مولوی انعام الحسن ورفقاء کل صبح یا شام تک غالباً واپس آجائیں گے۔

اجتماع کے آخری دن بھوپال سے مولانا انعام الحسن صاحب کے ارسال کردہ گرامی نامہ کا ایک اقتباس جس میں اجتماع کی کارگذاری لکھی گئی ہے یہ ہے :

"الحمدللہ ہم سب بخیر ہیں، اجتماع کا ڈیڑھ دن گذر گیا۔ نفسِ اجتماع کے اعتبار سے تو بہت اچھا رہا۔ اور ذہن میں بات آجانے کے اعتبار سے بھی اچھا رہا لیکن چونکہ شہری عنصر ہے اور دیہاتی عنصر بہت کم ہے اس لیے اوقات ابھی تک بہت کم آئے ہیں۔ مولانا منظور صاحب آج ابھی ایک بجے پہنچے ہیں"[1]

مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے بھوپال سے دہلی پہونچ کر حضرت شیخ رح کو جو مکتوب ارسال فرمایا اسمیں اجتماع کے احوال و کیفیات اس طرح لکھتے ہیں :

"بھوپال میں الحمدللہ سب کی رائے میں اب کا اجتماع ایک امتیازی حیثیت رکھتا تھا جس میں مجمع کی کثرت کے ساتھ دلچسپی اور دل جمعی رہی، انتشار نہیں تھا اور تماشائی بھی نہیں تھا۔ جماعتیں پچیس تو چلہ والی اور بیس پیدل والی تھیں اس کے علاوہ ہفتہ عشرہ اور تین دن والی کثیر جماعات تھیں جنھیں تحریر نہیں کیا گیا"

(اقتباس مکتوب محررہ ۱۴ ربیع الاول۔ ۲ر دسمبر)

۱۸ ربیع الثانی (۱۵ر دسمبر) بدھ میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں سہارنپور تشریف لائے اور اجتماع بھوپال کی تفصیلات گوش گذار کیں — مولانا حبیب ریحان صاحب ندوی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

اجتماع بھوپال منعقدہ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

۱۵، ۱۶، ۱۷ جمادی الاولےٰ ۱۳۷۵ھ مطابق ۳۱ر دسمبر

یکم و دو جنوری ۵۵ء شنبہ، یک شنبہ، دوشنبہ میں منعقد ہونے والے سالانہ اجتماع میں ہر دو حضرات مولانا محمد یوسف صاحب و مولانا محمد انعام الحسن صاحب تشریف لے گئے۔ ۱۴ جمادی الاولیٰ جمعہ کی شام کو دہلی سے روانگی ہوئی اور حسب تحریر حضرت شیخ :

"اسی دن مولانا محمد یوسف صاحب کی اہلیہ کا آنکھ کا آپریشن بھی تھا۔ آپریشن کرا کر فوراً بھوپال کے لیے روانہ ہو گئے۔ اور بدھ کی صبح میں بھوپال سے واپس آئے"

[1] اقتباس مکتوب محررہ ۲۹ نومبر ۱۹۵۴ء

مولانا حبیب ریحان صاحب ندوی کے قلم سے نشان منزل بھوپال نے اس اجتماع کی تفصیلات تین صفحات میں شائع کی تھیں. راقم سطور کے پیش نظر چونکہ زمانہ قدیم کی دعوت وتبلیغ کا ایک واضح نقشہ پیش کرنا ہے اس لیے یہاں یہ تفصیلات (قدرے اختصار وتلخیص کے ساتھ) پیش کی جاتی ہیں،

"جب خدائے عزوجل کی رحمت بے پایاں کسی طرف متوجہ ہوتی ہے تو اس کے آثار خود بخود ظاہر ہونے لگتے ہیں، بارش سے پہلے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں اور پرکیف فضائیں بھی کیا ایسی ہیں کہ ان کی کچھ زیادہ تشریح کی جائے. بالکل اسی طرح جب اجتماع سالانہ تاج المساجد میں ہونے والا ہوتا ہے تو ان برکتوں، رحمتوں اور غیبی تائیدوں کے سوا جو عین اجتماع کے دوران ہوتی ہیں دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ مہینہ بھر پہلے سے ان انوار وبرکات کا ظہور ہونے لگتا ہے، اللہ کی راہ کے جانباز سپاہی تاج المساجد کے وسیع وعریض علاقے میں جا بجا نظر آرہے ہیں. اجتماع کی تیاری میں مصروف اور آنے والے مہمانوں کے انتظام واہتمام میں لگے ہوئے ہیں. گرد وغبار اپنے جسموں پر اوڑھ رہے ہیں اور تصور یہ ہے کہ اللہ کی راہ کا غبار اور دوزخ کا دھواں ایک ساتھ جمع نہ ہوں گے.

اسی طرح بھوپال کے علاقوں میں جماعتوں کی آمد ورفت میں کسی قدر زیادتی ہو جاتی ہے. یوں کہیے کہ اجتماع سالانہ دینی کام میں روح ڈالنے والا اور تبلیغی کام کے چراغ میں تیل کا اضافہ کرنے والا ہوتا ہے. ایسے اہم مقاصد کو لے کر آنے والے ۳۰ر دسمبر کو عصر کے وقت تک ہزاروں کی تعداد میں آچکے تھے. مالک کا کرم شامل حال نہیں تو اور کیا ہے کہ وہی خدا کا گھر جس میں نمازیوں کی تعداد صرف سو، پچاس ہوا کرتی تھی اب نماز کی صفیں مسجد کی وسیع عمارت سے نکل کر آدھے صحن تک قائم ہیں اور ایک اللہ کی عبادت کرنے والے ایک مالک کے سارے بندے، ایک آقا کے سب غلام، ایک خالق کی ساری مخلوق، اس ایک واکیلے آقا کے سامنے دست بستہ کھڑے سب کا منہ ایک کعبہ مقصود کی طرف، سب کا دھیان ایک مالک پر، سب کی حالت یکساں، سب کے سب محو دعا اور مصروف

التجا، سب کی مانگ اور پکار وہی آخرت کی سرخروئی، ایسی کامل مساوات کہ نہ کوئی شیخ نہ کوئی مغل ہے نہ کوئی پٹھان، نہ اونچے اور نیچے میں فرق، نہ امیر و غریب میں امتیاز، بلکہ سب کے سب لا الٰہ الا اللہ کے مقر ہیں

حضرت مولانا محمد عمران خاں صاحب نے عصر کے بعد ہی مجمع عام سے مختصر سا خطاب فرمایا، حمد و شکر کے کلمات ادا کیے، راہ میں کلفتیں اٹھانے والوں کی حوصلہ مندی پر دعائے خیر کی۔ چند قیمتی مشورے اور گذارش طالبان راہ حق کو دیں اور اس اجتماع کا بنیادی مقصد سمجھایا۔

صرف بیرون بھوپال کے افراد کی تعداد چار ہزار سے زائد تھی۔ ہر آمد اپنے ساتھ معنویت کی کتنی قدریں لا رہی تھی۔ اس کا اندازہ کون سا انجینئر کرے اور کون سے مقیاس سے کرے۔ یہ چار ہزار باہر سے آنے والے انسانیت کے لیے عملی ثبوت پیش کر رہے ہیں کہ دین کا کام اس قابل ہے کہ اس کے لیے تھکا جائے، روپیہ پیسہ خرچ کیا جائے۔ اس عزم کے ساتھ علاقہ بھوپال سے آنے والی جماعتوں کی تعداد تینتالیس ہے اور بیرون بھوپال سے آنیوالی جماعتوں کی تعداد ۱۱۲ ہے

۳۱ دسمبر کی صبح اجتماع کے آغاز کی صبح ہے۔ نماز فجر کے بعد مولانا رحمت اللہ صاحب نے تبلیغی بات سمجھانی شروع کی۔ ناشتہ وغیرہ سے فراغت کے بعد خصوصی تعلیم ہوئی۔ یہ تعلیم و تدریس تبلیغ میں نکلنے والوں کے لیے بہت زیادہ ضروری ہے۔ یہ تعلیمی پروگرام ۹ بجے سے شروع ہو کر ۱۱ بجے تک ہوا۔ کھانے سے فراغت اور کچھ دیر آرام کے بعد سارے آنے والوں نے نماز ظہر ادا کی۔ نماز کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مسند خطابت پر جلوہ افروز ہوئے۔ دو گھنٹہ کی مفصل بات کا خلاصہ یہ تھا کہ کامیابی والی راہ اختیار کرو، اور ناکامی والی راہ کو چھوڑو۔ اللہ والی زندگی گذارو، غیر اللہ والی زندگی اور من چاہا طریقۂ حیات چھوڑو۔ اللہ کے بتائے ہوئے صراط مستقیم میں ابدی فلاح ہے عصر کے وقت تقریر ختم ہوئی۔ اور پسیجے ہوئے دل والے سارے انسانوں نے آپ کے سامنے

گردن جھکادی۔

بعد نماز مغرب مولانا جمیل صاحب حیدرآبادی نے مختصر سا خطاب فرمایا، پھر مولانا عبیداللہ صاحب نے تبلیغی بات کہی، بات ایک ہی تھی لاالٰہ الا اللہ کی، لیکن انداز بیان مختلف تھے، عشاء کی نماز ۹½ بجے ہوئی اور نماز کے سکھانے کا طویل پروگرام شروع ہوا۔ جو ساڑھے بارہ بجے ختم ہوا، چار ہزار افراد کو کھانا کھلانے کا اہم کام جس حسن وخوبی سے انجام پاجاتا ہے۔ اس پر تنظیمیں قابل مبارک باد ہیں۔ یہ بھی دراصل اجتماع کی برکتوں میں سے ایک مشاہد برکت ہے۔

اجتماع کے دوسرے دن یکم جنوری ۵۶ء کو بعد نماز فجر مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنی طولانی تقریر میں کلمۂ طیبہ کی بے شمار عظمتوں کو اجاگر کیا۔ ناشتہ اور تعلیمی پروگرام، کھانے اور نماز ظہر کے بعد حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے تقریر فرمائی، بعد نماز مغرب حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح فرمائی اور بتایا کہ رسالت کا کیا مقام ہے نبوت والے کام کی کیا تاثیرات ہیں۔ سارے انبیاء نے اپنے اپنے علاقوں میں کس طرح ایمانی زندگی کو رائج کیا، دعوت کی راہ میں کیسی کیسی تکلیفیں اٹھائیں.

اجتماع کا تیسرا اور آخری دن : بعد نماز فجر مولانا منظور صاحب نعمانی نے مختصر سا درس دیا. ناشتہ وغیرہ سے فراغت کے بعد جماعتوں کی تشکیل ہونے لگی اور دن بھر یہی کام ہوتا رہا، افراد اپنے اپنے عزم وارادوں کے ساتھ نام پیش کرتے تھے، معلوم ایسا ہو رہا تھا کہ یہ نام کاغذ پر لکھے جارہے ہیں لیکن حقیقت اس میں یہ بھی پوشیدہ تھی کہ یہ نام اللہ کے دربار میں رضامندی والوں کی فہرست میں درج ہو رہے تھے۔

نسبت نبوی سے قائم کیے ہوئے اس اجتماع میں کل شرکت کرنے والوں کی تعداد بعض اوقات پچیس ہزار تک پہونچ جاتی تھی۔ جلسہ کی معنوی کامیابی یہ ہے کہ اس دعوت والی آواز پر الحمدللہ چھ سو سے زائد افراد نے اپنے نام پیش کیے، ان

میں سے چلہ، دو چلہ اور تین چلہ والوں کی تعداد تقریباً نصف سے زائد ہے۔ بعد نماز مغرب حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے تقریر فرمائی۔ نکلنے والوں کو عملی ہدایات دیں، تبلیغ دین کے طریقے بتائے، اور یہ بتایا کہ یہ نبوت والا راستہ ہے اس میں قدم قدم پر احتیاط کی ضرورت ہے۔ بعد میں مولانا نے اثر میں ڈوبی ہوئی دعا فرمائی اور جماعتیں رخصت ہوئیں۔

ایک دس آدمیوں کی جماعت افریقہ کے لیے تیار ہوئی اور ایک پندرہ نفر کی جماعت عمرہ کے لیے آمادہ ہوئی۔"[1]

اجتماع بھوپال منعقدہ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ

امسال بھوپال کا سالانہ اجتماع ۱۳ تا ۱۵ر جمادی الاولیٰ مطابق ۱۶تا۱۸ر دسمبر ۱۹۵۶ء اتوار، پیر، منگل میں منعقد ہوا۔ مولانا محمد یوسف صاحب مولانا محمد انعام الحسن صاحب وغیرہ مع دیگر تبلیغی احباب اس اجتماع میں شرکت کے لیے ۱۲ر جمادی الاول میں دہلی سے بھوپال کے لیے روانہ ہوئے۔ لکھنو سے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور مولانا محمد منظور صاحب نے بھی اجتماع میں شرکت فرمائی۔

مولانا محمد اویس صاحب ندوی نگرامی جو اس اجتماع میں موجود تھے۔ اپنے تاثرات وجذبات اس طرح تحریر کرتے ہیں:

"تبلیغی اجتماعات میں شرکت بہت کم ہو رہی ہے۔ مولانا عمران خاں صاحب کا کئی سال سے شدید اصرار تھا اور اس مرتبہ تو انہوں نے تار دے کر بلایا اس لیے جانا ہوا۔ اور یہ جانا اچھا ہی ہوا۔

محض دین کے نام پر ہندوستان کے تمام اطراف وجوانب کا ایسا شاندار اجتماع غالباً کم دیکھنے میں آیا ہوگا۔

مجھ پر اس اجتماع کی شرکت سے خاص اثر یہ ہوا کہ بحمد للہ مسلمانوں میں

---

[1] نشان منزل بھوپال مورخہ ۱۵ر جنوری ۱۹۵۶ء

جان باقی ہے اور کام کرنے والے اگر اخلاص اور صحیح طریق کار کو اختیار کریں تو انشاء اللہ ناکامی کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

جناب مولانا یوسف صاحب (نظام الدین دہلی) نے زیادہ تر خطاب فرمایا۔ ان کی تقریروں کا اصل رخ اصلاح کی طرف تھا۔ اپنی دعوت کو بھی وہ اسی انداز سے پیش کرتے تھے۔ اس کا اثر میں نے یہ پایا کہ اتنا عظیم الشان مجمع جس مین عوام کے سوا۔ ایک بڑی تعداد تعلیم یافتہ طبقہ اور اعلیٰ تجارت پیشہ حضرات کی تھی، ان سب کو عمومی طور سے اپنی زندگی کی تعمیر کی طرف توجہ تھی اور اپنی قوت تنقید کو دوسروں پر صرف کرنے کے بجائے وہ اپنے پر خرچ کرنا پسند کرتے تھے، ماشاء اللہ تین دن تک تاج المساجد ایک اسلامی طرز کے شہر کا نمونہ بنی ہوئی تھی، دن کو مواعظ کا سلسلہ اور آخر شب سے تہجد، تلاوت قرآن اور ذکر کے مشاغل رہا کرتے تھے۔ کئی صاحبوں کی بڑی بڑی رقمیں جیب سے گر گئیں۔ پانے والوں نے مولانا عمران خاں صاحب کے پاس لاکر جمع کر دیں اور تحقیق کے بعد اصل مالک کو وہ رقمیں مل گئیں۔ اتنے بڑے مجمع میں یہ معمولی بات نہ تھی۔

مولانا محمد یوسف صاحب سے بھی گفتگو رہی، بڑی خوشی ہوئی کہ ان دعوتی مشاغل کے باوجود ان کے علمی ذوق تحقیق میں کوئی فرق نہیں تھا ــــ بحمد للہ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ قائم ہے۔ اس سفر میں بھی امام بخاری رح کی تاریخ ساتھ تھی۔

بھوپال کا یہ اجتماع اپنی جائے وقوع کی وجہ سے جنوبی ہند اور شمالی ہند کے مسلمانوں کا مرکز بن جاتا ہے اور اہل بھوپال ہی کی یہ ہمت ہے کہ پوری عزیمت کے ساتھ اجتماع سالانہ اور فراخ دلی کے ساتھ اتنے بڑے مجمع کی راحت وآرام کا پورے خوش سلیقی کے ساتھ انتظام کرتے ہیں۔ منتظمین اجتماع کا باہمی تعاون اور مہمانوں کے ساتھ تواضع وانکساری کے عجیب مناظر بار بار

سامنے آتے رہے ہمارے مولانا عمران خاں صاحب کی قوت عمل کا یہاں بہترین مظاہرہ ہوتا ہے۔"[1]

اس اجتماع میں بمبئی، کلکتہ، مدراس، گجرات، حیدرآباد، دہلی وغیرہ سے کئی ہزار افراد نے شرکت کی، جو لوگ مختلف علاقوں اور صوبوں کے لیے چلہ یا تین چلہ والی جماعت میں نکلے ان کی تعداد دو ہزار ایک سو تھی۔

۷ارجمادی الاولیٰ دوشنبہ کی صبح میں مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب دہلی واپس تشریف لے آئے اور اگلے دن مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی بھوپال سے سہارنپور حضرت شیخ کی خدمت میں پہونچے اور ہونے والے اجتماع کی تفصیلات سنا کر مولانا ندوی اسی دن شام کو پاکستان اور مولانا نعمانی دیوبند روانہ ہو گئے۔

اجتماع بھوپال منعقدہ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ

۱۳، ۱۴، ۱۵ر جمادی الثانی مطابق ۵، ۶، ۷ر جنوری ۱۹۵۷ء میں

اس سال تاج المساجد بھوپال کا سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ حرمین شریفین کی ایک جماعت فرانس کے تین حضرات اور مصر کے دو عالم بھی اس اجتماع میں شریک تھے۔ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ سے بھی ۵۰ طلباء کی ایک بڑی جماعت نے شرکت کی۔

اجتماع کے پہلے دن مولانا محمد یوسف صاحب کی تقریر ہوئی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ حقائق وہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام لائے ہیں' انبیاء کے علاوہ جو کچھ فلاسفہ اور حکماء لائے ہیں یا انسانی دماغ سوچتا ہے وہ سب دھوکہ ہے اس میں اکثر اوقات خطا ہو جاتی ہے۔ سب سے بڑی طاقت اللہ کی طاقت ہے۔

بعد ظہر مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی کی مجمع عام میں اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی مسلم یونیورسٹی سے آنے والے طلبہ اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں بات ہوئی۔ بعد نماز

---

[1] نشان منزل بھوپال یکم مارچ ۱۹۵۶ء

مغرب شیخ عبد المنعم النمر اور شیخ عبد العال عتبادی مصری کی تقریریں ہوئیں۔
اجتماع کے تیسرے دن بعد نماز فجر مولانا محمد یوسف صاحب کا بیان تھا آپ نے سورۂ اخلاص تلاوت فرماکر اس کی تشریح اور توضیح فرمائی۔ اور خدائے واحد کی وحدانیت پر پُرزور دعوت دی اور پھر دعا کرکے جماعتوں کو رخصت کیا۔

اس اجتماع سے ایک ہزار سے زائد افراد تین چلہ، ایک چلہ اور کم وبیش اوقات کے لیے نکلے۔ نیز مدراس، بمبئی، اندور اور دہلی کے لیے سات جماعتیں پیدل اور ایک جماعت بحرین کے راستہ سے حرمین شریفین روانہ ہوئی۔ مجمع تقریباً پچیس تیس ہزار کے درمیان تھا۔

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے بھوپال ـــــ روانہ ہوتے وقت اسٹیشن سے جو مکتوب حضرت شیخ رح کو تحریر فرمایا تھا اس میں دعاؤں کی درخواست ان الفاظ کے ساتھ فرماتے ہیں:

"اس وقت ۵ بجے نئی دہلی اسٹیشن سے یہ عریضہ تحریر ہے اسی وقت بھوپال جارہے ہیں برادرم مولوی مصباح، مولوی عبید اللہ اور بندہ اس مرتبہ ساتھ ہیں، عزیزم ہارون بھی ساتھ ہے، دعاؤں کی خصوصی درخواست ہے اللہ جل شانہٗ اس سفر کو ہمارے لیے اور ایک عالم کے لیے مرنے کے بعد آنے والی زندگی میں سرخرو ہونے کی صورت فرمادیں اور مابعد الموت کے لیے اس نقل وحرکت کو قبول فرمادیں۔ انتہائی دعاؤں کی لجاجت کے ساتھ ـــ درخواست ہے کہ اس سفر میں مختلف طبقات اور مختلف سمتوں سے کثرت سے آمد کی اطلاعات ہیں اس لیے خصوصی توجہات کی درخواست ہے۔"

(اقتباس مکتوب محررہ ۱۳؍جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ)

۱۹؍جمادی الثانی (۱۱؍جنوری ۱۹۵۸ء) میں یہ قافلہ دعوت وعزیمت بخیر وعافیت دہلی واپس پہنچا مولانا انعام الحسن صاحب نے دہلی بخیر رسی پر جو مکتوب حضرت شیخ رح کو لکھا تھا اس میں اجتماع سے متعلق چند سطور یہ ہیں:

"اجتماع الحمد للہ خیر وخوبی کے ساتھ گذر گیا، اس مرتبہ مولانا عمران خان

صاحب نے ایک روز زائد قیام پر اتنا اصرار کیا کہ قیام کے بغیر چارہ نہ بن پڑا اسلئے بجائے چہارشنبہ کے پنج شنبہ کی شام کو روانہ ہو کر جمعہ کی صبح کو دہلی پہونچے۔ اجتماع اس مرتبہ سابقہ اجتماعات سے ممتاز رہا۔"

(مکتوب محررہ ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ)

اجتماع بھوپال منعقدہ جمادی الثانی ۱۳۷۸ھ

اس سال بروز اتوار، پیر، منگل ۲۴، ۲۵، ۲۶ رجمادی الثانی (۵، ۶، ۷ رجنوری ۱۹۵۹ء) میں یہ اجتماع منعقد ہوا۔

تاج المساجد میں ہونے والے اس اجتماع کو بھرپور طریقہ سے کامیاب بنانے کے لیے ۱۲ راکتوبر ۱۹۵۸ء میں مسجد شکور خاں میں ایک اہم اجتماع کیا گیا، نظام الدین سے بھی بعض خواص قدیمی رفقاء نے شرکت کی۔ ترکی کے ایک عالم و بزرگ شیخ محب اللہ صاحب، نیز مولانا عمران خاں صاحب، مولانا وجدی الحسینی (قاضی شہر بھوپال) نے بھی بہت اہم دعوتی بیانات اس موقع پر کیے۔ اس اجتماع میں ذمہ دار احباب نے یہ بھی طے کیا کہ بھوپال کے اطراف میں مختلف اجتماعات کر کے عوام کا اللہ کے راستہ میں نکلنے کا ماحول اور مزاج بنایا جائے۔ چنانچہ کھرگون، سرونج، ساگر وغیرہ مختلف مقامات پر ذیلی اجتماعات کے ذریعہ جماعتوں نے بڑی محنت وجدوجہد کی، اور لوگوں کو اجتماع میں شرکت اور وہاں سے جماعتوں میں نکلنے پر ترغیب دی۔

مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا محمد انعام الحسن صاحب، مولانا عبید اللہ صاحب اور مولانا محمد ہارون صاحب وغیرہ اس اجتماع میں شرکت کے لیے اکیس جمادی الثانی (۲ راکتوبر) کی شام کو دہلی سے بھوپال روانہ ہوئے۔ روانگی سے دو یوم قبل اپنے قدیمی معمول کے مطابق مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے حضرت شیخ رح اور ان کے توسط سے حضرت اقدس رائے پوری سے اجتماع کی کامیابی کے لیے دعاؤں کی درخواست پر مشتمل ایک خط بھی تحریر فرمایا تھا۔ جمعیت علماء ہند کے ذمہ دار حضرات مولانا عتیق الرحمان صاحب، مولانا محمد میاں صاحب، مولانا حفظ الرحمن صاحب نے بھی اس اجتماع میں شرکت فرمائی۔

یہاں ماہنامہ نشان منزل بھوپال سے اس اجتماع کی تفصیلات اور آنکھوں دیکھا حال

پیش کیا جاتا ہے۔

جناب ابوالمرغوب صاحب علوی لکھتے ہیں،

"اجتماع ۵ جنوری سے شروع ہونے والا تھا لیکن ہفتوں پہلے جماعتوں کی آمد شروع ہوگئی تھی، اور چونکہ ۳، ۴ جنوری کو کھر گون میں بھی اجتماع ہونے والا تھا اس لیے دو تین دن قبل ہی دہلی، میوات اور دوسرے علاقوں سے جماعتیں آنا شروع ہوگئی تھیں۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ العالی اپنے رفقاء کے ہمراہ ۳ جنوری کی صبح ہی کو تشریف لے آئے تھے اور اسی روز کھر گون کے لیے مع اپنے رفقاء اور حضرت مولانا محمد عمران خاں صاحب اور دیگر بھوپال کے کارکنوں کے ہمراہ روانہ ہوگئے۔ ۴ جنوری کی شام کو وہاں سے واپسی ہوئی۔ اس وقت تک بیرون بھوپال کی جماعتوں سے تاج المساجد کا اندرونی حصہ اور صحن مسجد باوجود اپنی کشادگی کے کھچا کھچ بھر چکا تھا۔ اس اجتماع میں علاوہ حضرت مولانا یوسف صاحب، حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی، مولانا انعام الحسن صاحب، مولانا عبیداللہ صاحب، مولانا حسن خاں صاحب، مولانا نور محمد صاحب، منشی اللہ دتا صاحب، قاری ظہیر صاحب، مولانا محمد عمر صاحب، حافظ محمد سلیمان صاحب، قاضی عبدالوہاب صاحب اور دیگر علماء مشائخ کے جو ہر سال شرکت فرماتے رہتے تھے۔ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ناظم اعلےٰ جمعیۃ علماء ہند، حضرت مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند، حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب ناظم ندوۃ المصنفین دہلی۔ جناب شیخ محب اللہ صاحب ترکی، جناب حاجی ابراہیم حاجی اسحاق صاحب ممباسا (ایسٹ افریقہ) نے بھی شرکت فرمائی۔ حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحب مولانا محمد میاں صاحب اور مفتی عتیق الرحمان صاحب نے مختلف اوقات میں مجمع کو مخاطب فرمایا اور تبلیغ کی افادیت ضرورت اور اس کے اصولوں پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ سیلون کی جماعت نے بھی جو ۱۱ نفر پر مشتمل تھی دور دراز

سے سفر اختیار کر کے اس اجتماع میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

۵ جنوری کو بعد نماز فجر جلسہ کا افتتاح قرآن پاک کی تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد قاری ظہیر صاحب نے اس اجتماع کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی۔ اور شرکاء جلسہ کو مشورہ دیا کہ چونکہ یہ تین شبانہ روز ہم نے اللہ کے دین کے لیے وقف کر دیئے ہیں اس لیے ان اوقات کو خصوصی طور پر بہت احتیاط سے گذاریں اور اللہ کی امانت سمجھ کر صرف کریں۔

قاری ظہیر صاحب کی مختصر تقریر کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنے خصوصی ودل نشین انداز میں مجمع کو مخاطب فرمایا۔ اس تقریر کے بعد سامعین کو ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے لیے وقت دیا گیا۔ بعدہ تمام مجمع کو مختلف جماعتوں میں تقسیم کر دیا گیا اور پرانے کارکنان نے کتابی تعلیم دی تعلیم کے بعد کھانے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ اور بعد نماز ظہر مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری نے دعوتی تقریر فرمائی۔

تین شبانہ روز تک یہی تعلیم وتدریس۔ ذکر وفکر، اجتماعی تقاریر، اور ذیلی تقاریر کا سلسلہ جاری رہا اور مختلف اوقات میں علمائے کرام اپنے پند ونصائح سے مستفید فرماتے رہے۔

اس اجتماع کی خصوصیت اس سال یہ بھی رہی کہ انتہائی سادگی سے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چار نکاح بھی تاج المساجد ہی میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے پڑھائے اور دولہاؤں نے دین کی احیاء وبقاء اور خود دین سیکھنے کے لیے چلے دینے کا بھی وعدہ کیا۔

۷ جنوری کی صبح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے الوداعی تقریر فرمائی اور جماعتوں کو ہدایات دیں۔ یہ تقریر اور اس کے بعد کی دعا اس قدر ولولہ خیز اور دلوں کو ملا دینے والی تھی کہ دعا کے وقت جو تقریباً آدھے گھنٹے تک جاری رہی، دعا مانگنے والوں کی رقت اور خشوع وخضوع کا یہ عالم تھا کہ چیخیں مار مار کر

رو رہے تھے اور اپنے مالک سے اپنے گناہوں، خطاؤں اور قصوروں کی معافی مانگ رہے تھے اور اس کام کی کامیابی کے لیے اپنے رب کے سامنے ہاتھ پھیلا کر اور گڑگڑا کر التجا کر رہے تھے۔ دعا کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے ان تمام حضرات کو جنھوں نے مختلف علاقوں میں جماعتوں کے ہمراہ جانے کے لیے اپنی جان و مال کی قربانیاں، چلے اور چلوں کی شکل میں پیش کی تھیں، مبارکباد دی اور رخصتی مصافحہ فرمایا۔

چونکہ اس سال خواتین کو اس اجتماع سے مستفید ہونے کا موقع نہ مل سکا تھا اس لیے حضرت مولانا محمد عمران خاں صاحب ندوی کے اصرار پر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اور ان کے رفقا، ایک روز مزید قیام کے لیے تیار ہو گئے اور ۸؍ جنوری کی صبح کو حضرت جی نے تاج المساجد ہی میں خواتین کے مخصوص اجتماع کو خطاب فرمایا اور ان کو دین کے اس اہم بالشان کام میں شرکت کی راہ بتائی۔

اس اجتماع میں بیرون بھوپال سے شرکاء کی تعداد دس پندرہ ہزار کے قریب تھی اور بیانات کے اوقات میں کل شرکاء کی تعداد ۳۰۔۴۰ ہزار کے درمیان تھی۔ اس اجتماع سے اڑیسہ، مدراس، کلکتہ، بمبئی، دہلی اور دیگر مقامات کے لیے پیدل اور سواریوں پر جماعتیں روانہ ہوئیں۔ جانے والوں کی تعداد ڈیڑھ ہزار کے قریب تھی۔"[1]

اس سال پہلی مرتبہ اجتماع میں مجلس نکاح کا انعقاد ہوا اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے چار نکاح پڑھائے، اس کے بعد سے یہ مجلس باضابطہ اجتماع کے دوسرے دن بعد نماز عصر منعقد ہوتی آرہی ہے۔

نیز گذشتہ سالوں سے دستور چلا آرہا تھا کہ شرکائے اجتماع سے دونوں وقت طعام

---

[1] نشان منزل بھوپال مورخہ ۱۵؍ جنوری ۱۹۵۹ء۔

کے پیسے لے کر ان کے لیے کھانے کا نظم اجتماع کے منتظمین کیا کرتے تھے لیکن ہر سال مجمع میں غیر معمولی اضافہ ہونے کے باعث اس سال پہلی مرتبہ اجتماع گاہ کے اطراف میں کھانے کے ہوٹل لگائے گئے اور نظم طعام کا یہ قدیم دستور ختم کر دیا گیا۔

۲۷ جمادی الثانی (۸ جنوری ۱۹۵۹ء) میں یہ حضرات بھوپال سے روانہ ہو کر اگلے دن صبح دہلی واپس پہونچے۔

نظام الدین دہلی پہونچ کر اجتماع کی کارگزاری اور تفصیلات پر مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے جو مکتوب حضرت شیخ رح کو تحریر فرمایا۔ وہ یہ ہے:

"مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ آج صبح ۶ بجے بخیر و عافیت حضرت نظام الدین آ گئے اللہ کے فضل سے جلسہ بخیر انجام کو پہونچا۔ حضرات جمعیۃ بھی خوش و خرم اور متاثر روانہ ہوئے۔ مولانا حفظ الرحمٰن تو بدھ کی صبح کو ناگپور روانہ ہو گئے۔ اور مولانا محمد میاں اور مفتی عتیق الرحمان اسی وقت دہلی کو روانہ ہوئے۔

ہم لوگ آج جمعہ کی صبح کو واپس پہونچے، کل دن میں وہاں پر مستورات کا اجتماع تھا جس میں آٹھ ہزار کا اندازہ مستورات کا بتایا جاتا ہے۔ پردہ کا نظم ایسا تھا کہ عورتوں کی آمد و رفت اور ان کے مجمع کا کوئی پتہ نہیں چلا سکتا تھا۔

بخدمت حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ سلام مسنون کے بعد استدعاء دعوات والد صاحب مدظلہٗ کی خدمت میں بھی سلام مسنون۔ والسلام

محمد انعام الحسن غفرلہٗ جمعہ، (۲۸ جمادی الثانی ۱۳۷۸ھ)

اجتماع بھوپال منعقدہ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ

بھوپال ایک اسلامی ریاست و سلطنت تھی لیکن جب حالات نے کروٹ لی تو اس کا اسلامی کردار ختم ہو گیا۔ اور وہ آزاد ہندوستان کے ایک صوبہ مدھیہ پردیش کی راجدھانی بن گیا۔ ہجری سال کے مطابق شعبان ۱۳۶۸ھ اور عیسوی سال کے حساب سے

جون ۱۹۴۹ء میں یہ انقلاب وہاں برپا ہوا تھا. حالات کے اعتبار سے یہاں کفر کے تیور کبھی نرم ہوئے اور کبھی گرم ہوئے لیکن اس سال (۱۳۷۹ھ میں) جب یہاں بھیانک اور خطرناک فساد ہوا تو تبلیغی اجتماع کے بارے میں مخلص اہل تعلق کو فکر ہوا کہ بدلتے ہوئے حالات میں اس کو باقی رکھا جائے. یا کچھ عرصہ کے لیے ملتوی کر دیا جائے. بعض احباب کو اجتماع کرنے میں کچھ خدشات و خطرات تھے لیکن مولانا محمد عمران خاں صاحب اور دیگر دعوتی احباب کی پختہ رائے تھی کہ اگر یہ سلسلہ ایک مرتبہ ختم ہو گیا تو از سر نو اس کو شروع کرنے میں مختلف انداز کی دقتیں اور رکاوٹیں سامنے آسکتی ہیں. آخری فیصلہ چونکہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اور مولانا محمد یوسف صاحب و مولانا محمد انعام الحسن صاحب کو ہی کرنا تھا اس لیے مولانا محمد عمران صاحب نے اس کے لیے دہلی و سہارنپور کا سفر فرمایا. اس سے آگے کی تفصیل حضرت شیخ کے روزنامچہ سے پڑھئے، تحریر فرماتے ہیں

"مولوی عمران صاحب نظام الدین اپنے سالانہ جلسے کی حسب معمول تاریخ کی تعیین کے لیے آئے تھے' مولانا محمد یوسف صاحب نے امسال کے فسادات عظیمہ اور مسلمانوں پر پولیس کے خصوصی مظالم کے تحت شوریٰ کا زکریا پر توقف رکھ دیا' اس لیے موصوف (۲۵ محرم ۱۳۷۹ھ - ۲ اگست ۱۹۵۹ء) یکشنبہ کی ظہر میں آکر شریک ہوئے. اور دوشنبہ کی ظہر کے بعد واپس ہوئے. آمد و رفت لاری سے ہوئی. موصوف آخر دسمبر کی تعیین کر گئے کہ امسال اگر بند کر دیا گیا تو آئندہ ضرور مشکلات ہوں گی."

طے شدہ تاریخ کے مطابق شنبہ ۲۵ جمادی الثانی (۲۶ دسمبر ۱۹۵۹ء) میں مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا محمد انعام الحسن صاحب، مولانا عبید اللہ صاحب ایک بڑے قافلہ کے ساتھ ٹرین سے بھوپال روانہ ہوئے.

۲۶، ۲۷، ۲۸ جمادی الثانی اتوار، پیر، منگل مطابق ۲۷، ۲۸، ۲۹ دسمبر اجتماع سالانہ کی تواریخ تھیں. تاریخ انعقاد سے دو ہفتہ قبل جناب الحاج منشی اللہ دتہ صاحب ایک جماعت کے ساتھ دہلی سے بھوپال آ گئے تھے. ان حضرات کی آمد سے اجتماعی ترتیب اور سماعتی نظم و انتظام

میں کافی سہولت ہوئی۔

اجتماع کے پہلے دن بعد نماز مغرب شیخ رشید فارسی (مکی) کا عربی میں مفصل بیان ہوا جس کی اردو ترجمانی مولانا عبیداللہ صاحب نے کی بعد ازاں مولانا محمد یوسف صاحب کی تقریر ہوئی، جس کا موضوع انسان کی کامیابی اور اس کی ناکامی تھی۔

دوسرے دن بعد نماز فجر مولانا محمد یوسف صاحب کا پھر بیان ہوا۔ اس مرتبہ آپ نے اپنی تقریر میں انسان کے جسمانی و روحانی نظام پر اچھے برے نتائج کا مرتب ہونا واضح کیا۔ بعد مغرب مولانا محمد عمران خاں صاحب اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی تقاریر ہوئیں جس میں دعوت کے اصول وآداب بتلائے گئے۔

تیسرے دن بعد نماز فجر مولانا محمد یوسف صاحب نے جماعتوں کی روانگی کے اصول و آداب بیان فرماکر جماعتیں روانہ کیں۔ روانگی کا مصافحہ آپ نے اور شیخ رشید فارسی نے مشترکہ طور پر کیا۔

امسال شرکاء اجتماع کا اندازہ ۴۰-۴۵ ہزار کے درمیان تھا۔ اکیانوے جماعتیں جن میں بارہ سو افراد تھے راہ خدا میں نکلیں، جاپان، ترکی، سری لنکا، پاکستان اور سعودی عرب کی جماعتوں نے اچھی مقدار میں شرکت کی۔

اجتماع سے فراغت کے بعد ۳۰ر دسمبر بدھ کی صبح میں خواتین کا اجتماع رکھا گیا، شام تک اس سے فارغ ہوکر دہلی کے لیے روانہ ہوئے اور جمعرات کی صبح میں بخیر وعافیت مرکز دہلی مراجعت فرمائی۔

اجتماع بھوپال منعقدہ رجب ۱۳۸۰ھ

۶، ۷، ۸ر رجب، ۲۶، ۲۷، ۲۸ر دسمبر ۱۹۶۰ء دوشنبہ، سہ شنبہ، چہار شنبہ میں منعقد ہونے والے اس سالانہ اجتماع میں شرکت کے لیے مولانا محمد یوسف صاحب مولانا محمد انعام الحسن صاحب ۵ر رجب یکشنبہ میں دہلی سے بھوپال کے لیے روانہ ہوئے۔

مولانا محمد یعقوب صاحب ندوی استاذ دارالعلوم بھوپال اجتماع کے تینوں دن کی رپورٹ اس طرح مرتب کرتے ہیں:

- "پہلے دن ۲۶ر دسمبر بعد نماز فجر مولانا رحمت اللہ صاحب کا افتتاحی بیان ہوا جس میں موصوف نے آنے والوں کو صبر و ضبط اوقات کی پابندی اس کی حفاظت اور انتفاع کی تلقین کی۔ اس کے بعد ناشتہ اور دیگر ضروریات سے فراغت کے لیے ۱½ گھنٹے کا وقفہ ہوا۔ اس اثنا میں ان تمام حضرات کو مجتمع کیا گیا۔ جو خصوصی تعلیمی حلقوں میں شامل تھے تاکہ ان کے سامنے تعلیم کا موضوع اور اس کے مقصود کی وضاحت کردی جائے اور وہ صحیح اصول اور ضابطے سے تعلیمی ذمہ داریوں کو پورا کرسکیں" اس کے معاً ٹھیک دس بجے تعلیمی حلقے شروع ہوگئے جس میں خدائے تعالیٰ کے احکام بجالانے کے اقرار کے بعد مسلمانوں پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کیا گیا۔ نماز کی حقیقت اس کی فرضیت نیز قرآن مجید کی فضیلت و اہمیت بیان کی گئی۔

خصوصی حلقوں کے معاً بعد ایک بڑا عمومی حلقہ ہوا، جس میں مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری نے ایمان و یقین کی وضاحت قرآن و حدیث سے کرتے ہوئے۔ اس سلسلے میں صحابۂ کرام رضؓ کی جدوجہد و مشقت اور ان کے ایمان کی محبت و کیفیت کو بیان فرمایا۔

ظہر کی نماز سے فراغت کے بعد مولانا عبید اللہ صاحب کا بیان ہوا۔ موصوف کا بیان حیرت انگیز طور پر اثر انگیز ہوتا ہے ؎

بات سادہ ہی سہی لیکن حکیمانہ بھی ہے

کے مصداق سادہ کلمات اور سادہ جملوں میں امرت گھول دیتے ہیں آپ کا بیان عصر کے وقت تک جاری رہا۔ درمیان میں تشکیل بھی ہوئی اور ادھر منادیٔ حق نے ترانۂ حق سنا کر بندگانِ خدا کو عبادتِ ربانی کی خصوصی دعوت دی۔ اور لوگ جوق در جوق دعوتِ حق کو لبیک کہنے لگے۔

عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت ایک دوسرے سے تعارف اور

دیگر حوائج سے فراغت حاصل کرنے کے لیے تھا۔ مغرب کی نماز میں ــــ
تاج المساجد جیسی وسیع و عریض مسجد تنگ نظر آنے لگی سوز و گداز عشق الٰہی
اور محبت ربانی کے ماحول میں نماز ادا ہوئی۔

مغرب کی نماز کے بعد تلاوت قرآن پاک سے اجتماع کا آغاز ہوا۔ اور حضرت
مولانا محمد عمران خاں ندوی مدظلہ العالی نے تمام شرکائے اجتماع کو خصوصی
خطاب فرماتے ہوئے سب سے پہلے اجتماع کا مقصد و غایت اور اس میں
شرکت کرنے والوں کی ذمہ داری اور آداب مسجد کا لحاظ و پاسداری پر مخصوص
انداز و طرز بیان میں ہدایتیں فرمائیں۔

اس کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب زادت برکاتہم نے اپنے
مخصوص والہانہ جذب و کیف سے لبریز ایمان و یقین سے بھرپور انداز میں
اس طرح خطاب فرمایا۔

کامیابی و کامرانی کے لیے دو طریقے ہیں، ایک طریقہ مادی وسائل و
ذرائع کے ذریعہ سے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خدائے تعالےٰ جو تمام
وسائل کے تنہا مالک و متصرف ہیں۔ ان سے تعلق کو جوڑا جائے۔ عبودیت
و بندگی کے ذریعہ سے ان کی قربت و محبت حاصل کی جائے اور پھر جس
چیز کی ضرورت ہو، انھیں سے مانگ کر حاصل کر لی جائے یعنی دوسرا
طریقہ دعاء کا طریقہ ہے جس کو انبیاء کرام ؑ نے بندوں کو بتایا ہے اور خود بھی
اس کو اپنا کر دنیا و آخرت کی سب سے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔

آپ کا حقیقت افروز بیان تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا۔ تمام سامعین اور شرکاء
اجتماع بہت زیادہ متاثر نظر آرہے تھے کہ اسی حال میں تشکیل ہوئی اور بہت
سے بندگان خدا نے اپنے ارادوں اور فیصلوں کا اظہار کیا۔ اسکے بعد جلسہ دعا پر
ختم ہوا، اور معاً عشاء کی نماز ہوئی۔

استراحت کے لیے سونے سے پہلے شب بیداری کی تلقین کی گئی۔ اور

اس سلسلہ میں قرآن کریم اور احادیث پاک سے تہجد گذاری کے فضائل و مناقب اور اجور و برکات کی وضاحت کی گئی۔ چنانچہ آخر شب میں پوری مسجد میں سوز و گداز کے ساتھ تلاوت قرآن کریم کی آواز گونج رہی تھی۔ تہجد گذاری اور نماز و دعا میں فجر کی نماز کا وقت آگیا۔ اور اسی نمناک ایمان پرور ماحول میں فجر کی نماز بھی ادا ہوئی۔

دوسرے دن فجر کی نماز کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ کا بیان شروع ہوا۔ بیان کیا تھا، قلبی تاثرات، ایمانی احساسات، روحانی جذبات، خدا اور خدا کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ عشق و محبت، آپ کی دعوت و تبلیغ کے ساتھ ایک خود رفتہ رغبت و تعلق کی سچی اندرونی کیفیت تھی جو الفاظ و کلمات کی شکل میں ظاہر ہو رہی تھی۔

آج دن بھر دینی تبلیغی اور تعلیمی حلقے ہوتے رہے۔ مجمع بھی بڑھتا رہا۔

تیسرے دن مولانا محمد یوسف صاحب نے آخری تقریر فرمائی جس میں ایمان و یقین کی دعوت کے ساتھ نکلنے والوں کو بہت سی ہدایات و نصیحتیں فرمائیں اور کام کرنے کے طریقے بتلائے، اس کے بعد طویل دعا فرما کر جماعتوں کو رخصت کیا۔"

اجتماع بھوپال از ۱۳۸۱ھ تا ۱۳۸۴ھ

یہاں اختصار کے پیش نظر آئندہ سالوں میں ہونے والے چار اجتماعات کی تاریخیں اور مختصر معلومات پیش کی جاتی ہیں۔ ان چار اجتماعات میں مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے شرکت فرمائی ہے۔

۱:- اجتماع بھوپال منعقدہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ شعبان ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۱، ۲۲، ۲۳ جنوری ۱۹۶۲ء

اجتماع کے پہلے دن بعد مغرب مولانا محمد یوسف صاحب اور دوسرے دن بعد مغرب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا بیان ہوا۔ مولانا نعمانی نے اپنی تقریر میں اخلاق نبوی اپنانے پر زور دیا۔ کیوں کہ صحابہ کرام کی سیرت و کردار اور ان کی زندگیوں کی وجہ سے

ملکوں اور قوموں نے اپنا فیصلہ بدلا تھا اور مسلمان ہو گئے تھے۔

شرکا اجتماع کی تعداد بیس ہزار کے قریب تھی۔ بیرونی ممالک میں سے سعودی عرب سری لنکا، برما اور افریقہ کی جماعتوں نے اجتماع میں شرکت کی۔

۲۴ جنوری بدھ صبح نو بجے خواتین کا اجتماع تاج المساجد کے ایک حصہ میں ہوا مستورات کی آمد و رفت کے لیے صرف مشرقی جانب کا دروازہ متعین تھا مولانا محمد یوسف صاحب نے اس موقع پر تقریر فرمائی۔ اور مستورات کو بیعت کیا۔

۲:- اجتماع بھوپال منعقدہ ۲۴، ۲۵، ۲۶ شعبان ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۱، ۲۲، ۲۳ جنوری ۱۹۶۳ء پیر، منگل، بدھ۔ اس اجتماع سے دو یوم قبل ۲۲، ۲۳ شعبان مطابق ۱۹، ۲۰ جنوری میں تاجروں کا ایک اہم اجتماع بھوپال میں منعقد ہوا جس میں مختلف علاقوں اور صوبوں کے تقریباً تین ہزار تاجر پیشہ حضرات نے شرکت کی۔ اس مجلس میں مولانا محمد یوسف صاحب کے بیان کا موضوع یہ تھا کہ کائنات کا بنیادی موضوع انسان ہے اور پوری کائنات کی قیمت ایک انسان کے برابر نہیں ہوسکتی۔

اس اجتماع میں (۲۳۵) جماعتوں نے شرکت کی، مقامی شرکا، اس سے علیحدہ تھے اجتماع کے دوسرے دن مولانا محمد ارشاد صاحب دیوبندی اور مولانا محمد عمران خان صاحب کی تقاریر ہوئیں۔ آخری دن بعد نماز ظہر مولانا محمد یوسف صاحب کے اختتامی بیان پر دعا ہوئی۔

۳:- اجتماع بھوپال منعقدہ ۱۲، ۱۳، ۱۴ شعبان ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۹، ۳۰، ۳۱ دسمبر ۱۹۶۳ء بروز اتوار، پیر، منگل۔

۴:- اجتماع بھوپال منعقدہ ۲۱، ۲۲، ۲۳ شعبان ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۹۶۴ء شنبہ، اتوار، پیر۔ اجتماع کے پہلے دن بعد نماز فجر مولانا محمد عمران صاحب اور بعد مغرب مولانا محمد یوسف نے بیان فرمایا۔ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی بھی اجتماع میں شریک تھے۔ شرکا مجمع کا اندازہ ۳۵ ہزار لگایا گیا۔

۲۹ دسمبر صبح میں خواتین کا اجتماع حسب معمول تاج المساجد کے ایک حصہ میں ہوا۔

مولانا محمد انعام الحسن صاحب بھوپال سے اس اجتماع کی مختصر کارگزاری حضرت شیخ رح کو اپنے ایک مکتوب میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں :

"ہم شنبہ کی صبح کو بخیریت بھوپال پہونچ گئے اور الحمدللہ اجتماع بخیر و خوبی ختم ہو رہا ہے. اس وقت ڈیڑھ بج رہا ہے جماعتیں رخصت ہو رہی ہیں۔ آج (۲۳ر شعبان) شام کو مغرب و عشاء کے درمیان کام کرنے والوں کو جوڑ کر بات کرنا ہے اور کل کو مستورات کا اجتماع ہے۔ ظہر تک اس سے فراغت ہو گی۔"

(مکتوب محررہ ۲۳ر شعبان)

۲۴ر شعبان (۲۹ر دسمبر) میں دونوں حضرات بھوپال سے روانہ ہو کر اگلے دن صبح دہلی پہونچے۔

اجتماع بھوپال منعقدہ شعبان ۱۳۸۵ھ

اس سال کا سالانہ اجتماع ۱۸ر ۱۹ر ۲۰ر شعبان مطابق ۱۲ر ۱۳ر ۱۴ر دسمبر ۱۹۶۵ء اتوار، پیر، منگل میں منعقد ہوا۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے سانحہ ارتحال کے بعد بھوپال کا یہ پہلا اجتماع تھا اس لیے احباب بھوپال کی خواہش پر اجتماع سے ایک ہفتہ قبل مولانا محمد عمران صاحب اور جناب نواب میاں صاحب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو اس اجتماع میں شرکت کی دعوت دینے کے لیے سہارنپور تشریف لائے. لیکن حضرت رح اپنے اعذار کی بنا پر تشریف نہ لے جا سکے۔

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب تبلیغی احباب اور خواص کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ ۱۷ر شعبان (۱۱ر دسمبر شنبہ) کو دہلی سے روانہ ہو کر اگلے دن صبح بھوپال پہونچے۔ مولانا محمد ہارون صاحب اس موقع پر اپنی علالت کی وجہ سے سفر نہیں کر سکے تھے۔

یہ حضرت مولانا کے دور امارت میں ہونے والا پہلا اجتماع تھا اس لیے قدرتی طور پر آپ کو اس کا بہت فکر تھا۔ یہاں اُس مکتوب کی چند سطور پیش کی جاتی ہیں جو آپ نے روانگی بھوپال سے ایک دن قبل حضرت رح کو تحریر فرمایا تھا؛

"کل کو بھوپال کا سفر ہے اللہ جل شانہٗ خیر فرمائے۔ عافیت و سہولت سے دین کے فروغ کی صورتوں کے ساتھ انجام کو پہونچائے اور ہماری بے عنوانیوں اور گندگیوں کی وجہ سے اس کو ضائع نہ فرمائے۔" [1]

۲۲ر شعبان (۱۶ر دسمبر ۱۹۶۵ء) پنجشنبہ میں بھوپال سے دہلی واپسی پر آپ نے ذیل کا مکتوب (جس میں اجتماع کی اچھی خاصی روداد بھی ہے) حضرت شیخ رح کو ارسال فرمایا:

"مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

الحمدللہ ہم سب بخیریت ۱۰ بجے بھوپال سے واپس پہونچ گئے۔ بھوپال میں دو روز بارش رہی، اجتماع مختلف مجالس و مقامات پر کیا گیا۔ صرف ایک روز ایسا ملا کہ جس میں اجتماعی تقریر ہوئی لیکن بارش کے ہونے سے مسلم و غیر مسلم ہر دو بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ بارش کے نہ ہونے سے مدھیہ پردیش میں عظیم قحط کا خطرہ تھا، اور ہندوؤں کا ہون کئی روز سے کیا جا رہا تھا۔ ہمارا جلسہ شروع ہونے کے بعد بارش شروع ہوئی۔ الحمدللہ کام میں کچھ رخنہ زیادہ نہیں پڑا۔

والسلام — محمد انعام الحسن غفرلہٗ

پنجشنبہ ۲۳ر شعبان ۱۳۸۵ھ"

اجتماع بھوپال منعقدہ شعبان ۱۳۸۶ھ

امسال گجرات، اور بھوپال کے اجتماع ایک ہی ماہ میں یکے بعد دیگرے منعقد ہوئے۔ گجرات (سورت) میں ہونے والا اجتماع ۲۰، ۲۱، ۲۲ر شعبان (۴، ۵، ۶ر دسمبر) میں اور بھوپال کا اجتماع ۲۵ تا ۲۷ شعبان ۹ تا ۱۱ر دسمبر میں منعقد ہوا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے روزنامچہ سے اجتماع سورت کی تفصیلات اور مولانا محمد عبید اللہ صاحب کے مکتوب سے ہر دو اجتماعات کی روداد ذیل میں پڑھئے۔ حضرت شیخ رح تحریر

---

[1] اقتباس مکتوب مؤرخہ ۱۶ر شعبان جمعہ۔

کرتے ہیں:۔

"سورت کے اجتماع کا کئی ماہ سے بہت زور و شور ہو رہا تھا۔ نظام الدین کے ۱۵ حضرات جمعہ کی نماز کے بعد ۱۸ رشعبان کو نظام الدین سے روانہ ہوئے۔ تقریباً ۲۰ ٹکٹ ریزرو کیے تھے۔ جن میں فرسٹ کلاس کے بھی تھے اور ان میں کویت کے عرب بھی تھے۔ جمعہ کو ۳½ بجے دہلی سے چل کر ہفتہ کو عصر سے پہلے سورت پہنچ گئے۔ اتوار کی رات ہی سے اجتماع شروع تھا مولوی عمران خاں صاحب بھی ناگدہ اسٹیشن سے سوار ہو گئے تھے۔ پہلی دو راتوں میں مولوی محمد عمر کا اور ایک بیان عزیز ہارون کا ہوا۔

دوشنبہ ۲۲ رشعبان کو جماعتیں روانہ ہو کر مغرب راندیر پڑھ کر رات کو سورت میں قیام ہو کر ۲۳ کی صبح کو ۴½ بجے کی ریل سے روانہ ہو کر ۱۱ بجے بمبئی پہونچے اور جمعرات کی شام کو پنجاب میل سے بھوپال کے لیے روانگی ہوئی۔"

مولانا عبید اللہ صاحب کے ذیل کے مکتوب سے دونوں اجتماعات کے متعلق مزید تفصیلات معلوم ہوتی ہیں۔ وہ حضرت شیخ رح کو لکھتے ہیں:

"سورت کے اجتماع کے بعد بدھ کو بمبئی ۱۰ بجے دن میں پہونچے، رات کو عشاء کے بعد جامع مسجد میں مولانا انعام الحسن صاحب دام مجدہٗ کا بیان ہوا اور پبلک میں کافی تاثر ہوا۔ جمعرات کی صبح کو سارے احباب مولانا وصی اللہ صاحب دام مجدہم سے ملاقات کے لیے ان کے گھر گئے۔ مولانا انعام الحسن صاحب دام مجدہم اور بھائی ہارون سلمہٗ بھی گئے۔ اول عمومی مجلس میں شرکت ہوئی۔ پھر خصوصی مجلس میں ملاقات ہوئی۔ بہت ہی مسرت کا اظہار اور دعا کا وعدہ فرمایا۔ اسی دن تین بجے شام کو پنجاب میل سے روانہ ہوئے اور اشراق کے وقت بھوپال پہونچ گئے اسی دن سے اجتماع شروع تھا۔ پہلا بیان مولانا حسن خاں صاحب میواتی کا ہوا جمعہ کے بعد مولانا رحمت اللہ صاحب کا مغرب کے بعد مولانا انعام الحسن صاحب دام مجدہم کا ہوا۔ ظہر کے بعد عرب کے احباب کا ہوا۔ مغرب کے بعد مولوی ہارون

سلمہٗ اور مولانا محمد عمر صاحب کا ہوا۔ آج یک شنبہ کو اب جماعتوں کی رخصت ہو رہی ہے۔ اجتماع سورت کے بعد اجتماع بھوپال کی بابت کامیابی کی بہت کم امید تھی مگر الحمدللہ منجانب اللہ شرکت کے اعتبار سے تو پچھلے دنوں کے اعتبار سے کمی کا احساس بہت کم ہے۔ البتہ خروج کے اعتبار سے زیادہ کمی کا خطرہ ہے۔ جب بھوپال اسٹیشن پر اترے تو اسٹیشن سے براہ راست مولانا محمد یعقوب صاحب دام مجدہم عرف حکیم ننھے میاں صاحب کی ملاقات کو گئے۔ مولانا انعام الحسن صاحب دام مجدہم اور میاں مولوی محمد ہارون سلمہٗ اور مولانا محمد عمر صاحب اور مولانا رحمت اللہ صاحب اور یہ ناکارہ ملاقات کے لیے گئے۔ شاہ صاحب موصوف بہت ہی مسرور ہوئے اور بہت دعائیں دیں۔ مولوی ہارون سلمہٗ پر بہت شفقت فرمائی، غالباً حضرت جی رح کے بعد ان سے پہلی بار ان کا ملنا تھا۔ انشاء اللہ کل جی ٹی سے مغرب کے بعد دلی کے لیے روانگی ہوگی۔"

(اقتباس مکتوب محررہ ۲۰ شعبان ۱۳۸۶ھ)

مولانا محمد عمران صاحب کی دعوت پر مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی (اعظم گڈھ) نے بھی اس سال تبلیغی اجتماع میں شرکت کر کے اپنے دلی تاثرات اور دعوتی و تبلیغی کام سے متعلق بلند خیالات کا اظہار فرمایا تھا۔ موصوف کے یہ تاثرات ماہنامہ معارف اعظم گڈھ (فروری ۱۹۶۷ء) اور نشان منزل بھوپال (۱۵ اپریل ۱۹۶۷ء) میں پڑھے جا سکتے ہیں۔

اجتماع بھوپال منعقدہ شعبان ۱۳۸۷ھ

(۲۳، ۲۴، ۲۵ شعبان (۲۶، ۲۷، ۲۸ نومبر ۱۹۶۷ء) اتوار، پیر، منگل میں اس سال کا اجتماع منعقد ہوا، جس میں شرکت کے لیے حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب مولانا محمد ہارون صاحب، مولانا محمد عمر صاحب، مولانا حسن خاں صاحب، شیخ سعید شامی وغیرہ ایک یوم پیشتر دہلی سے بھوپال کے لیے روانہ ہوئے۔ جناب الحاج غلام رسول صاحب کلکتہ بھی جو حضرت شیخ سے ملاقات کے لیے آئے ہوئے تھے۔ اپنے احباب کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ اس قافلہ میں شامل تھے۔ ۲۶ نومبر اتوار میں بعد نماز فجر مولانا عمران خاں

صاحب رح کی تقریر سے اجتماع کا آغاز ہوا۔ مولانا موصوف کی تقریر کا موضوع یہ تھا کہ نفسانی خواہشات کو قربان کر کے ہی روح کو پاک وصاف کیا جا سکتا ہے۔ اسی تاریخ میں بعد نماز مغرب حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کا بیان ہوا۔ آپ کی تقریر کا موضوع تھا صحابۂ کرام کا عدل وانصاف، ان کے مساوات کے واقعات سے آپ نے ثابت کیا کہ صحابۂ کرام رضؓ میں اختلافات بھی رونما ہوتے تھے لیکن وہ حد سے تجاوز نہیں فرماتے تھے اور عدل وانصاف کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے، اور جب انھیں اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا تو اس کو تسلیم کر لیتے تھے۔ صحابہ کرام کی حیات طیبہ میں عدل وانصاف کا جوہر نمایاں تھا ان کی مساوات کا طریقہ ایسا بے نظیر ہے کہ دوسرے لوگ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں انھوں نے اپنے اعمال اور اخلاق سے خدا کو راضی کر لیا تھا اور خدائے پاک بھی ان سے راضی تھا۔

اجتماع کے تینوں ایام میں حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب، مولانا محمد عمر صاحب مولانا محمد ہارون صاحب، میاں جی محراب صاحب، مولانا احسن خاں صاحب اور شیخ سعید شامی وغیرہ کے بیانات ہوئے۔ اجتماع کے آخری دو یوم میں حضرت مولانا نے تین عمومی بیانات کیے اور ایمان ویقین، جنت و دوزخ کا وجود اور انسان میں نور وظلمت اور خیر وشر کے دونوں مادوں کا ہونا بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔ تینوں تقریروں کے اہم اقتباسات یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ ذیل کی پہلی تقریر حضرت مولانا نے ۲۴ر شعبان میں بعد نماز ظہر پرانے کام کرنے والوں کے درمیان فرمائی۔ اس تقریر کے سامعین کا کہنا ہے کہ ہم نے اس قدر سخت — اور غضب ناک تقریر نہ اس سے پہلے سنی، اور نہ اس کے بعد سنی۔ اندرونی درد وکرب، لب ولہجہ کی بے چینی اور اللہ جل جلالہ کی ذات بے نیاز سے خوف اور ڈر اس تقریر کے ایک ایک حرف سے ظاہر ہو رہا تھا۔

"آپ نے آیت شریفہ تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا في الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقين۔

تلاوت کرنے کے بعد فرمایا کہ!

دارالآخرت اس کے لیے ہے جو فساد سے بچا رہے اور دنیا کی چیزوں سے دامن بچا کر نکل جائے۔ دامن بچانے والا کام اللہ نے اپنے فضل و کرم سے مرحمت فرمایا ہے اس کام میں جس آدمی کی طرف انگلیاں اٹھنے لگیں اور آدمی کا دھیان اپنی طرف جانے لگے اور دوسروں میں بڑا بننے کا اور اپنی خدمت کا استحقاق سمجھنے لگے تو ایسا آدمی خطرے میں ہے اور اس کی ہلاکت کے لیے یہ سب چیزیں کافی ہیں، خدا کی دی ہوئی مہلت و استدراج سے دھوکے میں نہ پڑے کہ میں نے یہ کام بارہا کیا اور میرا بال بیکا نہ ہوا۔ آج پاؤں دبوانا تیل لگوانا، خدمت لینا اہ ذاتی حق جانا جاتا ہے۔ خدا کے یہاں اندھیر نہیں ہے دیر ہوتی ہے، استدراج ہوتا ہے، لہٰذا کام کرنے والوں کو اپنے بارے میں ڈرتے رہنا چاہیئے۔ اچھی بات بھی اگر ہو جائے تو اس میں فیہ نکال کر ڈرنا چاہیئے۔ اگر کام خدا کا کرنا ہے تو فساد سے بچو جس شخص میں یہ خرابیاں ہوں گی کسی دن اسے منہ کی ایسی کھانی پڑے گی کہ خدا کے یہاں رسوا اور ذلیل ہوگا۔ اگر کسی کو خدا اپنی راہ میں کام کی توفیق دے تو اس کے ذمہ تواضع و انکساری ضروری ہے ورنہ خدا جانے کہاں پکڑا جائے۔ کام کرنے والے اپنے بارے میں مطمئن نہ ہوں۔ اپنی نماز تک میں ریا سے ڈریں جن کی طرف انگلیاں اٹھتی ہیں، ان کی چھوٹی چیزوں کی بھی گرفت ہوتی ہے جو بلند تر ہوتا ہے وہ اگر گرے تو بہت فروتر ہوتا ہے۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ جس میں مقتدائیت اور امتیاز ہو، ان کے لیے بہت سی جائز چیزیں بھی قابل احتیاط ہوتی ہیں، اللہ نے اپنے کرم سے یہ دولت دے رکھی ہے، اپنا احتساب کرتے رہنا چاہیئے: یہ بات نہیں کہ میں نے ایسا بارہا کیا کچھ بھی نہیں ہوا۔ اگر چور کہے کہ میں نے بارہا چوری کی لیکن ہاتھ نہیں کٹا۔ تو اس سے چوری مستحسن نہیں ہو جاتی۔ اپنی خامیوں کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرتے رہیں قد افلح من زکّٰھا اپنی نیکیوں میں سے برائیاں

چن چن کر نکالنی ہوں گی. ہم گندے ہیں گندگی کی پوٹلی ہیں اپنے آپ کو مصفّیٰ مزکی، مطیب، مطہر نہ جانیں. بلکہ گندگی کا مجموعہ جانیں، اپنے اندر مخدومیت کا شائبہ آجائے تو یہ بھی بربادی وہلاکت ہے اگر کسی کی بات سے کچھ عمل ہو رہا ہو تو دھوکہ میں نہ پڑے اس لیے کہ اِنَّ اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر فرمایا گیا ہے. اللہ بدکار سے بھی کام لے لیتے ہیں، یہ کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے، اگر خدا کو کام چلانا ہے تو وہی چلائیں گے انسان تو کیا فرشتے کے بس میں بھی نہیں ہے.

آج تو خدمت لینا اپنا حق جانا جاتا ہے کہ میں امیر ہوں یا سابق امیر ہوں میری چلنی چاہئے اس سے منازعت ہوتی ہے رائے میں ٹکراؤ ہوتا ہے اور دل پھٹتے ہیں، یہ اس امت کا عذاب ہے جب نفسانیت پر چلیں گے تو ٹکراؤ ہوگا خدا کو حاضر و ناظر جانے، اپنے کو کمتر اور چھوٹا جانے، تو دوسروں سے کام لینے کا جذبہ نہیں پیدا ہوگا آج کام کو بغیر ہمارے کسی استحقاق وصلاحیت کے اللہ نے عام مقبولیت مرحمت فرمادی ہے اگر وہ لوگ جن کی نسبت کام کی طرف ہے انکی بےعنوانی سے کام پر حرف آتا ہے تو وہ خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بنیں گے. کام والوں کو اپنے بارے میں ڈرتے رہنا چاہئے، ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بھی بدتر نہ جانے کیوں کہ مدار کار خاتمے پر ہے ممکن ہے کہ کافر کا خاتمہ اچھا ہوجائے اور ہمارا خراب ہوجائے.

اگر قربانی نہیں بڑھ رہی ہے اور تساہل اور آرام طلبی آرہی ہے تو یہ اچھی علامت نہیں ہے لہٰذا کام کی نسبت رکھنے والے فیصلہ کریں کہ اگر اس طرح کام کرنا ہے تو کریں ورنہ دھیرے دھیرے چلیں تاکہ دوسروں کے لیے رکاوٹ کا ذریعہ نہ بنے، یہ دنیوی افسانے اور حکایات نہیں ہیں وہ قادر مطلق بےنیاز، صمد اور غنی ہے اس کو کسی کی ضرورت نہیں ہے اگر اپنی آخرت کو سامنے رکھ کر، خدا کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں تو ٹھیک ہے ورنہ ایسے شخص کو چھٹی ہے.

یہ کام کسی کے بل بوتے پر نہیں چل رہا ہے صرف ایک اللہ کی ذات کررہی ہے لوگ آتے ہیں دین کی نسبت سے آتے ہیں دین کی سمجھ کے لیے آتے ہیں شوق وذوق سے آتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ یہ بھی ہماری طرح سے ہیں۔ تو یہ شخص دینی رکاوٹ کا ذریعہ بن گیا اب خدائے پاک کے یہاں اس کا کیا معاملہ ہوگا ؟

کام کرنے والے انتہائی خطرے میں ہیں کام کرنے والوں کو اپنے بارے میں ڈرنا چاہیئے، خدا کے سامنے معافی مانگتے ہوئے چلیں اگر تکلف چھوٹے بنیں گے تو ترقی کریں گے ورنہ گڑھے میں جاویں گے۔ سارے کام کرنے والے اپنے بارے میں ڈریں اپنی حفاظت کریں، اگر بے باکی سے کام لیا تو خدا قادر ہے پکڑنے والا ہے، اپنے بارے میں آئندہ کے لیے فیصلہ کرنا ہے خالی زبان سے بول لینا یہ کام نہیں ہے، زبان کی تقریروں سے اپنے کو کچھ نہ جانے، پاخانے کے کیڑوں سے بھی اپنے کو بدتر سمجھے اگر ان چیزوں کی فکر کرکے چلیں گے تو خدا خوب دینے والے ہیں؛؛

۲۔ دوسری تقریر کے موقع پر (جو ۲۴ر شعبان میں بعد مغرب ہوئی) آیت کریمہ الم ترکیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السمآء تلاوت کرکے فرمایا :

"اللہ تعالیٰ قرآن میں مثالیں اس لیے بیان فرماتے ہیں تاکہ انسان خواب غفلت سے نکلے۔ یہاں بھی آیت شریفہ میں کلمہ طیبہ کی مثال شجرہ طیبہ سے دی گئی ہے۔ درخت کے لیے ایک زمین طیار کی جاتی ہے جس میں پودے یا بیج لگائے جاتے ہیں پھر اس میں شاخیں پتے پھل پھول ہوتے ہیں درخت اگر صحیح لگ جائے تو پھر یہ سب کچھ بن کر انسان اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ کلمہ طیبہ ایک درخت کی طرح ہے پودا لگ کر درخت بنا تو شاخیں پھل پھول اس پر لگتے چلے جائیں گے اس سے فائدہ اٹھایا

جائے گا۔ آج ہم درخت سے اس کے فائدے اور منفعتیں تو لینا چاہتے ہیں۔ لیکن جڑ چاہے کھوکھلی ہو، یہ نادانی کی بات ہے جڑ جاندار ہو تو فائدہ ملتا ہے جڑ میں جان اس وقت آتی ہے جب کہ زمین تیار ہو اور اس پر محنت کی گئی ہو۔ اب تک کے منافع ہمارے اسلاف کی محنت سے حاصل ہو رہے ہیں، ان کی قربانی پر آج اس درخت کے ثمرات ہمیں مل رہے ہیں، اس درخت کے پھل پھول، انصاف، اخلاق، غم گساری، دوسروں پر خرچ کرنا ہیں آج باہمی الفت و محبت ایثار و ہمدردی کو چاہتے ہیں لیکن جڑ کو گھن لگ چکا ہے اس کی محنت کے لیے تیار نہیں ہیں۔ صحابہ کی زندگی میں ان سارے شعبوں میں سرسبزی و شادابی تھی۔ چنانچہ ایک سری سات گھروں میں پھرتی تھی اور پھر پہلے گھر میں ہی واپس لوٹ آتی تھی۔ ایثار کی شاخ بہت سرسبز و شاداب تھی، عدل و انصاف کی شاخ بھی بڑی قوی اور مضبوط تھی۔ آج یہ جڑ خشک ہے تو شاخیں بھی خشک ہیں اسی لیے ہمدردی، غم گساری اور ایثار نہیں ہے اس کی جگہ درندگی آگئی ہے اور اس کا نام بلندی رکھ رکھا ہے۔

آج انسانیت کے خول میں بھیڑیے ہیں پہلے جڑ پر محنت کرنی پڑے گی آج جڑ سے غافل ہو کر شاخوں کی طرف متوجہ ہیں حالانکہ اگر جڑ مضبوط ہو تو شاخیں خود بخود نکل آئیں گی۔

نمک مرچ کی جو تاثیر آج سے تیرہ سو سال پہلے تھی وہی آج بھی ہے۔ تو جب ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کی تاثیر نہیں بدلی تو پھر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی چیزوں کی تاثیر کیسے بدل جائے گی۔ یہ تاثیر آج بھی اسی طرح ہے المومنون کجسد واحد سے معلوم ہوتا ہے کہ امت کے ایک فرد میں جو بھی خوبی یا خرابی ہوتی ہے اس کا ساری امت پر اثر پڑتا ہے ساری امت ایک ہے جیسے حوض میں سے ایک ڈول پانی نکالو، یا اس میں ڈالو تو ـــــ

پورے حوض پر اثر پڑتا ہے چاہے ہمیں محسوس ہو یا نہ ہو' ساری امت میں کوئی آنکھ کا درجہ رکھتا ہے کوئی کان یا ناک یا دل' دماغ کا درجہ رکھتا ہے اب اگر ہر ایک اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کام کرے گا اور سب جڑے ہوئے ہوں گے تو جو شخص جتنی بھی اندرون پر محنت کرے گا اتنا ہی قیمتی بنے گا اور اس کا پتہ اس کو قیامت میں چلے گا۔"

۱۳۔ اجتماع کے آخری دن میاں جی محراب صاحب نے نکلنے والی جماعتوں کو روانگی کی ہدایات دیں اور اس کے بعد حضرت مولانا نے ذیل کا اختتامی بیان فرمایا

"انسان میں دو مادے ہیں ایک نورانی دوسرا ظلماتی۔ یا ایک رحمانی دوسرا شیطانی نفسانی اعمال۔ ظلماتی شیطانی لشکر ہیں اور اللہ والے اعمال نورانی و رحمانی لشکر ہیں۔ انسان کو دونوں میں اختیار ہے' آج نورانیت دنیا سے اٹھ رہی ہے کیوں کہ ہم نفسانی لشکر کے ساتھ ہو گئے روحانی لشکر کے ساتھ نہیں رہے روحانی نورانی اعمال میں اللہ نے خاصیت رکھی ہے نفسانی اعمال سے تاریکی آتی ہے اصل روشنی وہ ہے جس سے اندرون روشن ہو۔ آج سارے عالم میں افرا تفری ہنگامہ خیزی ہے ہم سب تاریکی اور اندھیرے میں پھنسے ہوئے ہیں ہاتھ پیر مارتے ہیں اور راستہ نظر نہیں آتا۔ سخت اندھیرے میں تھوڑی۔ روشنی بھی راستہ دکھانے کے لیے کافی ہے آج کی اندھیری میں نورانی اعمال کو لے کر اگر محنت کر لیں گے تو راستہ میں روشنی میں چلیں گے اس ٹمٹماتے چراغ کو حفاظت سے لے جائیں۔ بلب تو ہوا کو کچھ جھیل لیتا ہے لیکن چراغ کی تو معمولی ہوا تک سے حفاظت کرنی پڑتی ہے۔

یہ جماعتوں کی چلت پھرت اس لیے ہے کہ اندھیری کے سمندر میں ڈوبے ہوئے کو نکالا جائے اور یہ اس وقت ہو گا۔ جب ہم نورانی اعمال میں لگیں گے' روحانی و نورانی لشکر یعنی اعمال کو اپنانا ہے تاکہ روشنی آوے۔ نماز تسبیح کلمہ پاک کے معنی کو دل میں گاڑنا' ان میں کی ایک ایک چیز پورے عالم کو منور

کرنے والی ہے ہم ان اعمال سے اتنے دور ہیں کہ حقیقت تو کیا صورت بھی۔ ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اعمال کی صورت میں لگ کر حقیقت تک پہونچنا ہے اس میں جو اپنی جان، مال کو قربان کرے گا اتنا ہی حصہ پالے گا۔ اللہ خوب دیکھتے ہیں خدا کے علم سے کوئی چیز اوجھل نہیں ہے۔ محنت والے کو خدائے پاک راستہ دکھلا دیتے ہیں۔ اصالۃً تو وہ محنت اسی کے کام آتی ہے۔ طبعًا واستطرادًا چاہے دوسروں کو بھی فائدہ مل جائے۔"

اجتماع کے ایک حاضر باش مولانا منصور نعمانی ندوی اجتماع کے تیسرے اور آخری دن کی روداد نیز دعا اور مستورات کے اجتماع کی تفصیلات اس طرح بیان کرتے ہیں۔

۲۸ نومبر ۱۹۶۷ء کو اجتماع کا تیسرا دن تھا جس میں جماعتوں کی تشکیل اور روانگی کا پروگرام عمل میں آیا۔ اس موقع پر میوات کے میاں جی محراب صاحب نے خطاب فرمایا اور جماعتوں کو ہدایات دیں۔

بعد ازاں شیخ التبلیغ مولانا انعام الحسن صاحب کی رقت آمیز اثر انگیز عبرت خیز دعا کے بعد اجتماع ختم ہوا۔ اور جماعتوں کی روانگی شروع ہوگئی۔

۲۹ نومبر ۱۹۶۷ء کو روایت کے مطابق ایک دن خواتین کا اجتماع ہوا اجتماع نو بجے صبح شروع ہوا جس میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ!

عورتوں اور مردوں کی حیثیت چند چیزوں کو چھوڑ کر یکساں ہے، اور جو فرائض مردوں کے لیے ہیں عورتوں کے لیے بھی ہیں اور زندگی کو زندگی کے طریقہ پر گذارنا مرد وعورت دونوں کے لیے ضروری ہے۔ زندگی کیا ہے زندگی دینے والے کے اصول وضوابط کا لحاظ کرنا اور ان کو پیش نظر رکھنا یہی عبادت ہے اور یہی مجاہدہ ہے۔ ماں کی گود بچے کی اصل تربیت گاہ ہے وہ اپنی قید میں اپنی نگرانی کے ساتھ اپنے بچوں کو اس قید خانہ (یعنی دنیا) کے اصول وضوابط سکھانے کی بھی مکلف ہے، زندگی وقتی اور ہنگامی

ہے، سارا ساز و سامان و مال و متاع یہیں رہ جائے گا۔ لہٰذا اپنے دل و دماغ کو فانی چیزوں سے زیادہ سے زیادہ خالی کرو۔ اس سے سادگی پیدا ہوگی، اخلاق و عادات میں نکھار پیدا ہوگا۔"[1]

اس بیان کے بعد حضرت مولانا نے مستورات کو بیعت فرما کر دعا کرائی اور اسی دن شام کو بھوپال سے دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔

اجتماع بھوپال منعقدہ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ

۲۹، ۳۰ شوال یکم و دو ذیقعدہ مطابق ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲ جنوری ۱۹۶۹ء اتوار

پیر منگل میں اس سال کا تبلیغی اجتماع تاج المساجد میں منعقد ہوا۔ حضرت مولانا ایک دن قبل دہلی سے بھوپال کے لیے روانہ ہوئے۔ مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری، مولانا محمد ہارون صاحب، مولانا حسن خاں صاحب، مولانا محمد صاحب کاندھلوی مولانا محمد بن سلیمان جھانجی نیز دہلی اور علاقہ میوات کے پرانے کام کرنے والے بہت سے احباب آپ کے ہمراہ تھے۔

اجتماع کے پہلے دن بعد مغرب مولانا محمد عمر صاحب کے بیان کے بعد حضرت مولانا کا بیان ہوا۔ آپ نے اس بیان میں دعوت کی اہمیت اور اللہ جل شانہ کے یہاں اس کا مقام و اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ!

خدا کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں ایک ناک میں جمع نہیں ہو سکتا، لہٰذا کوشش و ہمت کر کے جس قدر قربانی اور محنت کو بڑھا سکتے ہو بڑھاؤ، اور اللہ جل شانہ کے راستہ میں مسلسل و متواتر نقل و حرکت کرتے رہو۔ دین کے لیے سفر اور نقل و حرکت کا نام ہجرت ہے۔ یہ ہماری دعوت کا پہلا جزو ہے اس کی حلاوت اور شیرینی کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس انبیاء والی دعوت کی قدر و قیمت سے لذت یاب ہیں۔

آپ نے دعوت کی اس محنت کو ایک مثال سے واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ!

جواہرات کی قیمت جوہری یا بادشاہ ہی جانتا ہے دوسرے لوگوں کے لیے جواہرات

---

[1] نشان منزل بھوپال دسمبر ۱۹۶۷ء

تو بے مصرف بے قیمت پتھر ہیں، یہی حال دین کی باتوں کا ہے، دین کی قدر و قیمت کو بھی وہی لوگ سمجھتے ہیں جنھیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے چشم بصیرت عطا کی ہے۔

تبلیغی سفر کے شب کا اندازہ اس بات سے لگاؤ کہ خدا کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں۔ ایک ناک میں جمع نہیں ہو سکتا۔ فکر آخرت اس دعوت کی کنجی ہے۔ مرنے کے بعد والی زندگی اگر سنور جائے تو کامیابی و کامرانی انشاء اللہ نصیب ہوگی۔ آج ساری دنیا باطنی مرض میں مبتلا ہے وہ لوگ کس طرح عقل مند کہے جا سکتے ہیں جو باطنی امراض کا علاج کیے بغیر ظاہری تندرستی کو ہی معراج سمجھ رہے ہیں۔

دوسرے دن بعد نماز فجر مولانا محمد عمر صاحب اور بعد نماز ظہر مولانا محمد ہارون صاحب کے بیانات ہوئے۔ بعد عصر حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے نکاحوں کی شرعی اہمیت اور اس میں سادگی اختیار کرنے پر زور دیتے ہوئے قرن اول کے واقعات میں سے حضرت سعد الاسود کا واقعہ تاثرات اور درد و کرب سے بھرپور لب و لہجہ میں اس طرح بیان فرمایا،

"مہر کی زیادتی امارت کی علامت نہیں ہے اگر یہ امارت کی علامت ہوتی تو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی کا نکاح اسی معیار کا ہوتا۔ اسلام نے ہماری معاشرت کو بالکل صاف و سادہ رنگ میں پیش کیا ہے لیکن ہم نے اس میں بکھیڑے شامل کر دیئے جس کی وجہ سے خیر و برکت اٹھ کر رہ گئی ہے ایک صحابی سعد الاسود انتہائی کالے تھے، اسود ان کے نام کا جزو بن گیا تھا کوئی ان سے شادی کرنے پر رضامند نہیں تھا لیکن سعد ظاہر میں تو کالے تھے لیکن حسن سیرت کے جوہر سے بہرہ افروز تھے۔ عرب کا کوئی خاندان ان کو اپنانے کے لیے تیار نہ تھا، ایک روز مایوسی میں آپؐ کے پاس حاضر ہوئے اور فرمایا کہ میں ایمان لانا چاہتا ہوں لیکن مجھے خدشہ ہے کہ کہیں جنت میں جانے سے نہ روک دیا جاؤں اس لیے کہ بدصورت ہوں جنت میں کوئی بدصورت نہیں ہوگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں، خدا کی جنت کا دروازہ تمہارے لیے کھلا ہوا ہے وہاں جانے سے تم کو کوئی روکنے والا نہیں ایک

روز کچھ مایوس سے رنجیدہ سے دکھائی دیئے۔ حضورؐ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ سعد گویا ہوئے، اسلام نے مجھ سے جنت کا وعدہ کیا ہے لیکن دنیا ابھی تک تاریک معلوم ہو رہی ہے۔ کوئی شخص مجھے اپنی بیٹی دینے پر رضامند نہیں اس لیے کہ میں بدصورت ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ جاؤ سعد، قبیلہ بنی ثقیف کے سردار عمر بن وہب کی بیٹی کو خدا کا یہ فیصلہ سنا دو کہ اس کی بیٹی تمہارے نکاح میں دے دی گئی۔ رسول خدا کی بات پر سعد کو کامل یقین تھا۔ سردار کے دروازے پر آتے ہیں اور آنے کا مقصد بتا دیتے ہیں، عمر بن وہب شش و پنج میں پڑ گئے، ایک طرف ایمان اور دوسری طرف لڑکی کی محبت تھی، سعد ناکام واپس چلے تو پیچھے سے ایک نسوانی آواز نے سعد کو روک لیا، اس نے کہا کہ اگر یہ فیصلہ خدا کے رسول کا ہے تو مجھے بسر و چشم منظور ہے۔ جب یہ فیصلہ عمر بن وہب نے سن لیا تو سعد سے کہا جاؤ مجھے یہ رشتہ منظور ہے، شادی کا انتظام کرلو، وہ شادی کی تیاری میں مشغول تھے کہ اچانک پکارنے والے نے پکارا، میدان جہاد کے لیے تیار ہو جاؤ۔

سعد اس آواز پر رک گئے اور شادی کا ساز و سامان خریدنے کے بجائے جنگ کا سامان خریدنے لگے، سعد الاسود میدان جنگ میں عمامہ باندھے منڈلا رہے تھے اور داد شجاعت دے رہے تھے، کوئی ان کو پہچان نہیں پا رہا تھا۔

رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہچان لیا اور ان کو آواز دی لیکن شوق شہادت نے رسول کی بات کی طرف بھی توجہ نہیں کرنے دی یہاں تک کہ انھوں نے جام شہادت نوش کیا اور معبود حقیقی سے جا ملے۔

اس واقعہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ صورت پر ہم کو نہیں جانا چاہیئے بلکہ سیرت کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اصل نعمت تو یہ ہے کہ ہم خدا اور اس کے رسول کو راضی کرلیں، اس کے علاوہ سب نعمتیں ہیچ ہیں۔"

(نشان منزل بھوپال مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۶۹ء)

بعد نماز مغرب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تقریر ہوئی جس کا موضوع یہ تھا کہ اُمت محمدیہ مرحومہ کی طاقت کا راز ایک مخصوص طرز زندگی اختیار کرنے میں ہے اور مسلمانوں کے نگاہوں سے گرنے کا اصل سبب اُن کی عدم نافعیت ہے۔

اجتماع کے آخری دن مولانا محمد عمر صاحب کی روانگی کی ہدایات کے بعد حضرت مولانا نے آدھ گھنٹہ دعوت کے موضوع پر بیان فرماکر دعا کرائی، اور پھر جماعتوں سے رخصتی مصافحہ کیا۔

اجتماع سے فراغت پر حضرت مولانا نے اجتماع کے احوال و کوائف پر مشتمل جو مکتوب حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو تحریر فرمایا تھا اس کو یہاں پیش کیا جاتا ہے:

"مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمدللہ اجتماع بھوپال بخیریت اس وقت پورا ہوگیا۔ سات سو کے قریب افراد چلہ تین چلہ کے لیے نکلے علی میاں کل صبح پہونچ گئے تھے۔ رات مغرب کے بعد بیان بھی فرمایا۔ مولوی اخلاق قاسمی ہمارے ساتھ ہی دہلی سے تشریف لائے تھے الحمدللہ بہت متاثر اور خوش ہیں۔ پانچ مکی حضرات مکہ مکرمہ سے تشریف لائے ہیں۔ جنھوں نے اجتماع میں شرکت فرمائی۔ ملک عبدالحق ہفتہ کی صبح دہلی پہونچ گئے تھے۔ کل بدھ کی صبح کو مستورات کا اجتماع ہے۔ کل شام کو روانگی ہے۔ پرسوں صبح کو آگرہ اتر کر شام کو دہلی کے لیے روانگی ہے۔ آگرہ والوں کا اصرار اور تقاضا ہوا وہاں پر خوف وہراس اور دہشت ہے اس وجہ سے راستہ میں چند گھنٹہ کے لیے اترنا طے ہوگیا ہے۔ اللہ جل شانہٗ خیر کی صورت پیدا فرمائیں۔ بخدمت مکرم معظم محترم جناب والد صاحب مدظلہٗ سلام مسنون

محمد انعام الحسن عفرلہٗ بھوپال"

اجتماع سے فراغت کے اگلے روز حضرت مولانا بھوپال کی مشہور و معروف دینی وروحانی ہستی حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ حضرت شاہ صاحب

اس وقت آرام فرما رہے تھے۔ بیدار ہونے پر حضرت مولانا کی آمد کا علم ہوا تو باہر خانقاہ میں جانے کے بجائے اسی کمرہ میں تشریف لے آئے اور وہیں ملاقات فرمائی۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی بھی اس موقع پر مجلس میں موجود تھے۔ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے یورپ میں ہونے والے دعوتی و تبلیغی کام کی جو تفصیلات اس مجلس میں بیان فرمائیں ان کو مولانا علی میاں — اپنی کتاب "صحبتے با اہل دل" میں اس طرح نقل کرتے ہیں۔

"مولانا انعام الحسن صاحب اور ان کے بعض رفقاء نے یورپ میں تبلیغی اثرات جماعتوں کی نقل و حرکت اور مساجد کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہونے کا ذکر کیا، یہ بھی تذکرہ فرمایا کہ جماعت کے لوگوں نے پیرس میں ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کی اس مرتبہ رمضان المبارک میں وہاں تراویح ہوئی، ساٹھ ستر آدمی تراویح میں — شریک ہوتے تھے، اخیر عشرہ میں ایک صاحب نے اعتکاف بھی کیا، خط میں تھا کہ پیرس کی تاریخ میں شاید پہلا اعتکاف ہے، حضرت نے ان واقعات پر بڑی مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا کہ خدا کی شان ہے کہ کفر و ظلمت کے مرکزوں میں یہ تبدیلیاں ہو رہی ہیں اور اسلام و ایمان کے مرکزوں میں اور بزرگوں کے خاندانوں میں جہاں پشتوں سے دینداری اور بزرگی چلی آرہی ہے مغرب کی نقالی دین سے بے رغبتی بلکہ دین کی تحقیر اور شعائر اسلام سے وحشت اور ان کے ساتھ تمسخر کے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں ؎

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی!"[1]

بھوپال سے واپسی پر تبلیغی احباب نے آگرہ میں ایک اجتماع طے کر رکھا تھا حضرت مولانا اس میں شرکت کرتے ہوئے دوسرے دن بخیر و عافیت دہلی واپس تشریف لائے۔

اجتماع بھوپال منعقدہ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

۹، ۱۰، ۱۱ ذی قعدہ (۱۸، ۱۹، ۲۰ جنوری ۱۹۷۰ء) یکشنبہ، دوشنبہ، سہ شنبہ میں اس

---

[1] صحبتے با اہل دل ص ۲۴۳۔

سال کا اجتماع تاج المساجد میں منعقد ہوا۔ جس میں شرکت کے لیے حضرت مولانا مع اپنے دیگر رفقا، مولانا محمد ہارون، مولانا محمد عمرؒ، مولانا عبید اللہ وغیرہ آٹھ ذی قعدہ میں دہلی سے بھوپال کے لیے روانہ ہوئے۔

اجتماع کا آغاز جناب الحاج میاں جی محراب صاحب کی تقریر سے ہوا۔ دس بجے علماء کی نشست ہوئی، جس میں مولانا ریاست علی صاحب اور قاضی شہر مولانا وجدی الحسینی کی تقریریں ہوئیں۔ بعد نماز مغرب مولانا قاضی سجاد حسین صاحب کی مختصر تقریر کے بعد مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری کا دعوت و تبلیغ سے بھرپور تفصیلی بیان ہوا۔ مولانا عبید اللہ صاحب، مولانا احمد لاٹ مولانا مستقیم کے بیانات بھی، دن بھر مختلف حلقوں میں ہوئے۔

اجتماع کے دوسرے دن بعد نماز فجر مولانا احمد لاٹ، بعد نماز ظہر مولانا مستقیم اور بعد نماز مغرب مولانا عبید اللہ صاحب و مولانا محمد عمر صاحب کے بیانات ہوئے۔ قدیم معمول کے مطابق آج بعد نماز عصر مجلس نکاح تھی، جس میں حضرت مولانا نے نکاحوں میں سادگی اور اتباع سنت کی اہمیت پر زور دے کر آٹھ نکاح پڑھائے۔ حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی بھی اس موقع پر تشریف فرما تھے۔

حضرت موصوف نے اجتماع کے بعد خانقاہ مجددیہ میں ہونے والی اپنی مجلس میں اس مجلس نکاح کے متعلق اپنے تاثرات ظاہر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> ”اس مرتبہ اجتماع میں آٹھ نکاح ہوئے۔ مولانا انعام الحسن صاحب نے نکاح کی دینی و شرعی حیثیت پر بہت اچھی تقریر کی، میں بھی اس وقت موجود تھا یہ تقریر مجمل تھی، میں اس اجمال کی تفصیل عرض کرتا ہوں۔“ [1]

۱۱ر ذی قعدہ اجتماع کا اختتامی دن تھا حضرت مولانا نے الوداعی تقریر کے بعد طویل دعا کرائی اور پھر جماعتوں سے رخصتی مصافحہ کیا۔ مولانا منصور نعمانی ندوی اس منظر کو اپنے الفاظ میں اس طرح پیش کرتے ہیں:

---

[1] مجموعہ ملفوظات صحبتے با اہل دل مجلس منعقدہ ۱۴ر ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ۔

"آج اجتماع کا آخری دن تھا الوداعی تقریر امیر تبلیغ مولانا انعام الحسن صاحب کی ہوئی، پہلے ایک مؤثر تقریر کی، اس کے بعد اپنے مخصوص انداز میں دعا کی، دعا کے وقت حضرت جی مرحوم کی بے اختیار یاد آئی، جن کی دعا میں شرکت کے لیے لوگ اس طرح چھپٹتے تھے جیسے کوئی مقناطیسی قوت انھیں اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔
دعا سے قبل مولانا انعام الحسن صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا:
اب تک جو کچھ باتیں کہی گئیں اب ان پر عمل کا وقت آیا ہے۔ خدمت کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیے، خدمت کی تعریف یہ ہے کہ بغیر دنیاوی غرض کے دوسرے کے کام آیا جائے بغرض مندی سے تو تمام دنیا کام کر رہی ہے بغیر غرض وصلہ کے کام کرنا خدمت ہے، خدمت سے عظمت ملتی ہے۔ خدمت سے خدا ملتا ہے اور خدا کی عبادت سے جنت ملتی ہے۔ اس وقت محنت کی سخت ضرورت ہے۔ خدا کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا، خواہ وہ محنت عورت کی ہو یا مرد کی، یہ عمل کا زمانہ اور عمل کا وقت ہے ہم نے اپنے لیے وہ اعمال تجویز کر رکھے ہیں جو ہمارے خیال میں کارآمد ہیں لیکن درحقیقت وہ ہمارے لیے مہلک وتباہ کن ہیں اصل عمل تو وہ ہے جو موت کے بعد بھی کام آئے۔ خدا سے کمانے کا حاصل کرنے کا زمانہ ہے اور ہر کمائی کے وقت انسان اپنے وقت کا خیال رکھتا ہے آدمی جتنی محنت و دلسوزی کے ساتھ محنت کرے گا اس پر رنگ چڑھے گا، دنیا کی زندگی سراسر عمل ہے اور عمل کا وقت یہی ہے اس کے بعد عمل کا میدان ہاتھ سے جاتا رہے گا، اوقات کو عمل کی مشق کے لیے نکالا جاتا ہے ۔
یاد رکھو ایک وقت آئے گا کہ ہم عمل کرنا چاہیں گے بھی تو ہم کو اس کی مہلت نہیں دی جائے گی، لہٰذا جتنا کچھ کرنا ہے وہ اسی زندگی میں کرنا ہے۔
حضرت جی کی تقریر کے بعد رقت انگیز دعا ہوئی اس کے بعد جماعتوں کی روانگی شروع ہوگئی ایک سو بیس سے زیادہ جماعتیں پیدل و سواری سے مختلف علاقوں میں دین کی دعوت کو عام کرنے کے لیے روانہ ہوگئیں، تقریباً بارہ سو اشخاص ...

بھوپال کے اجتماع سے نکلے۔ یہ مذہب دین سے والہانہ وابستگی کا نتیجہ تھا کہ شدید بارش اور سردی کے باوجود تمام پروگرام بدستور ہوئے"۔ [1]

بھوپال کا یہ سفر ایسے موقع پر ہوا — کہ حضرت شیخؒ حرمین شریفین میں آٹھ ماہ قیام کے بعد ہندوستان تشریف لا کر دہلی میں قیام پذیر تھے۔ مولانا محمد عمران خاں صاحب کی شدید خواہش تھی کہ حضرت اس موقع پر دہلی سے بذریعہ طیارہ تشریف لا کر اجتماع میں شریک ہو جائیں، لیکن دہلی میں استقبال کرنے والوں کے جم غفیر کی وجہ سے حضرت شیخؒ یہ سفر نہ فرما سکے، اس لیے حضرت مولانا بمعیت مولانا محمد ہارون صاحب و مولانا محمد عمر صاحب اختتامی دعا کے فوراً بعد طیارہ سے دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔

اس موقع پر آپ بیتی کی یہ چند سطور مزید وضاحت کریں گی۔ حضرت شیخؒ لکھتے ہیں،

"طیارہ پر اول بھائی شفیع صاحب نے مولانا محمد عمران خاں صاحب کا شدید اصرار تقاضا کیا کہ مجھ کو طیارہ سے یا فسٹ کلاس سے اسی وقت بھوپال بھیج دیں میرا بھی عرصہ سے بہت جی چاہ رہا تھا کہ ہر سال مولانا کا اصرار ہوتا تھا لیکن اڈہ پر لکھنؤ، علی گڑھ، بہار، بنگال کا تقریباً پانچ ہزار کا مجمع تھا، ان سے بغیر ملے بھی جانا مشکل تھا اور وہ اجتماع کا آخری دن بھی تھا۔ البتہ شاہ یعقوب صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی زیارت ضرور ہو جاتی، مگر مجمع کی کثرت مانع ہوئی — مولانا انعام الحسن صاحب نے لوگوں سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اگر زکریا بھوپال نہ آوے تو بذریعہ تار اور ٹیلیفون اطلاع کر دی جائے۔ چنانچہ اسی وقت ان کو اطلاع کر دی گئی، اس کے جواب میں ان کا ٹیلیفون آیا کہ وہ منگل کو بذریعہ طیارہ پہونچ رہے ہیں، چنانچہ وہ منگل کی شام کو عشاء کے قریب پہونچ گئے اور کلکتہ اور بہار کے احباب بدھ کی صبح کو ریل سے پہونچے، منگل کے دن وہاں عورتوں کا اجتماع تھا جس میں مولوی انعام کی شرکت ضروری تھی مگر نہ ہو سکی، فیا للاسف"۔ [2]

---

[1] نشان منزل بھوپال مورخہ ۱۵ر فروری ۱۹۷۰ء [2] آپ بیتی ج ۴ ص ۲۰۲۔

اجتماع بھوپال منعقدہ شوال المکرم ۱۳۹۰ھ

۲۶، ۲۷، ۲۸، شوال المکرم مطابق ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۹۷۰ء شنبہ یکشنبہ دوشنبہ میں منعقد ہونے والے اس سالانہ اجتماع کے لیے حضرت مولانا ایک دن قبل دہلی سے بذریعہ ٹرین بھوپال کے لیے روانہ ہوئے۔ مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری، مولانا حسن خاں صاحب میواتی وغیرہ احباب نے دہلی سے اور حضرت مولانا علی میاں اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی زادمجدھما نے لکھنؤ سے شرکت کی۔

اجتماع کے آخری دن جماعتوں کے رخصت ہونے سے قبل حضرت مولانا نے انسان کے مقصد تخلیق اور اس کے مقصد حیات کو موضوع بنا کر ایک جامع اور مفصل تقریر فرمائی جس کا ایک اقتباس یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

"فرمایا کامیابی و ناکامی کا انحصار اس بات پر نہیں ہے کہ انسان نے فقر و فاقہ میں زندگی بسر کی، یا عیش و عشرت میں۔ بلکہ اصل چیز تو یہ ہے کہ اس نے مقصد زندگی کو کس حد تک پیش نظر رکھا اگر اس نے مقصد کو راہنما بنایا تو وہ جھونپڑی میں فقر و فاقہ برداشت کر کے بھی کامیاب ہے۔ اور اگر بے مقصد زندگی بسر کی تو محلوں میں رہ کر بھی ناکام رہا۔ ہر شخص دنیا کی چیزوں پر نظر رکھ کر اس کے نقصان و نفع کو عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر اس کے طریقہ کو استعمال کرتا ہے کیوں کہ یہ چیزیں ظاہر ہیں اور ہر شخص ان کو دیکھتا ہے لیکن اللہ کا حکم اور اس کی مشیت جو چیزوں میں کام کرتی ہے وہ کسی کو نظر نہیں آتی اس لیے اس سے فائدہ کا طریقہ انسان نہیں تجویز کر سکتا۔ یہ علم انبیاء کرام پر اللہ عزوجل کھولتا ہے اور اس علم سے استفادہ کا طریقہ انھیں انبیاء کرام سے معلوم ہو سکتا ہے۔"

اللہ جل شانہٗ کی قدرت اور مشیت کو اصل بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"انبیاء کی تعلیمات کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ کی قدرت اور مشیت اور اس کے حکم کو اصل خیال کرتے ہوئے چیزوں اور اسباب کو استعمال کرو اور تہیہ اس کا کر لو کہ اللہ کے احکام کی تابعداری کرتے ہوئے ان شعبوں پر لگو گے اور ان چیزوں

کا استعمال کروگے تب یہ چیزیں نفع دیں گی۔

جو شخص اللہ جل شانہٗ کی بندگی کرے گا اس کے سامنے سر تسلیم خم کرے گا پھر وہ بڑی سے بڑی طاقت کے سامنے سر نہیں جھکا سکتا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یہی انسان کی پیدائش کا مقصد ہے یہی انسانیت کی عظمت وافضلیت واشرف کا راز ہے۔

صحابۂ کرام کو دین کی کوششوں میں مزا آتا تھا اور ہم کو گھر میں بیٹھنے میں مزا آتا ہے، اپنی زندگی کو قیمتی اور وزنی بنانے اور دنیا و آخرت کا سکون پانے کیلئے ایک ہی راستہ ہے جس کا قرآن نے اعلان کیا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب!

حضرات صحابۂ کرام کے دین کے ساتھ کے تعلق وشغف کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"صحابۂ کرام میں توکل ویقین، اعتماد علی اللہ سب اسی دعوت وتبلیغ سے پیدا ہوا تھا انھوں نے دین کی خاطر دل کے تقاضوں کو نفس کی خواہشات اور تمناؤں کو ختم کر دیا تھا، ان کو بس ایک ہی فکر تھی کہ دین کا بول بالا ہو جائے خدا کا دین عالم میں آشکارا ہو جائے، اسی وجہ سے ان کی زندگیاں ہم سے مختلف تھیں، روپیہ ہم بھی خرچ کرتے ہیں اور صحابۂ کرام بھی خرچ کرتے تھے لیکن خرچ کرنے میں فرق ہے۔ ہم خرچ کرتے ہیں۔ شادی بیاہ میں رسومات میں مکانات میں، عیش وعشرت کے سامانوں میں، اور صحابہ کرام خرچ کرتے تھے جہاد میں، اعلاء کلمۃ اللہ میں، ہجرت میں، دین کی نصرت میں، کلمہ کی دعوت عام کرنے میں انھوں نے اللہ جل شانہٗ سے اپنا رشتہ مضبوط کرلیا۔

احکامات الٰہی پر جب محنت ہوتی ہے تو دین زندہ ہوتا ہے انعامات خداوندی کا دروازہ کھلتا ہے، محنت کا ایک دائرہ ہے ہر نبی اپنے دور میں ایک محنت لے کر آیا، لیکن حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری قوموں اور سارے عالم کے لیے قیامت تک کی محنت لے کر آئے ہیں۔ حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم والی محنت

اُسی وقت ہوسکتی ہے جب ہم اپنی محنت کا دائرہ کسی جماعت اور کسی جگہ کے ساتھ مخصوص نہ رکھیں بلکہ سارے عالم کو اس دائرہ محنت میں لے لیں جب محنت اخلاص ویقین کے ساتھ ہوگی تو عبادت میں تر و تازگی پیدا ہوگی "۔

مولانا عمران خاں صاحب کئی سال سے حضرت شیخ رح پر اجتماع بھوپال میں شرکت کا اصرار کر رہے تھے اس سال حضرت نے عزم سفر فرمایا، ٹرین میں سیٹیں بھی ریزرو ہوگئیں لیکن مقدرات کی کارفرمائی کہ پھر بھی سفر نہ ہوسکا۔

حضرت رح روزنامچہ میں اس عزم سفر اور فسخ سفر کی تفصیل اس طرح تحریر فرماتے ہیں،

"مولانا عمران خاں صاحب ہر سال اجتماع کے موقع پر زکریا پر اصرار کرتے تھے اس سال رمضان میں بہت ہی شدید اصرار ہوا، اور اس کے لیے انھوں نے بہت ہی زوردار خط لکھا جس کی بنا پر زکریا نے شرکت کا وعدہ کرلیا اور ۲۵ر دسمبر جمعہ کے دن کے لیے مولوی انعام کے ساتھ جانے کے لیے چار سیٹیں فرسٹ کلاس کی ریزرو بھی کرالیں۔ مولوی انعام ان کا رفیق زکریا اور ابوالحسن لیکن طبیعت رمضان کے بعد ہی سے خراب تھی اس لیے ۱۲ر دسمبر دوشنبہ کو التواء کے خطوط لکھ دیئے اس کے بعد سے طبیعت اور بھی زیادہ خراب ہوئی حتی کہ مسجد میں جانا بھی چھوٹ گیا مولوی انعام کا اصرار تھا کہ میں ہوائی جہاز سے جاؤں اور وہ سات بجے دہلی سے چلتا ہے مگر سردی کی شدت میں اس کے لیے چار بجے نظام الدین سے چلنا پڑتا تھا، اس کو زکریا نے قبول نہیں کیا، زکریا کے التواء کے بعد حضرات نظام الدین جمعہ کے دن مغرب کے بعد چل کر بار کی صبح کو بھوپال پہنچے شنبہ تا دوشنبہ وہاں کا اجتماع تھا۔ منگل کی شام کو یہ حضرات چل کر ۳۰ر دسمبر بدھ کی صبح کو نظام الدین دہلی پہونچے "۔

اجتماع بھوپال منعقدہ ذی قعدہ ۹۲-۱۳۹۱ھ

۶ تا ۷ ، ۸ر ذی قعدہ ۱۳۹۱ھ (۲۵، ۲۶، ۲۷ر دسمبر ۱۹۷۱ء) میں

یہ سہ روزہ اجتماع منعقد ہوا۔ حضرت مولانا اس مرتبہ ۲۸ر شوال ۱۷ر دسمبر میں دہلی سے روانہ ہوکر

بیگم گنج، سارنگ پور، مختار نگر وغیرہ کے متعدد ذیلی وضمنی اجتماعات کرکے بھوپال تشریف لائے تھے۔

حضرت مولانا نے مختار نگر سے جو مکتوب حضرت شیخ کو تحریر فرمایا تھا اس سے اس طویل سفر کا مختصر نظام الاوقات معلوم ہوتا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

"جمعہ ۲۹ شوال کو دہلی سے روانگی ہوئی، ۳۰ شنبہ کی صبح کو بھوپال اتر کر بھوپال میں ناشتہ کرکے بیگم گنج کے لیے روانگی ہوئی، ایک بجے کے قریب وہاں پہونچے اگلے روز شنبہ کو راستہ میں دو گھنٹے ٹھہر کر آیا ایک مقام پر جانا ہوا، وہاں پر دو شب قیام رہا، بروز سہ شنبہ آج وہاں سے واپسی پر بھوپال سے آٹھ میل کے فاصلہ پر دوپہر کا کھانا تھا، کھانے کے وقت جب وہاں پہونچا ہوا تو سید خلیل صاحب دیوبندی کی معرفت والانامہ موصول ہوا۔"

تاج المساجد کے اجتماع کا آغاز بعد نماز فجر مولانا مستقیم صاحب کی تقریر سے ہوا، اجتماع کے ایام میں مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی، مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری، میاں جی محراب صاحب وغیرہ کے بیانات ہوئے۔

اجتماع کے آخری دن حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی تقریر انسانیت اور آدمیت کے موضوع پر ہوئی، اپنی تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کی تقریر میں حضرت مولانا نے انسانیت کی ناقدری اس کی اخلاقی گراوٹ اور روحانی پستی کو خوب زور دار الفاظ میں بیان فرما کر صرف انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات پر عمل اور دین کی ایمانی وایقانی محنت میں اس کا حل ہونا بتلایا۔

یہاں حضرت مولانا کی اس تقریر سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ فرمایا:

"انسانیت اور آدمیت کا جنازہ آج اس لیے نکل گیا ہے کہ پوری دنیا ہدایت کے نور سے محروم ہے اور انسان نئی نئی پریشانیوں میں مبتلا ہے۔ ہدایت دل کے اندر کا وہ نور ہے جو انسان میں بصیرت و فراست پیدا کر دیتا ہے کہ حقیقی نفع وضرر کیا ہے، جن قلوب میں ایمان روشن ہوتا ہے وہ اسوۂ رسول کا اتباع کرتے ہیں جب زندگی رسول کے اسوہ میں ڈھل جاتی ہے تو خدا کائنات کے نظام کو درست فرما دیتے ہیں۔ خدائی نقشہ صحیح ہے باقی تمام نقشے غلط ہیں۔ اس کائنات میں

انسان سب سے اشرف ہے، خدا نے اس کو خدمت و عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، کلمہ والی زندگی اختیار کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ دنیا میں بھی عافیت اور آخرت میں بھی سرخروئی نصیب ہوگی۔ انسان اگر حسن نیت کے ساتھ عمل کرے گا تو وہ ضائع نہیں ہوگا مگر اس کے لیے رضائے الٰہی لازمی ہے، نفسانی خواہش اس میں شامل نہ ہو

دنیا سراپا گندگی و ظلمت ہے اس کے مضر اثرات سے بچانے کے لیے ہی ماحول تبدیل کیا جاتا ہے۔ پوری عمر میں زندگی کا کچھ حصہ اس کام میں لگانا چاہیے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنی زندگیوں کو اس عظیم مقصد کے لیے قربان کردیا تھا وہ جانی مالی قربانی سے کبھی دریغ نہ کرتے تھے اسی بنا پر خدائے عزوجل نے ان کو عالم کا سرتاج بنا دیا تھا۔ اگر ہم بھی اس عظیم مقصد کے لیے ہر قربانی کو تیار ہو جائیں تو ہماری تمام پریشانیوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے سیدھی راہ سے روکنے کے لیے شیطان نئی نئی چالیں چلاتا ہے، دکانوں، کارخانوں، گھر، اولاد کی محبت کو سامنے لاکر رکھتا ہے، ہم رزق کے بجائے رزاق کی طرف بلاتے ہیں، اس دعوت کو عام کرنے میں تھوڑی سی قربانی انشاء اللہ بڑی قیمتی ثابت ہو سکتی ہے۔" [1]

اس تقریر کے بعد حضرت مولانا نے طویل دعا فرمائی اور تمام جماعتوں سے مصافحہ کرکے ان کو رخصت کیا۔

اجتماع کے ایک حاضر باش عالم دین اس دعا کا نقشہ اپنے الفاظ میں اس طرح کھینچتے ہیں:

"امیر تبلیغ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ نے تقریر کے بعد بڑی اثر انگیز دعا فرمائی، دعا کے لیے دور دور سے لوگ کھنچ کر چلے آئے تھے تاج المساجد کا وسیع و عریض صحن کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، ہر شخص نہایت الحاح وزاری

---

[1] نشانِ منزل بھوپال۔

سے خالق کائنات کے سامنے اپنی خطاؤں کی معافی مانگ رہا تھا اور صحن میں ایسے لوگ بھی دکھائی دیئے جو بلک بلک کر رو رہے تھے شاید ہی کوئی ایسی آنکھ ہو جو ڈبڈبائی نہ ہو"۔ ؎

اجتماع میں مجمع کا اندازہ پچیس تیس ہزار کے درمیان تھا، اسّی جماعتیں راہ خدا میں نکلیں جن میں ایک ہزار سے زائد افراد تھے۔ بیرون ملک سے سعودی عرب، مصر، کویت، عراق، الجزائر، لندن اور افریقہ کی جماعتیں شریک اجتماع تھیں۔

۸ر ذی قعدہ ۲۷ر دسمبر کی شام کو آپ بھوپال سے روانہ ہو کر اگلے دن مرکز دہلی تشریف لے آئے۔

حضرت مولانا کا یہ سفر بھوپال ایسے خطرناک اور نازک زمانہ میں ہوا جب کہ ہندوستان میں جگہ جگہ مسلم کش فسادات ہو رہے تھے اور ہندوستان کی مجموعی سیاسی فضا بڑی زہر آلود تھی۔ ایسے ماحول میں تبلیغی جماعتیں بھی محفوظ نہیں تھیں اور ان پر جا بجا ظلم و تشدد ہو رہا تھا۔ بعض جگہ اس فضا کی وجہ سے اجتماعات بھی ملتوی کرائے گئے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نام ارسال کردہ ایک والا نامہ سے (جو اس سفر بھوپال کی اطلاع اور دعاؤں کے لیے تحریر کیا گیا تھا) مزید احوال و تفصیلات کا پتہ چلتا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں،

"یہاں پر بلیک آؤٹ مستقل ہے، شام کو ساڑھے پانچ بجے سے صبح چھ بجے تک ہے۔ دہلی اور میوات میں گرفتاریوں کا بھی سلسلہ ہے۔ کل نوح (میوات) کے مدرسین کو بھی بلا کر حکومت نے دریافت کیا اور کئی جماعتیں بھی گرفتار کی گئیں۔ اور بعض جگہ جماعت والوں کی پٹائی بھی پولیس والوں نے کی۔ ایک جلسہ بھی راجستان میں بھرت پور کے علاقہ میں ملتوی کرایا گیا۔ دو جلسے اس دوران میں ہوئے الحمد للہ وہ خیریت سے ہو گئے۔

آج شام سے بھوپال اور اطراف بھوپال کا سفر شروع ہو رہا ہے اور حالات ہر

؎ نشان منزل بھوپال۔

روز سخت سے سخت تر ہوتے چلے جا رہے ہیں اللہ جل شانہٗ ہی عافیت اور سہولت کا معاملہ فرمائے۔ اس سفر کے لیے جو آج شروع ہو رہا ہے۔ خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے کہ طبیعت پر سہم ہے۔"

(مکتوب محررہ ۲۸ر شوال ۱۷ر دسمبر از دہلی مرکز)

دہلی سے اس طویل سفر پر روانہ ہوتے ہوئے حضرت مولانا نے بڑے اہتمام کے ساتھ جناب الحاج عبدالعلیم صاحب اور الحاج اسماعیل صاحب (مرادآباد) کو مرکز نظام الدین میں قیام کر کے دعاؤں میں مشغول رہنے کی تاکید فرمائی اور مزید کچھ احباب کو اپنی واپسی تک اعتکاف میں بیٹھنا تجویز فرمایا۔

اس اجتماع کے ایک سال بعد ۱۷ تا ۱۹ر ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۴ تا ۲۶ر دسمبر ۱۹۷۲ء کے اجتماع میں شرکت کے لیے آپ ۲۳ر دسمبر میں جی ٹی ایکسپریس سے دہلی سے بھوپال پہونچے۔ اس موقع پر شرکاء اجتماع کا اندازہ اسی ہزار کا لگایا گیا۔

ایک سو بیس جماعتیں راہ خدا میں تیار ہو کر نکلیں جس میں انیس جماعات تین چلہ کی تھیں اس اجتماع کے شرکاء کا بیان ہے کہ حضرت مولانا پر آخری بیان میں جلال اور دعا میں انتہائی عاجزی و مسکنت کی کیفیت طاری رہی۔

۲۰ر ذی قعدہ (۲۷ر دسمبر) کو پٹھان کوٹ ایکسپریس سے دہلی روانگی ہوئی۔

اجتماع بھوپال منعقدہ ۱۳۹۳، ۹۴ھ

۲۴، ۲۵، ۲۶ر نومبر ۱۹۷۳ء مطابق ۲۸، ۲۹، ۳۰ر شوال ہفتہ، اتوار، پیر میں اس سال کا اجتماع منعقد ہوا، حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب حسب معمول اس اجتماع میں تشریف لے گئے۔ مرکز کے دیگر خواص مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی، مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری، مولانا حسن خاں صاحب میواتی وغیرہ آپ کے رفقاء سفر تھے، امسال بڑی تعداد میں دیگر ممالک افریقہ، امریکہ، فجی، ملیشیا اور برما کی جماعتیں اجتماع میں شریک تھیں۔ اجماع کے تینوں دن مختلف حلقات اور خیموں میں بیانات کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت مولانا کا ایک بیان عربوں کے حلقہ میں اور ایک بیان اجتماع کے دوسرے دن مجلس نکاح میں ہو کر تیسرا بیان دعا سے قبل ہوا۔

مولانا منصور نعمانی ندوی اس بیان کا ایک اہم حصہ اس طرح قلم بند کرتے ہیں،

"انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک ضروریات اور خواہشات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔ انسان کے بدن کے تقاضے زندگی کی تکمیل کرتے ہیں لیکن ان تقاضوں اور ضروریات کو ایمانی ڈھنگ سے تکمیل دینے والا خدا کا بندہ ہے، ایمانی طریقوں سے جہاں بدنی، جسمانی ضروریات پوری ہوتی ہیں وہیں اس کو روحانی تسکین بھی ملتی ہے۔ ایمانی طریقہ پر عمل کرتے ہوئے زندگی گذارنے سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور انسان خالق و مخلوق کا محبوب و منظور نظر بن جاتا ہے۔ ایمان کی جس محنت کو لے کر حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی کے ۲۳ برس اس دنیا میں گذارے وہ انسانیت کی معراج اور انسانیت کے لیے صراط مستقیم ہے۔ جس کی دعا روزانہ ہر نماز اور ہر رکعت میں ہم مانگتے ہیں۔ وہ ایمان کی محنت آج ہمارے اندر پیدا ہو جائے تو زندگی نمونہ جنت بن جائے۔ اور یہ دنیا جو آج جہنم کدہ بنی ہوئی ہے اور جس سے ہر صاحب عقل و خرد پناہ مانگنے لگا ہے، امن و سکون کا گہوارہ اور عیش و آرام کا گہوارہ بن جائے۔ بس شرط یہ ہے کہ ایمان کی محنت پوری دنیا میں عام ہو جائے۔"

اس مرتبہ اس اجتماع کے شرکا، کا اندازہ چالیس پینتالیس ہزار کے درمیان لگایا گیا۔۔۔ ڈیڑھ ہزار افراد مختلف اوقات کے لیے اللہ جل شانہ، کے راستہ میں نکلے، اس اجتماع کے صرف تین دن بعد حضرت مولانا کی دہلی سے حرمین شریفین روانگی کی تاریخیں متعین تھیں۔ اس لیے مزید قیام کئے بغیر ۲۶ر نومبر کو بھوپال سے دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔

اگلے سال کا اجتماع ۲۴، ۲۵، ۲۶ر ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ (۸، ۹، ۱۰ر جنوری ۱۹۷۴ء) میں منعقد ہوا، مجمع کا اندازہ ساٹھ ہزار کا تھا۔ ایک سو تین جماعتیں راہ خدا میں نکلیں۔

اجتماع بھوپال منعقدہ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ

۲۶، ۲۷، ۲۸ر محرم (۸۔۹، ۱۰ر فروری ۱۹۷۵ء) شنبہ، یک شنبہ دوشنبہ میں یہ سالانہ اجتماع اپنی متعینہ جگہ پر منعقد ہوا۔ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب

۲۵ محرم جمعہ میں سدرن ٹرین سے دہلی سے بھوپال پہونچے. رفقا سفر یہ حضرات تھے۔ مولانا محمد عمر صاحب، مولانا محمد طلحہ، مولانا محمد زبیر الحسن، منشی بشیر احمد صاحب، الحاج محمد شفیع الحاج کرامت اللہ، الحاج عبدالحفیظ دہلوی، مولانا محمد یعقوب، محمد شاہد (راقم سطور) مولوی محمد بن سلیمان جھانجی، مولوی اسماعیل گودھرا وغیرہ۔

۲۶ محرم شنبہ میں اجتماع کا آغاز بعد نماز فجر مولانا محمد عمران خاں صاحب کے بیان سے ہوا، بعد ظہر مولانا محمد یعقوب صاحب اور بعد عصر مولانا زبیر الحسن صاحب کے بیانات ہوئے۔ مغرب بعد عمومی مجمع میں حضرت مولانا کے بیان کے بعد مولانا محمد عمر صاحب کی تقریر ہوئی ۱۱½ بجے نماز عشاء کی ادائیگی ہو کر اجتماع کا پہلا دن بخیر وخوبی ختم ہوا۔

اجتماع کے دوسرے دن متعدد حلقوں میں مختلف حضرات کے بیانات ہوئے۔ حیدرآبادی حلقے میں جس میں علما، طلبہ، ڈاکٹر، انجینیئر صاحبان اور آندھرا پردیش کے مختلف علاقوں کے جماعتی ذمہ دار احباب تھے. حضرت مولانا کا بیان ہوا، نیز نماز ظہر کے بعد حضرت مولانا کا دوسرا بیان قدما میں ہوا۔ آج چونکہ مجلس نکاح بھی تھی، اس لیے ــــ بعد نماز عصر حضرت مولانا کا تیسرا بیان نکاحوں کی اہمیت پر ہوا۔ اور اس کے بعد آپ نے خطبہ مسنونہ پڑھ کر بڑی تعداد میں ایجاب وقبول کرائے۔

اجتماع کے آخری دن بعد نماز فجر میاں جی محراب صاحب نے بات کی. جناب سعید میاں نے ترتیب کے ساتھ جماعتوں کو بٹھایا۔

اس سال مجمع کی کثرت کی وجہ سے ایک نئی ترتیب یہ قائم کی گئی کہ بیرونی جماعتوں کی روانگی کا نظم علیحدہ سے کیا گیا، اور صبح اول وقت حضرت مولانا بیرونی ملک جانے والی جماعتوں کے خیمہ میں تشریف لے گئے اور ان جماعتوں میں بیان اور دعا فرما کر بیرون ملک جانے والی ۲۲ جماعتوں کو رخصت کیا۔ ۱۰½ بجے مولانا محمد عمر صاحب نے عمومی روانگی کی ہدایات دیں ــــ بعد ازاں حضرت مولانا نے آخری بیان فرما کر اجتماع کی اختتامی دعا کرائی اور مصافحہ کر کے جماعتوں کو روانہ کیا۔ اس دعا میں گریہ وبکا کی شدت سے ایک عورت کا انتقال بھی ہوا۔ اس اجتماع سے اندرون ملک کے لیے ایک سو دو جماعتیں تیار ہو کر روانہ ہوئیں۔

۲۹، محرم ۱۱، فروری سہ شنبہ میں علاقہ بھوپال کے پرانے کام کرنے والوں کا خصوصی اجتماع ہوا۔ جس میں حضرت مولانا نے اپنی قدیمی عادت اور معمول کے مطابق پرانے کام کرنے والے احباب کو راہنما اصول بیان فرمائے اور کام کو مزاج دعوت سے زیادہ سے زیادہ آہنگ کرنے اور اس میں سادگی و عمومیت پیدا کرنے پر زور دیا۔

اس اجتماع سے فارغ ہو کر مستورات کے اجتماع میں جو سعید میاں صاحب کے مکان پر تھا تشریف لے گئے، یہاں بھی بیان اور بیعت کے بعد دعا ہوئی' ان امور سے فراغت کے بعد جناب الحاج نواب میاں صاحب کے فارم پر جانا ہوا۔ ملکی خواص اور غیر ملکی مہمانوں کی بڑی تعداد نواب صاحب کے یہاں کھانے پر مدعو تھی۔

۲۹، محرم ۱۱، فروری منگل شام ۳ بجے آپ پٹھان کوٹ ٹرین سے روانہ ہو کر اگلے روز بخیر و عافیت حضرت نظام الدین مرکز پہونچے۔

اجتماع بھوپال منعقدہ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

۳، ربیع الاول (۵، مارچ ۱۹۷۶ء) میں حضرت مولانا ایک بڑی جماعت' کے ساتھ (جس میں مولانا محمد عمر صاحب' مولانا عبید اللہ صاحب' مولانا سعید خاں صاحب' اور مولانا محمد زبیر الحسن صاحب بھی شامل تھے) نظام الدین ریلوے اسٹیشن سے بھوپال کے لیے روانہ ہوئے۔ ۴، ۵، ۶، ربیع الاول مطابق ۶، ۷، ۸، مارچ ۱۹۷۶ء شنبہ، یک شنبہ، دوشنبہ اس اجتماع کی متعینہ تاریخیں تھیں۔

اجتماع کا آغاز بعد نماز فجر مولانا محمد عمران خاں صاحب کے بیان سے ہوا۔ بعد نماز مغرب مولانا محمد عمر صاحب کے بیان کے بعد حضرت مولانا کا بیان ہوا۔ دوسرے روز کی مختلف مجالس میں مولانا سعید خاں صاحب' مولانا محمد منظور صاحب نعمانی' مولانا عبید اللہ صاحب' مولانا محمد عمر صاحب کے بیانات ہوئے۔ حضرت مولانا نے عصر بعد نکاحوں کی دینی و شرعی اہمیت پر بیان فرما کر متعدد ایجاب و قبول کرائے۔

اجتماع کے تیسرے دن مختلف حضرات کے بیانات کے بعد حضرت مولانا نے بیان فرما کر اجتماع کی آخری دعا کرائی۔ عصر بعد ایچ۔ ای۔ ایل جا کر ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور مغرب بعد

مستورات کے اجتماع میں بیان کیا اور بیعت کی۔

۷ربیع الاول ۹ مارچ شنبہ میں بھوپال کے کام کرنے والے احباب نے سعید میاں صاحب کے مکان میں خواتین کے اجتماع کا نظم کر رکھا تھا یہاں مستورات ایک محفوظ اور باپردہ مکان میں بہت بڑی تعداد میں جمع تھیں۔ حضرت مولانا نے یہاں تشریف لاکر بیان فرمایا اور پھر مستورات کو بیعت کیا۔ اس اجتماع سے فراغت کے بعد آپ نواب میاں صاحب کے فارم پر تشریف لے گئے احباب و رفقاء کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ کھانا کھایا اور کچھ دیر آرام کے بعد بذریعہ ٹرین روانہ ہوکر اگلے دن صبح ۶ بجے نظام الدین ریلوے اسٹیشن پر اُترے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے نام حضرت مولانا کے تحریر کردہ مکتوب (محررہ ۱۰ مارچ ۱۹۷۶ء) سے معلوم ہوتا ہے اس اجتماع سے ایک سو چالیس جماعتیں اندرون ملک اور چالیس جماعتیں بیرون ملک کی تیار ہوکر روانہ ہوئیں۔

اجتماع بھوپال منعقدہ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ

۱۷، ۱۸، ۱۹ محرم مطابق ۸-۹-۱۰ جنوری ۱۹۷۷ء ہفتہ، اتوار، پیر میں ہونے والے سالانہ اجتماع کے لیے حضرت مولانا ۱۶ محرم کو دہلی سے بھوپال کے لیے روانہ ہوئے، مولانا عبیداللہ، میاں جی محراب، مولانا محمد کاندھلوی، مولانا محمد طلحہ، مولانا محمد زبیر الحسن مولانا محمد سلمان سہارنپوری اور راقم سطور بھی اس سفر میں ساتھ تھے۔

اجتماع کے پہلے دن مولانا عمران خاں صاحب، مولانا مستقیم اور مولانا زبیر الحسن صاحب کے بیانات ہوئے، بعد نماز مغرب مولانا محمد عمر صاحب اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے بیانات ہوکر پہلی نشست ختم ہوئی۔

دوسرے دن بعد فجر قاری ظہیر صاحب کا بیان، پھر تعلیم، دس بجے خواص میں مولانا محمد عمر صاحب اور علماء میں مولانا عبیداللہ صاحب کے بیانات ہوئے۔ حضرت مولانا مستورات کے اجتماع میں تشریف لے گئے اور وہاں بیان فرمایا، پھر دوسرا بیان بیرون ملک جانے والی جماعتوں میں ہوا، کام کرنے والے پرانے احباب بھی اس موقع پر موجود تھے۔ اسی تاریخ میں حضرت مولانا کا تیسرا بیان بعد نماز عصر نکاح کے موضوع پر ہوا۔

تیسرے دن مولانا محمد عمر صاحب کی روانگی کی ہدایات کے بعد حضرت مولانا نے تقریر فرما کر اختتامی دعا کرائی، یہ بیان و دعا ڈیڑھ گھنٹہ ہوئی۔

اجتماع کے بعد مزید ایک دن تاج المساجد میں قیام فرمایا اور ۲۰ محرم ۱۴۱۱ھ جنوری منگل میں علاقہ بھوپال کے خواص اور پرانے کارکنوں کو نصائح و ہدایات فرمانے کے بعد تاج المساجد سے رخصت ہوئے۔ قیام بھوپال کے اس آخری دن حسب معمول نواب میاں صاحب کے فارم پر تشریف لے جاتے ہوئے راستہ میں صاحبزادہ سکندر میاں کے مکان کا سنگ بنیاد رکھ کر دعا فرمائی۔

نواب میاں صاحب کے یہاں کھانے کی دعوت سالہا سال سے ہوتی آ رہی ہے اس مرتبہ ان کے صاحبزادہ کے ولیمہ کے عنوان پر کچھ زیادہ ہی اہتمام و انتظام تھا اس دعوت ولیمہ سے فارغ ہو کر پٹھان کوٹ ایکسپریس سے دہلی کے لیے روانہ ہوئے۔

اس اجتماع میں جناب الحاج عبدالوہاب صاحب (رائے ونڈ پاکستان) بھی شریک تھے موصوف نے دہلی سے دہلی تک اجتماع کی کارگذاری پر مشتمل جو مکتوب حضرت شیخ رح کو مدینہ منورہ تحریر کیا اس کا ایک اقتباس یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ لکھتے ہیں:

"اس دفعہ مولانا عمران خاں صاحب سہارنپور گئے تو خاص طور پر بھائی طلحہ، مولوی سلمان، مولوی شاہد کو اپنے یہاں کے اجتماع کی دعوت دے آئے۔ چنانچہ گذشتہ سے پیوستہ جمعرات کو یہ سب یہاں پہونچ گئے۔

مولانا عبیداللہ صاحب سفر بھوپال کے امیر تھے حضرت جی نے رخصت ہوتے ہوئے مغرب کے بعد سورہ یٰسین شریف کے بعد بھی دعا مانگی پھر ریل روانہ ہونے سے پہلے بھی دعا فرمائی۔ گاڑی روانہ ہونے کے بعد مشورہ ہوا کہ کیا کیا جائے — مولانا عبیداللہ صاحب نے بحیثیت امیر سونے کا فیصلہ فرمایا چنانچہ سب سو گیے لیکن مولانا عبیداللہ صاحب نوافل وغیرہ پڑھنے لگے۔ فجر کی نماز کے بعد ناشتہ کیا گیا پھر کچھ مشورہ ہوا۔ بھوپال اسٹیشن پر باوجود معذوری کے مولانا عمران خان صاحب نواب میاں، اور ان کے لڑکے آئے ہوئے تھے۔ تاج المساجد پہونچے اور وہیں تینوں

دنوں کے لیے مشورہ ہوگیا۔ پہلے دن اجتماع گاہ میں بعد مغرب حضرت جی کا بیان ہوا۔ دوسرے دن بھی عورتوں میں بیان و بیعت حضرت جی کا ہوا، حضرت جی کا یہ بیان شہر میں ایک مسجد میں تھا اس کے پاس میدان ملا ہوا تھا عورتوں کو اس میدان میں جمع کیا گیا، قناطوں اور شامیانوں میں (پردہ کے لیے آڑ بنائی گئی) ظہر کے بعد پرانوں میں پہلے مولوی عمر صاحب کا پھر حضرت جی کا بیان ہوا۔ حضرت جی مولوی محمد عمر صاحب کے بیان کے دوران اپنے کمرے میں ـــــ بھوپال والے حضرات سے ملتے رہے اور گفتگو فرماتے رہے اس کے بعد پرانوں میں تشریف لے گئے، حضرت جی نے مختصر بیان فرمایا بڑا رقت والا بیان تھا خوب تشکیل ہوئی عصر تک تشکیل ہوتی رہی، عصر کے بعد حضرت جی کا نکاح پر بیان ہوا۔ پھر نکاح پڑھے گئے۔ مغرب کے بعد مولانا عبید اللہ صاحب کا پھر مولوی محمد عمر صاحب کا بیان ہوا۔

تیسرے روز پیر کے دن فجر کی نماز کے بعد بیرون ملک جانے والی جماعتوں میں مولوی عبید اللہ صاحب کا بیان اور مولوی محمد عمر صاحب کی ہدایات ہوئیں الحمد اللہ خوب بیانات ہوئے۔ میاں جی محراب صاحب، منشی بشیر صاحب وغیرہ بھی خوب مشغول رہے، مجمع ماشاء اللہ بڑا سنجیدہ تھا، جماعتیں خوب اچھی تھیں جماعتوں میں جانے والے احباب خوش تھے، بڑا نورانی اجتماع تھا اتوار کے روز تعلیم کے دونوں حلقوں میں مولوی سلمان، مولوی زبیر اور مولوی شاہد اور مولوی محمد طلحہ بھی شریک ہوئے اور بیانات میں بھی شریک ہوتے رہے ـــــ حضرت والا کی دعا و توجہ سے اجتماع الحمد للہ خوب کامیاب رہا اور حضرت جی بھی خوش رہے۔ منگل کی صبح کو سب جگہوں کے ذمہ دار پرانوں میں بندہ کا بیان ہوا، پھر نواب میاں کے فارم پر گئے، فارم پر اچھے شرفاء اور افسران آئے ہوئے تھے۔ حضرت جی نے ان سے گفتگو فرمائی۔

ریل ہی میں عصر کی نماز پڑھی گئی، مغرب و عشاء کے درمیان کچھ بات

چیت ہوتی رہی، عشاء کے بعد کھانا ہوا اس کے بعد سونے کے لیے فرمادیا گیا
فجر کی نماز بستی سلطان جی میں آکر پڑھی"۔
(اقتباس مکتوب محررہ ۲۴ر محرم ۱۳۹۷ھ)

اسی سال حضرت مولانا نے جمادی الاولیٰ میں بھوپال کا دوسرا سفر فرمایا۔ مدراس وکیرالہ کنتور، بنگلور، حیدرآباد کے اجتماعات سے واپسی پر ۴ار جمادی الاولیٰ منگل ۲ر مئی ۱۹۷۷ء میں آپ حیدرآباد سے بھوپال تشریف لائے۔ یہ سفر شدید گرمی اور سخت لُو کے زمانہ میں ہوا تھا، مذکورہ تاریخ میں مغرب کے وقت تاج المساجد پہونچے اور تھوڑی دیر بعد اجتماع گاہ پہونچ کر بیان فرمایا۔ یہ اجتماع چونکہ کالجوں، یونیورسٹیوں کے طلباء کے لیے خصوصی طور پر منعقد ہوا تھا اس لیے حضرت مولانا نے اسی نہج اور سطح سے دعوت والا پیغام حاضرین کے سامنے رکھا۔

اگلے دن بعد نماز فجر مولانا سعید خاں صاحب، مولانا محمد عمر صاحب کے بیانات کے بعد حضرت مولانا کا بیان ہوا۔ اسی مجلس میں نکاحوں پر بھی کچھ دیر بات فرماکر بارہ نکاح پڑھا کر دعا کرائی ــ پھر مصافحوں سے فراغت کے بعد مرکز مسجد عبدالشکور خاں پہونچ کر کھانا کھایا۔

شام پانچ بجے مستورات کے اجتماع میں تشریف لے گئے اور بیان فرماکر بیعت و دعا کی۔ اور مغرب بعد جی ٹی ایکسپریس سے دہلی کے لیے روانہ ہوئے۔

اجتماع بھوپال منعقدہ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ

۲، ۳، ۴ر ربیع الاول مطابق ۱۱، ۱۲، ۱۳ر فروری ۱۹۷۸ء بار، اتوار پیر میں بھوپال کا سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ یکم ربیع الاول جمعہ میں حضرت مولانا دہلی سے بھوپال کے لیے روانہ ہوئے۔ مولانا محمد عمر ـ مولانا محمد طلحہ ـ راقم سطور (محمد شاہد)، مولانا احمد لاٹ، مولانا محمد بن سلیمان جھانجی وغیرہ رفقائے سفر تھے۔ مولانا زبیر الحسن صاحب اس موقع پر حضرت شیخ رح کی خدمت میں مدینہ منورہ قیام فرما تھے۔ اس لیے وہ اس اجتماع میں شریک نہیں ہوئے۔

اس سفر کی تفصیلات و معلومات اور اجتماع کے احوال وکوائف راقم سطور کے روزنامچہ میں اس طرح درج ہیں:

"آج دو ربیع الاول ۱۰ فروری جمعہ کی صبح میں بندہ اور بھائی طلحہ اجتماع بھوپال میں شرکت کی غرض سے سہارنپور سے دہلی کے لیے روانہ ہوئے، راستہ میں بڑوت میں نماز جمعہ ادا کر کے قریب عصر دہلی پہونچ کر بعد مغرب ۸ بجے بھوپال کے لیے روانہ ہوئے، جم غفیر ساتھ تھا۔ شنبہ کی صبح کو ۸½ بجے بھوپال پہونچے۔ یکشنبہ کو بعد عصر حضرت جی مدظلہ، کا مختصر بیان نکاح پر ہوا ستر کے قریب نکاح ہوئے دوشنبہ میں اختتامی تقریر و دعا حضرت جی مدظلہ، کی ہوئی، زبردست ہجوم تھا تین سو جماعتیں اندرون و بیرون کی نکلیں۔ بعد عصر ایچ ای ایل گئے اور بعد مغرب بیعت پر تقریر کر کے مردوں اور عورتوں کی بیعت کی، بعد مغرب حضرت جی مدظلہ، کا تاج المساجد میں بیان ہوا اور مزید جماعتیں نہیں، شب تاج المساجد میں گزار کر صبح ۸½ بجے بھائی سعید کے مکان پر تشریف لے گئے، بیان و بیعت کے بعد نواب میاں کے یہاں پہونچے، غسل کیا، کھانا کھا کر نماز ظہر ادا کی اور اسی دن (۵ ربیع الاول ۱۴ فروری منگل میں پٹھان کوٹ ٹرین سے روانہ ہو کر اگلے دن صبح ۲ بجے نظام الدین اسٹیشن پہونچے، بھائی کرامت صاحب کی گاڑی موجود تھی۔ عافیت سے نماز فجر سے پہلے گھر پہونچے اور اسی دن شام کو ۵ بجے بندہ و مولانا طلحہ صاحب نظام الدین سے چل کر شب میں ۱½ بجے سہارنپور اپنے مکان پر پہونچ گئے فللہ الحمد والمنۃ۔"

اجتماع بھوپال منعقدہ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

نماز عشاء اول وقت ادا کر کے حضرت مولانا دکشن ایکسپریس سے دہلی سے روانہ ہو کر ۲۳ محرم / ۲۳ دسمبر ۱۹۷۸ء ہفتہ کی صبح بھوپال پہونچے۔ مولانا محمد عمر صاحب، مولانا زبیر الحسن صاحب، مولانا احمد لاٹ، مولانا مستقیم احمد وغیرہ اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔

اجتماع کے پہلے دن مختلف حضرات کے بیانات ہوئے۔ مغرب بعد مولانا محمد عمر صاحب اور حضرت مولانا کے بیانات پر ۱۱½ بجے یہ پہلی مجلس ختم ہوئی۔ دوسرے دن بھی نظام الدین سے

آنے والے خواص کے بیانات ہوئے، عصر کی نماز کے بعد مجلس نکاح منعقد ہوئی اس میں حضرت مولانا نے نکاح کے موضوع پر تقریر فرما کر ایجاب و قبول کرائے۔

آخری دن بعد نماز فجر میاں جی محراب صاحب، یوسف بھائی پالن پوری، مولانا محمد عمر صاحب کے علی الترتیب بیانات کے بعد ایک گھنٹہ حضرت مولانا نے بیان فرمایا۔ یہ بیان مجمع میں تمام موجود طبقات کو سامنے رکھ کر کیا گیا تھا۔ حضرت مولانا نے دعوت والے اس عمل کو بڑے سہل اور آسان انداز میں پیش کر کے مجمع کو اس عمل میں جڑنے کی ترغیب دی اور پھر دعا فرمائی، ۲½ بجے نماز ظہر ادا کر کے کھانا کھایا اور آرام کیا، عصر پڑھ کر ایچ، ای، ایل گئے اور یہاں ہونے والے مقامی اجتماع میں شرکت فرمائی اور کچھ دیر بات کر کے دعا کی۔

اس سال دعا میں مجمع کا اندازہ تین لاکھ کے قریب لگایا گیا۔ اور منتظمین کو پہلی مرتبہ یہ احساس ہوا، کہ اجتماع کی موجودہ جگہ ناکافی ہوتی جا رہی ہے: ۲۵ محرم منگل کی صبح میں سعید میاں صاحب کے گھر ناشتہ کرتے ہوئے معمول کے مطابق نواب میاں صاحب کے فارم پر گئے جہاں حضرت مولانا خواص کی بڑی تعداد کے ساتھ کھانے پر مدعو تھے۔ بعد نماز مغرب یہاں سے اسٹیشن آکر دہلی کے لیے روانہ ہوئے۔

اجتماع بھوپال منعقدہ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

اس مرتبہ سالانہ اجتماع کی تواریخ ۲۰، ۲۱، ۲۲ ربیع الثانی مطابق ۸، ۹، ۱۰ مارچ ۱۹۸۰ء متعین تھیں۔ حضرت مولانا حسب معمول اجتماع سے ایک یوم قبل دہلی سے بھوپال روانہ ہوئے۔

۲۰ ربیع الثانی میں ـــــ مولانا عمران خاں صاحب کے بیان سے اجتماع شروع ہوا حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے بعد نماز مغرب مولانا محمد عمر صاحب کے بعد بیان فرمایا جو شب میں گیارہ بجے ختم ہوا۔

دوسرے دن علماء میں مولانا سعید خاں صاحب خواص میں مولانا محمد عمر صاحب، عوام میں مولانا عبید اللہ صاحب، پرانوں میں منشی بشیر احمد صاحب کے بیانات ہوئے حضرت مولانا کا بیان

بعد عصر مجلس نکاح میں ہوا۔

تیسرے دن صبح مولانا محمد عمر صاحب کی ہدایات کے بعد حضرت مولانا کے بیان اور دعا پر اجتماع ختم ہوا، ۲۳ ربیع الثانی میں ای۔ایچ۔ای۔ایل میں خواتین کا بڑا اجتماع تھا حضرت مولانا اس میں تشریف لے گئے اور کچھ دیر نصائح فرمانے کے بعد بیعت کی اور پھر بھوپال کے قدیم مبلغ وداعی سعید میاں صاحب کی صاحبزادی کے ولیمہ میں شرکت کرتے ہوئے نواب میاں صاحبؒ کے فارم پر گئے اور یہاں سے اسٹیشن پہونچ کر دہلی روانہ ہوئے اور ۲۴ ربیع الثانی بروز بدھ صبح سات بجے بخیریت نظام الدین پہونچے۔

اجتماع بھوپال منعقدہ ۱۴۰۱-۲ھ

اس سال ۳، ۴، ۵ ربیع الاول مطابق ۱۰، ۱۱، ۱۲ جنوری ۱۹۸۱ء بار، اتوار، پیر میں بھوپال کا سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ اس موقع پر (ودیشہ سے متصل) حکیم کھیڑی میں بھی ایک یوم کا اجتماع ۲ ربیع الاول (۹ جنوری) میں متعین تھا اس لیے حضرت مولانا یکم ربیع الاول جمعرات کا دن گذار کر شب میں ایک بجے پٹھان کوٹ ایکسپریس سے جائے اجتماع کے لیے روانہ ہوئے یہ ناچیز راقم سطور بھی شریک قافلہ تھا۔ اگلے دن صبح ۱۲½ بجے ودیشہ پہونچ کر نماز جمعہ ادا کیا اور اس سے فراغت پر حضرت مولانا نے بیان فرماکر بیعت عامہ فرمائی۔ اور دعا و مصافحہ کیا نماز عصر اول وقت پڑھ کر حکیم کھیڑی روانہ ہوئے۔ وہاں نماز مغرب ادا کی گئی اور مولانا سعید خاں مولانا محمد عمر صاحب کے بیانات کے بعد حضرت مولانا کے بیان و دعا پر جماعتیں روانہ ہوئیں ۱۲ بجے شب میں یہ اجتماع ختم ہوا، موسم سخت سردی کا تھا جس کا اکثر رفقاء پر اثر بھی ہوا۔

۳ ربیع الاول سنیچر کی صبح میں حکیم کھیڑی سے روانہ ہو کر گیارہ بجے بھوپال پہونچے جب کہ اجتماع کا آغاز آج فجر ہی سے ہو چکا تھا، دوسرے دن مولانا سعید خاں صاحب مولانا عبید اللہ صاحب، مولانا محمد عمر صاحب کے بیانات مختلف عمومی وخصوصی مجامع میں ہوئے۔ حضرت مولانا نے عصر بعد نکاحوں کی اہمیت پر بیان فرماکر ایجاب وقبول کرائے۔

اجتماع کے تیسرے دن مولانا محمد عمر صاحب نے جماعت میں نکلنے والوں کو ہدایات دیں اور حضرت مولانا کے بیان و دعا پر اجتماع کا اختتام ہوا۔

اس اختتامی بیان میں حضرت مولانا نے انسانوں کی تخلیق اور ان کی ابتدا و انتہا کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"انسان کی ابتدا، وانتہا، دونوں مٹی پر منحصر ہیں۔ یہ ذی روح ہستی مٹی سے پیدا کی گئی اور ایک دن اسی کی نظر ہو جائے گی، اور انسان کیا دنیا کی ہر شئی اسی سے بنی ہے۔

دنیا کے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق بھی اسی سے ہوئی۔ سونا، چاندی، جواہرات، لباس، غذا اور عظیم الشان عمارتیں سب مٹی سے پیدا ہوئیں، اور بنائی گئیں اور نتیجہ کے اعتبار سے اسی میں مل جائیں گی، اگر انسان اپنی چند روزہ حیات میں اچھے اعمال کر کے دنیا سے جائے گا تو بظاہر تو وہ مٹی میں ملا دیا جائے گا لیکن حقیقت کے اعتبار سے وہ کامیاب اور بامراد رہے گا۔"

اجتماع کے بعد حضرت مولانا نے ایک دن تاج المساجد میں قیام فرمایا، اس عرصہ میں عمومی وخصوصی ملاقاتوں اور بیعت و مشوروں میں مشغولیت و مصروفیت رہی۔

اگلے روز صبح تاج المساجد سے روانہ ہو کر سعید میاں صاحب کے مکان پر ہونے والے مستورات کے اجتماع میں تشریف لے گئے یہاں بیعت اور بیان فرما کر نواب میاں صاحب کے باغ میں کھانا، آرام اور نماز ظہر سے فارغ ہو کر دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔

راقم سطور کے روزنامچہ میں اس سفر کی مزید تفصیلات اس طرح لکھی ہوئی ہیں:

"دہلی سے جمعہ کی شب میں اول وقت نماز عشاء پڑھ کر روانہ ہوئے اسٹیشن پہونچ کر معلوم ہوا کہ نو بجے آنے والی ٹرین گیارہ بجے آئے گی اس لیے اسٹیشن پر ہی بستر بچھا کر آرام کیا، ٹرین کی آمد پر اس میں منتقل ہو گئے، صبح کو ۱۲ بجے کے قریب ودیشہ اترے وہاں عیدگاہ میں نماز جمعہ بیان تشکیل اور بیعت کے بعد کھانا کھا کر نماز عصر مسجد میں پڑھ کر بذریعہ جیپ کار حکیم کھیڑی پہونچے، یہ کئی میل اندر پہاڑی علاقہ ہے، مغرب کے وقت وہاں پہونچ کر نماز پڑھی، بعد عشاء اجتماع ہوا۔ اگلے دن صبح نماز فجر اول وقت پڑھ کر بذریعہ کار بھوپال روانہ ہوئے

ایک کار میں حضرت جی زاد مجدہٗ بھائی زبیر مولانا محمد عمر و محمد شاہد تھے، اور دوسری گاڑیوں میں بقیہ رفقا، ٹھیک گیارہ بجے تاج المساجد پہونچے، آج شنبہ کے دن سے اجتماع شروع ہو کر پیر کے دن ختم ہوا۔ مجمع خوب تھا۔۔۔ غیر مسلمین کی بھی کثرت تھی جو انتہائی سکون سے بات سنتے رہے اس اجتماع سے تقریبًا دو ہزار آدمی جماعتوں میں نکلے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق دعا میں دو لاکھ افراد شریک تھے۔

اجتماع کے بعد مشورے اور خصوصی ملاقاتیں ہوتی رہیں منگل کے دن مقامی مشورہ ہوا۔ دس بجے کے قریب تاج المساجد سے رخصت ہو کر پہلے بھائی سعید میاں کے یہاں گئے وہاں حضرت جی مدظلہٗ کا بیان اور بیعت ہوئی، وہاں سے مسجد شکور خاں گئے جو تبلیغی مرکز بھی ہے۔ مولانا عمران خاں صاحب نے جدید تعمیرات دکھلائیں، وہاں سے نواب صاحب کے فارم پر گئے کھانا اور نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد اسٹیشن کے لیے روانہ ہوئے اور بعافیت تمام نماز فجر کے وقت حضرت نظام الدین پہونچے۔"

۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۱ء کا اجتماع ۲۸، ۲۹، ۳۰ صفر/ ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر بروز بار، اتوار، پیر منعقد ہوا۔ اس میں بھی حضرت مولانا تشریف لے گئے۔ اس سال مجمع گذشتہ سالوں سے دوگنا تھا۔ تینوں دن حضرت مولانا کے بیانات ہوئے جن میں ہجرت، نصرت اور دعوت کو خوب کھول کر بیان فرمایا۔ مجلس نکاح میں بیتالیس نکاح ہوئے جن کا ایجاب و قبول بھی حضرت مولانا نے کرایا۔ اجتماع کے دوران ایک مجلس میں دینی معاملات میں بے فکری کا تذکرہ آگیا تو ارشاد فرمایا کہ بے فکری اچھے اچھے کام کرنے والوں کے لیے کام کے نتیجہ تک پہونچنے میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو اتنی فکر اور کڑھن تھی کہ اللہ تعالےٰ کو تسلی دینی پڑی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ وما علینا

الا البلاغ میں جو بلاغ ہے وہ صرف کانوں تک پہونچانا نہیں ہے بلکہ یہ فکر ہو کہ دل تک بات پہونچ جائے۔

۲۹ دسمبر منگل کی شام کو بھوپال سے روانہ ہو کر اگلے دن صبح دہلی پر یہ سفر ختم ہوا۔

اجتماع بھوپال منعقدہ ربیع الاول ۳-۱۴۰۲ھ

امسال ۸ ، ۹ ، ۱۰ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۵ ، ۲۶ ، ۲۷ دسمبر ۱۹۸۲ء

ہفتہ، اتوار، پیر اجتماع کی تواریخ تھیں۔ حضرت مولانا ۷ ربیع الاول کا دن گذار کر شب میں نظام الدین ریلوے اسٹیشن سے جینتی جنتا ایکپریس سے بھوپال کے لیے روانہ ہوئے۔ مولانا محمد عمر صاحب مولانا زبیر الحسن، الحاج ابوالحسن سہارنپوری (مدنی) خادم خاص حضرت شیخ رح مولوی محمد سعد راقم سطور محمد شاہد نیز عزیزان مولوی حافظ زبیر الحسن و مولوی حافظ محمد صالح سلمہا بھی شریک قافلہ تھے۔

بھوپال اسٹیشن پر عام مجمع میں دعا ہو کر تاج المساجد اجتماع گاہ آمد ہوئی، پورا دن احباب سے ملاقات اور جماعتی مشوروں میں گزرا۔ مغرب بعد حضرت مولانا نے مختصر نصائح فرما کر ایک بڑے مجمع کو بیعت کیا اوراد و وظائف ان کو تلقین فرمائے اور کچھ احباب کو ذکر بارہ تسبیح بتلایا۔

اجتماع کے دوسرے دن صبح گیارہ بجے ابّا میاں کے مکان پر مستورات کے اجتماع میں تشریف لے گئے اور بیان کے بعد بیعت کی، بعد نماز عصر مجلس نکاح منعقد ہوئی جس میں حضرت مولانا نے نکاح پر تقریر فرما کر ایجاب و قبول کرائے۔ بعد نماز مغرب سلوک و احسان کی لائن سے وابستہ لوگوں سے خطاب فرمایا اور انکو بیعت کر کے اعمال اور اشغال مسنونہ تلقین کیے۔

اجتماع کے آخری دن مولانا محمد عمر صاحب کے بیان کے بعد حضرت مولانا نے شرکاء اجتماع کو خطاب فرما کر دعا کرائی اور جماعتیں رخصت فرمائیں۔ تیسرے دن بھی مغرب بعد کثیر تعداد میں لوگ بیعت ہو کر داخل سلسلہ ہوئے۔

اجتماع سے فارغ ہو کر اگلے دن صبح دس بجے مدھیہ پردیش کے تبلیغی خواص اور پرانوں کے مجمع میں حضرت مولانا کا ایک گھنٹہ بیان ہوا۔

اس بیان میں آپ نے دعوت کی قدر دانی، نیت کی درستگی اور شدائد پر صبر اختیار کرنے

پر زور دیتے ہوئے اس طرح خطاب فرمایا۔

"میرے عزیزو، دوستو، اور بزرگو!

جو بات کہنی ہے وہ پرانوں سے کہنی ہے وہ یہ کہ اللہ کے دین کی محنت خدائے پاک کی نعمت ہے۔ ڈرنے کی بات یہ ہے کہ ہماری بے عنوانیوں کی وجہ سے یہ نعمت ضائع نہ ہو جائے، شکر کرنے کی، قدر کرنے کی اور مر مٹنے کی بات ہے۔

کام کرنے والوں پر حالات آتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حالات آئے اپنے بیگانے سب نے گالیاں دیں، قتل کے درپے ہوئے یہاں تک کہ مکہ سے نکلنا پڑا۔ مدینے میں آستین کے سانپ موجود تھے، یہود مدینہ منورہ میں سب کچھ جانتے ہوئے مخالفت کرتے تھے، منافقین اپنے بن کر جڑیں کاٹنے میں آخر تک رہے۔

کام کرنے والوں کے ساتھ کانٹا لگا رہا ہے۔ حضرت سید احمد شہید رح کی تحریک اپنوں ہی کی وجہ سے ختم ہوئی، حضرت علی رض کی شہادت ایک غلط فہمی کی وجہ سے ہوئی۔ کانٹا نہ ہو تو کھرے کھوٹے کی تمیز نہیں ہوتی۔

خلفائے راشدین کی زندگی اسوہ ہے، یہود و منافقین کا طرز عمل قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ بعض آدمی کنارے پر ہیں کہ فائدہ نظر آئے تو تیار اور آزمائش آئے تو انکار خسر الدنیا والآخرۃ کام کرنے والوں پر یہ سب صورتیں آتی ہیں اس میں بچنے ــــ کی ایک ہی صورت ہے کہ اللہ کی طرف متوجہ ہو کر الحاح وزاری سے اللہ ہی سے مانگا جا رہا ہو۔

حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلافت کا مسئلہ اٹھا۔

انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ایک تم میں سے لیکن انصار ہی میں سے ایک نے کہا، کیا کہہ رہے ہو، تم ہی اول مدد کرنے والے اور تم ہی اول انتشار کرنے والے بن رہے ہو، اس کہنے پر سب ہی کے جذبات سرد پڑ گئے۔ اس لیے

حضرت ابوبکر کا ہاتھ حضرت عمر نے پکڑا تاکہ انتشار نہ پھیلے۔ ایک آدمی نے حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہا تم وہی ہو جس نے مجھے منع کیا تھا کہ امیر نہیں بننا اور خود امیر ساری امت کے بنے بیٹھے ہو، کہا کہ انتشار کے ڈر سے بن گیا، اس آدمی کی سمجھ میں آگئی۔ حضرت عمرؓ نے چھ آدمیوں کی شوریٰ کے سپرد خلافت کا مسئلہ کیا تھا اور کہا کہ اس کے بعد جو اختلاف کرے، انتشار کرے اسے قتل کردو۔

انہی ۲۵، ۲۶، ۲۷ تاریخ میں کیپ ٹاؤن (افریقہ) ڈیوز بری میں پورے یورپ کا اور امریکہ اور آسٹریلیا میں بھی اجتماع ہے، یہ اللہ کا کرم ہے کہ اس آواز کو پہونچادیا، اللہ ہمیں اس کام کے پانی دینے والوں میں بنادے، جڑیں کھودنے والوں میں نہ بنائے۔

شیطان کا سب سے مؤثر ہتھیار یہ ہے کہ انتشار ہو، ابلیس شام کو پانی پر تخت بچھاتا ہے، کارگزاری سنتا ہے، اسے سینے سے لگاتا ہے جس نے میاں بیوی میں جھگڑا کرادیا۔ انتشار کی مختلف صورتیں ہیں۔

مخالفت، لالچ، مال، عہدہ، عورت، اس سے اللہ بچالیتا ہے تو پھر اس کے آگے تکلیفیں پہونچاتا ہے، بائیکاٹ، جان لینے کی فکر اس پر بھی آدمی جمارہتا ہے تو پھر یہ کہلواتا ہے کہ جان، مال نہیں چاہیے، عہدہ نہیں۔ بھائی ہماری بات تو مان لیتے۔ سب کا خلاصہ یہ کہ انتشار ہو۔

ایسی صورت اختیار کرنا ہے جس سے اجتماعیت باقی رہے انتشار نہ ہو، چاہے بظاہر کام تھوڑا ہوتا ہوا نظر آئے۔ کام کرنے والوں کو آخر وقت تک مجاہدہ کرنا چاہیے مجاہدے کی نوعیت مختلف ہوگی پہلے تو ظاہری تکالیف ہیں ان کا برداشت کرنا تو آسان ہے پھر ایسی چیزیں جو دل میں چبھیں یہ جسمانی تکالیف سے بہت زیادہ ہے پھر عہدے اس کے بعد اپنے ہی بن کر لوگ کام کو نقصان پہونچائیں گے۔ اس میں بھی کامیابی مل گئی تو پھر آخرت میں مزے

ہی مزے ہیں۔

ہماری بے عنوانی سے کوئی جھول نہ آئے، کام میں شگاف نہ پڑے جو حق پر ہو اور جھگڑے کی وجہ سے حق کو چھوڑ دے تو وسط جنت میں گھر ملتا ہے۔

حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حضرت ابوبکرؓ بیٹھے تھے ایک آدمی نے بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت ابوبکرؓ نے بھی ایک دو جواب دیئے حضور اٹھ کر چل دیئے، اور فرمایا اب تک تمہاری طرف سے فرشتہ جواب دے رہا تھا اب شیطان بیچ میں آگیا۔

(اخلاص والے بہت بڑے خطرے میں ہیں، یہ اللہ کا فیصلہ ہے الحق یعلو ولا یعلی جو حق کی وجہ سے اپنے کو پست کرے گا تو حق اسے اوپر اٹھائے گا، لیکن مشکل یہ ہے کہ نام لیتے ہیں حق کا، پچ اور ضد ہوتی ہے ناک کی، جو حق کا نام لے کر نفسانیت کی وجہ سے بلند ہونا چاہے گا تو اللہ اسے پست کر دے گا، مخالفتیں مختلف شکلیں لائیں گی، کسی کو اپنے بارے میں فیصلے کا حق نہیں، یوم الفصل آرہا ہے اللہ ہی فیصلہ کرے گا۔ خود حضور پاک علیہ السلام نے اپنے بارے میں فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں مگر نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے بارے میں کیا فیصلہ ہوگا۔ کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا، سوائے خدا کے فضل کے کوئی جنت میں نہیں جائے گا کسی کا اپنے عمل پر گھمنڈ کرنا ہلاکت ہے)

اس وقت جو دور گذر رہا ہے بڑے خطرے کا ہے استقبال کی خدا نے فضا چلائی ہے اس میں کون اپنی راہ پر چلتا ہے کون پھسلتا ہے۔

خدا استقامت سے چلا دے تو ہدایت کی طرف پلٹ دینا کچھ مشکل نہیں قلوب اللہ کی انگلیوں کے درمیان ہیں، ظاہری اسباب سب خلاف ہوں۔ لیکن باطنی حالات موافق ہو جائیں تو وہی غالب ہوگا۔ حقیقی اسباب کو اپناتے رہیں گے تو ظاہری اسباب مخالفت کو اللہ جل شانہٗ ملیا میٹ

فرمائیں گے۔

جن کو اللہ نے کام سے نواز رکھا ہے، یہ بھی خدا کی نعمت ہے اچھی نسبت کا ہونا یہ بھی خدا کی نعمت ہے۔ ایک ہے کہ یہ چور، زانی ہے اس سے بہتر ہے کہ نمازی، حاجی کہلائیں۔

جو خیال دل میں آتا ہے وہی لوگوں کی زبان پر آتا ہے۔ ایک بزرگ نے ملازم کو بازار بھیجا تحقیق کے لیے کہ لوگوں کی زبان پر کیا ہے، اس نے آکر کہا۔ لوگ کہہ رہے ہیں، شیخ اپنی لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہیں کہا، ہاں، میرے ایک دوست بزرگ آئے تھے انھوں نے اپنی چھوٹی بچی کو میری خدمت میں لگایا اس بچی نے اس سلیقہ مندی سے خدمت کی کہ میرے دل میں خیال آگیا کہ دیکھئے یہ بچی کس کے نکاح میں جاتی ہے وہی خیال لوگوں کی زبان پر چڑھ گیا۔ جب خیال پر یہ حال ہے تو جو عہدوں اور مال میں پھنس گیا اس کا کیا حال ہوگا۔

کام کرنے والوں پر یہ صورتیں آتی ہیں لیکن ان میں جمنے کی صرف ایک صورت ہے اور وہ ہے توجہ الی اللہ، اگر خدا کی طرف متوجہ رہیں گے، تو وہ قدموں کو جمادے گا، اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور دعاؤں کا مانگنا استقامت کے لیے بہت قیمتی چیز ہے۔

- انتشار سے بچنے کے لیے خوب الحاح وزاری کے ساتھ دعا کرے۔
دوسرے اتباع سنت کرے، چوبیس گھنٹے کی زندگی میں سنت کا اہتمام ہو۔ اتباعِ سنت کا یہ مطلب نہیں کہ ہر سنت پر عمل ہو بلکہ یہ ہے کہ جو عمل ہم کریں اس میں سنت کی پیروی کریں۔

آج جانور پنے کو ثقافت اور ترقی سمجھ رکھا ہے آزادی تو جانور پنے کا نام ہے اور انسانیت پابندی ہی کا نام ہے، یہ جو آج کہتے ہیں آزاد خیالی اور روشن خیالی، یہ خالی خام خیالی ہے اچھے ناموں سے اچھی تعبیرات سے

بُرائی بھلائی نہیں بن سکتی آدمیوں کے سمجھنے سے آدمیوں کے کہنے سے حقائق
نہیں بدل سکتے۔

حق کبھی حق کے لیے مانع نہیں ہوتا جو حق کے لیے مانع ہو وہ حق ہو
ہی نہیں سکتا۔ خدا کی نعمت کو سب سے زیادہ سلب کرنے والی چیز اس کی
ناقدری ہے اس کے راستے میں نثار ہونے سے سیکڑوں اہل وجود میں آتے
ہیں جس طرح ایک دانہ کے ـــــ نثار ہونے سے سیکڑوں دانے وجود
میں آتے ہیں۔"

اس بیان سے فراغت پر طویل دعا ہوئی اور جماعتیں حضرت مولانا سے مصافحہ کر کے
رخصت ہوئیں۔

بھوپال کے کارکنان نے دعا کے بعد خواتین کا ایک بڑا اجتماع سعید میاں صاحب کے
مکان پر طے کر رکھا تھا آپ نے اس اجتماع کو بھی خطاب فرمایا اور بیعت کی، بعد ازاں نواب میاں
صاحب کے فارم پر جاکر کھانا کھایا اور کچھ دیر آرام کے بعد دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔

حضرت مولانا کے اپنے قلم سے اس سفر کا اندراج اپنی یادداشت (ڈائری)
میں اس طرح ہے:

"آج سات ربیع الاول جمعہ میں عشاء کی نماز اول وقت اپنے
حجرے میں پڑھ کر آٹھ بجے اسٹیشن نظام الدین روانہ ہوئے، اور
آٹھ بج کر چالیس منٹ پر جینتی جنتا سے روانگی ہوئی، اس سفر میں
ابوالحسن، شاہد، سعد، زہیر و صالح ہمراہ تھے۔

اگلے دن نو بجے اسٹیشن پہونچے دعا ہو کر تاج المساجد آئے۔
مغرب کے بعد بیعت ہوئی اور عام مجمع میں مولوی عمر کے بعد بندہ کا بیان ہوا۔
اتوار کی صبح گیارہ بجے ابن میاں کے گھر پر عورتوں میں بیان

اور بیعت ہوئی، عصر کے بعد نکاح پر بندہ کا بیان ہوا اور نکاح ہوئے مغرب کے بعد بیعت ہوئی۔

پیر کے دن بیان و دعاء اور تودیع جماعت ہو کر ساڑھے بارہ پر فراغت ہوئی، مغرب کے بعد بیعت ہوئی۔

۱۱ ربیع الاول منگل میں دس بجے سے پرانوں میں بات ہو کر دعاء ہوئی، گیارہ بجے سعید میاں کے گھر جاکر عورتوں اور مردوں کی بیعت ہوئی اور پھر نواب میاں کے فارم پر بارہ بجے پہونچ کر کھانا کھا کر آرام کیا، ظہر کی نماز پڑھی، اور ڈھائی بجے اسٹیشن کے لیے روانہ ہوئے جم غفیر موجود تھا ان سے مصافحہ ہوا، دعاء ہوئی، چار بجے کے بعد گاڑی روانہ ہو کر بدھ کی صبح ساڑھے آٹھ پر حضرت نظام الدین پہونچی۔ نو بجے سے پہلے اللہ جل شانہ نے خیریت سے مستقر پر پہونچا دیا سب کو بخیر پایا۔ فالحمد للہ الذی بعزتہ تتم الصالحات"۔

مذکورہ بالا اجتماع کے ایک سال بعد ۸ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ (۲۴ دسمبر ۱۹۸۳ء) ہفتہ سے شروع ہونے والے سہ روزہ اجتماع میں حضرت مولانا اپنی علالت طبع اور ضعف کی وجہ سے تشریف نہیں لے جا سکے تاہم مرکز کے دیگر حضرات مولانا محمد عمر صاحب، مولانا عبید اللہ صاحب، جناب منشی بشیر احمد صاحب وغیرہم شریک اجتماع ہوئے۔

اجتماع بھوپال منعقدہ ربیع الاول ۱۴۰۵-۶ھ

امسال ۲۸، ۲۹، ۳۰ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۲، ۲۳—

۲۴ دسمبر ۱۹۸۴ء ہفتہ، اتوار، پیر میں یہ اجتماع منعقد ہوا۔ اس میں شرکت کے لیے حضرت مولانا ۲۷ ربیع الاول میں دکشن ایکسپریس سے بھوپال کے لیے روانہ ہوئے۔ مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی، مولانا محمد عمر صاحب، مولانا زبیر الحسن، منشی بشیر احمد، مولوی محمد بن سلیمان جھانجی، ڈاکٹر محسن ولی، ڈاکٹر غلام کریم، مولوی احمد مرطی (میوات) اور راقم سطور (محمد شاہد) وغیرہ حضرت مولانا

کے ہمراہ تھے۔

یاد رہے کہ بھوپال زہریلی گیس کے اخراج کا المناک سانحہ اس اجتماع سے صرف ۲۰ یوم قبل مورخہ ۲؍ دسمبر ۱۹۸۴ء ۱۸؍ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ میں پیش آچکا تھا۔ جس کی وجہ سے پورا علاقہ نہ صرف سوگوار بلکہ ایک طرح سے خوف و دہشت میں مبتلا تھا لیکن حضرت مولانا نے ___ اللہ جل شانہٗ کی ذات عالی پر مکمل بھروسہ کرتے ہوئے نہ صرف اس اجتماع کے انعقاد کے فیصلہ کو برقرار رکھا بلکہ کثرت کے ساتھ جماعتوں کا رخ بھی اس علاقہ کی طرف موڑ دیا، اور طبیعت کی ناہمواری اور کمزوری کے باوجود بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ حضرت مولانا کی اس تشریف آوری سے کام کرنے والوں کو بڑی تقویت ملی اور سوگوار ماحول کو تسلی و طمانیت حاصل ہوئی۔

اجتماع کے پہلے دن بعد نماز فجر مولانا محمد عمران خاں صاحب نے بیان کیا پھر تعلیمی حلقے قائم ہوئے، بعد نماز ظہر مولانا احمد لاٹ، بعد عصر مولانا زبیر الحسن اور بعد مغرب مولانا عبید اللہ صاحب کے بیانات ہو کر اجتماع کی پہلی مجلس ختم ہوئی۔

اجتماع کے دوسرے دن بھی مرکز نظام الدین سے آئے ہوئے خواص کے بیانات ہوئے۔ اجتماع کے آخری دن مولانا محمد عمر صاحب کی ہدایات کے بعد تقریباً آدھ گھنٹہ حضرت مولانا کا بیان ہوا۔ خیر و شر اور انسانی دنیا پر اس کے اثرات و ثمرات کے موضوع پر ہونے والے اس بیان کا ایک اقتباس یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ فرمایا:

"دنیا کے اندر خیر و شر انسان کے اندر سے آتی ہے اگر انسان خیر کے کام کرتا ہے تو دنیا میں خیر آتی ہے اور انسان اگر شر کے کام کرتا ہے تو برائی آتی ہے۔ بھلائی اور برائی جو انسان سمجھ رہا ہے وہ نہیں ہے بلکہ جو خدا نے انسان کو بتائی وہ ہے۔ بھلائی کا نتیجہ بھلا ہوتا ہے، برائی کا نتیجہ برا ہوتا ہے ___ انسان جیسا کرتا ہے ویسا اس کے سامنے آتا ہے۔ بھلا انسان جہاں جائے گا بھلائی بھی اس کے ساتھ جائے گی، بھلائی کے ساتھ نقل و حرکت ہوگی، تو بھلائی آئے گی۔ برائیوں کے ساتھ نقل و حرکت ہوگی تو برائی آئے گی آج دنیا میں کوئی خطہ ایسا نہیں ہے کہ وہاں کے انسان چین کے ساتھ ہوں،

— برائی کے ہٹنے کے لیے بھلائی ہے، برائی کے ہٹنے کا ایک ہی راستہ ہے بھلائی لے آؤ، جیسے کسی کمرہ میں اندھیرا ہو تو اندھیرے کو برا کہنے سے اندھیرا دور نہیں ہوگا بلکہ ایک شمع جلادی جائے بس اندھیرا دور ہو جائے گا۔

— حق روشنی ہے اور باطل اندھیرا ہے، کوشش کرو کہ ہمارے ذریعہ سے اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ اندھیرا دور فرمادے۔"[1]

بیان کے بعد حضرت مولانا کی طویل دعا ہو کر اجتماع ختم ہوا۔ اگلے روز منگل کی صبح میں قدما، اور علاقے کے پرانے کام کرنے والے احباب میں حضرت مولانا نے بیان کر کے دعا کی، پھر مستورات کے اجتماع میں تشریف لے گئے، وہاں بھی بیان کے بعد بیعت اور دعا ہوئی۔ پھر حسب معمول نواب میاں صاحب کے فارم پر پہونچ کر کھانا کھایا اور کچھ دیر آرام کے بعد پٹھان ایکسپریس سے روانہ ہو کر ۲، ربیع الثانی ۲۶، دسمبر بدھ کی صبح میں حضرت نظام الدین دہلی پہونچے۔

حضرت مولانا کا یہ طویل سفر طبیعت کی ناہمواری اور ضعف و کمزوری کے ساتھ شروع ہوا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دہلی پہونچ کر نکسیر جاری ہوئی اور اچھی خاصی مقدار میں ناک سے خون جاری ہوا۔

اس اجتماع کے ایک سال بعد ۸، ۹، ۱۰، ربیع الاول ۱۴۰۶ھ (۲۱، ۲۲، ۲۳، دسمبر ۱۹۸۵ء) شنبہ، یک شنبہ، دوشنبہ میں منعقد ہونے والے اجتماع میں بھی حضرت جی رح کی شرکت ہوئی، اس اجتماع سے دہلی واپسی ۱۲، ربیع الثانی (۲۵، دسمبر) بدھ کی صبح میں ہوئی اور اسی تاریخ میں اہلیہ ماجدہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ (والدہ ماجدہ مولانا محمد طلحہ صاحب) کا سانحہ ارتحال مرکز نظام الدین میں پیش آیا اور حضرت جی رح کی زیر امامت نماز جنازہ ہو کر مرکز کے عقبی حصہ میں تدفین عمل میں آئی۔ رحمہا اللہ تعالیٰ۔

---

[1] مرسلہ جناب عبدالستار خاں آکولہ، مہاراشٹر۔

اجتماع بھوپال منعقدہ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

اس سال کا اجتماع، ۱۸ تا ۱۹؍ ربیع الثانی (۲۰ تا ۲۲؍ دسمبر ۱۹۸۶ء)

ہفتہ اتوار، پیر میں حسب معمول تاج المساجد بھوپال میں منعقد ہوا۔ مولانا محمد سلمان صاحب (برادر حضرت مولانا عمران خاں صاحبؒ) نے اس اجتماع کی افتتاحی تقریر کی۔ شرکائے اجتماع کی تعداد ہمیشہ سے زائد تھی۔ بیرونی ممالک سے آنے والے احباب تین سو سے زائد تھے۔ گذشتہ چالیس سال میں یہ پہلا اجتماع تھا جو حضرت مولانا محمد عمران صاحب کے زیر اہتمام وانتظام نہیں ہوا، کہ موصوف اجتماع کے انعقاد سے دو ماہ قبل (۸؍ اکتوبر ۱۹۸۶ء) میں وفات پا چکے تھے۔ اس طرح مدھیہ پردیش بالخصوص علاقہ بھوپال کی ایک دوسری دعوتی و تبلیغی شخصیت بڑے سعید میاں بھی اسی سال ۱۵؍ اپریل میں انتقال کر چکے تھے۔ شرکاء اجتماع کو دونوں حضرات کا خلا نمایاں طور پر محسوس ہوا۔

اجتماع کے پہلے دن بعد نماز مغرب مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی کا بیان ہوا۔ مولانا نے اپنے بیان میں اس پر زور دیا کہ انسان کو خدا نے اپنی اطاعت کے لیے پیدا کیا ہے نفس کا تابع ہونے کے لیے نہیں بنایا ہے۔

دوسرے دن بعد نماز عصر مولانا عبید اللہ صاحب نے نکاحوں کے موضوع پر بیان فرما کر بڑی تعداد میں ایجاب وقبول کرائے۔ بعد نماز مغرب مولانا محمد عمر صاحب کا طویل بیان ہوا جس میں آپ نے خدا کی ذات وصفات پر ایمان ویقین کی بھرپور دعوت دی۔

اجتماع کے تیسرے دن مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری نے جماعت میں جانے کے اصول وآداب بیان کیے اور اس کے بعد حضرت مولانا نے اختتامی تقریر فرمائی۔ آپ کی تمام تر تقریر آخرت والی زندگی کے سدھار اور ظاہری اعمال، اخلاق، معاملات اور معاشرت وغیرہ کی صفائی ستھرائی پر مشتمل تھی۔

یہاں اس تقریر کا ایک ابتدائی حصہ پیش کیا جاتا ہے۔ خطبۂ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا!

"میرے عزیزو، دوستو، بزرگو! انسان کو خدائے پاک نے تھوڑے وقت

کے لیے بھیجا ہے، یہ تھوڑی سی زندگی اس کی آزمائش کے لیے ہے۔ خدائے پاک نے زندگی کا ایک طریقہ بتایا ہے اس پر چلنے سے خدائے پاک راضی ہوتے ہیں اور راضی ہونے کا صلہ یہ ہے کہ اس کو جنت میں داخل کریں گے اور اگر دنیا میں خدائے پاک کو ناراض کر کے گیا تو جہنم اس کا صلہ ہوگا۔ دنیا میں اچھی زندگی گذارنے کا طریقہ صرف دین میں ہے جس پر چل کر انسان صحیح انسان بنتا ہے اور دین کو بھول کر انسان حیوان بن جاتا ہے اور اپنے نفس کا بندہ بن جاتا ہے جس سے نہ اپنے کو راحت ملتی ہے اور نہ دوسروں کو، بلکہ دوسروں کے لیے مصیبت بن جاتا ہے۔

میرے عزیزو، دوستو، بزرگو! خدائے پاک نے یہ ایک دعوت کی محنت دی ہے اس محنت کے ذریعہ کوشش اس کی کرنا ہے کہ ہمارے اخلاق، معاشرت اور معاملات، عبادات اور ایمان درست ہو جائیں، ہمیں اپنے معاملات کی صفائی کرنی چاہئے اس سے خدائے پاک کی طرف سے برکت آتی ہے، عبادت میں مزا آتا ہے اور اعمال میں جی لگنے لگتا ہے اور معاملات کی خرابی سے اپنی مقبول عبادت بھی دوسروں کے حصہ میں چلی جاتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ اگر کسی کو گالی دے گا تو اس کا بھی بدلہ لیا جائے گا اور اس کے عبادت میں سے اتنا حصہ دے دیا جائے گا، لہٰذا اگر ہم اپنے اخلاق معاملات اور معاشرت کو صحیح کر کے گھر جائیں گے تو فائدہ ہوگا اور یہ سب چیزیں جب ہوں گی جب نکلنے کے زمانہ میں اپنے آپ کو ان اعمال کے صحیح کرنے میں مشغول رکھا ہوگا۔ ہماری زندگیوں میں جب دین آئے گا تو دین اور دنیا کی بھلائی بھی آئے گی۔ اور اللہ پاک پوری انسانیت کو اس سے نفع دیں گے۔ یہ مجرب نسخہ ہے۔"

اس بیان کے بعد حضرت مولانا نے طویل دعا فرما کر جماعتیں رخصت کیں۔

اس اجتماع میں ملک بھر سے آئے ہوئے پرانے کام کرنے والے احباب کی بھی ایک

نشست رکھی گئی تھی، حضرت مولانا نے اس موقع پر کارکنان دعوت کو ظاہری صفات کے ساتھ باطنی اور اندرونی صفات پر متوجہ کرتے ہوئے اس طرح خطاب فرمایا:

"میرے عزیز، دوستو! ظاہری اعمال کے ساتھ باطنی صفات کی بھی فکر کرنا ضروری ہے، ایمان، شکر، توکل، صبر، اخلاص اور اللہ سے ڈرنا یہ باطن کی صفات ہیں۔ یہ راستہ اعمال کا ہے اگر اپنا فکر نہیں ہے تو پھر خطرہ ہے۔ انسان سے سب سے آخر میں حب جاہ نکلتی ہے حب جاہ کیا ہے؟ اپنے آپ کو بڑا جاننا، حالانکہ جو اپنے آپ کو ہیچ سمجھے گا وہی اپنے رب کو پہچانے گا۔ ظاہر کا نفع باطن پر موقوف ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم کام کریں خوب لیکن اپنے آپ کو ہیچ سمجھیں۔ کام کرنے والوں میں یہ صفت جتنی بڑھتی جاوے گی، ترقی ہوتی جائے گی۔ دین کے اندر ٹھہراؤ نہیں ہے اگر ترقی نہیں ہوگی تو تنزل شروع ہو جائے گا۔ اخلاص جتنا بڑھتا جائے گا صفات بھی اتنی ہی پیدا ہوتی جاویں گی۔ جو اپنی فکر نہیں کرتا اس میں رذائل پیدا ہو جاتے ہیں چاہے وہ کام کتنا ہی کر رہا ہو۔"

حسب معمول قدیم اجتماع سے فراغت پر بیرونی ممالک کے مہمان اور خواص نواب میاں صاحب کے فارم پر ——— گئے۔ حضرت مولانا نے بھی اس دعوت میں شرکت فرمائی، اور کھانا کھا کر چند گھنٹے وہاں قیام کے بعد دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔

اجتماع بھوپال منعقدہ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸-۹ھ

۴، ۵، ۶ / جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ مطابق ۲۶، ۲۷، ۲۸ / دسمبر ۱۹۸۷ء میں یہ سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ حضرت مولانا مع اپنے رفقاء ۲۵ / دسمبر کی شام میں دہلی سے بھوپال کے لیے روانہ ہو گئے۔

مجمع اس سال گذشتہ سالوں سے دوچند تھا۔ منتظمین اجتماع نے اسی اعتبار سے جگہ اور مائک اور پانی وغیرہ کا بندوبست اور انتظام کر رکھا تھا۔ الحمدللہ خوش اسلوبی سے تینوں دن مکمل ہوئے، تین سو ساٹھ جماعتیں اس مرتبہ راہ خدا میں نکلیں۔ بیرونی

ممالک سے آنے والے مہمانوں کی تعداد تقریباً سات سو تھی، انڈونیشیا، امارات عربیہ ملیشیا، کویت، بلجیم، بنگلہ دیش اور افریقی ممالک کی جماعتیں شامل اجتماع تھیں۔

مولانا عبید اللہ صاحب، مولانا محمد عمر صاحب، مولانا زبیر الحسن، مولانا محمد مستقیم وغیرہ حضرات دہلی کے متعدد بیانات ہوئے۔ حضرت جی کے بیانات بھی مختلف طبقات اور عمومی مجمع میں ہوتے رہے، آخری دعا سے قبل بھی بیان فرماکر جماعتوں کو نصائح فرمائیں،

اخبار ندیم بھوپال نے اس موقع پر اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ :

"نمازوں کی صفیں تاج المساجد کے احاطہ کو پار کر کے رائل مارکیٹ تک پہونچ گئیں، تقریباً سو نکاح ہوئے۔ ۲۷ دسمبر میں وزیر اعلیٰ موتی لال دوہرا اجتماع میں آئے حضرت جی سے ملاقات کی، آدھ گھنٹہ حضرت جی کا بیان سنا رسول احمد صدیقی وزیر مملکت اور ریاستی صنعتی اور کارپوریشن کے چیرمین مانک اگروال بھی ان کے ساتھ تھے۔

دعا سے پہلے حضرت جی نے دین کی محنت کرنے پر زور دیتے ہوئے دعوت کی تشریح کی کہ اس کا مطلب انسانوں کو اللہ کی طرف بلانا ہے۔

اجتماع کی اختتامی دعا میں حاضرین کی کثرت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ دعا سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل تاج المساجد کا وسیع وعریض صحن اور پوری مسجد لوگوں سے بھر چکی تھی اور اس کے بعد باہر کا کشادہ میدان ٹھیلے والی سڑک اور رائل مارکیٹ سے لے کر پوسٹ آفس تک انسانوں کے سر ہی سر نظر آرہے تھے۔"[1]

۲۹ دسمبر کی صبح موتیا پارک میں خواتین کا اجتماع رکھا گیا جس میں حضرت مولانا نے خواتین کو اپنے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت اور ان کے جماعتوں میں نکلنے پر متوجہ فرماکر بیعت کی اور دعا فرمائی۔

---

[1] روزنامہ ندیم بھوپال ۲۹ دسمبر ۱۹۸۰ء۔

آئندہ سال ۱۴۰۹ھ کا اجتماع ۱۶، ۱۷، ۱۸ رجمادی الاولیٰ مطابق ۲۵، ۲۶، ۲۷ر دسمبر ۱۹۸۸ء اتوار، پیر، منگل میں منعقد ہوا۔ جس میں حضرت مولانا نے مع اپنے رفقاء و کارکنان بھوپال پہونچ کر شرکت فرمائی۔ اجتماع کے پہلے دن بعد مغرب مولانا عبید اللہ صاحب ــــ اور دوسرے دن اسی وقت مولانا محمد عمر صاحب نے بیان کیا۔

پہلے دن بعد عصر مولانا زبیر صاحب نے مجلس ذکر میں بیان کیا، دوسرے دن اسی وقت حضرت مولانا نے مجلس نکاح میں بیان فرما کر سو سے زائد نکاح پڑھائے۔

اجتماع کے دوسرے دن صبح دس بجے حضرت مولانا مدرسہ حیات العلوم نسواں موتی مسجد میں خواتین کے ہونے والے اجتماع میں گئے اور وہاں بیان فرما کر بیعت فرمائی۔

اجتماع بھوپال منعقدہ ۱۴۱۰ھ

۱۴۱۰ھ میں منعقد ہونے والا اجتماع ۲۳، ۲۴، ۲۵ رجمادی الاولیٰ (۲۳، ۲۴، ۲۵ر دسمبر ۱۹۸۹ء) شنبہ، یک شنبہ، دوشنبہ میں ہوا۔ حضرت مولانا نے اپنے متعدد رفقاء کے ساتھ اس میں شرکت فرمائی۔ اس مرتبہ قدیم رفقاء اور مختلف صوبوں کے ذمہ دار احباب کے سامنے آپ کا جو بیان ہوا، اس میں آپ نے محنت کا اصل میدان دین کو متعین فرما کر اعمال میں ترقی پر زور دیا اس تقریر کا ایک اقتباس یہ ہے۔ فرمایا:

"یہ اجتماع تو ایک عنوان ہوتا ہے اصل تو محنت کرنا ہے اور محنت کے لیے اگر کوئی نشانہ قائم کر لیا جائے تو محنت صحیح ہوتی ہے ہر سال کے اجتماع میں گذشتہ سال کے اجتماع سے زیادہ ترقی ہونی چاہیئے اعمال کے اعتبار سے بھی اور نکلنے والوں کے اعتبار سے بھی اور اجتماع میں شرکت کرنے والوں کے اعتبار سے بھی اور ہماری ساری کوشش و محنت اس لیے ہو کہ ہمیں دین کا کام کرنا آجائے۔

آدمی کی جیسی سوچ ہوتی ہے ویسا ہی وہ عمل کرتا ہے اور جس راستے پر وہ چلتا ہے، اللہ جل شانہ اسی راستے کی سمجھ اس کو دے دیتے ہیں، اور آدمی جیسا ارادہ کر کے نیت کر کے راستہ اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کیلئے

اسی راستہ کو آسان فرما دیتے ہیں"۔

حضرت مولانا بھوپال سے روانگی کے موقع پر نواب میاں کے فارم پر چند گھنٹوں کے تشریف لے گئے۔ عرب وعجم کے خواص بڑی تعداد میں وہاں موجود تھے۔ نواب میاں صاحب سے رخصتی ملاقات ومصافحہ پر دعوتی عمل کے اثرات کا تذکرہ آگیا تو اس پر ــــــ ان کو بڑے تاثر وجذبات کے ساتھ مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ،

"دیکھو نواب میاں ہم رہیں یا نہ رہیں لیکن تم دیکھو گے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ ان یورپ وامریکہ والوں کو خدائے پاک دنیا کے عیش وراحت خوب دے دیں گے لیکن ان کے دلوں کا چین وسکون چھین لیں گے۔ پھر یہ لوگ پاگل بن کر تمہارے پاس آئیں گے اور تم سے سبق لیں گے"۔

ایک سال بعد مورخہ ۳، ۴، ۵ ؍جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ (۲۲، ۲۳، ۲۴ ؍دسمبر ۱۹۹۰ء) شنبہ یکشنبہ، دوشنبہ میں منعقد ہونے والے اجتماع میں بھی حضرت مولانا کی تشریف بری ہوئی اور معمول کے مطابق تمام نظام چلایا گیا۔ ۲۳؍دسمبر یکشنبہ کی صبح میں عیدگاہ میں مستورات کے ہونے والے اجتماع میں بھی حضرت مولانا نے تقریر فرمائی اور خواتین کو اپنے گھروں میں دینی ماحول بنانے اور اپنے مردوں کو جماعتوں میں بھیجنے پر زور دیا۔ اور اسی دن وتاریخ میں بعد نماز عصر نکاحوں پر کچھ دیر بیان فرما کر ایک سو گیارہ افراد کے درمیان ایجاب وقبول کرائے۔

آخری دن حضرت مولانا نے ہجرت ونصرت کے موضوع پر بیان فرما کر دعا کرائی اور جماعتوں کو رخصت فرمایا۔

اجتماع بھوپال منعقدہ جمادی الثانیہ ۱۴۱۲ھ

۱۳، ۱۴، ۱۵ ؍جمادی الثانیہ ــــــ مطابق ۲۱، ۲۲، ۲۳ ؍دسمبر ۱۹۹۱ء بار، اتوار، پیر میں منعقد ہونے والے اس اجتماع میں حضرت مولانا مع اپنے رفقائے تبلیغ تشریف لے گئے ــــــ اجتماع کا آغاز جناب الحاج قاری محمد ظہیر صاحب کی تقریر سے ہوا۔

اس اجتماع میں حضرت مولانا کا پہلا بیان مجلس نکاح میں ہوا۔ اس موقعہ پر حضرت مولانا نے حاضرین کو خطاب اور نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ!

"اللہ جل شانہ نے انسان کو پیدا فرمایا، اشرف المخلوقات بنایا کائنات میں سب سے مشرف و مکرم بنایا، اس کو بے کار نہیں پیدا کیا، اشرف المخلوقات بنایا تو مقصد بھی اشرف دیا کہ اللہ کی عبادت کریں، دین پر چلیں، کلموں کو زندہ کریں، اگر اس طرح انسان چلتا ہے تو اپنی پیدائش کا مقصد پورا کرتا ہے زندگی گذارنے کے لیے ضرورتیں بھی پیش آئیں گی، ان ضرورتوں کو اس طرح پورا کیا جائے کہ مقصد پر زد نہ پڑے۔ شادی بیاہ، کھانا پینا، کپڑا رہائش سواری، یہ انسان کی پانچ اہم ضرورتیں ہیں، ان پانچوں ضرورتوں کو پورا کرنا ہے لیکن ان ضرورتوں کو پورا کرنے میں انسان چونچلے نہ دکھانے لگے بلکہ مقصد پر جان و مال لگا رہا ہو۔ ضرورتوں کو اختصار و سادگی کے ساتھ پورا کر رہا ہو۔ زندگی مقصد پر لگے اور ضرورتوں میں اختصار ہو تو انسان کامیاب ہے ورنہ تو آج انسان ضرورتوں میں سارا مال ساری جان لگا رہا ہے، کھانا پینا، کپڑا، رہائش، سواری سادگی کے ساتھ پورا کرنے کی اللہ تعالیٰ نے تاکید و تائید فرمائی ہے، شریعت کا مزاج سادگی کا ہے، اس لیے جب تک سادگی کے ساتھ مقصد کا خیال رکھے گا، انسان کامیاب رہے گا اور جب ضرورتوں کو مقصد بنائے گا انسان پریشان ہو جائے گا جو اپنی زندگی سادگی سے گذارے گا دنیا و آخرت میں کامیاب رہے گا۔"

اس خطاب کے بعد آپ نے نکاح کا خطبہ پڑھ کر ایجاب و قبول کرائے اور مختصر سی دعا فرمائی۔
اجتماع کے تیسرے دن حضرت مولانا محمد عمر صاحب کی ہدایات کے بعد حضرت مولانا کا اختتامی بیان ہوا، نمائندہ ماہنامہ حسن اخلاق دہلی حضرت مولانا کی اختتامی تقریر اور اجتماع کے آخری لمحات کی تفصیل اس طرح قلم بند کرتے ہیں:

"دعا سے قبل اپنے اختتامی خطاب میں دعوت و تبلیغ کے امیر

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی نے ہجرت و نصرت کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یہ دونوں عمل دین کی گاڑی کے پہیئے ہیں ان میں سے کوئی ایک عمل نہیں ہوگا یا کمزور پڑ جائے گا تو دین کی گاڑی آگے نہیں بڑھ سکے گی۔ نبی پاک علیہ السلام نے اس امت کو اللہ کے دین کے لیے گھر بار چھوڑنے والا یا گھر بار چھوڑ کر نکلنے والوں کی مدد کرنے والا بنایا تھا۔ جب تک امت میں یہ اعمال زندہ رہے دنیا میں دین وایمان کی فضائیں قائم رہیں۔ جب سے امت نے ہجرت و نصرت کے عظیم الشان عمل کو چھوڑا ہے دین کا باغ مرجھا رہا ہے اور امت بھی پریشان ہے کیونکہ اس نے اپنا مقصد زندگی فراموش کر دیا۔ آج دنیا جن مسائل سے دوچار ہے اس کا حل دین وایمان کی اسی محنت میں مضمر ہے، اس راہ میں نکل کر سب کو اس بات کی کوشش کرنا ہے کہ خدائے پاک سے ان کا ٹوٹا ہوا تعلق قائم ہو جائے تاکہ دنیا و آخرت دونوں سدھر جائیں۔"

اس بیان کے بعد حضرت مولانا کی رقت آمیز طویل دعا پر یہ اجتماع ختم ہوا۔

اجتماع بھوپال منعقدہ جمادی الثانی ۱۴۱۳ھ

۲۳،۲۴،۲۵ جمادی الثانی مطابق ۱۹،۲۰،۲۱ دسمبر ۱۹۹۲ء ہفتہ، اتوار، پیر میں اس سالانہ اجتماع کا انعقاد ہوا۔ اس اجتماع سے کچھ ہی قبل بھوپال فرقہ وارانہ فسادات کی لپیٹ میں آکر اپنا سکون و امن ختم کر چکا تھا۔ حالات کو دیکھتے ہوئے انتظامیہ اور مقامی حکام کی رائے تھی کہ یہ اجتماع ملتوی کر دیا جائے۔ چنانچہ ایک سرکاری وفد یہ مشورہ لے کر حضرت مولانا کی خدمت میں گیا۔ آپ نے پورے حالات سننے کے بعد ان کو ایسا مسکت جواب دیا کہ وہ کچھ آگے بول ہی نہ سکے فرمایا کہ ہمیں تو آپ حضرات کی بات سن کر بڑا تعجب ہو رہا ہے کہ بھوپال کی قدیمی اور تاریخی روایت مہمانوں کو روکنے کی نہیں ہے بلکہ ان کا استقبال اور خاطر و مدارات کرنے کی ہے۔

اس کے بعد حضرت مولانا نے دعوتی رفقاء اور مرکز کے دیگر اہل الرائے سے مشورہ

کے بعد یہ طے فرمایا کہ اجتماع بالکل نہ ہونا تو کسی بھی طرح مناسب نہیں ہے تاہم اس کو محدود کر دیا جائے چنانچہ مرکز نظام الدین سے حضرت مولانا کے بجائے دیگر حضرات نے شرکت کی، قرب و جوار کی جماعتوں کو اجتماع میں بلایا گیا اور اندرون تاج المساجد اجتماع ہو کر جماعتیں روانہ ہو گئیں۔

بھوپال شہر میں فساد کی وجہ سے کرفیو نافذ تھا۔ عام لوگوں کی طرح تبلیغی احباب بھی اپنے اپنے گھروں میں محبوس تھے۔ حضرت مولانا نے اس جبر و تشدد اور کرفیو کے ماحول میں دعوتی کام کا جو لائحہ عمل تیار فرما کر وہاں بھیجا وہ یہ تھا:

"(۱) ساتھی اپنے گھروں میں کام کی ترتیب بنائیں، دن بھر کا نظام مشورہ سے طے کریں، نمازوں کے اوقات طے کر کے گھروں میں جماعت سے نماز پڑھیں تعلیم کے حلقے ذکر تلاوت کے ساتھ دعاؤں کا اہتمام کریں (۲) جو مکانات اپنے گھر سے ایسے قریب ہوں کہ بغیر کسی خطرے کے ان سے بات کی جا سکتی ہو تو انہیں بھی اعمال میں مشغول ہونے کی ترغیب دیں (۳) ٹیلی فون کے ذریعہ لوگوں کو دعوت دیں اور اعمال کی طرف متوجہ کریں کیوں کہ اعمال کی طرف متوجہ ہونے سے اللہ کی مدد اترے گی اور اللہ کی مدد ہی سے ہمارے کام بنیں گے لہٰذا نماز تسبیح تلاوت اور تعلیم کا گھروں میں اہتمام ہو اور اسی کی دعوت ٹیلیفون کے ذریعہ چلائی جائے۔ اور لایعنی فضولیات سے بچیں"۔ [۱]

اجتماع بھوپال منعقدہ رجب المرجب ۱۴۱۴ھ

۱۰، ۱۱، ۱۲ رجب مطابق ۲۵، ۲۶، ۲۷ دسمبر ۱۹۹۳ء ہفتہ

اتوار، پیر میں اس سال کا اجتماع اپنی قدیمی جگہ دار العلوم تاج المساجد میں منعقد ہوا جس میں شرکت کے لیے حضرت مولانا ۲۴ دسمبر جمعرات میں دہلی سے روانہ ہوئے۔ حضرت مولانا کے رفقاء میں مولانا محمد عمر، مولانا زبیر الحسن، مولوی محمد سعد، مولوی محمد سلیمان جھانجی، مولوی احمد لاٹ، شیخ

---

[۱] از بیاض بھائی اقبال حفیظ صاحب بھوپال۔

عبدالعزیز بوقس، شیخ غسان اور راقم سطور تھے، دہلی کے کام کرنے والے رفقاء کی بڑی جماعت بھی اسی ٹرین میں تھی جمعہ کی صبح نو بجے بھوپال پہنچے اسٹیشن پر ایک بڑا مجمع موجود تھا۔ حضرت مولانا نے اسٹیشن سے باہر آکر دعا کرائی اور پھر قیام گاہ تاج المساجد تشریف لے گئے۔

اجتماع کا افتتاحی بیان مولانا قاری ظہیر احمد صاحب کا ہوا جب کہ دعوت الی اللہ کے موضوع پر مولانا حبیب رحمان صاحب ندوی ایک رات قبل بیان کر چکے تھے۔ نماز جمعہ مولانا زبیر الحسن صاحب کی امامت میں ادا کی گئی۔ بعد نماز عصر مولانا موصوف نے ذکر اللہ کی اہمیت اور اس کے فضائل بیان کیے، عصر سے مغرب تک حضرت مولانا عمومی مجلس میں تشریف فرما رہے اور مغرب بعد نوافل سے فارغ ہو کر ایک بڑے مجمع کو بیعت فرمائی۔

دوسرے دن بعد نماز فجر مولوی احمد لاٹ کا بیان طے تھا، بیان کے لیے جاتے ہوئے موصوف نے دریافت کیا کہ کیا بیان کروں؟ حضرت مولانا نے فرمایا کہ ایمان و آخرت کو بیان کرنا اور اسی پر زور دینا۔ اسی طرح علماء کے حلقے میں جاتے ہوئے موصوف نے جب یہی سوال دہرایا تو فرمایا یہ بیان کرنا ہے کہ العلماء ورثۃ الانبیاء، اور انبیاء کی وراثت مال و دولت میں نہیں ہوتی بلکہ ان کی وراثت فرائض منصبیہ ہوتے ہیں بس ان فرائض منصبیہ کو زندہ کرنے کی محنت کی جائے۔

مغرب بعد کا عمومی بیان مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری کا ہوا۔ موصوف ہمیشہ کے معمول کے مطابق حضرت مولانا کے پاس آئے اور دعا و توجہ کی درخواست کے بعد دریافت فرمایا کہ کیا بیان کروں، آپ نے فرمایا کہ امت کو دین کی موٹی موٹی باتیں سمجھاؤ اور نماز روزہ کی اہمیت اور مرنے کے بعد کی زندگی کا یقین اور استحضار بتلاؤ۔ اور یہ سمجھاؤ کہ اللہ جل شانہ نے کامیابی اعمال میں رکھی ہے مولانا محمد عمر صاحب کا آج عربوں میں بیان تھا انھوں نے دریافت کیا کہ وہاں کیا بات کہی جائے، تو فرمایا یہ کہنا ہے کہ سادگی اور حکمت کے ساتھ اپنے عمل اور دعوت کے کام میں لگے رہیں۔

آج مستورات کا بھی اجتماع تھا جس میں کئی ہزار کی تعداد میں مستورات مقامی آبادی سے ہٹ کر عید گاہ کی پُرسکون اور محفوظ جگہ پر جمع تھیں۔ مولوی محمد سلیمان صاحب کو پہلے

ہی بھیج دیا گیا تھا کہ وہ اپنا بیان شروع کر دیں۔ ۱۱ بجے حضرت مولانا وہاں تشریف لے گئے اور آیت شریفہ یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ تلاوت فرما کر انسان کا مقصد تخلیق بیان فرمایا اور دعوت کی اہمیت اور اس کے ذریعہ سے ایمان کا تحفظ اور دینی اعمال کا ذوق و شوق پیدا ہونا بتلایا پھر بیعت اور دعا فرما کر قیام گاہ تاج المساجد تشریف لے آئے۔ اس تقریر میں حضرت مولانا نے بڑے جوش و قوت کے ساتھ ٹیلی ویژن اور ڈاڑھی منڈوانے پر صراحت کے ساتھ نکیر فرما کر شریعت میں اس کی ممانعت اور انسانی زندگی میں اس کا نقصان دہ ہونا بتلایا

نماز ظہر کے بعد حضرت مولانا عرب اور غیر ملکی احباب کے خیمے میں تشریف لے گئے۔ جہاں تقریباً چار سو عرب اور مختلف ممالک کے آئے ہوئے ۵ سو احباب جمع تھے۔ حضرت مولانا کو چونکہ بعض عرب ممالک میں دعوتی کام پر ہونے والی سختی اور مشکلات کا علم تھا اس لیے آپ نے اپنے بیان میں دعوت میں جدوجہد مخالفت پر صبر، رضا بالقضاء اور نرمی سے کام کرتے رہنے پر زور دیا۔ نیز اس کی بھی تلقین فرمائی کہ حکومتوں سے کسی بھی طرح کا نہ مقابلہ کیا جائے اور نہ ان سے چھیڑ چھاڑ کی جائے بلکہ خاموشی اور یکسوئی کے ساتھ اپنے کام میں مشغول رہا جائے۔ مولانا کے اس بیان کی ترجمانی مولانا احمد لاٹ نے کی۔

بعد نماز عصر حضرت مولانا کا تیسرا بیان مجلس نکاح میں ہوا۔ نکاح کی اہمیت اور اس میں سادگی پر کچھ دیر بیان فرما کر آپ نے خطبۂ نکاح پڑھا چونکہ نکاح ڈیڑھ سو سے زائد تھے اس لیے ایجاب وقبول مولانا زبیر الحسن، مولوی سعد سلمہٗ اور راقم سطور محمد شاہد کے درمیان تقسیم کیے گئے۔ فراغت پر حضرت مولانا نے اس مجلس کی اختتامی دعا فرمائی۔

اجتماع کے تیسرے دن بعد نماز فجر مولانا احمد لاٹ و مولانا محمد عمر صاحب کے بیانات کے بعد حضرت مولانا کا بیان ہوا۔ آپ نے آیت کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ کو اپنا دین بہت پسند ہے اور یہ دین پوری زندگی کو گھیرے ہوئے ہے، تمام شعبوں کو دین اپنے اندر لیے ہوئے ہے، امیر و غریب بادشاہ، رعایا وغیرہ سب طبقات کو ہر شعبہ میں چلنے کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے

بتایا ہے دین کی محنت بھی اللہ کو پسند ہے دین کی کوشش کرنے میں جو وقت گذرتا ہے وہ بھی اللہ کے نزدیک بہت قیمتی ہے اللہ کے راستے میں ایک صبح یا شام کا لگنا دنیا کی ساری چیزوں سے بہتر ہے اس راہ میں جو قدم اٹھتا ہے وہ بھی اللہ کے نزدیک قیمتی ہے۔ اللہ کے راستے کی دھول غبار جنت کی خوشبو ہے سواری پیسہ ہر چیز جو اللہ کے راستے میں خرچ کیا جاتا ہے وہ ایک کے سات لاکھ ہو کر ملیں گے عبادات بھی اللہ کے راستے کی کروڑوں گنا بن جاتی ہیں، آخرت کی کمائی کرنے کے لیے اللہ کے راستے میں نکلنا ہے ان اعمال کو کرنا ہے ورنہ آخرت میں حسرت ہوگی، ہمیں کوشش کرنی ہے محنت کرنی ہے اللہ کے راستے میں نکل کر اعمال کرنے کی، آج کے زمانہ میں نکلنا آسان ہو گیا ہر صوبہ ہر علاقہ میں جماعتیں نکل رہی ہیں اس عمر میں جتنا کریں گے وہ آخرت کا سرمایہ ہوگا۔

جو نہیں جا رہے ہیں وہ بھی نیت کریں آگے نکلنے کی، اپنے مقامات پر اعمال کی پابندی کریں، گشتوں کا اہتمام کریں، باہر کی جماعتوں کے ساتھ پوری پوری محنت کریں باہر نکلنے کا ثواب تو بہت زیادہ ہے لیکن مقامی طور پر بھی کام میں جڑنے کا بہت ثواب ہے جتنا کریں گے اتنا کام آئے گا ورنہ بعد میں پچھتانا پڑے گا۔[1]

اس بیان کے بعد اجتماع کی طویل اختتامی دعا کرانے کے بعد آپ قیام گاہ واپس تشریف لے آئے۔

ضعفِ طبیعت اور صحت کی ناہمواری کی بنا پر جماعتوں سے رخصتی مصافحہ مولانا زبیر الحسن صاحب نے کیا۔

مجموعی طور پر تین سو سات جماعتیں اس اجتماع سے اللہ جل شانہ کے دین کی سرسبزی کے لیے نکلیں۔

---

[1] بحوالہ بیانات مرتبہ مولانا مفتی محمد روشن صاحب۔

اجتماع کے پہلے ہی دن بیرونی ممالک اور ملک کے مختلف علاقوں سے چھ سو سے زائد جماعتیں تاج المساجد آچکی تھیں۔ بقیہ دو دنوں میں اس تعداد میں اضافہ ہی ہوا۔ بیرونی ممالک سے ستر کے قریب جماعتوں نے اس اجتماع میں شرکت کی، جن میں عرب ممالک کے علاوہ ملیشیا، تھائی لینڈ، امریکہ، انگلینڈ، اٹلی وغیرہ بھی شامل ہیں۔

اجتماع ختم ہونے پر مولانا مفتی عبدالرزاق صاحب ملاقات کے لیے تشریف لائے اور اپنے یہاں ختم بخاری شریف کی دعوت دی تو فرمایا کہ مشورہ میں پورا نظام متعین ہو گیا ہے وقت میں گنجائش نہیں ہے پھر مفتی صاحب موصوف کے احترام میں مولانا احمد لاٹ اور مولانا یونس پالن پوری کا جانا طے فرمایا۔

معمول کے مطابق آج بھی بعد مغرب ایک بڑا مجمع بیعت ہوا جس میں راقم سطور کے شمار کے مطابق ستر احباب صرف ایک ملک انڈونیشیا کے تھے۔

اجتماع سے فراغت کے بعد کم و بیش چوبیس گھنٹے تاج المساجد میں مزید گزرے اس عرصہ میں واردین و صادرین سے ملاقاتیں اور ان کو مشورے دیتے رہے اور جنھوں نے نصیحت کی خواہش کی، ان کو نصائح بھی فرماتے رہے۔ چنانچہ انڈونیشیا کی جماعت مصافحہ کے لیے آئی، اور نصیحت کی خواہش ظاہر کی تو فرمایا، اپنا تمام وقت مساجد میں گذارو، بازاروں سے احتراز کرو، اس لیے کہ حدیث شریف میں خیر البقاع المساجد و شر البقاع الاسواق فرمایا گیا ہے۔

بھائی عارف ابن جناب الحاج نعمت اللہ صاحب دہلوی رخصتی ملاقات کے لیے آئے تو ان سے ان کی جماعت کے حالات معلوم کیے ساتھیوں کے کھانے کی ترتیب معلوم کی، اور جماعت میں نکل کر دعوت قبول کرنے کے اصول و آداب بیان فرمائے۔

اجتماع کے بعد ۲۸ر دسمبر پیر کی صبح میں ایک مجلس پرانے کام کرنے والے احباب اور رفقاء کی رکھی گئی حضرت مولانا اس میں تشریف لے گئے۔ اور ایک مؤثر اور مربوط تقریر فرما کر حکمت و اصول کے طرز پر موٹی موٹی باتیں ارشاد فرمائیں جن میں سے چند یہ ہیں)

فرمایا عبدیت کے معنی یہ ہیں کہ ہر قدم اللہ کے حکم پر اٹھے اور جس چیز سے یہ صفت یعنی خدا کا بندہ بننے کی صفت

فرمایا، شیطان کا پہلا قدم یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان کو عمل نہ کرنے دے اگر انسان عمل کرتا ہے تو پھر اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس میں نفس کے شائبہ کو ملا دے جس سے عمل بے اثر ہو جاتا ہے، اپنے آپ کو ہمیشہ محتاج سمجھنا چاہیئے کبھی اپنے آپ کو فارغ نہ سمجھے۔ اس راستہ میں کوئی مقام ایسا نہیں ہے کہ انسان یہ سمجھے کہ میں فارغ ہو گیا۔ اسی طرح اپنے آپ کو بے کار کاموں سے بچائے، اس لیے کہ بے کاری معصیت کا دروازہ ہے۔

فرمایا، یہ دعوت والا کام تزکیہ والا کام بھی ہے اس میں انسان کے اپنے نفس کا خوب تزکیہ ہوتا ہے۔ ہماری زندگی میں ایسی کوئی شاخ نکل جائے جو اللہ کے حکم کے خلاف ہو اسے چھانٹ دینا یعنی زائد شاخ کو چھانٹ دینا یہ تزکیہ کہلاتا ہے۔

اس کے بعد تقریر کے اختتام پر اخلاص، اخلاق اور تقوی پر زور دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

اخلاص اس کام کی روح ہے کام کر رہے ہوں اللہ کو راضی کرنے کے لیے اپنی غرض کا شائبہ نہ ہو، مخلوق سے اگر قیمت چاہیں گے تو مخلوق خود محتاج ہے وہ کیا دے دیگی ــــ اللہ سے چاہیں اللہ اپنی شان کے مطابق مرحمت فرمائیں گے۔ ہر ایک یہی سمجھتا ہے کہ میں اخلاص سے کر رہا ہوں لیکن یہ معاملہ اللہ ہی طے کریں گے، موت تک اخلاص کی کوشش کرنا چاہیئے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ میں مخلص ہوں ہر ایک کو اپنی فکر کرنا ہے، فکر کرنے میں دو باتیں کرنی ہیں، اول اہتمام کے ساتھ دعوت کا کام کرنا، دوسرے اخلاص کے ساتھ کرنا۔ اور اخلاق اسے کہتے ہیں کہ ہمارے سے دوسروں کو نفع پہونچ رہا ہو، ہم سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے۔ زندگی کا ہر شعبہ آج بگڑا ہوا ہے، دعوت والے بھی اس رو میں بہہ جاتے ہیں۔ ہم کسی سے مصافحہ کرتے ہیں گناہ معاف ہو جاتے ہیں، ہم کسی سے ہنس کر بولتے ہیں ثواب ملتا ہے ہر ایک کے معاملہ میں ہر ایک کے حقوق ادا کرتے ہوئے دعوت کے کام کو کریں ہم صرف دعوت کا کام کریں اور سب شعبوں کو نظر انداز کر دیں یہ غلط ہے بلکہ دین کے تمام

شعبوں پر عمل کی کوشش کرتے رہیں۔
تقویٰ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اس دعوت وتبلیغ کی راہ سے تقویٰ ہماری زندگی میں آرہا ہو۔ تقویٰ کے معنی ہیں اپنے آپ کو بچا کر لے کر چلنا، دنیا کی اغراض وآرائش سے اپنے کو سمیٹ کر چلنا تقویٰ اگر ہوگا تو اللہ ہمارے عملوں کو قبول فرمائیں گے۔
ان ارشادات کے بعد آپ نے دعا فرمائی اور مجمع کو خدا حافظ فرما کر تاج المساجد سے نواب میاں صاحب کے فارم کے لیے روانہ ہوگئے۔ بیرونی احباب اور خواص کی بڑی تعداد بھی ہمراہ تھی نماز عصر کے بعد مرکز مسجد شکور خاں آمد ہوئی اور پھر نماز عشاء — اور کھانے سے فارغ ہوکر دہلی کے قصد سے اسٹیشن روانہ ہوگئے۔

اجتماع بھوپال منعقدہ رجب ۱۴۱۵ھ

۷/۸/۹/ رجب مطابق ۱۱/۱۲/۱۳/ دسمبر ۱۹۹۴ء اتوار، پیر، منگل میں اس سال کا متعینہ اجتماع تاج المساجد اور اس کے وسیع وعریض میدان میں منعقد ہوا۔ مولانا محمد عمر مولانا زبیر الحسن، مولوی محمد سعد، مولوی احمد لاٹ، مولوی محمد بن سلیمان، مولوی ابراہیم اور —— راقم سطور اس سفر میں حضرت مولانا کے ساتھ تھے
اس اجتماع سے قبل چونکہ بیل گام، ہبلی، بنگلور، ترنی دیلی وغیرہ کے اجتماعات تھے اس لیے حضرت مولانا ۲۵ جمادی الثانیہ (۳۰ نومبر ۹۴ء) بدھ کے دن اجتماعات میں شرکت کے لیے دہلی سے روانہ ہوئے اور ۱۰ روز کے طویل سفر کے بعد مدراس سے سیدھے بھوپال تشریف لائے۔ مولانا محمد طلحہ، جناب الحاج نعمت اللہ دہلوی، الحاج شفیق کیتھے والے سہارنپوری اپنے دیگر رفقاء کے ساتھ دہلی سے سیدھے بھوپال پہونچ کر شریک اجتماع ہوئے۔
اجتماع کے پہلے دن مولانا حبیب رحمان صاحب ندوی زید مجدہ اور مولانا مستقیم صاحب بستوی کی تقریریں ہوئیں۔ اور پھر معمول کے مطابق اجتماعی امور کا مشورہ ہوا اور اس کے بعد حضرت مولانا عیدگاہ مستورات کے اجتماع میں تشریف لے گئے اور بیان فرما کر بیعت کی۔ نیز مشورہ کے مطابق آج سلیمانیہ ہال میں خواص میں مولانا محمد ابراہیم صاحب گجراتی کا اور بعد نماز مغرب عمومی مجمع میں مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری کا بیان ہوا۔

اجتماع کے دوسرے دن سوڈان سے آنے والے عرب حضرات نے ملاقات کی آپ نے ان کو سوڈان میں دعوتی وایمانی محنت وکوشش بڑھانے پر زور دیا اور نصیحت فرمائی کہ نرمی اور حکمت کے ساتھ اپنے علاقے میں کام کی مقدار بڑھائیں اور زائد سے زائد جماعتیں مسجد وار تیار کریں نیز بڑے اور عمومی اجتماعات سے جہاں تک ہو سکے احتیاط کریں۔ شیخ عبداللہ ربوعی، شیخ عثمان اور شیخ عبدالعزیز بوقس بھی اس حلقے میں شریک تھے بعد نماز عصر مجلس نکاح منعقد ہوئی۔ اس موقع پر حضرت مولانا نے خصوصیت کے ساتھ دولہا اور دلہن کے اعزہ واقارب اور ان کے خاندان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ!

میرے عزیزو، بزرگو اور دوستو! یہ نکاح بہت باوقار اور اور خیر کا عمل ہے۔ حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شادی کرو، اس سے تونگری آئے گی مگر آج ہماری شادیاں پریشانی اور مقروض ہونے کا سبب بن گئی ہیں، غیروں کی رسم ورواج اپنانے کی وجہ سے ہم اپنی شادیوں اور مکانوں کی تعمیر میں بہت خرچ کرنے لگے جب کہ صحابہ کرامؓ شادی اور مکانوں پر بہت کم خرچ کیا کرتے تھے، اور اس کے مقابلہ میں غریبوں اور محتاجوں اور فقیروں کی مدد میں ان کا اثاثہ صرف ہوتا تھا۔ شادیوں میں فضول خرچی غیروں کا طریقہ ہے اسلامی طریقہ نہیں ہے۔ ہمارے نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے — رشتہ ازدواج کے قیام کے لیے دینداری اور اخلاق پر نظر کرنے کا حکم دیا ہے —— حدیث شریف میں آتا ہے کسی لڑکی کے لیے جب مناسب رشتہ آجائے تو شادی کرنے میں دیر نہ کرو، ورنہ بڑے فتنہ وفساد میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہ اپنانے کی وجہ سے آج ہمارے معاشرہ میں برائیاں پھیل رہی ہیں لڑکا اور لڑکی دیندار ہوں تو ان کی شادی دونوں کے لیے خیر کا باعث بن جائے گی، جیسے ماں باپ ہوں گے ان کے جو اعمال اور طریقے ہوں گے اولاد بھی وہی اپنائے گی۔ ہم اپنی شادی بیاہ میں دین کی حفاظت کریں گے تو اولاد بھی صالح اور نیک ہوگی اگر چھوٹوں کی اصلاح مقصود ہو تو بڑوں کا حال وماحول بدلنا ہوگا، اللہ تعالےٰ ہمیں نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ

کا اتباع کرنا نصیب فرمائے۔

ہمارے معاشرہ میں آج شادی خودکشی اور تباہی کا باعث بن رہی ہے لہٰذا اپنی شادیوں میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے اپناؤ اور اپنے ہر عمل میں اللہ کی پیروی اور نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو، شادی بیاہ میں سادگی لاؤ، اگر مہر کا زیادہ ہونا کسی بڑائی یا افتخار کی بات ہوتی تو حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں اس کی سب سے زیادہ مستحق تھیں [1]

ان نصائح کے بعد حضرت مولانا نے خطبۂ نکاح پڑھ کر ایجاب وقبول کرائے، ہونے والے نکاحوں کی تعداد چونکہ ایک سو سے زائد تھی اس لیے مولانا زبیر الحسن محمد مستقیم اور راقم سطور نے بھی ایجاب وقبول کرائے۔ مولانا مفتی عبدالرزاق صاحب کے صاحبزادگان مولوی عبدالرقیب ومولوی محمود صاحبان کے نکاح بھی آج کی مجلس میں ہوئے۔

نماز عشاء کے بعد انڈونیشیا کے احباب اور دعوتی رفقاء ملاقات کے لیے آئے تو ان سے ملاقات اور خیر وعافیت دریافت کرنے کے بعد ارشاد فرمایا،

"حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر حال میں دعوت کا کام کیا ہے خواہ سردی ہو یا گرمی خواہ عسر ہو یا یسر، اسلام کا ایک اہم غزوہ 'غزوہ خندق' سخت سردی کے زمانہ میں پیش آیا اور آپ کے جانثاروں کے پاس سردی سے بچاؤ کے لیے پورا سامان بھی نہیں تھا، یہ غزوہ قیامت تک دین کا کام کرنے والوں کے لیے اس بات کا عملی نمونہ ہے کہ دعوت کا کام کرنے والوں پر خواہ کیسے ہی سخت حالات آئیں مگر ان کو نہ مانوس ہونا ہے اور نہ اپنی کوشش اور قربانی میں کمی کرنا ہے۔"

حضرت مولانا کی یہ تقریر ڈاکٹر فاروق احمد صاحب (بنگلور) اردو سے انگریزی میں منتقل کرتے رہے اور دوسرے ساتھی انگریزی سے انڈونیشیائی زبان میں اس کا ترجمہ کرتے رہے۔

اس مجلس کے اختتام پر جناب قاری رضا حسن صاحب مرحوم کے ایک قریبی عزیز آئے آپ نے ان سے قاری صاحب مرحوم کے اہل وعیال کی خیر وعافیت دریافت کی، اور حضرت مولانا شاہ

[1] از مجموعہ بیانات، مرتبہ مفتی روشن صاحب۔

محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت پر ایک گراں قدر ہدیہ بھی ان کو مرحمت فرمایا۔

اجتماع کے آخری دن مولانا محمد عمر کی ہدایات کے بعد حضرت مولانا کرسی پر رونق افروز ہوئے اور آیت کریمہ لقد خلقنا الانسان فی کبد تلاوت فرما کر انسانی محنت کے نہج درست ہونے اور اعمال والی زندگی اختیار کرنے پر یہ تقریر فرمائی:

"میرے دوستو اور بزرگو اور عزیزو! محنت صحیح ہوگی تو اس کے نتائج ہمیشہ رہنے والی زندگی میں انعام واکرام کی صورت میں ملیں گے، اس کے برخلاف محنت صحیح نہیں ہوگی تو دنیا میں ہنگامی طور پر اس کا کچھ بدلہ خواہ مل جائے گا مگر آخرت میں کف افسوس ہی ملنا پڑے گا، انسان کی سمجھ داری اسی میں ہے کہ محنت ومشقت کا صحیح میدان منتخب کرے تاکہ اخروی زندگی میں خاطر خواہ ثمرہ بھی اس کو میسر آجائے۔ جو وقت اللہ کے راستہ میں گذرتا ہے وہ دنیا اور اس کے اندر جو کچھ بھی ہے اس سے بہتر ہے جو پیسہ اس پر خرچ ہوتا ہے اس کا ثواب کئی گنا زیادہ ملتا ہے اسی طرح عبادات کئی درجہ بڑھ جاتی ہیں۔ فی سبیل اللہ سے مراد صرف جہاد نہیں بلکہ دین کے لیے عام کوشش ہے اور اسی لیے حضرت امام بخاری نے جمعہ کے دن جانے کے لیے بھی فی سبیل اللہ کا لفظ استعمال کیا ہے، اللہ تعالےٰ ہمیں دین کی محنت وکوشش میں لگ جانے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے بلکہ دنیا کی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے دین کا مشغلہ اپنانا مقصود ہے مسلمان شریعت کے مطابق تجارت، زراعت یا نوکری میں سے کوئی بھی عمل کرے گا تو وہی اس کا دین بن جائے گا یہاں تک کہ ایک سرمایہ دار کارخانہ یا فیکٹری چلاتے ہوئے اس میں خدا کے حکم کو مقدم رکھے گا تو اس پر بھی اس کو اجر ملے گا۔ اور ایک محنت کش ایمانداری سے مزدوری کرے تو اللہ تعالےٰ اس کی مغفرت فرمادیں گے، آج جو لوگ اپنی زندگی کے مشاغل میں غیروں کا طریقہ اپنائے ہیں کل روز قیامت انھیں اس کا جواب دینا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پوری زندگی میں شریعت کے مطابق چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور ہمارے ذہنوں اور فکروں میں آخرت اور اس کی جوابدہی کی فکر سما جائے۔" [1]

ماہنامہ حسن اخلاق دہلی "اجتماع کا آخری دن" کے عنوان سے رقم طراز ہے:

"اجتماع کے تیسرے دن اجتماع کی اختتامی دعا میں شرکت کرنے کے لیے شہر کے مسلم افراد بھاری تعداد میں اپنے گھروں سے نکل پڑے۔ اس عالمی اجتماع کے پُرنور موقع پر سارے شہر میں ایک طرح کا روحانی ماحول طاری تھا۔ مسجدوں سے فجر کی اذان بلند ہونے کے ساتھ ہی شہر کے مومنین سرد ہواؤں اور انتہائی ٹھنڈ میں اپنے اپنے بستروں کو چھوڑ کر فجر کی نماز کے بعد کا بیان سننے کے لیے تاج المساجد کی طرف روانہ ہو گئے۔

تاج المساجد کے لاؤڈ اسپیکر پر عالم انسانیت کی بھلائی کی آواز بلند ہو رہی تھی، جن کو سننے کے لیے بے تاب دین کے متوالے کڑاکے کی سردی میں آخرت کی فکر کرتے ہوئے مسجد کے اندر و باہر تشریف فرما تھے۔ فجر کے بعد میاں جی محراب نے لاکھوں کی تعداد میں موجود افراد کو خطاب کرتے ہوئے ایمان کی دعوت اور اہمیت پر زور دیا۔

صوبائی سرکار کے محکموں کے مسلم ملازمین اپنے دفتروں سے چھٹی لے کر تاج المساجد کے نورانی آغوش میں اپنی حاضری دے رہے تھے تاجر و صنعت کار حضرات نے اپنے کاروبار بند کر کے خدا کے سامنے ہاتھ اٹھانے کو اولیت دی تھی، شہر کی سڑکوں پر چکا جام جیسی حالت طاری تھی، دعا میں شرکت کرنے والے حضرات کی سہولت کے پیش نظر موتی مسجد تک ہی گاڑی لے جانے کی اجازت تھی۔ تاج المساجد سے لے کر اسٹیٹ بینک پر انا روزگار دفتر و

---

[1] روزنامہ ندیم بھوپال شمارہ نمبر ۳۲۵۔

موتی مسجد تک انسانوں کا سیلاب نظر آرہا تھا ہر فرد کی منزل ایک ہی تھی۔ تاج المساجد اور ہر فرد کا مقصد ایک ہی تھا، عالمی اجتماع کے اختتام پر دعا میں شرکت کرنا۔

صبح ۱۱ بجکر ۳۰ منٹ پر حضرت مولانا انعام الحسن صاحب دامت برکاتہم نے عالم انسانیت کی بھلائی کے لیے دعا شروع کی۔ حضرت جی کی ہر دعا پر لاکھوں آمین کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔

دعا ختم ہونے کے بعد ایک گھنٹے تک تاج المساجد کے آس پاس کے علاقوں میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے لوگوں کا سمندر رہو" [1]

اجتماع سے فراغت پر ایک یوم مزید تاج المساجد کے قیام میں مولانا مفتی عبدالرزاق صاحب کے یہاں ہونے والے ختم بخاری شریف میں مولانا محمد طلحہ صاحب مولانا احمد لاٹ اور مولانا محمد ابراہیم نے شرکت کی۔

نیز معمول کے مطابق سلیمانیہ ہال میں پرانے کام کرنے والے رفقاء جمع ہوئے جس میں مولانا محمد عمر صاحب کے بیان کے بعد حضرت مولانا کا بیان ہوا۔ یہ مجمع پورے ملک بالخصوص مدھیہ پردیش میں کام کرنے والوں کا خلاصہ اور عطر تھا۔ حضرت مولانا نے ان کو مخاطب بنا کر سمجھ بوجھ تقویٰ کام میں یکسوئی اور تنقید و تنقیص سے احتراز کے عنوان پر۔ آب زر سے لکھے جانے کے لائق جو چند ناصحانہ و مشفقانہ جملے ارشاد فرمائے۔ وہ یہ ہیں :

"ایک محنت ایک کوشش وہ ہے جس کا ثمرہ وقتی ہوتا ہے اور پھر وہ ختم ہو جاتا ہے اور ایک محنت وہ ہے جس کا ثمرہ باقی رہتا ہے۔ سمجھداری کا تقاضہ ہے کہ اس محنت کو اختیار کرے جس کا ثمرہ باقی رہے گا۔ دنیا کی جتنی محنتیں ہیں، ان کا ثمرہ وقتی ہے اور موت پر ختم ہو جاتا ہے۔ موت کے بعد بادشاہت، عہدہ، منصب سب ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ چیزیں موت سے حفاظت نہیں کرتی، فرعون کہتا تھا یہ مصر میری مملکت ہے، نیل میرے حکم سے بہہ رہا

---

[1] ماہنامہ حسن اخلاق دہلی، فروری ۱۹۹۵ء۔

ہے لیکن موت کے وقت یہی کہا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں' لیکن دوسری محنت کا نتیجہ ہمیشہ ملتا رہتا ہے آدمی کو چاہیئے کہ وہ اس محنت کو اختیار کرے وہ ایمان کی محنت ہے جو اس کے ہمیشہ ساتھ رہے گی' مدد دے گی اور اس سے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔

تقویٰ واستخلاص کے متعلق فرمایا:

"تقویٰ کیا ہے؟ خاردار راستے سے انسان جس طرح گذرتا ہے' بچتا ہوا' کپڑے بچاتا ہوا' ویسا دنیا میں رہے' تقویٰ وہ ہے جو حرام سے ناجائز سے لایعنی سے بچائے تقویٰ آتا ہے تو بہت سی جائز چیزیں چھوڑنی پڑتی ہیں۔

استخلاص یہ ہے کہ ایک کام دعوت کا ہمارے پاس ہے ہم بس وہی کریں گے دوسرا اور کوئی کام نہیں کریں گے لیکن دوسرے اور جو دین کے کام ہو رہے ہیں ہم ان کو ہلکا بھی نہیں سمجھیں گے' اور نہ ان کے کرنے والوں پر تنقید کریں گے اور نہ ان کی تنقیص کریں گے"۔[1]

ان ارشادات کے بعد مختصر سی دعا فرما کر نواب میاں صاحب کے فارم پر تشریف لے گئے رفقاء اور بیرونی وغیر ملکی مہمانوں کی ایک بڑی جماعت آپ کے ہمراہ تھی' ــــ کھانے سے فراغت پر کچھ دیر آرام کے بعد نماز عصر ادا کی گئی اور پھر دہلی کے قصد سے اسٹیشن روانہ ہو گئے۔ ــ

نواب میاں صاحب کے فارم پر کچھ لوگ اپنی اپنی بوتلوں پانی دم کرانے کی غرض سے لے کر آئے' انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں کے ذمہ داروں نے مہمانوں کی ضرورت کا اندازہ لگا کر جو پانی جمع کیا ہے وہ اس طرح بوتلوں میں بھرنے سے کم ہو جائے گا اور عام لوگوں کو وضو نماز کی دشواری ہوگی' اس لیے یہ سلسلہ نہ شروع کیا جائے۔

یہ سفر بھوپال حضرت مولانا کے حیات مستعار کا آخری سفر ــــ تھا اور بہت ممکن ہے کہ انسانوں کے اس لاکھوں لاکھ مجمع کی وارفتگی اور شوقِ جنوں بلکہ ایک نگاہ دیکھ لینے کی تمنا وآرزو کا عجیب وغریب تحیر خیز منظر دیکھ کر ہی مجمع میں موجود اہلِ قلوب اور اصحاب بصیرت سمجھ

---

[1] بشکریہ یکے از قدمائے تبلیغ بھوپال

گئے ہوں کہ ؎

ساقیا! یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے
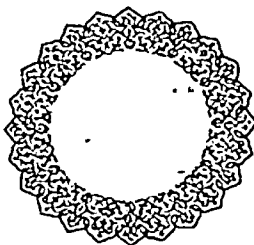
بارہواں باب

پاکستان کے تبلیغی اجتماعات اور دعوتی اسفار

جلانے والے، جلا لیتے ہیں چراغ اپنا
یہ کیا کہا کہ سخت ہے ہوا زمانے کی

پاکستان

کے تبلیغی اجتماعات اور دعوتی اسفار

پاکستان وجود میں آنے سے کافی عرصہ پیشتر وہاں کے مختلف علاقوں اور صوبوں پنجاب وسرحد اور سندھ وکراچی میں تبلیغی کام شروع ہو چکا تھا اور وہاں ایک ایسی تربیت یافتہ جماعت وجود میں آگئی تھی جو سنجیدگی، اخلاص اور اصول وضوابط کے ساتھ کام میں آگے بڑھ رہی تھی۔

پاکستان بننے کے بعد سہولت کار اور نظم واجتماعیت کی غرض سے پورے ملک کا ایک تبلیغی مرکز "رائے ونڈ" اور کراچی کا مرکز مکی مسجد کو متعین کیا گیا۔

مولانا محمد یوسف صاحب نے قیام پاکستان کے بعد پہلا سفر — صفر ۱۳۶۷ھ (دسمبر ۱۹۴۷ء) میں کراچی کا کیا۔ یکم صفر (۱۵ر دسمبر ۱۹۴۷ء) دوشنبہ کو مولانا حضرت شیخ کے پاس سہارن پور تشریف لائے۔ تین دن یہاں قیام کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور آٹھ صفر دوشنبہ (۲۲ر دسمبر ۱۹۴۷ء) میں بذریعہ طیارہ کراچی روانہ ہوئے۔ جناب الحاج منشی بشیر احمد صاحب اس سفر میں آپ کے ہمراہ رہے۔ ۸، ۹، ۱۰ صفر (۲۴، ۲۵، ۲۶ر دسمبر) میں منعقد ہونے والے کراچی کے سہ روزہ اجتماع میں شرکت کے بعد آپ ۱۷ صفر (۳۱ر دسمبر ۴۷ء) میں دہلی تشریف لائے۔

مولانا محمد یوسف صاحب — کا یہ سفر انتہائی نازک اور خطرناک حالات میں ہوا تھا دہلی کے تمام علاقے فسادات کی وجہ سے فوج اور پولیس کی کڑی نگرانی میں تھے میوات کے مختلف علاقے

بالخصوص گھاسیٹرہ میں مسلمان موت وزیست کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے بھرپور عزم واستقلال کے ساتھ مرکز نظام الدین کو اللہ کے حوالہ کرکے یہ تاریخی سفر کیا۔ نظام الدین میں مقیم ایک قدیم کارکن مبلغ مولانا کے اس سفر پر جانے کی تفصیلات اور دشواریاں حضرت شیخ کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں !

"حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ العالی اور منشی بشیر احمد صاحب کل ۲۲ دسمبر پیر کو ۵ بجے شام بذریعہ ہوائی جہاز کراچی تشریف لے گئے، حق تعالےٰ بابرکت فرماوے۔ کل جاتے وقت حضرت مولانا مدظلہ العالی حالات کی ذمہ داری کے باعث بہت ہی زیادہ فکرمند تھے، اور دعا کے لیے نہایت ہی تاکید سے فرما گئے ہیں کہ حضرت شیخ مدظلہ کو ضرور تحریر کیا جائے، سو یہ عریضہ تعمیل میں ارسال ہے شروع میں ہوائی جہاز کے ٹکٹوں کے لیے حاجی محمد نسیم صاحب نے وعدہ فرمایا تھا۔ بے چاروں نے مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اور دیگر ذرایع سے کوشش بھی کی خود مولانا حفظ الرحمان صاحب نے بھی کوشش کی، لیکن عین وقت یعنی ایک دن پہلے پرسوں اتوار کو دونوں حضرات نے اپنی بے بسی کا اظہار فرمایا، اس پر ان دونوں حضرات اور حضرت حافظ فخر الدین صاحب مدظلہ، کے مشورہ سے ایک صاحب کی معرفت ٹکٹوں کی تجویز ہوئی۔ چنانچہ عین وقت پر ان سے کہا گیا اور فوراً دس منٹ کے عرصہ میں انھوں نے دو ٹکٹوں کا انتظام کروادیا۔ حضرت مولانا یوسف صاحب کے ہوائی جہاز پر سوار ہونے کے بعد ملک صاحب کو حضرت مولانا مدظلہ، کی روانگی کی اطلاع بذریعہ ٹیلیفون کردی گئی۔ انشاء اللہ بخیر وعافیت پہونچ گئے ہوں گے روانگی سے پہلے مولانا حفظ الرحمان صاحب سے جانے کے متعلق دوبارہ مشورہ لیا گیا انھوں نے نہایت اطمینان اور شرح صدر سے یہ فرمایا کہ نہ جانے کی کوئی وجہ نہیں اور جانے میں کوئی مضائقہ نہیں، جانا چاہیئے لیکن اپنے مقصد کے سوا کوئی اور بات نہ جلوت اور نہ خلوت میں کی جائے، ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب سے مشورہ کرنے کے لیے نہایت کوشش کی گئی، لیکن باوجود پوری جدوجہد

کے نہ ڈاکٹر صاحب تشریف لاسکے اور نہ حضرت مولانا مدظلہٗ کے جامعہ جانے
کے لیے کوئی ذریعہ نکل سکا۔ اس وجہ سے ڈاکٹر صاحب سے مشورہ نہ ہو سکا
یہاں جو خدام اب موجود ہیں نہایت ہی کمزور ہیں اور آپ کی دعا کے سخت
ضرورت مند ہیں۔" (مکتوب محررہ ۹ر صفر ۱۳۶۶ھ ۲۳ر دسمبر ۱۹۴۷ء)

اس سفر میں مولانا محمد انعام الحسن صاحب اپنی طویل علالت کی وجہ سے شرکت نہیں فرما سکے تھے۔
مولانا انعام الحسن صاحب نے اپنی حیات میں پاکستان کے تیرہ سفر مولانا محمد یوسف
صاحب کی معیت میں اور بیس سفر ان کی وفات کے بعد اپنے زمانہ امارت میں فرمائے۔
یہ بیس سفر وہ ہیں جو خاص طور سے اجتماعات رائے ونڈ میں شرکت کے لیے ہوئے
ان کے علاوہ حرمین شریفین یا یورپ وغیرہ کی آمد و رفت کے موقع پر ہمارے اعداد و شمار
کے مطابق وہاں چودہ مرتبہ قیام فرمایا۔ اس طور پر آپ کے اسفار پاکستان کا مجموعی شمار سینتالیس
(۴۷) تک پہنچتا ہے۔ دعوت و تبلیغ کی تاریخ میں یہ اسفار بالخصوص رائیونڈ کا اجتماع ایک سنگ میل
کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے ذرا وسعت اور وضاحت کے ساتھ ان اسفار اور اجتماعات کی تفصیلات یہاں لکھی
جاتی ہیں۔

اجتماع لاہور منعقدہ ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ

۲۳ تا ۲۵ ربیع الثانی (۵ مارچ تا ۷ مارچ ۱۹۴۸ء) لاہور میں پہلا تبلیغی اجتماع منعقد
کیا گیا جس کے لیے ۲۲ ربیع الثانی (۴ مارچ) میں مولانا محمد یوسف صاحب بذریعہ طیارہ
لاہور تشریف لے گئے۔ اجتماع سے فراغت کے بعد مختلف مقامات پر مولانا کے بیانات ہوئے۔
۱۳ مارچ کو لاہور سے کراچی روانہ ہوئے اور دس یوم یہاں قیام کر کے مختلف اجتماعات میں
شرکت فرمائی۔ ۱۱ جمادی الاولیٰ (۲۳ مارچ) میں آپ کی بذریعہ ہوائی جہاز دہلی واپسی ہوئی۔
یہ اجتماع تقسیم ملک کے صرف آٹھ ماہ بعد ہوا تھا اس لیے اس کے اثرات پورے طور
پر چھائے ہوئے تھے۔ اپنا گھر بار لٹا کر جانے والوں کی زبوں حالی اور فقر و فاقہ کی تکلیف سے
کم و بیش ہر شخص متاثر تھا۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے اجتماع سے قبل کی محنت اور دینی جذبات
ابھارنے کی غرض سے میاں جی محراب خاں صاحب کو پاکستان بھیج دیا تھا۔ وہاں سے انھوں
نے جو مکتوب حضرت شیخ کو ارسال کیا اس سے دعوتی نقل و حرکت اور خلق خدا کی تکالیف و مصائب

کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ مکتوب ذیل میں نقل کیا جاتا ہے :

" از محراب خان بلال پارک باغبان پورہ لاہور۔

بخدمت شریف جناب حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت فیوضکم !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض آنکہ اس سے بہت ہی شرمندگی ہے کہ جناب کی خدمت اقدس میں کوئی عریضہ نہیں لکھا۔ ایک عریضہ اس سے پہلے لکھ کر ایک شخص کو ڈالنے کے لیے دیا تھا۔ مگر بعد میں اس نے کہا کہ میں ڈالنا بھول گیا اور بعد میں گم ہوگیا۔ یہاں پر بفضلہ تعالیٰ کام اچھا ہو رہا ہے، تقریباً ایک سو آدمی اس مبارک کام کے لیے نقل و حرکت کر رہے ہیں بندہ رمضان شریف سے پہلے ادھر آیا اور اب تک ادھر ہی ہے۔

یہاں پر راولپنڈی، پشاور، کوہاٹ و ضلع سرگودھا، ملتان ——— لاہور اور سیالکوٹ میں جماعتیں پھر رہی ہیں۔ اس سے پہلے بھاولپور اور کراچی کے علاقے میں بھی کافی جماعتیں پھر کر آئی ہیں، اس کام کی عام قبولیت لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ میوات کے لوگ تقریباً سات لاکھ ادھر آچکے ہیں جن کو سرحدوں پر آباد کیا جا رہا ہے۔ اکثر لوگوں کو بھوک کی بہت پریشانی ہے، بھوک کی وجہ سے بعض جگہ اموات بھی ہوئی ہیں، بعض بعض جگہ دو، دو چار، چار روز تک چنے کا ساگ اور گنے لوگوں کی غذا ہوئی ہے قوم کی اس زبوں حالی پر بہت افسوس ہوتا ہے۔ جناب کو بہت ہی بے قراری میں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ جناب بارگاہ ایزدی میں عرض کریں گے تو انشاء اللہ یہ بھوک کی تکلیف جس سے قوم برباد اور تنگ ہو رہی ہے، رب العزت اس کو دور فرمائیں گے اور اسے کوئی مشکل نہیں، اس ناچیز کو بھی آں جناب کی توجہ اور دعا کی بے حد احتیاج ہے۔ ۵، ۶، ۷ مارچ کو لاہور میں تبلیغی اجتماع ہو رہا ہے جس میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ العالی اور علی میاں صاحب اور مولانا منظور صاحب کی بھی تشریف آوری کی

امید ہے۔ اس کے لیے بھی دعا فرمادیں۔ حضرت رائے پوری مدظلہ العالی کو بھی اگر جناب کوئی والا نامہ لکھیں تو خیریت سے مطلع فرمادیں۔ فقط والسلام"

اجتماع راولپنڈی منعقدہ جمادی الثانی ۱۳۶۷ھ

۲۷ تا ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۶۷ھ (۷ تا ۹ مئی ۱۹۴۸ء) میں راولپنڈی میں ایک تبلیغی اجتماع منعقد ہوا۔ جناب الحاج محمد شفیع صاحب قریشی اور دیگر اہل تعلق کا اصرار تھا کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اس اجتماع میں شرکت کریں۔ حضرت شیخ سے جب اس سفر کا مشورہ ہوا تو آپ نے مولانا حفظ الرحمان صاحب (جمعیۃ علماء ہند) سے مراجعت کا امر فرمایا۔ مولانا حفظ الرحمان صاحب نے دونوں ملکوں کے حالات سامنے رکھ کر مختصر دورہ کرنے کا مشورہ دیا چنانچہ مولانا محمد یوسف صاحب ۸ مئی شنبہ کی صبح کو ہوائی جہاز سے تنہا تشریف لے گئے۔ بارہ یوم وہاں قیام فرما کر ۹ رجب (۱۹ مئی) میں دہلی واپسی ہوئی۔ حضرت شیخ رح اپنے روزنامچہ میں اس سفر کے محرکات اور آمد ورفت کی مشکلات کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

"آج دوپہر کو عبدالواحد کا رجسٹری خط ملا کہ ۷ تا ۹ مئی کو راولپنڈی میں ایک اہم تبلیغی اجتماع ہے جس کے لیے قریشی صاحب دہلی مولانا محمد یوسف کو لینے جارہے ہیں شرکت کی اجازت دیں اور تو بھی آسکے تو اچھا ہے۔ بعد عصر بدرالدین میواتی مولوی یوسف صاحب کا خط اس مضمون کی اطلاع اور مشورے کا لے کر پہونچا اور (مولوی یوسف نے) اپنا عندیہ عدم شرکت لکھا: زکریا نے قریشی کی آمد کے اہتمام کی وجہ سے دو شرطوں کے ساتھ جانے کی رائے دی۔ اوّل شرط مولوی حفظ الرحمان سے مشورہ، دوسری شرط جلد واپسی، نیز یہ بھی لکھا کہ آئندہ کے لیے ان کو سمجھا دیں کہ بار بار کی آمد خطرناک ہے۔ شیخ رشید احمد صاحب کا بھی یہی مشورہ ہے۔ چار مئی کی شام کو قریشی صاحب اور عبدالواحد صاحب نظام الدین پہونچے، مولوی یوسف نے اپنے جانے کے لیے علی میاں کی معیت شرط کی۔ بدھ ۵ مئی کی صبح کو عبدالواحد صاحب لکھنؤ گئے بارہ بجے شب میں وہاں پہونچے۔ علی میاں مولوی یوسف کے حکم پر فوراً راضی ہو کر چل دیئے مگر ـــــ

سواری کی گڑبڑ سے شب جمعہ میں نظام الدین پہونچے، قریشی پنج شنبہ کو واپس ہوگئے
مولوی یوسف کو اس وقت کا ٹکٹ نہ مل سکا، شنبہ ۸ رمئی کی صبح کا ملا اس لیے وہ
تنہا شنبہ کی صبح کو ۹ بجے ہوائی جہاز سے لاہور روانہ ہوگئے اور کسی کو ٹکٹ نہ
مل سکا اس لیے علی میاں اور عبدالواحد صاحب شنبہ کو عصر کے وقت سہارن پور
پہونچ کر صبح یک شنبہ کو رائے پور گئے۔

۱۷ رمئی شام کو ۶ بجے مولوی یوسف راول پنڈی کے جلسے سے فراغت کے
بعد کئی دن ٹکٹ کی مشکلات کے بعد نظام الدین پہونچے اور بدھ ۱۹ رمئی
کی شام کو ۵ بجے سہارن پور مع فریدی صاحب وغیرہ پہونچ کر پنج شنبہ کی صبح کو
۷ بجے ہاوڑہ ایکسپریس سے لکھنؤ برائے شرکت جلسہ کرسی گئے۔"

مولانا انعام الحسن صاحب اپنی علالت طبع کی بنا پر اس سفر میں ہمراہ نہ جا سکے اور کاندھلہ
قیام فرمارہے۔

اجتماع پشاور منعقدہ رجب ۱۳۷۰ھ

۱۲، ۱۳، ۱۴ ر رجب ۱۳۷۰ھ۔ ۲۰، ۲۱، ۲۲ ر اپریل ۱۹۵۱ء
میں پشاور میں ایک تبلیغی اجتماع منعقد ہوا جس کے
لیے بڑی تیاریاں کی گئیں اور صوبہ سرحد کے دور دراز علاقوں تک میں جماعتوں کی نقل و حرکت
اس اجتماع کے لیے کی گئی۔ ملکی حالات کو دیکھتے ہوئے مولانا محمد یوسف صاحب و مولانا محمد
انعام الحسن صاحب نے خصوصی طور پر حضرت شیخ سے اس سفر کا مشورہ کیا اور اس مقصد کے
لیے ۲۹ رجمادی الثانی ۱۳۷۰ھ (۷ راپریل ۱۹۵۱ء) میں ہر دو حضرات سہارنپور تشریف لائے حضرت
سے استصواب رائے کے بعد یہ سفر طے ہوا۔ اس سفر کی تفصیلات حضرت شیخ رہ اپنی یادداشت
میں یہ تحریر فرماتے ہیں :

"۱۷ راپریل ۱۹۵۱ء مطابق ۹ ررجب ۱۳۷۰ھ سہ شنبہ کی شام کو مولوی یوسف
و انعام کشمیر میل سے پشاور کے اجتماع میں جو ۲۰ تا ۲۲ راپریل تھا شرکت کیلئے
لاہور روانہ ہوئے، بدھ کی شام کو لاہور پہونچے جمعرات کی صبح کو ۱۱ بجے
ہوائی جہاز سے پشاور گئے۔ حافظ فخر الدین صاحب بھی اس اجتماع میں شریک

ہوئے لیکن سفر میں مولانا محمد یوسف صاحب کی معیت نہ تھی، بعد میں پہونچے ۲۴/اپریل ۱۹۵۱ء کو واپسی کراچی پہونچے اور ۵/مئی کو ہوائی جہاز سے واپس دہلی پہونچے۔ حضرت اقدس رائے پوری کا اس زمانے میں پاکستان ہی میں قیام تھا۔ اور پشاور کے سفر میں لاہور سے مولانا محمد یوسف صاحب کے ساتھ حضرت بھی پشاور تشریف لے گئے۔ حضرت اقدس پشاور کے بعد دو ایک جگہ قیام فرماتے ہوئے ۱۰/مئی ۱۹۵۰ء کو دہلی پہونچے، اور ۱۲/مئی کو مع مولانا یوسف سہارنپور تشریف لائے۔"

ملکی حالات اور قانونی بندشوں کی بنا پر روانگی سے ایک دن پہلے اس سفر کی کارروائی مکمل ہو سکی تھی۔ مولانا محمد انعام الحسن صاحب بذاتِ خود دہلی کی ایک عدالت میں تشریف لے گئے اور اپنی اور مولانا محمد یوسف صاحب کی طرف سے کارروائی مکمل کی۔ ان امور کی تکمیل کے بعد آپ نے کچہری سے حضرت شیخ رح کو ذیل کا گرامی نامہ تحریر کیا۔

" مخدوم و معظم و مکرم ـــــــ مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آج دوپہر نظام الدین سے ایک کارڈ ارسال کیا تھا۔ یہ اس وقت ۴ بجے کچہری سے تحریر ہے۔ تین بجے نظام الدین سے دستخط کرنے کے لیے آنا ہوا۔ نوابجیکشن مل گیا۔ اب پاکستان کے دفتر جانا ہے، ہوائی جہاز کی بھی تحقیق کرنا ہے اگر اس کی سیٹ مل جائے تو اس سے، ورنہ آج ہی ریل کی سیٹ ریزرو کرانا ہے۔ والسلام ـــــــ محمد انعام الحسن عفرلہٗ

۴ بجے کچہری۔ ۱۶/اپریل ۱۹۵۱ء "

اس اجتماع میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نے بھی بڑے اہتمام سے شرکت فرمائی تھی۔ اور آپ کے مریدین و معتقدین کا بہت بڑا حلقہ بھی اس اجتماع میں شامل رہا۔ اس اجتماع سے فراغت پر دس دن قیام کراچی کے بعد دونوں حضرات ۲۷/رجب ۵/مئی میں دہلی واپس ہوئے۔

مولانا انعام الحسن صاحب کے درج ذیل خط سے اس سفر کے متعلق مزید معلومات حاصل ہوں گی۔

"مخدوم مکرم معظم محترم ——— مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

بندہ نے اس سے قبل چار عریضے روانہ کیے حضرت والا کے تینوں والا نامے موصول ہوئے۔ آج رات کو میل سے براہ گجرانوالہ ایک مقام بڑھا رہا ہے ایک شب کے بعد پھر گجرانوالہ سے تیز گام سے سوار ہو کر کراچی جانا ہے جس کا پتہ مکی مسجد گارڈن روڈ کراچی ہے۔ اس کے بعد ایک ایک روز کے لیے درمیان میں قیام ہے۔ لہٰذا دس فروزی کے بعد کہیں مستقل پتہ نہیں، بلال پارک، باغبان پورہ، لاہور پتہ ہے۔ مشرقی پاکستان میں مال والی مسجد لکرائیل علاقہ رمنہ ڈھاکہ ہے۔ گھر میں بھی بندہ عریضہ تحریر کر رہا ہے۔ حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ کی خدمت میں بعد سلام مسنون استدعاء دعوات۔ والد صاحب مدظلہ کی خدمت میں سلام مسنون۔ مولوی داؤد اور حافظ محمد عثمان کو ٹیلیفون کیا تھا وہ پرسوں آئے تھے کل شام واپس ہو گئے۔ اس مرتبہ قیام قریشی صاحب کے یہاں نہیں رہا، بابو ایاز، حاجی نور الٰہی ـــ پشاور والے سلام مسنون کہتے ہیں۔

محمد انعام الحسن غفرلہ ۲۴ رجب"

اجتماع سکھر منعقدہ رجب ۱۳۷۱ھ

۸ اپریل ۱۹۵۲ء مطابق ۱۲ رجب ۱۳۷۱ھ میں مولانا محمد یوسف صاحب نے نو افراد پر مشتمل ایک جماعت کے ساتھ جس میں مولانا محمد انعام صاحب بھی شریک تھے سکھر (صوبہ سندھ) کے اجتماع میں شرکت کے لیے سفر کیا (آپ مع جماعت ہوائی جہاز سے لاہور اور وہاں سے سکھر پہونچے تھے ۱۱ اپریل ۱۹۵۲ء کے سکھر کے اجتماع میں شرکت کے بعد سندھ کے دیگر شہروں میں جانا ہوا اور ہر جگہ چھوٹے بڑے عمومی و خصوصی مجمعوں سے ملاقاتیں اور بیانات کے بعد تشکیل ہوتی رہیں۔ ۲۷ رجب (۲۳ اپریل) میں بذریعہ ہوائی جہاز دہلی واپسی ہوئی۔

اپنے روزنامچہ میں حضرت شیخ اس سفر کو اس طرح لکھتے ہیں :

"آج ۹ بجے صبح کو مولویان یوسف، انعام، حافظان فخرالدین و مقبول وغیرہ دس نفر ہوائی جہاز سے لاہور گئے تاکہ ۱۱ر اپریل کے سکھر کے اجتماع میں شرکت کریں۔ ۱۱ر اپریل، ۱۵ر رجب جمعہ کی دوپہر کو سکھر پہونچے۔ سکھر، کراچی، ٹنڈو اللہ یار حیدرآباد، لائل پور، سرگودھا، لاہور کے سفر کے بعد ۲۷ر رجب کو واپس آئے۔"

یہ سفر ایسے موقع پر ہوا جب کہ مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی صاحب زادی خولہ خاتون شدید علیل بلکہ مرض الوفات میں تھیں۔ چنانچہ مولانا کے سفر پاکستان کے دوران ہی مورخہ ۲۱ر رجب میں ان کا انتقال ہوگیا تھا۔ غفر اللہ لہا۔

اجتماعِ کراچی ملتان وغیرہ
منعقدہ سنہ ۱۳۷۲ھ

چھ ذی قعدہ ۱۳۷۲ھ (۱۸ر جولائی ۱۹۵۳ء) سے ۲۸ر ذی قعدہ / ۹ر اگست اتوار تک مولانا محمد یوسف صاحب و مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے پاکستان کا بائیس روزہ دورہ فرمایا۔ اس سفر میں خصوصی طور پر لاہور، کراچی، ملتان، بہاول پور میں اجتماعات منعقد کیے گئے۔ ۲۸۔ ذی قعدہ (۹ر اگست) میں بذریعہ طیارہ دہلی واپسی ہوئی۔ مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی، جناب میاں جی محراب صاحب مولوی داؤد صاحب وغیرہ اس سفر میں ہمراہ تھے۔

اس سفر سے متعلق ذیل کے دو مکاتیب سے مزید تبلیغی و دعوتی احوال کا علم ہوتا ہے ان میں پہلا مکتوب مولانا انعام الحسن صاحب کا ہے جو مکی مسجد کراچی سے لکھا گیا، اور دوسرا مکتوب مولانا محمد یوسف صاحب کا ہے جو لاہور سے تحریر کیا گیا۔ پہلے مکتوب پر ۲۰ر جولائی ۱۹۵۳ء اور دوسرے مکتوب پر ۷ر اگست ۱۹۵۳ء مہر ڈاک خانہ لگی ہوئی ہے۔

(۱) مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

الحمدللہ ! اللہ جل شانہ، کے فضل و کرم سے پرسوں ۱۲ بجے لاہور اور آج صبح ۶½ بجے کراچی پہونچ گئے۔ دہلی میں تو بعض لوگوں کا خیال تھا کہ شاید موسم کی خرابی

کی بنا پر آج جہاز نہ جائے لیکن جہاز اتنے سکون کے ساتھ آیا کہ صاف موسم میں بھی نہیں آتا۔ بابو ایاز بھی ہمراہ آئے ہیں۔ ریل کے راستہ کی خبر پر انھوں نے ارادہ کیا تھا لیکن معلوم ہوا کہ ابھی یہ احکامات ہی ہیں انتظامات میں چند یوم لگ جائیں گے پھر ہوائی جہاز کا ارادہ کیا تو کوئی جگہ اس میں نہ تھی۔ اپنا سامان وغیرہ لے کر ہوائی مستقر پر آ گئے تھے کہ ممکن ہے کہ اللہ جل شانہٗ کوئی صورت پیدا فرماویں۔ چنانچہ اللہ کے فضل سے بروقت چار سیٹیں خالی ہو گئیں۔ لاہور میں بخیریت ایک شب رہ کر صبح یک شنبہ کو میل سے روانہ ہو کر آج کراچی پہونچ گئے اللہ جل شانہٗ اس آمد کو ہمارے لیے اور یہاں محبت کرنے والوں کے لیے دینی ترقی اور اپنے تقرب کا ذریعہ فرماویں۔ شوق و محبت دیکھ کر ڈر لگتا ہے کہ کہیں یہ ہماری وجہ سے ضائع نہ ہو جائیں۔ دعاؤں کی احتیاج محتاج بیان نہیں مولوی عبید اللہ صاحب بخیر ہیں سلام عرض کرتے ہیں نیز ڈاکٹر یاسین بھی۔ بخدمت مخدوم معظم محترم جناب والد صاحب مدظلہٗ سلام مسنون۔ مولانا محمد یوسف بھی سلام عرض فرماتے ہیں۔ یہاں پر پندرہ روز کا نظم بنایا گیا ہے کراچی پانچ روز کا قیام ہے۔ والسلام

محمد انعام الحسن عفرلہٗ مکی مسجد گارڈن روڈ کراچی "

(۲) " مکرمی و محترمی و مخدومی و معظمی جناب حضرت شیخ الاستاذ، ادام اللہ مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج صبح بہلو کے اجتماع سے واپسی پر حکیم صاحب کے نام والا نامہ کی زیارت کر کے حضرت عالی کی توجہات سے نہایت مسرت ہوئی

حق تعالیٰ شانہٗ اپنے اکابر سے استفادہ

کے مواقع ہم خدام کے لیے زیادہ سے زیادہ مہیا فرما کر استفادہ کی توفیق نصیب فرماویں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کے فضل و کرم سے سفر کراچی، بہاول پور و ملتان و کوٹلہ بہلو ورائے ونڈ خیریت سے گذر گیا۔ اللہ رب العزت کے راہ کی نقل و حرکت

ہر جگہ سے وجود میں آئی۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں خصوصیت کے ساتھ خاص اوقات میں دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ شانہ اس احقر کی اپنے راہ کی حرکت کو قبول فرما کر دین کی تقویت و سرسبزی کا ذریعہ فرمادیں اور اس عالی راہ کی طرف متوجہ ہونے والے اوقات دینے والے احباب کے یقین میں قوت مسائی میں ترقی، اعمال میں صحت و خلوص نصیب فرما کر دارین کی ترقیات اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمادیں۔ اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے عافیت کے ساتھ وقت وسفر گذرا، احباب میں اور عام متوجہ ہونے والوں میں دین کا شوق اور اس عمل کی رغبت پائی گئی۔ استقامت و ترقی کے لیے دعا کی درخواست ہے۔ شنبہ دوشنبہ، سہ شنبہ یہاں لاہور ہی میں قیام ہے، پنجشنبہ جمعہ راولپنڈی ہفتہ تک واپسی کا ارادہ ہے۔

حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں اس امانت کی سرسبزی و فروغ کے بارے میں اور اپنی ذاتی گندگیوں سے خلاصی کے بارے میں خصوصی دعوات کی درخواست ہے۔ رات سے مولانا انعام الحسن صاحب کی طبیعت ناساز ہے نزلہ کی شدت اور جاڑے کے ساتھ بخار چڑھا جو ابھی تک باقی ہے۔ صبح حکیم کریم بخش کو بلا کر دوا شروع کی جس سے الحمد للہ افاقہ کا رخ ہے بقیہ احباب بخیر ہیں، سلام عرض کرتے ہیں۔

بندہ محمد یوسف عفرلہ شنبہ ۷/اگست ۵۳ء

اجتماع رائے ونڈ منعقدہ شعبان ۱۳۷۳ھ

مولانا محمد یوسف صاحب مولانا محمد انعام الحسن صاحب ۶/شعبان ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۰/اپریل ۱۹۵۴ء شنبہ میں بذریعہ طیارہ دہلی سے لاہور پہونچکر بعد نماز عصر تبلیغی مرکز رائے ونڈ تشریف لے گئے۔ تین دن رائے ونڈ قیام کے بعد بدھ دس شعبان کو لاہور واپسی ہوئی اور چھ دن یہاں قیام فرما کر ۱۶/شعبان منگل کے دن بذریعہ طیارہ دہلی تشریف لائے۔ اس سفر سے متعلق حضرت شیخ کے روزنامچہ میں ایک یادداشت اس طرح محفوظ ہے۔

"آج ۲۹ رجب (۴ اپریل یک شنبہ) بارہ بجے دوپہر حافظ فخر الدین صاحب مولوی یوسف، مولوی انعام رائے ونڈ کے جلسہ میں شرکت کے مشورہ کے لیے آئے۔ شرکت طے ہوگئی اور دوشنبہ کی شام کو پانچ بجے دیوبند (حضرت اقدس مدنی کی خدمت میں) گئے اور وہاں سے منگل کی صبح کو نظام الدین چلے گئے۔"

اجتماع رائے ونڈ منعقدہ رجب ۱۳۷۴ھ

آٹھ رجب ۱۳۷۴ھ مطابق ۴ مارچ ۱۹۵۵ء بروز جمعہ مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب حضرت شیخ رح سے ملاقات کے لیے سہارنپور آئے اور رات میں ٹرین سے لاہور کے لیے روانہ ہوئے۔ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائپوری کا قیام اس زمانہ میں لاہور تھا۔ اس لیے یہ حضرات سب سے پہلے حضرت رائے پوری کی خدمت میں پہونچے اور اتوار کی صبح میں رائے ونڈ پہونچ کر اجتماع میں شرکت فرمائی۔ بعدازاں راول پنڈی، کراچی، لائل پور وغیرہ کا دورہ فرماکر ۲۴ رجب مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۵۵ء اتوار کی شام سہارنپور واپسی ہوئی۔ اور پیر کی صبح دیوبند پہونچ کر حضرت اقدس مدنی رح سے ملاقات کے بعد شام کو نظام الدین کے لیے روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں دہلی سے گیارہ احباب ورفقاء ہمراہ تھے۔

حضرت شیخ رح اپنے روزنامچہ میں اس سفر کے متعلق مزید معلومات یہ تحریر فرماتے ہیں،

"آج ۸ رجب مطابق ۴ مارچ جمعہ میں ایک بجے دوپہر مولوی یوسف مولوی انعام حافظ مقبول گیارہ نفر دہلی سے آکر رات کو دس بجے لاہور رائے ونڈ کے جلسہ میں شرکت کے لیے شنبہ کی دوپہر کو لاہور پہونچے۔ سرحد پر صوفی جی قریشی صاحب حافظ عبد العزیز بھائی افضل کاریں لے کر پہونچ گئے تھے۔ سرحد سے سیدھے حضرت رائے پوری کی قیام گاہ پر گئے۔ حضرت اس وقت کھانا تناول فرما رہے تھے۔ شب کو لاہور قیام کے بعد یک شنبہ کی صبح کو اول وقت نماز پڑھ کر رائے ونڈ چلے گئے۔ طلوع آفتاب سے قبل کار سے رائے ونڈ پہونچے۔ ۹ مارچ بدھ کی صبح کو کار سے راول پنڈی، ۱۰ کی شام کو میل سے

کراچی کے لیے روانہ ہو کر شنبہ بارہ کی صبح کو وہاں پہونچے۔ پندرہ منگل کی شام کو کراچی سے چل کر ۱۶ کی شام کو لائل پور پہونچے۔ ۱۷ کو یہاں سے چل کر لاہور کے قریب میوات کے ایک گاؤں میں قیام کے بعد ۲۰ مارچ اتوار کی شام کو ۸ بجے سہارنپور آکر پیر کی صبح دس بجے دیوبند بسلسلہ تعزیت مولانا اعزاز علی صاحب گئے اور شام کو وہاں سے ایکسپریس سے دہلی روانہ ہوئے۔"

اجتماع رائے ونڈ منعقدہ صفر ۱۳۷۶ھ

۲۸ تا ۳۰ صفر ۱۳۷۶ھ ۵ تا ۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء میں رائے ونڈ کا سالانہ تبلیغی اجتماع تھا۔ مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب اس میں شرکت کے لیے ۲۵ صفر مطابق ۲ اکتوبر میں نظام الدین دہلی سے روانہ ہوئے. راستہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی زیارت وعیادت کے لیے کچھ وقت دیوبند قیام کرتے ہوئے بعد مغرب لاری سے سہارنپور پہونچے اور شب میں دس بجے لاہور کے لیے روانہ ہو گئے اور اگلے روز صبح رائیونڈ تبلیغی مرکز پہونچ کر اجتماع میں شرکت فرمائی۔

اس سفر کی مزید تفصیلات اور اس کا اختتام حضرت شیخ رح کے الفاظ میں پڑھیں. روزنامچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"آج ۲۶ صفر ۳ اکتوبر چہارشنبہ کو مولوی یوسف مولوی انعام، مولوی عبید اللہ منشی بشیر رائے ونڈ کے اجتماع منعقدہ ۵ تا ۷ اکتوبر کے لیے دہلی سے ایکسپریس سے چلے حسب تحریر زکریا حضرت مدنی کی عیادت کے لیے دیوبند اتر گئے تاکہ دوسری گاڑی سے سہارنپور آئیں مگر حضرت سے ملاقات بعد ظہر ہوئی اور وہ گاڑی نہ مل سکی اس لیے لاری سے مغرب کے وقت پہونچے اور شب چہارشنبہ میں ۱۰ بجے لاہور کے لیے روانہ ہوئے. گیارہ بجے صبح لاہور پہونچ کر شام کو ۸ بجے کار سے رائے ونڈ پہونچے اتوار ۷ اکتوبر کی شام کو میل سے کراچی روانہ ہوئے جو ۶ گھنٹے لیٹ ہونے کی وجہ سے بجائے ۹ بجے شب کے ڈھائی بجے چلا اور کراچی بجائے ساڑھے سات کے دو بجے دوپہر پہونچے وہاں سے

میران شاہ کے اجتماع کے بعد دو جگہ میوات پھر راول پنڈی قیام کے بعد شب پنج شنبہ ۱۸ اکتوبر کی شب میں لاہور اور صبح کو براہ امرتسر سہارنپور کا ارادہ تھا مگر انبالہ تا سہارنپور ریل بند تھی اس لیے براہ کرنال شب جمعہ ۱۹ اکتوبر کو دہلی پہونچ گئے۔ اور شنبہ کو سہارنپور آئے۔"

اجتماع رائے ونڈ منعقدہ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ

۱۰-۱۱-۱۲ ربیع الاول (۵ تا ۷ اکتوبر ۱۹۵۷ء) میں رائے ونڈ کا سالانہ اجتماع منعقد ہوا جس کے لیے مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا انعام الحسن صاحب ۹ ربیع الاول کی شام کو فرنٹیر میل سے روانہ ہو کر شنبہ کو لاہور اور اسی دن بعد عصر رائے ونڈ پہونچے اور اجتماع میں شرکت کی۔ اس سہ روزہ اجتماع سے فراغت کے بعد پاکستان کے مختلف شہروں کا دورہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے کوہاٹ تشریف لے گئے، اس کے بعد راول پنڈی، میرپور، کراچی کا دورہ کر کے ۲۹ ربیع الاول (۲۴ اکتوبر) میں سہارنپور آمد ہوئی۔ اور یہاں سے حضرت شیخ کی معیت میں حضرت اقدس رائے پوری کی خدمت میں رائے پور تشریف لے گئے۔

روزنامچہ حضرت شیخ رح کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں۔

"۲۹ ربیع الاول کی شب میں مولوی یوسفؒ مولوی انعامؒ منشی بشیر بابو ایاز مولوی صالح رنگونی وغیرہ نو نفر دو بجے فرنٹیر سے پہونچ کر مولوی یوسف، انعام عبید اللہ مع زکریا و برادر اکرام شنبہ کی صبح کو شاہ صاحب کی کار سے رائے پور جا کر دوشنبہ کی صبح کو مع علی میاں واپس آئے اور دہلوی حضرات دس بجے دیوبند جا کر وہاں سے شام کو ایکسپریس سے دہلی چلے گئے۔"

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے نام مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کے ذیل کے چار خط اسی سفر کے تحریر کردہ ہیں۔ ان مکاتیب سے اس سفر کی تفصیلات بخوبی معلوم ہوتی ہیں۔ ان میں پہلا خط دہلی سے، دوسرا لاہور سے، تیسرا کراچی اور چوتھا راول پنڈی سے لکھا گیا ہے۔

(۱) " مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

کل بخیر رسی کا کارڈ روانہ کیا جا چکا ہے طے یہ کیا تھا کہ ہوائی جہاز سے سفر کیا جائے مولانا یوسف صاحب کی حتمی رائے ہوائی جہاز ہی سے تھی لیکن مقدر نہ تھا اس کے لیے انکم ٹیکس سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہوتی ہے اوران تین روز میں دفاتر کی چھٹی تھی اس لیے فرنٹیر سے ٹکٹ خرید لیے گئے اور سیٹیں ریزرو کرالی گئیں۔ کل شام کو مغرب کے بعد انشاء اللہ روانگی ہے، دعا کی درخواست ہے، اہل برما آج جارہے ہیں۔ بخدمت مکرم معظم محترم جناب والد صاحب مدظلہ سلام مسنون۔

والسلام ...... محمد انعام الحسن غفرلہ ۸ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ"

(۲) "مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آج بارہ بجے لاہور بخیریت پہونچ گئے، کسٹم میں تو زیادہ وقت نہیں لگا ہند کی جانب ایک گھنٹہ لگا اور دوسری جانب جائے اور ۲۰-۲۵ لوگ بیعت ہونے والے تھے ان میں وقت لگا۔ قریشی وغیرہ حضرات سرحد پر پہونچ گئے تھے مولانا یوسف صاحب کی ڈاڑھ میں درد ہو رہا ہے، صبح کو جب سو کر اٹھے تو کچھ تکلیف تھی وہ بڑھتی جارہی ہے۔ مولانا عبید اللہ صاحب بھی آج یہاں پہونچ گئے تین بجے ان سے ملاقات ہوگئی۔ اب رائے ونڈ کے لیے روانگی ہونے والی ہے۔ سب حضرات کی خدمات میں سلام مسنون۔ بخدمت مکرم معظم محترم جناب والد صاحب مدظلہ' سلام مسنون۔ مولانا یوسف صاحب سب کی خدمات میں سلام فرماتے ہیں، خصوصاً اماں جی کی خدمت میں سلام مسنون۔ ہارون وطلحہ زبیر کو دعوات فرماتے ہیں۔ مولانا عبید اللہ بھی سلام عرض فرماتے ہیں۔

محمد انعام الحسن ــــــ ۱۰ ربیع الاول ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۵ء"

(۳) "مخدوم مکرم معظم محترم ! ــــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

الحمد للہ کل بعد ظہر بخیر کراچی پہونچ گئے۔ میر پور خاص جاتے ہوئے راستہ

ہیں ٹنڈو اللہ یار تقریباً ایک گھنٹہ قیام رہا جس میں مولانا ظفر احمد صاحب اور مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب سے ملاقات ہوئی، مولانا اشفاق عرصہ سے بیمار چلے جا رہے ہیں فالج پڑا تھا جس کی وجہ سے حرکت کرنا اور بات کرنا بند ہو گیا تھا اب الحمد للہ اٹھنے بیٹھنے لگے اور زبان بھی حرکت کرنے لگی لیکن سمجھ میں بات مشکل سے آتی ہے ضعیف بہت ہو گئے ہیں، اللہ جل شانہٗ صحت نصیب فرماوے۔ پرسوں بعد جمعہ یہاں سے روانگی ہے۔ ملتان کے قریب ایک گاؤں میں ۲۰ گھنٹے کے بعد لائل پور، یک شنبہ کی شام کو پہونچ کر صرف شب وہاں گزارنی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ باحسن وجوہ دین کی سرسبزی اور ثبات کی صورتیں پیدا فرمادیں اور سہولت و عافیت کے ساتھ اس سفر کو انجام تک پہونچائے۔ بخدمت مکرم معظم محترم جناب والد صاحب مدظلہٗ سلام مسنون۔ عزیزان ہارون وطلحہ وزبیر، شاہد سلمہم دعوات۔ معلوم نہیں کہ مولوی منیر الدین صاحب واپس آئے کہ نہیں۔ مولوی عبید اللہ صاحب کو پہلے سے خیال تھا کہ رائے ونڈ سے واپس کر دیا جائے گا لیکن مولانا یوسف صاحب کو چونکہ پہلے روز بخار ہو گیا تھا اس بنا پر بولنے کے لیے ان کی اعانت کی ضرورت سمجھ کر روک لیا گیا' از مولانا محمد یوسف صاحب بعد سلام مسنون مضمون واحد۔

بندہ محمد انعام الحسن غفرلہٗ کراچی مکی مسجد — ۲۱ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ

(۴۲) " مخدوم مکرم معظم محترم — مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل حاجی محمد امام صاحب کی معرفت والا نامہ موصول ہوا۔ آج راول پنڈی سے میر پور خاص کے لیے جا رہے ہیں۔ یہ عریضہ ریل میں سے تحریر کیا جا رہا ہے، بدھ کی شام کو رائے ونڈ سے روانہ ہو کر پنج شنبہ کی صبح کو راول پنڈی پہونچ کر بذریعہ کار کوہاٹ روانہ ہوئے، کوہاٹ راول پنڈی سے ایک سو دس میل ہے راستہ میں موٹر خراب ہو گئی جس کی بنا پر راستہ میں چار گھنٹے پڑے رہے اور مغرب

کے بعد کوہاٹ پہونچے، صبح کو دس بجے کوہاٹ سے چل کر ۱۱ بجے پشاور اور ساڑھے گیارہ بجے پشاور سے چل کر رات کو آٹھ بجے راول پنڈی پہونچے، ہر جگہ پر رات کو مشغولی رہی اور دن میں سفر رہا، راستہ میں پندرہ منٹ کے لیے مولانا عبد الرحمن صاحب اور مولانا عبد الشکور صاحب سے ملاقات ہوئی، صرف کھڑے کھڑے زیارت ہوئی۔ دو رات پنڈی گذار کر اب سندھ میر پور خاص جا رہے ہیں۔ مولانا محمد یوسف صاحب کو ایک روز بخار رہا پھر بحمد للہ بخار نہیں رہا، البتہ کھانسی، زکام نزلہ تقریباً سب رفقاء کو ہے، بھائی کلام احمد صاحب نہیں آئے۔ بھائی انیس کے نام کا پرچہ ان کو دے دیا گیا اور قریشی صاحب کا ان کو دے دیا گیا۔ پہلے نظام میں پشاور اور لائل پور کا اور اضافہ ہو گیا لیکن وقت میں زیادتی نہیں ہوئی اسی میں سمو لیا گیا۔ بھائی داؤد کو خط تحریر کیا تھا کہ پنڈی میں دو شب قیام رہے گا۔ لیکن وہ تشریف نہیں لائے اور زیارت نہ ہو سکی، بخدمت مکرم محترم جناب والد صاحب مدظلہ، سلام مسنون۔ حاج محمد امام سلام عرض کرتے ہیں۔ از مولانا محمد یوسف صاحب بعد سلام مسنون مضمون واحد۔ والسلام

محمد انعام الحسن غفر لہ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ

اجتماع پشاور سیالکوٹ وغیرہ منعقدہ رجب ۱۳۷۸ھ

۱۰ رجب المرجب ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۵۹ء میں

مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے پاکستان کا ایک طویل سفر شدید سردی کے موسم میں کیا۔ مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی، جناب الحاج جمیل احمد صاحب حیدرآبادی جناب حاجی منشی اللہ دتہ صاحب وغیرہ پندرہ رفقاء اس سفر میں مولانا کے ہمراہ تھے۔ شروع کے دو یوم رائے ونڈ میں گذار کر لاہور، راول پنڈی، پشاور، گجرانوالہ، کراچی، لائل پور کے طویل اور تھکا دینے والے سفر ہوئے۔ پاکستان کا یہ سفر مجموعی طور پر چھبیس دن رہا۔ اور اپنی طوالت بھرپور جہد و مشقت نیز ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہونے اور اپنے نظام عمل کے اعتبار سے یہ اس قدر بھرپور ہنگامی سفر تھا کہ بقول حضرت مولانا انعام الحسن صاحب "آثار سفر سب

پر نمودار ہونے لگے "۔

اس مدت میں مولانا محمد یوسف صاحب نے بے شمار تقریروں اور مجلسی گفتگو کے ذریعہ ہزاروں افراد تک دینی دعوت اور اس کا پیغام پہونچایا، اور پھر چھ شعبان (۱۵ فروری) کو مشرقی پاکستان (اب بنگلہ دیش) کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ تقریباً دو ہفتہ وہاں قیام کے بعد ۲۲ شعبان۔ ۲ مارچ ۱۹۵۹ء میں کلکتہ میل سے سہارنپور واپسی ہوئی۔ —— اور ایک روز سہارن پور قیام کے بعد دہلی روانہ ہو گئے۔

مولانا انعام الحسن صاحب کے درج ذیل آٹھ خطوط (بنام حضرت شیخ رح) اسی سفر کے دوران مختلف مقامات لاہور، راول پنڈی، پشاور، کراچی، لائل پور (فیصل آباد) سے تحریر کیے گئے ہیں، ان تمام خطوط کے بیک وقت مطالعہ سے اس سفر کی کارگزاری اور تفصیلی نقشہ سامنے آنے میں بڑی مدد ملتی ہے:۔

(۱) " مخدوم مکرم معظم محترم —— مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمدللہ بخیر و عافیت ۱۲ بجے لاہور پہونچ گئے۔ گاڑی گھنٹہ بھر کے قریب تاخیر سے امرتسر پہونچی، امرتسر میں ٹیکسی لے کر دس بجے کے قریب واہگہ پہونچے، الحمدللہ ایک گھنٹہ میں سب رفقا کسٹم وغیرہ اور اندراجات سے فراغت پا گئے اور الحمدللہ کوئی مشکل اور رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔ آج شام کو چار بجے رائے ونڈ جانا ہے دو شب وہاں قیام ہے جمعہ کے روز وہاں سے آکر جمعہ لاہور میں پڑھنا ہے، تین روز لاہور میں قیام کے بعد پھر پشاور جانا ہے، تین روز پشاور میں قیام کے بعد تین روز راول پنڈی اور ایک روز سیالکوٹ کے کسی قریہ میں قیام رہ کر پھر سیدھے کراچی جانا ہے۔ تواریخ انشاء اللہ بعد کے کسی عریضہ میں تحریر کی جائے گی۔ آج شب میں سردی رہی، ان نواح میں اور امرتسر میں خوب بارش کل تھی آج کھلا ہوا ہے۔

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ اور والد صاحب اور ماموں جان کی خدمات

میں سلام مسنون اور دعا کی درخواست ہے' والسلام محمد انعام الحسن غفرلہٗ

۲۳؍ جنوری ۵۹ء؍ ۱۱؍ رجب چہار شنبہ"

(۲) مخدوم مکرم معظم محترم ـــــ مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل ۱۱ بجے رائے ونڈ سے واپسی ہوئی اور جمعہ سے قبل اور بعد مسجد نیلی گنبد میں رہنا ہوا۔ مولانا ادریس صاحب نہیں ملے' نظام سفر پہلے جو لکھا تھا وہی ہے لیکن تواریخ ہفتہ' اتوار' پیر ۲۴-۲۵-۲۶ جنوری لاہور میں ہیں۔ ۲۷؍ منگل کو بذریعہ موٹر پشاور روانگی ہے۔ بدھ جمعرات ۲۸-۲۹؍ کو پشاور میں قیام ہے جمعہ ۳۰؍ کو صبح بذریعہ موٹر چل کر واپس راولپنڈی آنا ہے۔ جمعہ راولپنڈی پڑھنا ہے' ہفتہ' اتوار' پیر وہاں پر قیام کے بعد منگل ۳؍ فروری کو ضلع سیالکوٹ میں وڈالہ جانا ہے ۴ کو روانہ ہو کر ۵ کو کراچی پہونچ کر ۶-۷-۸-۹-۱۰ کو وہاں قیام ہے' ۱۱ کو بھاول پور جانا ہے اور ۱۲؍ فروری کی شام کو لاہور پہونچ کر ۱۳ کی صبح کو لاہور سے بذریعہ طیارہ ڈھاکہ روانگی ہے۔ لائل پور والے بہت اصرار کر رہے ہیں' ـــــ ممکن ہے وہاں جانا ہو' تو اس میں سے ہی کسی دن میں اس کو گھسانا ہے۔ الحمد للہ سب ساتھی بخیر ہیں۔ بھائی جمیل کو سہارنپور سے چلنے کے بعد ریل ہی میں بخار ہو گیا تھا۔ چنانچہ رائے ونڈ بھی وہ نہیں گئے اور اب تک طبیعت ناساز ہی چل رہی ہے اللہ جل شانہٗ فضل فرماوے بخدمت اقدس حضرت رائے پوری مدظلہٗ العالی بعد سلام مسنون استدعاء دعوات۔ والد صاحب مدظلہٗ اور سب حضرات کی خدمات میں بھی بعد سلام مسنون استدعاء دعوات۔ والسلام

محمد انعام الحسن غفرلہٗ لاہور ۲۷؍ جنوری ۵۹ء ـــــ

(۳) مخدوم مکرم معظم محترم ـــــ مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمدللہ سب رفقاء بخیر ہیں امید ہے کہ مزاج اقدس بخیر ہوں گے۔ آج صبح کی نماز کے بعد متصل ہی براہ کار پشاور کے لیے روانہ ہونا ہے اللہ جل شانہٗ بخیر وخوبی عافیت کے ساتھ سہولت اور خیر وبرکات کے ساتھ احیاء دین اور سنن نبویہ کی ترویج کا ذریعہ بنا کر اپنی قبولیت اور رضا کا سبب فرماوے۔ اب صبح کی نماز سے قبل یہ عریضہ تحریر کیا جارہا ہے۔ بخدمت حضرت اقدس رائپوری مدظلہ بعد سلام مسنون استدعاء دعوات۔ مکرم معظم محترم جناب والد صاحب مدظلہ اور تمام حضرات کی خدمات میں بعد سلام مسنون گذارش ادعیہ۔ اب تک کوئی خیریت نظام الدین سے نہ سہارنپور سے معلوم نہیں ہوئی۔ والسلام

محمد انعام الحسن عفرلہٗ ۱۱؍رجب ۲۷؍جنوری ۵۹ء

(۴) مخدوم مکرم معظم محترم ——— مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل صبح لاہور سے ایک عریضہ صبح کی نماز سے قبل لکھ کر ایک صاحب کو ڈالنے کے لیے دے دیا تھا، معلوم نہیں وہ ڈالا گیا یا نہیں۔ کل صبح آٹھ بجے لاہور سے روانہ ہوکر ایک بجے سے قبل راول پنڈی پہونچے دوپہر کو کھانا اور ظہر کی نماز اور چائے پی کر ۴ بجے چل کر مغرب کے بعد پشاور پہونچے یہاں تک لکھ کر ڈالنے کی نوبت نہیں آئی، اور آج ۱۱ بجے راول پنڈی پہونچ گئے، دو دن پشاور میں بارش رہی اور سردی بھی خوب رہی لیکن الحمدللہ سب بخیر وخوبی ہیں آج صبح ۷½ بجے پشاور سے روانہ ہوئے، خوب کہر تھی سڑک بھی دکھائی نہیں دیتی تھی۔ سردی بھی خوب تھی لیکن الحمدللہ تین گھنٹہ میں بخیریت پہونچ گئے۔ یہاں پر سب خیریت ہے۔ تین روز پنڈی میں قیام ہے منگل کے روز یہاں سے روانہ ہونا ہے۔ دونوں والا نامے پشاور میں پہونچے، رائے ونڈ اور لاہور ہوتے ہوئے کل پنج شنبہ کو ملے۔ سردی خوب ہورہی ہے اور آج راول پنڈی میں تو خوب سردی ہورہی ہے سُن چڑھی جاتی ہے۔ صبح نماز کے بعد ایک جگہ جانا

تھا تو موٹر پر کہر جمتی جاتی تھی، بار بار اس کو صاف کرنا پڑتا تھا حضرت اقدس اور تمام حضرات کی خدمات میں سلام مسنون کے بعد دعا کی درخواست ہے۔ یہ خط پرسوں شروع کیا تھا لیکن پشاور میں پورا نہ ہو سکا، کل یہاں پر لکھنا شروع کیا تو کل بھی پورا نہ ہو سکا آج الحمد للہ پورا ہو گیا۔ والسلام

محمد انعام الحسن غفرلہٗ ۲۱ر رجب ۳ر فروری ۵۹ء

(۵) مخدوم مکرم معظم محترم ــــــ مدظلہ العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمد للہ ہم سب بخیر ہیں مولانا عبید اللہ صاحب کی طبیعت دو روز سے کچھ ناساز ہے۔ اس سفر میں پشاور، راول پنڈی، بڈھالہ تینوں جگہ بارش اور سردی خوب رہی۔ بڈھالہ میواتیوں کا ایک گاؤں ہے جس میں پندرہ بیس میل کچا راستہ تھا اور بارش بھی تھی، ہوا کا طوفان تھا الحمد للہ خیریت کے ساتھ گھوڑے تانگہ سے یہ سفر طے ہوا، موٹریں نہ جا سکیں، اس وقت ڈیڑھ بجے گجرانولہ سے کراچی کے لیے تیز گام میں سوار ہو گئے ہیں۔ یہ عریضہ گاڑی سے تحریر کیا جا رہا ہے اب لاہور آ رہا ہے۔ حضرت اقدس مدظلہٗ کی خدمت میں بعد سلام مسنون دعا کی گذارش ہے۔ الحمد للہ خوب استقبال اور رجوع ہے، اللہ جل شانہٗ فضل فرماوے۔ سب رفقاء سلام عرض کرتے ہیں۔ کراچی ۵ روز قیام رہے گا جس کا پتہ مکی مسجد گارڈن روڈ کراچی ہے۔ ۱۰ر فروری تک کراچی قیام ہے اس کے بعد لاہور کے پتہ سے خط مل سکتا ہے۔ والسلام

محمد انعام الحسن غفرلہٗ چہار شنبہ ۲۵ر رجب ۴ر فروری ۵۹ء

(۶) مخدوم مکرم معظم محترم ــــــ مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمد للہ ہم سب بخیریت کل دوپہر ۱۲ بجے کراچی پہونچ گئے کراچی پہونچتے ہی عریضہ تحریر کرنے کا ارادہ تھا لیکن مشغولیت کے ساتھ یہ کہ کارڈ اپنے پاس

موجود نہ تھا اس لیے ایک دو مرتبہ خیال آیا تو کارڈ نہ ہونے کی بنا پر تحریر نہ کیا جا سکا۔ آج بھی یہی صورت رہی اس لیے لفافہ ارسال کیا جا رہا ہے وہ اپنے پاس موجود تھا۔ مولانا عبید اللہ صاحب کی طبیعت ناساز چل رہی ہے شب کو کچھ بخار ہو جاتا ہے۔ کل سے ڈاکٹری دوا شروع کی گئی ہے۔ اب نظام میں یہ فرق ہوا کہ کراچی کا قیام ایک ہفتہ ہو گیا یعنی ۱۳ فروری کو علی الصباح براہ موٹر کراچی سے میرپور خاص روانہ ہونا ہے جو کراچی سے ایک سو ساٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ جمعہ کو حیدرآباد سندھ سے شام کو چھ بجے تیزگام سے سوار ہو کر صبح کو بھاولپور ۹-۱۰ کے قریب پہونچ کر شام کو عصر کے وقت براہ موٹر ملتان جانا ہے۔ شب کو ملتان میں رہ کر علی الصباح ۵ ½ بجے گاڑی سے لائلپور جانا ہے، ۱۰ بجے کے قریب لائل پور پہونچ کر شام کو عشاء کے بعد موٹر سے روانہ ہو کر شب کو ہی لاہور پہونچنا ہے، صبح کو اندراج وغیرہ کرا کر ۱۱ بجے بذریعہ طیارہ دوشنبہ کو ڈھاکہ روانہ ہونا ہے۔ ہوائی جہاز سے جانے میں ظہر کی نماز جہاز ہی میں پڑھنی پڑے گی۔ حاجی محمد نسیم اسٹیشن پر موجود تھے مولوی عامر کا مسئلہ اب تک کچھ طے نہ ہو سکا۔ مولوی لئیق الرحمٰن ایک دس نفر کی جماعت کے ساتھ کل آئے تھے، خصوصی ادعیہ کی درخواست ہے کہ ہر شخص سے ملاقات ہو رہی ہے اور الحمدللہ متوجہ ہیں۔ حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ کی خدمت میں بعد سلام مسنون دعاء کی التماس ہے بخدمت مکرم معظم جناب والد صاحب مدظلہ سلام مسنون۔ والسلام

محمد انعام الحسن غفرلہ ۲۱ رجب جمعہ، ۶ فروری ۵۹ء

(۷) مخدوم مکرم معظم محترم ——— مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ ہم سب بخیر ہیں اگرچہ آثار سفر سب پر نمودار ہونے لگے کل کو کراچی اور قیام ہے، پرسوں صبح نماز کے بعد موٹروں سے میرپور جانا ہے، مولوی عامر

کا پرسوں نکاح ہو گیا ہوگا وہ ہفتہ کے روز مع سب لواحقین کے ٹنڈو اللہ یار چلے گئے تھے۔ اتوار کو نکاح تھا کراچی آنے کے بعد اس دس روز میں کوئی والانامہ موصول نہ ہوا۔ ۳۰ کو پنڈی میں ملا تھا آج دس فروری ہے۔ اس اثنا میں منشی بشیر احمد کے ایک دو خط آئے ہیں اماں جی معلوم نہیں کاندھلہ سے آئیں یا نہیں، وہ ۱۵۔۲۰ روز کے بعد سہارنپور آنے کا ارادہ کر رہی تھیں۔ مولوی عبید اللہ کی طبیعت الحمد اللہ اچھی ہے کچھ خارش کا اثر ہے۔ بخدمت حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ بعد سلام مسنون دعا کی درخواست ہے۔ والد صاحب مدظلہ کی خدمت میں سلام مسنون۔ اس عریضہ پہونچنے کے بعد مغربی میں تو والانامہ کا وقت نہیں، مشرقی کا پتہ ڈھاکہ لکرائیل مسجد علاقہ رمنہ ہے پہلے عریضہ میں بھی یہ پتہ لکھا گیا ہے۔ والسلام

محمد انعام الحسن غفرلہٗ یکم شعبان ۱۰ فروری ۵۹ء

۸:- مخدوم مکرم معظم محترم ——— مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج دس بجے بخیر لائلپور پہونچے، شب کو اگرچہ سونا نہیں ہونا، گاڑی رات کو ۵ ½ بجے تھی، رات کو ایک بجے اسٹیشن پر آ گئے تھے رات کو دس بجے کے بعد لائل پور سے بذریعہ کار لاہور کو روانہ ہو جائیں گے۔ ایک بجے کے قریب لاہور پہونچنے کا نظم ہے حق تعالے شانہٗ اپنا فضل فرماویں۔ طیارہ ۱۱ ½ بجے پرواز کرے گا، پنڈی میں ۳۰ جنوری کو آخری والانامہ ملا تھا، آج پندرہ فروری ہے ان پندرہ ایام میں کوئی والانامہ موصول نہیں ہوا۔ عزیزی ہارون کی بیماری کا حال بعض خطوط سے معلوم ہوا، حق تعالے شانہ فضل فرماوے خصوصی ادعیہ کی درخواست ہے۔ طیارہ کے سفر میں قلب و دماغ، بدن پر بہت کافی اثر ہوتا ہے اب تک دو گھنٹہ کا سفر ہوتا رہا یہ ڈھاکہ تک ۴ ½ گھنٹے کا ہے نیز ظہر کی نماز بھی درمیان میں آئے گی، حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ

کی خدمت میں بعد سلام مسنون گذارش دعا، والد صاحب مدظلہٗ کی خدمت میں سلام مسنون، سب حضرات کی خدمت میں بعد سلام مسنون گذارش دعا۔

والسلام محمد انعام الحسن غفرلہٗ ۱۹ر فروری ۵۹ء

اجتماع رائے ونڈ منعقدہ شوال ۱۳۷۹ھ

۱۴ر شوال ۱۳۷۹ھ جمعہ یکم اپریل ۱۹۶۰ء میں مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب حضرت شیخؒ سے ملاقات کی غرض سے دہلی سے کاندھلہ ہوتے ہوئے سہارنپور تشریف لائے اور پھر دہلی واپس ہوکر چھ شوال مطابق ۳ر اپریل یوم یکشنبہ کو وہاں سے اپنا سفر شروع کیا۔ اس سفر کا آغاز مشرقی پاکستان سے ہوا کر کلکتہ سے سیدھے ڈھاکہ اور وہاں سے ۱۴ر شوال مطابق ۱۱ر اپریل میں بذریعہ طیارہ کراچی اور وہاں سے لاہور کے راستہ سے رائے ونڈ آکر ۱۹، ۲۰، ۲۱ر اپریل میں منعقد ہونے والے سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرمائی۔ ۲۴ر شوال میں بذریعہ کار لاہور گوجرانوالہ ہوتے ہوئے راول پنڈی تشریف لے گئے۔ چار یوم راول پنڈی قیام کے بعد غزنی خیل میں ایک بڑا اجتماع کرتے ہوئے لاہور واپسی ہوئی۔ اٹھارہ دن پاکستان میں گذار کر ۳ر ذی قعدہ مطابق ۳۰ر اپریل ۱۹۶۰ء شنبہ کی شام کو بذریعہ ٹرین سہارنپور پہونچے اور ایک دن یہاں قیام کے بعد دہلی روانگی ہوئی۔

مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی طبیعت اس سفر کے آغاز سے پہلے ناہموار تھی لیکن بڑے تحمل کے ساتھ یہ سفر پورا فرمایا۔ مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی جو اس سفر میں ہمراہ تھے حضرت شیخؒ کو لکھتے ہیں:

"الحمد للہ مولانا انعام الحسن صاحب دام مجدہم باوجود سابق بدستور حالت کے ہمت کے ساتھ سفر کر رہے ہیں اور دعا کی درخواست کرتے ہیں۔"

جناب الحاج بھائی جمیل صاحب (جامعہ ملیہ حیدرآباد) جو شروع سے اس قافلہٗ دعوت و تبلیغ میں شریک تھے۔ حضرت شیخؒ کو رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع کے ختم ہونے اور نکلنے والی جماعتوں کی تعداد کی اطلاع دیتے ہوئے اپنا ایک مکتوب اس طرح تحریر کرتے ہیں

"سیدی و مولائی ادام اللہ ظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کراچی حضرت جی مدظلہ نے مجھے شیخ رشید فارسی مکی کے ساتھ رہنے کے لیے ارشاد فرمایا تھا۔ چنانچہ میں یکم نومبر کو ان کے ساتھ روانہ ہو کر بہاول پور، ملتان اور لائل پور ہوتا ہوا ۲ نومبر کو رائے ونڈ پہونچا، رائے ونڈ کا اجتماع بفضلہ تعالیٰ بہت خیر و برکت کا حامل رہا۔ ۸۴ جماعتیں تقریباً پانچ سو افراد پر مشتمل قریب و بعید کے لیے روانہ ہوئیں۔ شیخ رشید اپنی تقریروں میں نہایت تاثر سے اجتماع کے ایمان افروز مناظر کا تذکرہ کرتے ہیں۔ رائے ونڈ سے ۱۱ نومبر کو ہم لاہور پہونچے، چار دن ہم وہاں قیام کرنے کے بعد پشاور، مردان کوہاٹ وغیرہ کا گشت کرتے ہوئے پرسوں راول پنڈی پہونچے۔ سرحدی قبیلوں میں دین کی بات سننے کا تو بڑا شوق ہے مگر نکلنے کا ذہن نہیں ہے انتہائی کوشش کے باوجود اب تک شہر میں سے چلوں کی کوئی جماعت نہ بن سکی۔ دعا کی شدید ضرورت ہے۔

خادم جمیل احمد عفرلہٗ راولپنڈی

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ

اجتماع رائے ونڈ منعقدہ شوال ۱۳۸۰ھ

۱۰ شوال ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۸ مارچ ۱۹۶۱ء منگل کا دن گزار کر شب میں ٹرین سے مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے لاہور کا یہ سفر کیا جناب الحاج فضل عظیم صاحب مکی سہارنپور کے اسٹیشن سے ان حضرات کے شریک سفر ہوئے۔

مولانا مفتی زین العابدین صاحب اور جناب الحاج بھائی جمیل صاحب حیدرآبادی کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق رائے ونڈ کے اس اجتماع میں اوسطاً پندرہ ہزار آدمی شریک تھے۔ دین اور انسانیت اور اخلاق کے سیکھنے اور اس کی محنت کی غرض سے

تقریباً چھ سو افراد اجتماع سے نقد جماعت میں گئے۔ اجتماع میں دو امریکن، دو جاپانی اور دو ملائی بھی تھے اور اسی دن دو حجازی بھی ظہران سے پہونچ گئے تھے۔

مولانا محمد یوسف صاحب کو طویل عرصہ سے بواسیر کی شکایت تھی۔ جناب الحاج محمد شفیع صاحب قریشی کے اصرار اور حضرت شیخ رح کے مشورہ پر اس سفر میں اس کا علاج ہوا جس کی بناء پر قیام طویل ہوتا چلا گیا۔ عید الاضحیٰ بھی دونوں حضرات نے راولپنڈی میں کی

اس علاج کے دوران حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے مولانا محمد انعام الحسن صاحب کو ایک گرامی نامہ تحریر فرمایا تھا جس میں اُس لگاؤ اور قلبی تعلق کا بھی تذکرہ ہے جو حضرت اقدس رائے پوری کو ان دونوں حضرات سے تھا، یہاں وہ مکتوب گرامی پیش کیا جاتا ہے: "مکرم محترم مولانا انعام الحسن صاحب مدفیوضکم!

ابتدائے علاج کے بعد سے تمہارے قلم کا پہلا خط پہونچ کر بہت مسرت ہوئی! امسال میرے لیے قربانی کا جانور حضرت اقدس نے اپنے داموں سے خریدا تھا اور شروع ذی الحجہ میں یہ پیام بھیجا تھا کہ تیری والی قربانی تیری موجودگی میں یہیں ہو، اس بناء پر ۸ ذی الحجہ کو میں (رائے پور) پہنچ گیا تھا۔۔۔ میری ڈاک ساتھ کے ساتھ وہیں پہونچتی رہی اور جب بھی پہونچتی، حضرت کا پہلا مطالبہ یہ ہوتا کہ راول پنڈی کا کوئی خط ہے یا نہیں ۱۲ ذی الحجہ کو تو قاضی صاحب کا لفافہ پہونچا وہ حضرت نے حرف بحرف سنا اور ۱۳ کو ڈاک ایسے وقت پہونچی کہ مغرب کی اذان شروع ہو چکی تھی میں نے تمہارا قلم پہچان کر اذان کے درمیان ہی میں یہ کہہ دیا کہ مولوی انعام کا خط ہے، مولوی عبد الجلیل یا مولوی عبد المنان میں سے کوئی مغرب کے بعد سنا دے گا۔ حضرت نے فرمایا پہلے ہی سنا دو، مغرب کی اذان اور تکبیر کے درمیان میں تمہارا خط سنایا گیا۔ تو پھر میں نے کہا کہ حافظ صدیق کا بھی خط ہے یہ بھی سنا دو۔ سننے کے بعد معاً تکبیر شروع ہو گئی کچھ فرمایا تو ہے نہیں مگر ایک ٹھنڈا سانس ضرور بھرا۔

میں نے پہلے بھی لکھا تھا کہ حضرت کو تمہارے خط کا شدید انتظار رہتا ہے تم دونوں کی طرف سے ایک کارڈ روزانہ روانگی تک جس کے قلم سے بھی چاہے ہو مگر ہو تم دونوں کی طرف سے براہ راست حضرت کی خدمت میں پہونچنا چاہیے۔

تمہارے مرض کے طول نے بہت ہی پریشان کیا، اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل وکرم سے جلد از جلد قوت وصحت عطا فرمائے۔ بہت کثرت سے خیال لگا رہتا ہے، کئی دن سے خطوط میں صحت کی خبریں آرہی ہیں، خدا کرے پائدار ہو۔ حق تعالیٰ شانہ جلد قوت عطا فرمائے۔" (مکتوب محررہ ۱۴ر ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ)

—— تکمیل علاج کے بعد بارہ محرم ۱۳۸۱ھ (۲۷ر جون ۱۹۶۱ء) میں ہندوستان واپسی ہوئی حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ روزنامچہ میں سہارنپور آمد اور دہلی واپسی کی تفصیلات اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"یکشنبہ (۱۰ر محرم ر۲۵ر جون کا دیا ہوا تار لاہور سے دوشنبہ کو ۹ ۱/۲ بجے پہنچا کہ مولانا یوسف صاحب دوشنبہ کو سہارنپور کے لیے روانہ ہو رہے ہیں رات کو ۲ ۱/۲ بجے فرنٹیر سے پہنچے اور منگل کی شام کو چار بجے صابری صاحب کی جیپ میں بمساعی راؤ عطاء الرحمان روانہ ہو کر رائے پور پہنچے ایک ہفتہ قیام کے بعد دوشنبہ ۱۸ کی صبح کو سہارنپور اور منگل ۱۹ر محرم کی صبح کو دہلی روانہ ہوگئے۔"

ذیل میں مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے پانچ مکاتیب (جو حضرت شیخ رہ کے نام ہیں) پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ مکاتیب گویا تبلیغی روزنامچہ ہونے کے ساتھ ساتھ روداد سفر بھی ہیں۔ ان مکاتیب سے رائے ونڈ، کراچی، حیدرآباد، بھاول پور کے سفر کے نہ صرف کوائف واحوال معلوم ہوتے ہیں بلکہ بہت سی دیگر مفید معلومات کے ساتھ ساتھ اجتماعات اور ترتیب کے ساتھ کام کی مجموعی نوعیت اچھے اور واضح انداز میں سامنے آجاتی ہے:

(۱) "مخدوم مکرم معظم محترم، مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ،

ہے پرسوں ۱۲ بجے لاہور پہونچ کر حاجی متین کے مکان پر کھانا کھایا، بعد عصر روانہ ہوئے اور مغرب رائے ونڈ پہونچ کر پڑھی مولوی احسان رائے ونڈ نہیں تھے۔ آج پنجشنبہ کی صبح کو پہونچے کل شام بنگال کے صاحب پہنچے، جن کے معرفت والانامہ موصول ہوا۔ مولوی احسان کے نام کے ہر دو پرچے ان کو دے دیئے گئے وہ کل کو کراچی چلے جائیں گے، ہمارا نظام کل شنبہ کی شام کو لاہور جانا ہے اتوار، پیر، منگل لاہور قیام ہے بدھ کی شب میں ریل سے پشاور جانا ہے بدھ، جمعرات پشاور میں قیام کے بعد جمعہ کی صبح کو بذریعہ موٹر راول پنڈی جمعہ تک پہونچ کر شنبہ، یکشنبہ، دوشنبہ کو سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں بذریعہ موٹر جاکر ۲۴ گھنٹہ وہاں قیام کے بعد بدھ کی رات کو کسی وقت لاہور آکر پنجشنبہ کو بذریعہ طیارہ کراچی جانا ہے تاکہ شب جمعہ وہاں پر ہوسکے اس کے بعد کا نظام انشاء اللہ آئندہ تحریر کیا جائے گا۔ اگر جناب والا والانامہ تحریر فرمائیں : ۱۰ اپریل تک کے لیے جو والانامہ مل سکے اس کے لیے راول پنڈی ویسٹ راج ۳۱۶ ہے اور اگلے عشرہ کے لیے مکی مسجد گارڈن روڈ کراچی اور تیسرے عشرہ کے لیے بلال پارک باغبانپورہ لاہور ہے۔ بخدمت مکرم معظم محترم جناب والد صاحب مدظلہ سلام مسنون۔ عزیزان ہارون وطلحہ کے پرچے پہونچے نظام کا انتظار ہے۔ (محمد انعام الحسن غفرلہ رائے ونڈ ۱۳ شوال جمعہ ۱۳۸۰ھ)"

(۲) مخدوم مکرم ومعظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

الحمد للہ کل شام کو چار بجے کراچی بذریعہ طیارہ پہونچ گئے ۲½ گھنٹہ میں لاہور سے کراچی آگئے، راول پنڈی میں حاجی متین کے ذریعہ مولوی عبدالوحید کا آوردہ والانامہ موصول ہوا تھا، جس کا اسی وقت جواب لکھ دیا گیا تھا اس کے بعد والانامہ کارڈ موصول ہوا جس کا جواب لکھنے کی نوبت باوجود ارادہ کے اس لیے نہیں آئی کہ راول پنڈی سے سفر بذریعہ موٹر

سیالکوٹ کے دو دیہات میں ہوا، پھر پنجشنبہ کی شب میں لاہور پہنچے ان ایام میں بارش کی کثرت بھی رہی۔ لاہور میں صبح کو جامعہ اشرفیہ وغیرہ جانا ہوا، اور ایک بجے مطار پر پہونچنا تھا۔ شام کو کراچی پہونچ کر مولوی محمد احمد کے کارڈ پر کچھ تحریر تھا پھر شب کو ۱۱ بجے بدست اختر علی موصول ہوا، تین والانامے پیاپے موصول ہوئے، جن کے بعد عریضہ لکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ مولوی عبید اللہ صاحب کا ایک خط جدہ پہنچنے کا آیا تھا اس کے بعد دوسرا اب اس سفر میں منشی جی نے بھیجا ہے جو پشاور وغیرہ کے سفر کی واپسی پر لاہور میں ملا، سب رفقاء، وحافظ مقبول، مولوی یعقوب بھائی جمیل حیدرآبادی وغیر سلام عرض کرتے ہیں۔ بخدمت مکرم معظم محترم جناب والد صاحب مدظلہ، سلام مسنون، عزیزان ہارون وطلحہ، زبیر، شاہد وغیرہم کو دعوات۔ اس سفر میں واپسی میں سہارنپور ہو کر جانے کا خیال ہے۔ ہارون کا پرچہ پہونچ گیا۔ والسلام

محمد انعام الحسن غفرلہ، ۱۱/ اپریل ۱۹۶۱ء

۲۶/ شوال جمعہ مکی مسجد گارڈن روڈ کراچی"

(۳) "مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ کل دوپہر ۳ بجے کراچی سے حیدرآباد پہنچ گئے، یہ سفر بھی موٹروں سے کیا گیا جس میں کچھ گرمی کا اثر ساتھیوں پر ہوا، کراچی سے نکلنے کے بعد موسم گرم اور لو کا اثر تھا، راستہ میں گاڑی بھی کچھ خراب ہوئی جس کی وجہ سے وقت بھی دوگنا اس سفر میں لگا۔

راولپنڈی کے پتہ پر ارسال فرمودہ والانامہ پہونچ گیا تھا جس کی رسید کراچی والے خط میں تحریر کر دی گئی۔ اب تک کا سفر جس علاقہ میں ہوا وہ گرمی والا علاقہ نہیں تھا، اب گرمی کا علاقہ ہے۔ سندھ اور ملتان کے علاقہ میں گرمی خوب ہے اللہ جل شانہ فضل فرمادیں۔ کل پنجشنبہ علی الصباح

حیدرآباد سے سکھر کے لیے بذریعہ موٹر روانگی ہے، واپسی میں سہارنپور جانے کا ارادہ ہے پہلے کسی عریضہ میں بھی تحریر کر دیا گیا تھا۔ بخدمت مکرم معظم محترم جناب والد صاحب مدظلہ، سلام مسنون: قریشی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔

محمد انعام الحسن عفرلہ

۳۰ ذیقعدہ ۱۳۸۰ھ چہارشنبہ (۲۰ اپریل ۱۹۶۱ء)"

(۴) "مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس سے قبل حیدرآباد سندھ سے ایک عریضہ ارسال کیا تھا جو ۲ ذیقعدہ کو تحریر کیا تھا۔ حیدرآباد قیام کے بعد دو روز سکھر میں قیام رہا اور کل شنبہ کی شب میں رات کو ڈیڑھ بجے چل کر کل صبح بھاول پور پہنچے اور دو شب قیام کے بعد کل دوشنبہ کی صبح کو ملتان روانگی ہے۔ قاضی عبدالقادر اس سفر میں حضرت جی کے علاج کے بارے میں شروع سے اصرار کر رہے ہیں، آج دو گھنٹہ تک اس امر میں گفتگو رہی ہے۔ سب لوگوں کی رائے علاج کے لیے قیام کرنے کی تھی، ہم دونوں کہتے تھے کہ علاج کی ضرورت تو ہے مگر وقت کے طویل ہونے کی بنا پر اب رہنے دیا جائے۔ نیز بستی کے اجتماع کا قرب بھی ہے لیکن مرض کے قدیم اور جڑ پکڑ جانے کے بعد تکلیف کے علاوہ علاج میں بھی دشواری ہوگی اس لیے یہ طے کیا گیا کہ اس کو اس مرتبہ کر لیا جائے، اگر رائے عالی نہ ہو تو لاہور۔ بلال پارک کے پتہ پر اطلاع فرما دیں تاکہ اس کو منسوخ کر دیا جائے جس سے ۵ روز پہلے آنا ہو سکے گا، پانچ روز کا علاج بتایا گیا ہے، تین روز کا علاج ہے اور دو روز کی احتیاط ہے۔

بخدمت مکرم معظم محترم جناب والد صاحب مدظلہ، سلام مسنون،

ہارون کا خط ابھی پہونچا ہے، والسلام
محمد انعام الحسن عفرلہٗ ، ۷ ذیقعدہ ۱۳۸۰ھ "

(۵) " مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
کل لائل پور میں حاجی متین کی معرفت ارسال کردہ ہر دو والا نامے موصول ہوئے، نیز صبیح الرحمٰن کراچی والے کی معرفت ارسال کردہ مکتوب محررہ ۱۳ شوال کل ۱۱ ذی قعدہ کو لائل پور میں موصول ہوا، نیز صبح کو لائل پور ہی میں بذریعہ ٹیلیفون تار کا مضمون معلوم ہوا، ہم لوگ آج جمعہ کو ۱۱½ بجے لاہور پہونچے اور جمعہ نیلی گنبد مسجد میں پڑھ کر اب مولانا سعید صاحب کا بیان شروع ہوا ہے، اسی وقت محمود صاحب راول پنڈی کا سہارنپور جانا معلوم ہوا، اس لیے فوراً ہی یہ عریضہ لکھنا شروع کیا تاکہ یہ جلد ہی مل جائے اس وقت بیان سے فارغ ہو کر کھانا کھا کر ایک گاؤں میں جو تقریباً ۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے جہاں پر میواتیوں کا اجتماع ہے اور کل دوپہر کو ایک دوسرے گاؤں جو تقریباً ۴۰ میل کے دوری پر ہے ایک اجتماع ہے اور شام کو واپس آکر شام ہی کو راول پنڈی جانا ہے معالج کو راول پنڈی ہی بلایا گیا ہے مشورہ سے راول پنڈی میں رہ کر علاج کرانا تجویز ہوا ہے کہ وہاں کا موسم نسبتاً ٹھنڈا ہے اور قریشی صاحب کی کوٹھی شہر سے باہر سکون کی جگہ واقع ہے۔ اتوار کی صبح کو معالجہ شروع ہو کر تین روز علاج کے ہیں اور دو روز احتیاط اور سکون کے ہیں، اللہ جل شانہٗ عافیت کے ساتھ اس کو کامیاب اور باعث شفا فرماوے۔ جمعہ کے روز لاہور آکر کوئی مانع نہ پیش آیا واپسی ہو کر ایک آدھ روز کے بعد واپسی ہند ہو گی، انشاء اللہ ملتان سے بھکر جانا ہوا تھا تقریباً ڈیڑھ سو میل کے فاصلہ پر ہے اور تھل کا علاقہ کہا جاتا ہے جس میں ڈھڈیاں کے سیلاب سے تباہ شدہ تقریباً سو گھر بھی آباد

ہیں مولوی عبدالرحمٰن شاہپوری بھی اس علاقے میں اپنے مربعوں میں رہتے ہیں وہ بھی تین روز سے ہمارے ہمراہ ہیں اور ایک چلہ لگانے کا ارادہ کیا ہے وہاں سے سرگودھا آنا ہوا لیکن مولانا عبدالعزیز گمتھلوی کی زیارت نہ ہوسکی، وہ باہر گئے ہوئے تھے نیز ملتان میں شاہ عطاء اللہ صاحبؒ کی عیادت بھی نہ کی جا سکی کہ وہ ہسپتال میں تھے اور اس میں جانے کا اور ملاقات کا وقت متعین تھا جس میں ہم حاضری نہ دے سکے، جس کا افسوس ہی رہا۔ بخدمت مکرم معظم محترم جناب والد صاحب مدظلہٗ سلام مسنون۔ عزیزان ہارون، طلحہ، زبیر، شاہد وغیرہم کو دعوات، والسلام

محمد انعام الحسن عفرلہٗ، مسجد نیلا گنبد لاہور جمعہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۸۰ھ

مولانا محمد یعقوب صاحب جو اس سفر میں شروع سے آخر تک ساتھ رہے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو سکھر اور سرگودھا میں ہونے والے اجتماعات اور تبلیغی محنت کی تفصیل اس طرح تحریر کرتے ہیں:

"جمعرات کی صبح یہاں سب ساتھی بذریعہ ریل پہونچے اور حضرات بذریعہ کار دوپہر کو پہنچ گئے تھے۔ بفضلہ تعالیٰ دینی نقل وحرکت کی فضاء ایمانی تذکرے، قبر والی زندگی کیلئے اوقات فارغ کرنے اور سیکھنے کی محنت کے مذاکرات کی اچھی خاصی فضاء بنی رہی۔ کافی احباب نے نقد اور چھٹیوں میں باہر نکل کر آخرت والی زندگی کے سیکھنے کے ارادے ظاہر کئے مجموعی طور پر قیام مفید رہا۔ مقامی احباب میں ساتھیوں کو لے کر چلنے والے فکرمندوں کا فقدان ہے شاید حضرت کا قیام اس کا سبب بنے، قرب وجوار کے مختلف مواضعات سے بھی دین سے محبت رکھنے والے آئے۔ اب حضرت والا اس قیام کے ثمرات وبرکات اور ان کے دیرپا اثرات کے لیے دعاء فرمائیں۔ نیز ہم ضعفاء کی اصلاح کے لیے خصوصی دعا فرمائیں، تقریباً دوسو احباب نے نقد اور چھٹیوں میں دین باہر نکل کر سیکھنے کے ارادے کیے، مختلف طبقات نے حضرت کے بیانات

میں شرکت کی اور سب ہی پر اثرات محسوس ہوئے۔
ملتان سے ایک روز قیام کے بعد بھکر اور پھر سرگودھا اور آج یہاں پہونچے ہیں۔ حضرات پونے گیارہ بجے کے قریب پہونچے اور بعض رفقاء بذریعہ بس حضرات سے پہلے پہونچ گئے کراچی کے بعد سرگودھا میں مجمع کافی تھا اور اثرات بھی اچھے محسوس کیے گئے۔ اہل میوات نے بھی فصل کے بعد اوقات چلے کے لیے پیش کیے۔ نقد بھی چالیس بیالیس کے قریب آخرت و قبر والی زندگی کے سیکھنے کے لیے نکلے۔ بکھر میں بھی خاصا اجتماع رہا، یہاں آج دس بجے مستورات کا اجتماع تھا۔ حضرات شیخین بھی سیدھے پہونچ گئے تھے بندہ پہلے سے بھیج دیا گیا تھا قریب وجوار کے اور رفقا، سفر کافی ہیں ——— قبر والی زندگی کی محنت کے لیے محلوں میں ساتھی تقسیم ہو گئے ہیں۔ ہفتہ کے روز راڑہ کا قیام ہے اور شام تک واپسی ہے۔"

(مکتوب مولانا محمد یعقوب صاحب محررہ ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۸۰ھ)

اتنے طویل اسفار اور مشغولیت سے بھرپور اوقات پر حضرت شیخ رح اپنے فکر و تعلقِ خاطر کا اظہار مولانا محمد یوسف صاحب و مولانا محمد انعام الحسن صاحب سے اس طرح فرماتے ہیں؛

"کل کی ڈاک سے مولانا انعام صاحب کا کارڈ میرے نام اور آج صبح دستی کارڈ بھائی اکرام کے نام پہنچے طویل سفر سے جتنی بھی فکر ہو، برمحل ہے تم ہی حضرات اتنی ہمتیں کرتے ہو، حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل سے مدد فرمائے اس ناکارہ کو تو تصور بھی ایسے طویل اسفار کا نہیں ہو سکتا، دعا سے دریغ نہیں دل سے دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ شانہ اپنے فضل و کرم سے ہر نوع کی مدد فرمائے اور سفر کو مثمر ثمرات و برکات بنائے۔" (مکتوب محررہ ۱۱ شوال ۱۳۸۰ھ)

دوسرے مکتوب میں آرام و راحت اور نیند کی مقدار معمول کے مطابق پوری کرنے پر مولانا محمد یوسف صاحب و مولانا محمد انعام الحسن صاحب کو اس طرف متوجہ فرماتے ہیں؛

"آپ دونوں کی نیند کی شکایت سے بہت فکر رہتا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ

کس کو لکھوں کہ وہ آپ دونوں حضرات کے آرام کی فکر میں کام کی اور آپ کے حکم کی دونوں کی پرواہ نہ کرے، وہاں کے حضرات سے یہ بدگمانی ہے کہ وہ اپنے جذبات میں ایسے امور کی طرف التفات بھی نہ کریں گے، اللہ تعالےٰ ہی مدد فرمائے۔" (مکتوب محررہ ۱۸؍ شوال ۸۱ھ)

اجتماع رائے ونڈ منعقدہ شوال ۱۳۸۲ھ

۲۵؍ شوال ۱۳۸۲ھ (۲۲؍ مارچ ۱۹۶۳ء) شنبہ کی شب میں مولانا محمد یوسف صاحب مولانا محمد انعام الحسن صاحب دہلی سے بذریعہ فرنٹیر میل لاہور تشریف لے گئے۔ مولانا محمد عمران خاں صاحب بھوپالی، جناب حافظ مقبول صاحب دہلی، الحاج منشی بشیر احمد صاحب وغیرہ بھی اس سفر میں ساتھ تھے۔ لاہور پہونچ کر حاجی عبدالمتین صاحب کی کوٹھی پر قیام ہوا اور یہیں سے رائے ونڈ جاکر ہونے والے سہ روزہ اجتماع منعقدہ ۲۷، ۲۸، ۲۹؍ شوال/۲۴ تا ۲۶؍ مارچ میں شرکت کی، ۶؍ ذی الحجہ (یکم مئی) تک ایک ماہ بارہ دن کا دورہ کرکے، ذی الحجہ ۲؍ مئی پنج شنبہ کی شب میں سہارنپور تشریف لائے اور ایک دن حضرت شیخ کے پاس قیام کرکے اگلے دن دہلی روانہ ہوگئے۔

اس سفر کے تعلق سے مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے دو خط پیش قارئین ہیں ان میں پہلا رائے ونڈ کے اجتماع سے فراغ پر لکھا گیا ہے اور دوسرا مکی مسجد کراچی سے تحریر کیا گیا ہے۔ دونوں خط حضرت شیخ رح کے نام ہیں۔

(۱) " مخدوم مکرم معظم محترم ــــ مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

الحمدللہ آج اجتماع بخیر ختم ہوگیا۔ اب ظہر کی نماز کے بعد کھانا کھایا۔ کل اور پرسوں یہاں رائے ونڈ ہی میں قیام ہے جمعہ کی شام کو کراچی کے لیے روانگی ہے۔ یکم مئی تک نظام بنا ہوا ہے۔ مدرسہ کے متعلق کچھ خبر نہیں ملی کہ کیا حال ہے، مولوی عبدالجلیل رائے ونڈ ہیں، ہماری ہمراہ جمعہ کو لاہور جائیں گے ــــ مولوی سعید سرگودھی صاحب بھی ایک شب کے لیے آئے تھے کل واپس ہوگئے مولوی عبدالمنان بھی دو شب رہے۔ صوفی صاحب بھی راتیں یہیں گذارتے

ہیں۔ حاجی جان محمد بھی شریک رہے آج گھر جا رہے ہیں۔ بخدمت مکرم معظم محترم جناب والد صاحب مدظلہ، وماموں صاحب سلام مسنون، عزیزان زبیر و شاہد سلمہم کو دعوات۔

محمد انعام الحسن غفرلہ ۲۹ر شوال / ۲۸ر مارچ ۱۹۶۳ء

(۲) مخدوم مکرم معظم محترم —— مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ ہم سب بخیر ہیں، جمعہ کا روز گذار کر ہفتہ کی شب میں کراچی کے لیے روانہ ہوئے اور یکشنبہ کی شب میں بخیریت کراچی پہونچ گئے۔ مولوی عبدالجلیل جس وقت ہم لاہور پہونچے اس وقت سے جمعہ کی نماز تک ہماری تقریباً ساتھ رہے، رائے ونڈ بھی تین روز مستقل رہے اور ایک روز صبح کو جا کر شام کو واپس آکر شب میں ساتھ رہے۔ آزاد صاحب سے چند منٹ کے لیے ایک شادی میں ملاقات ہوئی۔ بھائی انیس کا خط کراچی پہونچ کر ان کو دے دیا گیا وہ بھی ہفتہ کی شام کو سیدھے کراچی پہونچے۔ ماسٹر بشیر صاحب کو بھی والانامہ پہونچا دیا گیا وہ خود ہی تشریف لائے اور اپنا تعارف فرمایا ہم پہلے سے واقف نہیں تھے۔ ہندوستان سے کل ایک خط نظام الدین سے ملا، جمعرات کی شام تک یہاں قیام ہے جمعہ کی شب میں یہاں سے روانگی ہے مخدوم مکرم معظم محترم جناب والد صاحب مدظلہ العالی وحضرت ناظم صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔

محمد انعام الحسن غفرلہ دوشنبہ ۵ر ذی قعدہ ۱۳۸۲ھ

اجتماع کراچی، ڈھڈیاں، فیصل آباد

منعقد صفر ۱۳۸۴ھ

پاکستان کے اب تک ہونے والے تمام اسفار ہندوستان سے ہوئے تھے لیکن یہ سفر (جس کی تفصیلات قارئین کے سامنے ہیں) حرمین شریفین سے واپسی پر ہوا۔ اس سفر کی ایک تاریخی

خصوصیت یہ بھی تھی کہ یہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی معیت میں ہوا تھا اور حضرتؒ کا یہ پہلا سفر پاکستان تھا۔ ۱۴؍صفر ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۵؍جون ۱۹۶۴ء میں جدہ سے بذریعہ طیارہ کراچی مکی مسجد تشریف آوری ہوئی، جہاں زبردست ہجوم اور مجمع اہل تعلق اور عقیدت مندوں کا موجود تھا۔

مولانا محمد ثانی حسنی "سوانح مولانا محمد یوسف صاحب" میں اس سفر کے نظام اوقات اور اجتماع کی مشغولیات اور اسفار کی تفصیلات اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

"مکی مسجد میں ان حضرات کے انتظار میں بے انتہا ہجوم تھا ایک تو یہ ہجوم دوسرا ہوائی اڈے والا ہجوم، دونوں ہجوموں سے مل کر ایک بہت بڑا اجتماع ہوگیا۔ جس وقت یہ حضرات پہونچے تو اجتماع ہو رہا تھا۔ مولانا محمد یوسف صاحب کار سے تیزی سے اترے اور اس خیال سے کہ اگر لوگوں کو اطلاع ہوگئی تو۔ لوگ جلسہ کو چھوڑ چھاڑ کر مصافحوں میں لگ جائیں گے اس لیے عجلت سے مسجد پہونچ گئے۔ ایک صاحب جو بڑے جوش و خروش کے ساتھ تقریر کر رہے تھے۔ مولانا کو دیکھتے ہی خاموش ہو گئے۔ مولانا نے فوراً تقریر شروع فرمائی، اجتماع ایک بجے رات تک چلتا رہا اس کے بعد پھر نماز پڑھی اور پھر کھانا۔ صبح اور مغرب بعد مولانا کی طویل تقریر روزانہ ہوتی تھی۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب پر سفر کی تکان کا بڑا اثر تھا جس کی وجہ سے ایک ہفتہ تک کھانا نہیں کھایا۔ ۲۹؍جون کو کراچی سے روانہ ہوئے۔ کراچی سے لائل پور تک سفر کا انتظام ایرکنڈیشن گاڑی میں کیا گیا تھا، سخت گرمی کا موسم تھا، گاڑی کے اندر نہایت ٹھنڈک تھی، مگر ہر اسٹیشن پر بڑا ہجوم ہوتا جس کی وجہ سے باہر آنا پڑتا اور سخت سردی سے سخت گرمی میں آنا پڑتا، ملتان کے اسٹیشن پر مولانا خیر محمد صاحب اور خیر المدارس کے دیگر مدرسین اور ملتان کے دوسرے علماء کا بڑا مجمع پہونچا، ان کا شدید اصرار ہوا کہ چند گھنٹے یہاں قیام ہو اور ریلوے والوں سے اس ڈبے کو کاٹ کر دوسری ریل میں لگانے کی اجازت بھی حاصل کرلی تھی مگر مولانا نے اس خیال سے کہ لائل پور میں اطلاع ہوگئی ہے، عذر فرمادیا

اور مجمع بڑی اداسی سے واپس ہوا، ۳۰ کی صبح کو لائل پور پہونچے، دو دن قیام فرمایا اور اجتماع کو خطاب کیا۔ دوسرے دن یکم جولائی بدھ کی شام کو سرگودھا تشریف لے گئے، سرگودھا میں ایک دن قیام فرمایا، ۲؍ جولائی کو عصر کے بعد ڈھڈیاں میں سخت بارش ہوئی جس سے موسم تبدیل ہوگیا اور راتیں نہایت سرد ہوگئیں۔ حضرت رائے پوری کے سارے خدام موجود تھے بہت دور دور سے پہلے سے خبر سن کر جمع ہوگئے تھے اور حضرت کے سارے خواص تشریف لے آئے تھے۔ ۶؍ جولائی دوشنبہ کو صبح کے وقت ڈھڈیاں سے روانہ ہوئے اور پنڈی پہونچے۔ اس دن دوپہر کا کھانا جنرل حق نواز کے یہاں ان کے گاؤں میں طے تھا، انھوں نے ایک خصوصی اجتماع کیا جس میں تقریباً دو سو سے زیادہ خواص و اعلیٰ عہدہ دار تھے۔"

مولانا محمد ثانی حسنی حضرت شیخ رحؒ کی یادداشت سے اس سفر کا اختتام اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

"پاکستان کے سارے سفر میں ہر ہر اسٹیشن پر اتنا ہجوم تھا کہ سونے کا وقت بالکل نہ ملا، یہ ناکارہ تو بیٹھا ہی رہا۔ لیکن مولانا یوسف صاحب لیٹ جاتے تھے اور ہر اسٹیشن پر اٹھ کر کھڑکی پر جا کر اتنے گاڑی روانہ نہ ہوتی نہایت زور وشور سے گلا پھاڑ پھاڑ کر اپنا پیام پہونچاتے، یہ منظر جاتے وقت دہلی سے بمبئی تک بھی رہا، خاص طور سے بڑودہ اور سورت میں بہت بوڑھے بوڑھے حضرات بھی تھے۔

دہلی پہونچ کر تین دن قیام فرمایا اور ۱۹؍ جولائی اتوار کو صبح کاندھلہ گئے۔ کاندھلہ میں متولی ریاض کے باغ میں قیام کیا اور اس خیال سے قصبے میں نہ گئے کہ سفر تمام نہ ہو جائے۔ باغ میں دعا ہوئی اور چائے پی گئی اور وہاں سے کیرانہ متصل مظفر نگر عزیز الیاس مرحوم کی عیادت کو گئے جو حج سے واپسی کے بعد شدید بیمار تھے۔ دوپہر کا کھانا وہیں کھایا۔ وہاں سے دوپہر کے بعد چل کر دیوبند ہوتے ہوئے مغرب کے قریب سہارنپور پہونچے۔ یہاں پہلے

سے ان رفقاء کے ذریعہ جو سید ھے کاندھلہ سے پہونچ گئے تھے اطلاع دی گئی تھی کہ مغرب کی نماز دارالطلبہ جدید میں پڑھی جائے گی، اور وہیں ــــ مصافحے ہوں گے۔ اس لیے سارا مجمع دارالطلبہ جدید میں جمع ہوگیا۔ مغرب کے بعد سب وہاں پہونچ گئے اور نماز کے بعد تین گھنٹے مولانا کی طویل تقریر ہوئی اس کے بعد مصافحے ہوئے۔

دوشنبہ کو گنگوہ، منگل کو رائے پور اور رائے پور سے واپس ہو کر بدھ کو کاندھلہ اور جمعرات کو میں سہارنپور آگیا۔ رخصت ہوتے وقت مولانا یوسف نے آبدیدہ ہو کر مجھ سے کہا "چار ماہ کی رفاقت آج ختم ہوگئی"۔

اجتماع رائے ونڈ منعقدہ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ

۱۰ر شوال مطابق ۱۲ر فروری ۱۹۶۵ء شب جمعہ میں مولانا محمد یوسف صاحب اپنی حیات کا آخری سفر شروع کرتے ہوئے بذریعہ فرنٹیر میل دہلی سے لاہور پہونچے اور نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد بذریعہ طیارہ ڈھاکہ کے لیے روانہ ہوئے۔ مولانا محمد انعام الحسن صاحب اس آخری سفر میں بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

مولانا موصوف اس سفر کے تین مقامات امرتسر، لاہور، اور ڈھاکہ کی سرگزشت اپنے ایک مکتوب میں حضرت شیخ کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

"ہم جمعہ کو ساڑھے آٹھ بجے امرتسر پہونچے، وہاں سے ٹیکسی لے کر ۹½ بجے اٹاری پہونچے اور کسٹم وغیرہ سے نہایت سہولت سے نمٹ کر ۱۱ بجے لاہور پہونچے۔ ایک بجے جمعہ پڑھ کر ۲½ بجے مطار آئے، لاہور سے ڈھائی بجے طیارہ نے پرواز شروع کی اور دو گھنٹہ دس منٹ میں ڈھاکہ پہونچ گئے اعلان دو گھنٹہ کا تھا لیکن راستہ میں دو تین جگہ طوفانی ہوا ملی جس سے دس منٹ کی تاخیر ہوگئی۔ عصر کی نماز طیارہ میں تین تین نفر کی جماعت کر کے ادا کی، مغرب مطار پر اتر کر پڑھی لاہور کے حساب سے ۴ بج کر ۵۵ منٹ پر ڈھاکہ پہونچے اور غروب ۴ بج کر ۵۲ منٹ پر تھا"۔

یہ حضرات مشرقی پاکستان (اب بنگلہ دیش) کا تیئس یوم کا سفر مکمل کر کے دو ذی قعدہ (۲۱ مارچ) میں دوبارہ پاکستان واپس ہوئے جس طیارہ سے ڈھاکہ سے کراچی آنا تھا اس کے نظام میں کچھ تغیر و تبدل ہو گیا۔ کچھ دیر بعد معلوم ہوا کہ ماسکو سے ایک جیٹ طیارہ آرہا ہے اس سے سفر ممکن ہے۔ اس پر مولانا انعام الحسن صاحب سے فرمایا کہ بھائی جتنا کم وقت خرچ ہو اتنا ہی اچھا ہے ہوائی جہاز سے چار پانچ گھنٹے کا سفر ہے اور جٹ طیارہ سے صرف ۳ گھنٹے کا۔ چنانچہ اسی جیٹ طیارہ سے کراچی روانگی ہوئی اور چار بجے شب میں مکی مسجد مرکز تبلیغ پہنچ گئے۔

پاکستان کے اس سفر میں کراچی، ملتان، کنگن پور، کوہاٹ اور راول پنڈی میں بڑے اہم اجتماعات ہوئے۔

۱۷، ۱۸، ۱۹ ذی قعدہ (۲۱، ۲۲، ۲۳ مارچ) کو رائے ونڈ کا سالانہ تبلیغی اجتماع ہوا جس میں دونوں حضرات مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے شرکت فرمائی۔ مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری، حافظ محمد صدیق نوح میوات، قاری رشید احمد (خورجہ) بھی شرکت قافلہ تھے۔ میاں جی محمد عیسیٰ صاحب مرحوم اس اجتماع کی تفصیلات اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

"رائے ونڈ کے اجتماع میں دس پندرہ ہزار کا مجمع ہوگا کھانے پینے کا نظم بھی اچھا چلا، شہری طبقہ کافی آیا تھا۔ حضرت جی کے بیانات بھی نرالے تھے کلمہ کے نمبر کے ساتھ اب کے عبادات پر بہت زور تھا۔ ایک عرب شیخ محمد سلیمان جو دمام میونسپلٹی کے صدر ہیں اور انشورنش کے محکمہ کے ڈائرکٹر ہیں، وہ بھی بھائی عبد الباسط الخبر والوں کے ساتھ رائے ونڈ پہونچ گئے تھے، ان کا بیان بھی ہوا، انھوں نے علمائے کرام کی تعلیم کے ساتھ حلقہ میں شرکت بھی فرمائی اور بعد میں بیان بھی عجیب انداز اور درد کے ساتھ فرمایا کہ مختلف دوروں میں اللہ تعالیٰ نے مختلف شیوخ سے اپنے دین کا کام لیتے رہے ہیں اور اس صدی میں شیخ محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے کام لیا اور امت کی رہبری فرمائی ہے اب مسئلہ آپ (علمائے کرام) کے ہاتھ میں ہے، اگر آپ کھڑے ہو گئے تو امت

کی ڈوبتی ہوئی کشتی سلامتی کے ساتھ منزل پر پہونچ جائے گی۔ اور اس کام کے ظاہر ہونے کے بعد اگر اس میں غفلت ہوئی تو خطرہ عظیم ہے۔ علمائے کرام کے مجمع کو خوب رُلایا اور خود بھی روئے۔ تین چار سو مختلف کالجوں کے طالب علم آئے ہوئے تھے ان سے خالد صاحب (علیگڑھ یونیورسٹی) نے خصوصی بات چیت کی۔ لڑکوں نے بہت اچھا اثر لیا۔"

۲۱ مارچ کی صبح میں بعد نماز فجر مولانا محمد یوسف صاحب کا خطاب ہوا جو مسلسل تین گھنٹہ ہوا، اس موقع پر کی گئی طویل تقریر کا خلاصہ یہ ہے۔

"بھائیو! انسان اس دنیا میں دو چیزوں پر محنت کرتا ہے، ایک اس دنیا کی چیزوں پر، دوسرے اپنی ذات پر۔ اس دنیا کی چیزوں پر مثلاً مکان، زمین تجارت، کارخانے، ملازمت غرض کہ جس چیز پر محنت کی جائے گی پورا دھیان اس طرف ہوگا، دل انہی چیزوں میں اٹکا رہے گا، نتیجہ یہ ہوگا کہ اپنی ذات کی تکمیل رہ جائے گی، مرنے پر ان چیزوں پر کی گئی محنت ساری کی ساری دھری رہ جائے گی اور انسان اس دنیا سے بالکل خالی جائے گا، اور جب حشر کے میدان میں اپنی ذات پر محنت کرنے والوں کو دیکھے گا تو اپنے آپ پر روئے گا، اتنا روئے گا کہ آنسوؤں کے دریا بہہ نکلیں گے۔ پھر فرمایا۔

۔ اپنی ذات پر محنت کرنے (یعنی اپنی زبان پر محنت، اپنے کانوں پر محنت اپنی آنکھوں پر محنت اپنے دل پر محنت غرض ہر حصۂ جسم پر محنت کرنے سے) اس درجہ تک پہونچ جائے گا کہ صرف ایک آنکھ جھپکنے سے اس پوری کائنات سے کروڑوں درجہ زیادہ قیمتی جنت عطا کی جائے گی۔ آپ جا رہے ہیں سامنے سے غیر محرم عورت پر نگاہ پڑی۔ دل نے کہا اب اگر آنکھ اٹھائی تو برباد ہو جاؤ گے، آنکھ دوسری طرف پھر گئی۔ اس ایک بار کے پھرنے سے اللہ رب العزت وہ کچھ عطا فرمائیں گے کہ تصور ناممکن، ان عطا کی جانے والی چیزوں میں سے کوئی چیز بھی اگر اس دنیا میں آجائے تو پوری دنیا اسے حاصل کرنے کیلئے لڑ پڑے۔"

بعد نماز عصر مولانا مفتی زین العابدین صاحب کا بیان ہوا جس میں انھوں نے صحابہ کرام کے واقعات سنا کر مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"انسان جب اپنے آپ پر محنت کرتے کرتے اس درجہ تک پہونچتا ہے جس پر اللہ راضی ہو کر اس کے صرف ہاتھ اٹھنے پر ہی فیصلہ فرما دیتے ہیں، تو دنیا میں کیا ہوتا ہے، دنیا کس طرح اس کے پیچھے آتی ہے۔ یہ سب حضرات صحابہ کرام کی تاریخ سے معلوم ہوگا۔ آج ہم لوگ دنیا کے پیچھے بھاگتے ہیں اور وہ ہے کہ ہاتھ نہیں آتی۔"

بعدِ نماز مغرب ایک عرب صاحب کا بیان ہوا جس میں انھوں نے عدل و انصاف معاشرت اور معیشت اور دنیا کے مختلف علاقوں میں اسلام کے پھیلاؤ پر معلوماتی تقریر کی۔

۲۲ مارچ میں بعد نماز عصر مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری کا بیان ہوا جس میں انھوں نے دعوت کے موضوع پر لوگوں کو سمجھایا۔ اس اجتماع کی اختتامی دعا مولانا محمد یوسف صاحب نے کرائی۔

اس سہ روزہ اجتماع سے فراغت پر منگل، بدھ، جمعرات، ۳۰، ۳۱ مارچ اور یکم اپریل ۱۹۶۵ء میں رائے ونڈ قیام رہا۔ مولانا محمد یوسف صاحب مسلسل خطاب فرماتے رہے، بڑی پُر درد نصیحتیں اور روح پرور تقریریں فرمائیں، ایک خطاب میں یہ ارشاد فرمایا:

"اس کام سے ماحول بنے گا اور کسی کے دل میں درد پیدا ہوگا اور فکر لگے گی کہ یہ امت کس طرح یہود و نصاریٰ کے ہاتھ سے چھوٹے اور اس کی درد بھری آہ و زاری پر منجانب اللہ اس امت کے دوبارہ چمکنے کی صورت پیدا ہوگی، جیسے تاتاریوں کے زمانہ میں ۲۲ لاکھ مسلمانوں میں ۱۷ لاکھ مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا تھا۔ پھر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نور اللہ مرقدہ کے فکر پر دروازہ کھلا، اکبر کے دین الٰہی پر حضرت مجدد الف ثانی رح کے ہاتھوں دروازہ کھلا۔"

اسی طرح منگل (۳۰ مارچ) کی تقریر میں ارشاد فرمایا:

"دیکھو میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، ساری رات مجھے نیند نہیں آئی اس کے باوجود ضروری سمجھ کر بول رہا ہوں، جو سمجھ کے عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے چمکائے گا ورنہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارے گا۔"

یہ امت بڑی مشقت سے بنی ہے، اس کو امت بنانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں اور ان کے دشمنوں یہود ونصاریٰ نے ہمیشہ اس کی کوشش کی ہے کہ مسلمان ایک امت نہ رہیں بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہوں۔ اب مسلمان اپنا امت پنا کھو چکے ہیں جب تک یہ امت بنے ہوئے تھے چند لاکھ ساری دنیا پر بھاری تھے"۔

مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنی حیات کی آخری تقریر جمعرات کو بعد نماز مغرب بلال پارک لاہور کے ہفتہ واری اجتماع میں فرمائی۔ تقریر سے قبل ضعف ونقاہت اور تھکاوٹ بہت تھی۔ فرمایا کہ آج تو تقریر کی بالکل ہمت نہیں ہو رہی ہے۔ مولانا انعام الحسن صاحب سے تقریر کی بابت دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر ایسی بات ہے تو تقریر نہ فرمائیے۔ مگر پھر احباب کے اصرار پر تقریر فرمائی۔ اور دوسرے دن بروز جمعہ اپنے رب کے حضور حاضر ہوگئے۔ مولانا محمد انعام الحسن صاحب اور دیگر رفقا اسی دن شام کو آپ کے جنازہ کے ہمراہ لاہور سے دہلی تشریف لائے اگلے دن ۳۰ ذی الحجہ مطابق ۳ اپریل میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی زیر امامت نماز جنازہ ہو کر مرکز کے احاطہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

اس سفر کی مزید تفصیلات باب دوم میں زیر عنوان "پاکستان کا آخری سفر" گذر چکیں

اجتماع برائے وفد منعقدہ محرم ۱۳۸۵ھ

حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے دور امارت کا یہ پہلا سالانہ اجتماع ہے جو ۲۳، ۲۴، ۲۵ محرم مطابق ۱۵، ۱۶، ۱۷ مئی ۱۹۶۶ء اتوار تا منگل منعقد ہوا۔ یہ زمانہ ہندوستان و پاکستان کے درمیان باہمی جنگ و جدال کا تھا جس کی بنا پر حالات نے بڑا خطرناک رخ اختیار کر لیا تھا، قانونی مشکلات اور راستوں کے مسدود ہونے کی بنا پر حضرت مولانا تو اس موقع پر سفر نہ کر سکے تاہم مولانا سعید خاں صاحب اور دیگر کام کرنے والے حضرات الحاج نجم الہدیٰ الحاج ابوالحسن پشاوری، مولانا ملک عبد الحفیظ مکی نے اس میں شرکت فرمائی اور اجتماع معمول کے مطابق ہوا۔

سوانح مولانا محمد یوسف صاحب میں اس اجتماع کی تفصیلات ایک قدیم رفیق کار کے حوالہ سے اس طرح سپرد قلم کی گئی ہیں۔

"الحمدللہ اجتماع بخیر و خوبی پورا ہوگیا اور واقعی اس بات کا یقین اور پختہ اور پختہ ہوگیا کہ دعاؤں سے بھی انسانوں کے کام ہوجاتے ہیں کہ آپ حضرات خود تو تشریف نہ لاسکے لیکن آپ حضرات کی دعاؤں کی برکت سے اجتماع بہت ہی اچھا ہوگیا، پہلے کسی اجتماع میں ۱۵ ہزار سے زائد مجمع نہ ہوا ہوگا لیکن اس مرتبہ ۲۵ ہزار سے زائد تھا' اخبار والوں نے تو ۵۰ ہزار اور لاکھ تک چھاپ دیا ہے۔ ملک کے دونوں حصوں سے خوب احباب تشریف لائے۔ اور پہاڑی حضرات تو اپنے گھروں سے ۱۵، ۲۰ بسوں میں بیٹھ کر آئے، ڈھاکہ سے لاہور آنے والا ہوائی جہاز ایک روز تقریباً اپنے ساتھیوں ہی سے بھرا ہوا تھا۔ پہلے روز تو گذشتہ سالوں کی طرح شامیانے منگوائے گئے تھے لیکن اگلے روز اتنے ہی شامیانے اور منگوانے پڑے اور مشرق کی طرف کے کھیتوں میں لگائے گئے۔ بہرحال مجمع خوب آیا اگرچہ نہ حضرت جی کی پُرکشش ذات تھی نہ آپ حضرات کے آنے کی کوئی صورت تھی، اور ویسے بھی گرمی کا زمانہ تھا۔

الحمدُ اللہ تشکیلیں پہلے سالوں سے زیادہ ہوئیں۔ ایک جماعت ترکی کو، اور ایک جماعت کویت کو روانہ ہوئی۔ اس کے علاوہ چلہ تین چلہ کی ۴۸ جماعتیں اور چلہ سے کم اوقات کی ۳۵ جماعتیں اللہ کی راہ میں دین سیکھنے کے لیے روانہ ہوئیں۔"

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ اس سال کی جماعتوں کے اعداد و شمار اپنی یادداشت میں اس طرح لکھتے ہیں:

"مولانا محمد یوسف صاحب کے زمانہ میں ملکی اور غیر ملکی جماعتیں کبھی اسی سے متجاوز نہیں ہوئیں، لیکن امسال ایک سو چالیس جماعتیں بنیں

پنڈال پہلے ہی دن اندازے سے بہت زیادہ بھر گیا تھا، پھر بار بار اس میں اضافہ ہوتا رہا اور وہ بھی ناکافی ہوتا رہا۔"

سفر کراچی محرم ۱۳۸۷ھ

۱۹ تا ۲۱ محرم ۱۳۸۶ھ مطابق ۳۰ اپریل و یکم دو مئی ۱۹۶۷ء میں منعقد ہونے والے اجتماع رائے ونڈ میں حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب و مولانا محمد ہارون صاحب شرکت نہیں فرما سکے تھے۔ حرمین شریفین سے چونکہ ان ہی تاریخوں میں براہ کراچی واپسی ہو رہی تھی اس لیے ۱۶ محرم ۲۷ اپریل میں جدہ سے کراچی پہونچ کر ایک بڑے اجتماع میں شرکت فرمائی اور دو یوم مکی مسجد میں قیام کے بعد دہلی تشریف آوری ہوئی

اسی طرح ۱۷، ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۶۸ء میں منعقد ہونے والے نیز ۷ تا ۹ رجب ۱۳۸۸ھ ۳۰ ستمبر و یکم و دو اکتوبر میں منعقد ہونے والے اجتماع سالانہ میں بھی حضرت مولانا کی شرکت نہ ہو سکی تھی اس لیے اس سلسلہ کی کوئی تفصیلی یادداشت محفوظ نہیں ہے۔ البتہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے روزنامچہ سے ۱۳۸۸ھ کے اجتماع سے متعلق یہ مختصر معلومات فراہم ہوتی ہیں کہ یہ اجتماع ۳۰ ستمبر سے دو اکتوبر تک ہوا۔ شرکاء کی تعداد تقریباً پچیس ہزار تھی۔ ڈیڑھ سو سے زائد جماعتیں اندرون ملک اور چھ جماعتیں بیرونِ ملک کے لیے روانہ ہوئیں۔

ان تمام اجتماعات کی تفصیلات اور نکلنے والوں کے اعداد و شمار کا حضرت مولانا کی عدم شرکت کے باوجود) قارئین کے علم میں آنا اس لیے بھی بہتر اور مناسب ہے کہ اس سے آپ کے بتیس سالہ دور امارت میں کام کی وسعت و پھیلاؤ اور جماعتی نقل و حرکت میں عمومیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اجتماعات رائے ونڈ منعقدہ از شعبان ۱۳۸۹ھ تا شعبان ۱۳۹۴ھ

۴، ۵، ۶ رشعبان ۱۳۸۹ھ ۱۷، ۱۸، ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۹ء جمعہ، شنبہ، یکشنبہ میں رائے ونڈ کا سالانہ اجتماع ہوا، جس میں شرکت کے لیے حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کا پاکستان جانا طے تھا مگر قانونی مشکلات اور بروقت ویزہ نہ ملنے کی بناء پر اجتماع

ختم ہونے کے دوسرے دن رائے ونڈ پہونچے۔ مولانا محمد عمر صاحب، مولانا محمد ہارون صاحب آپ کے ہمراہ تھے۔ رائے ونڈ پہونچ کر جو نظام سفر اور مختلف شہروں کے اجتماعات طے ہوئے ان کے مطابق دس شعبان میں لاہور سے بذریعہ ریل میانوالی وہاں سے کار سے سرائے نورنگ، ۱۳ رشعبان اتوار میں سرائے نورنگ سے بذریعہ کار کوہاٹ، راول پنڈی ہوتے ہوئے ٹیکسلا۔ ۱۵ رشعبان میں مردان ہوتے ہوئے تخت بائی، ۱۷ رشعبان میں نوشہرہ پشاور اور یہاں سے بذریعہ طیارہ ملتان اور وہاں سے بذریعہ کار سکھر اور جیکب آباد۔ ۱۹ رشعبان میں یہاں سے رائے ونڈ واپس پہونچ کر بذریعہ کار لاہور، گجرانوالہ، پسرور ہوتے ہوئے ڈماکہ آمد ہوئی۔ ۲۱ رشعبان میں ڈماکہ سے گوجرانوالہ ہوتے ہوئے للیانی اور یہاں سے ۲۲ رشعبان کو گنڈا سنگھ والا سے ہوتے ہوئے براستہ فیروزپور دہلی آمد ہوئی۔

حضرت مولانا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو اس سفر کی مشغولیات اور مختلف متعدد مقامات پر ہونے والے اجتماعات کی تفصیلات اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

”الحمد للہ ہم سب بخیر ہیں ہم تین ساتھی آسکے، انعام الحسن، محمد عمر، عزیزی ہارون اور رائے ونڈ کے اجتماع میں شرکت نہ ہو سکی۔ ویزے کے بارے میں امید دلاتے رہے لیکن جس روز جانا تھا اس روز پاسپورٹ واپس کر دیئے گئے، یہاں والوں کو جب اطلاع ہوئی تو کوشش شروع کی اور بے چاروں نے بھاگ دوڑ کر کے اجازت حاصل کی لیکن درمیان دو روز چھٹی کے پڑ گئے۔ ۱۸ ر اکتوبر شنبہ کو چھٹی تھی پھر اتوار آگئی، پیر کے روز ویزا ملا، اور رات کی گاڑی سے ہم براہ فیروزپور روانہ ہو کر ۲۱ ر اکتوبر سہ شنبہ کو رائے ونڈ پہونچے جب کہ اجتماع ۱۷، ۱۸، ۱۹ ر کو تھا، آخر تک انتظار رہا، سارے مجمع کو انتظار کرنا پڑا! اور وہ اتوار کو واپس ہو گیا۔ مجمع بھی امسال پہلے سے بہت زیادہ تھا رائے ونڈ گھنٹہ بھر ٹھہر کر دعا کرا کر ۱۲ ر بجے لاہور گئے۔ سیدھے دفتر میں ہم لوگ موٹر پر ہی رہے، فارم پر صرف دستخط کیے اور پھر چلے آئے! الحمد للہ گھنٹہ بھر میں

سات مقام کا ویزا مل گیا، شام کو رائے ونڈ واپس چلے گئے۔ بدھ جمعرات رائے ونڈ قیام رہا اور مجمع بڑھتا رہا ہر جگہ سے لوگ آتے رہے۔ جمعرات کی شام کو وہاں سے چل کر مغرب لاہور پڑھی۔ مغرب کے بعد بیان ہوا۔ ساڑھے سات پر گاڑی تھی۔ اسٹیشن جا کر رات کو گاڑی سے میانوالی اسٹیشن پر اتر کر ۱۰۰ میل موٹر سے سفر کر کے سرحد کے ایک مقام پر اجتماع مقرر کیا تھا وہاں پر جانا ہوا۔ مجمع تو الحمدللہ اچھا ہو گیا لیکن اوقات کم وصول ہوئے، پٹھان لوگ تھے رائے ونڈ کے اجتماع سے کچھ وقت لگا آئے تھے۔ بہر حال ۹ اجتماع مقرر کیے ہوئے ہیں جس میں موٹروں، ہوائی جہاز سے سفر ہے، ۱۵ روز کا یہ سفر ہے۔" (مکتوب محررہ از ٹیکسلا ۱۳ر شعبان ۱۳۸۹ھ)

حضرت مولانا پاکستان کا یہ سفر پورا کر کے ۲۶ر محرم ۱۳۸۹ھ کو دہلی واپس پہونچے۔

حضرت مولانا کراچی کے سفر اور واپسی میں دہلی ایئر پورٹ کے عملہ اور حکام کی خوش اخلاقی کا تذکرہ حضرت شیخ کے نام ایک مکتوب میں اس طرح کرتے ہیں:

"الحمدللہ آج ۱۲½ کے قریب بخیریت دہلی پہونچ گئے۔ پورا سفر الحمدللہ بہت راحت و عافیت اور سہولت کے ساتھ پورا ہوا۔ کراچی میں بھی دو روز ایسا اجتماع رہا کہ اس سے قبل کراچی میں ایسا نہیں ہوا۔ یہاں پر مطار پر تمام مطار کا عملہ بھی بہت ہی خوش اخلاقی اور ہمدردی کے ساتھ پیش آیا اور بہت جلدی تمام امور سے فراغت ہو گئی لیکن مجمع بہت کثیر تھا کہ باہر نکلنا بھی دشوار ہو گیا اہل مطار دوسرے راستہ سے لے کر چلے وہاں پر بھی ہجوم ہو گیا، بہت مشکل سے مجمع کو بٹھایا اور دعا اور جماعت بنا کر موٹر میں بیٹھ گئے۔ مطار پر مولوی اظہار منشی بشیر، زبیر، شاہد مولوی افتخار وغیرہم سے بھی ملاقات نہیں ہو سکی، وہ بھی نظام الدین پہونچ کر ہوئی۔"

رائے ونڈ میں ہونے والے اس اجتماع نیز نکلنے والی جماعتوں کی تعداد وغیرہ کی تفاصیل مولانا محمد احسان الحق صاحب حضرت شیخ کو مدینہ منورہ اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

"آپ کی دعاؤں اور توجہات سے بحمد اللہ رائے ونڈ کا اجتماع بالکل خیر و عافیت سے اس اتوار کو مکمل ہوگیا اور آخری روز ۲۰۰ جماعتیں اللہ کے راستہ میں روانہ ہوگئیں۔ مجمع اس سال پہلے تمام سالوں سے بہت زیادہ تھا حالانکہ اس دفعہ بیٹھنے کی جگہ پچھلے سال سے دوگنی تیار کی گئی تھی، لیکن مجمع اس سے بھی زیادہ تھا۔ موسم بھی درمیانہ معتدل رہا، انتظامات بھی اچھے تھے بس جو کمی آئی وہ یہ کہ حضرات انتظار شدیدہ اور سعی بسیار کے باوجود اس اجتماع میں تشریف نہ لاسکے، سارا ہی مجمع بہت منتظر تھا۔ ہفتہ کے روز دسہرہ کی دہلی میں چھٹی تھی وہ اگر نہ ہوتی تو شاید اجتماع کے آخری روز اتوار کے روز جماعتوں کی روانگی کے وقت ضرور پہونچ جاتے۔ لیکن وہ بھی نہ ہوسکا، بلکہ اس منگل کے روز حضرت جی مولانا ہارون صاحب اور مولانا عمر صاحب تین حضرات مع حاجی نجم الہدیٰ صاحب کے تشریف لائے۔ منگل، بدھ کو رائے ونڈ میں قیام رہا، اجتماع کے بعد بہت سا مجمع انتظار میں رائے ونڈ میں رکا ہوا تھا۔ جمعرات کی شام کو لاہور آئے، اور بعد مغرب بیان وغیرہ سے فارغ ہو کر عشاء کے وقت روانہ ہوئے۔ ریل سے آج صبح میانوالی پہونچے، وہاں سے کاروں اور بسوں سے یہاں جمعہ سے قبل پہونچے، آج اور کل یہاں اجتماع ہے، پرسوں یہاں سے پنڈی کے راستہ ٹیکسلا جائیں گے۔ وہاں دو رات کا اجتماع ہے پھر پشاور کی طرف تخت بائی قصبہ میں اجتماع ہے، وہاں سے ہوائی جہاز سے جیکب آباد سندھ جائیں گے، وہاں سے لاہور کے قریب دو جگہ میواتی قصبات میں اجتماعات ہیں اور انشاء اللہ ۲۲ شعبان ۶ نومبر کو حضرات نظام الدین تشریف لے جائیں گے۔ بارہ روز کا یہ سارا دورہ بنتا ہے۔ الحمد للہ ڈیڑھ سو کا قافلہ ہمراہ ہے۔ جیسے کہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ہوا کرتا تھا۔ مشرق کے حضرات بھی ہیں اور اس طرف کے پرانے بھی۔ الحمد للہ اس اجتماع رائے ونڈ میں بھی اور اس سفر میں بھی میواتی حضرات پہلے سے زیادہ شریک ہیں، یہاں بھی ہر طرف سے

خوب احباب آئے ہوئے ہیں، بس اب آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے اور دلی توجہات کی، کہ اللہ تعالیٰ اس سب کو قبول فرماکر سارے عالم کے لیے رشد وخیر کا ذریعہ بنائے۔ اور کام میں لگے ہوئے احباب کی تربیت وتزکیۂ تامہ کا سبب بنائے۔" (مکتوب محررہ ۲۴ر اکتوبر ۱۹۶۹ء)

ایک سال بعد ماہ شعبان ۱۳۹۰ھ میں منعقد ہونے والے اجتماع رائے ونڈ کے لیے حضرت مولانا سات شعبان مطابق ۹ر اکتوبر ۱۹۷۰ء میں دہلی سے بذریعہ ٹرین امرتسر کے راستہ سے لاہور روانہ ہوئے۔ مولانا محمد عمر صاحب مولانا محمد ہارون صاحب اور دیگر تبلیغی خواص آپ کے ہمراہ تھے۔ اس سفر میں حیدرآباد سندھ، کھار، قصور، سیالکوٹ، فیصل آباد، گھڑتل گجرات، راول پنڈی، نوشہرہ، اسلام آباد وغیرہ کا دورہ ہوا، اور ہر جگہ چھوٹے بڑے اجتماعات ہوکر جماعتیں نکلیں۔ ۲۴ر شعبان (۲۶ر اکتوبر) میں براستہ فیروزپور۔ لاہور سے سہارنپور آمد ہوئی اور حضرت شیخ رح کی معیت میں گنگوہ کا سفر ہوا اور پھر دہلی روانہ ہو گئے۔ --

۲۸ تا ۳۰ر رجب ۱۳۹۱ھ ۱۹ تا ۲۱ر ستمبر ۱۹۷۱ء میں منعقد ہونے والے اجتماع رائے ونڈ کے موقع پر پاکستان کے دونوں حصوں (مشرقی ومغربی) میں حالات خطرناک رخ اختیار کیے ہوئے تھے۔ اس لیے حضرت شیخ کے مشورہ پر مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے اپنا سفر ملتوی کر دیا تھا۔ تاہم نظام الدین کے دیگر حضرات مولانا محمد عمر صاحب اور مولانا محمد ہارون صاحب نے اس میں شرکت کی۔ اس اجتماع سے دوسو چھیتر جماعتیں راہِ خدا میں نکلیں۔ بیرونِ ملک کے ایک سو پچاس حضرات اجتماع میں شریک تھے۔

شعبان ۱۳۹۲ھ (اکتوبر ۱۹۷۲ء) اور شعبان ۱۳۹۳ھ —— (ستمبر ۱۹۹۳ء) میں ہونے والے ہر دو اجتماع رائے ونڈ میں بھی عوارض اور مشکلات کی وجہ سے شرکت نہیں ہو سکی تھی، تاہم ملکی ماحول کے اعتبار سے یہ اجتماع کامیاب رہے۔

شعبان ۱۳۹۳ھ کے اجتماع میں بائیس ملکوں کے ڈیڑھ سو غیر ملکی احباب تھے اور تقریباً پچاس ہزار افراد اندرونِ ملک کے جمع ہوئے تھے۔ سندھ اور بلوچستان دو صوبوں سے آمد راستوں کے مسدود ہونے کی وجہ سے بہت کم رہی۔ اس اجتماع سے ڈھائی سو

جماعتیں اللہ کے راستہ میں نکلیں۔

اس موقع پر حضرت شیخ رح مدینہ منورہ ـــــ قیام فرما تھے۔ حضرت مولانا نے آنمخدوم سے اس موقع پر پاکستان تشریف آوری اور اجتماع میں شرکت کی خواہش ظاہر کرتے ہوئے اپنے مکتوب میں لکھا تھا کہ :

"جناب والا کی خلافِ قانون تو ہرگز تشریف بری نہ ہو اور قانونی صورت اگر ہو جائے تو وہاں والوں کی تسلی اور دل بستگی کا ذریعہ ہوگا' اور توسیع ویزا کے سلسلہ میں دعا ہے کہ جو اسلام و مسلمین و ذات بابرکات کے لیے خیر ہو اس کو عافیت و سہولت کے ساتھ مقدر فرمائے۔"

(مکتوب محررہ ۲۵ر جولائی ۱۹۷۳ء)

شعبان ۱۳۹۴ھ (جون ۱۹۷۴ء) کے منعقد ہونے والے اجتماع میں بھی حضرت مولانا نے شرکت نہیں فرمائی تھی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ' اس اجتماع میں شرکت کے لیے ۲۳ر جون میں مدینہ منورہ سے کراچی تشریف لائے۔ ۲۵ر جون میں رائے ونڈ (لاہور)۔ روانگی کے عین موقع پر حکومت پاکستان کی جانب سے آپ کو لاہور جانے کی ممانعت کر دی گئی جس کی وجہ سے آپ بھی شرکت نہ فرما سکے۔ اس ممانعت کی اطلاع حضرت شیخ اپنے ایک مکتوب میں اس طرح دیتے ہیں :

"آج ۲۵ر جون منگل کی صبح کو پاکی آٹھ بجے لاہور کی تجویز تھی اور میں بھی ایک مہینہ سے احباب کو یہ کہلوا رہا تھا کہ میں رائے ونڈ کے اجتماع میں شریک ہوں گا۔ اس میں ملاقات کریں تاکہ اجتماع میں بھی شرکت ہو جائے، اور یہاں کے احباب بھی دو ہفتہ سے یہ ہی اعلان جاری کر رہے تھے۔ مگر کل صبح سے چپکے چپکے خواص کے ذریعہ سے یہ اطلاع پہنچ رہی تھی کہ مجھ ناپاک کو پاکستان میں جانا اور آنا یہاں کے لوگوں کو گندہ کر دے گا۔ عصر تک تو یہ خبریں راز میں رہیں اور عصر کی نماز کے بعد اس ناکارہ کے نام باقاعدہ تحریری حکم نامہ پہنچا کہ بمصالح کراچی کے علاوہ تمہارے سارے ویزے

منسوخ کردیئے گئے، ہمارے قاضی صاحب پر اس کا جتنا اثر ہے میں بیان نہیں کرسکتا۔ میں قاضی صاحب کو بواسطہ یہ پیغامات بھجوا رہا ہوں کہ مجھے اجازت دے دیں کہ میں کراچی سے دارالکفر پہونچ جاؤں، مگر قاضی صاحب خاموش ہوجاتے ہیں۔" (مکتوب محررہ ۲۵؍جون ۱۹۷۴ء از کراچی)

اجتماع رائے ونڈ منعقدہ ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ

۴؍۵؍۶؍ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ۔ ۹؍۱۰؍۱۱؍نومبر ۱۹۷۵ء میں رائیونڈ کا یہ عظیم الشان سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے بھی پہلی مرتبہ شرکت فرمائی۔ کہ اس سے قبل اجتماعِ رائے ونڈ میں شرکت کی نوبت نہیں آئی تھی۔

۳۰؍شوال (۵؍نومبر) بدھ کی صبح حضرت شیخ رح سہارنپور سے اور مولانا انعام الحسن صاحب دہلی سے روانہ ہوکر کاندھلہ میں جمع ہوئے۔ یہاں دہلی، میرٹھ، مظفر نگر، علی گڑھ، مراد آباد وغیرہ اور قرب وجوار کے دیہات وعلاقوں کے احباب بڑی تعداد میں آئے ہوئے تھے۔ مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی اور مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی، مولانا منور حسین صاحب مولانا عبید اللہ صاحب، حضرت حافظ مقبول صاحب دہلوی نے حضرت شیخ رح کی معیت میں یہ سفر کیا۔ کاندھلہ سے اگلے دن پانی پت، تھانیسر، پراس میں حضرات اکابر کے مزارات پر فاتحہ خوانی کرتے ہوئے ڈھائی بجے دوپہر سرہند پہونچے۔ ایک شب یہاں قیام ہوا۔ اگلے دن بعد نماز فجر حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے دعوت کے عنوان پر بیان فرماکر بڑی رقت آمیز دعا فرمائی۔ اور پھر باڈر کے راستہ سے کاروں کے ذریعہ پاکستان میں داخل ہوکر سیدھے مرکز رائے ونڈ تشریف لے گئے۔

۴؍ذی قعدہ (۹؍نومبر یکشنبہ) سے سالانہ اجتماع کا آغاز ہوا۔ اجتماع کے پہلے دن بعد نماز فجر مولانا محمد اسلم صاحب، بعد ظہر مولانا احمد لاٹ صاحب، بعد عصر قاضی عبد القادر صاحب اور بعد مغرب مولانا محمد عمر صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے بیانات ہوئے۔ اگلے دن حضرت مولانا نے میوات کے حلقہ میں اور بعد نماز عصر مجلس نکاح میں بیان فرمایا۔ اور بعد مغرب مولانا محمد عمر صاحب کا دعوت کے عنوان پر ایک مفصل اور جامع بیان

ہوا تیسرے دن چھ ذی قعدہ، ۱۱ نومبر میں مولانا محمد عمر صاحب کی ہدایات ہو کر مولانا انعام الحسن صاحب کی رقت آمیز طویل دعا پر اجتماع ختم ہوا۔ جماعتوں سے مصافحے حضرت شیخ اور حضرت مولانا نے تشریف فرما ہو کر کیے۔ اس اجتماع سے دو سو انیس جماعتیں (جن میں گیارہ غیر ممالک میں جانے والی بھی تھیں) تیار ہو کر روانہ ہوئیں۔ شرکائے اجتماع کا اندازہ ستر ہزار تک تھا۔

اجتماع سے فراغت کے دوسرے ہی دن مولانا انعام الحسن صاحب کی طبیعت علیل ہو گئی استفراغ اور غفلت کے ساتھ بخار اپنی پوری شدت سے ایک سو پانچ ڈگری تک پہونچ گیا لیکن آگے کا سفر مسلسل جاری رہا اور اسی حالت میں حضرت شیخ کی معیت میں نو ذی قعدہ (۱۴ر نومبر) میں بعد نماز فجر رائے ونڈ سے فیصل آباد اور وہاں چند گھنٹے قیام کے بعد سرگودھا پہونچے۔ ایک شب یہاں قیام کے بعد دس ذی قعدہ کی صبح میں ڈھڈیاں روانگی ہوئی ۱۱ر ذی قعدہ میں ڈھڈیاں قیام رہا مولانا کو یہاں بھی بخار اور غفلت شدید رہی۔ ۱۲ر ذی قعدہ کی صبح میں ڈھڈیاں سے جھاوریاں کا سفر ہوا، قاضی صاحب کے مکان پر کچھ دیر قیام رہا اور ناشتہ کے بعد تلہ گنگ جرنل حق نواز صاحب کے مکان پر جانا ہوا۔ تلہ گنگ سے راول پنڈی قریشی صاحب کے یہاں تشریف لے گئے۔ بعد نماز عصر حضرت شیخ مجمع عام میں تشریف لے گئے۔ بعد مغرب خواص ملاقات کے لیے آئے اور پھر اول وقت نماز عشاء پڑھ کر زکریا مسجد میں ہونے والے اجتماع میں شرکت فرمائی۔ اجتماع کے بعد قریشی صاحب کے مزار پر بیٹھے اور پھر وہاں سے رانا عاقل صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے اور شب میں یہیں آرام کیا۔ ۱۳ر ذی قعدہ (۱۸ر نومبر) کی صبح بذریعہ طیارہ کراچی آمد ہوئی۔ مکی مسجد میں قیام ہو۔ بعد عشاء، جناب الحاج بھائی محمد یوسف صاحب رنگ والوں کے مکان پر حضرت شیخ اور مولانا انعام الحسن صاحب کی مع تمام قافلہ کھانے کی دعوت تھی۔ اس میں شرکت کے بعد مکی مسجد آکر آرام کیا۔ ۱۴، ۱۵ر ذی قعدہ ۲۰، ۲۱ر نومبر دونوں دن مکی مسجد میں قیام رہا اور بعد نماز مغرب مطار کراچی کے لیے روانگی ہوئی۔ اور وہاں سے شب میں ۸ بجے جدہ کے لیے روانہ ہوئے۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب بھی اس تمام نظام سفر میں باوجود علالت کے عملاً شریک رہے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے روزنامچہ میں پاکستان کے اس سفر کی تفصیلات مولانا حبیب اللہ صاحب (چمپارنی) "مقیم مدینہ منورہ" کے باریک اور خوش خط قلم سے تین صفحات پر لکھی ہوئی ہے یہاں بہت احتیاط کے ساتھ اس سفرنامہ کی تلخیص پیش کی جاتی ہے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں،

"ایک ماہ سے یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ واپسی طیارہ سے براہ کراچی ہو یا براہ باڈر، مولوی انعام صاحب کی صلاح براہ باڈر آنے کی تھی کہ کرایہ کا سوال نہیں مفت کی موٹریں دونوں جگہ ملیں گی۔ مولوی انعام کی صلاح سرہند کے راستہ سے آنے کی تھی اور یہ وجہ زکریا کے لیے بھی جاذب تھی مگر موٹروں کا لمبا چوڑا سفر دشوار معلوم ہو رہا تھا قاضی صاحب نے بھی بڑے زور سے زکریا کی تائید میں خط لکھا کہ موٹروں سے بڑی تکلیف ہوگی۔ ہوائی جہاز سے آویں۔ اس لیے زکریا اسی پر مصر تھا مگر معلوم ہوا کہ طیارہ سے جانے کے لیے شاہد اور ابوالحسن جو مجھے کراچی تک پہونچانے آئے تھے ان کے لیے پی فارم کی ضرورت ہے اور اس کے ملنے کی امید نہیں اس لیے بوڈر ہی کا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ مولوی انعام نے لکھا کہ میں بدھ ۳۰ رشوال ۵ رنومبر کو سہارنپور پہونچ جاؤں گا اور جمعرات کو علی الصباح روانگی ہو جائے گی مگر صوفی افتخار نے بتایا کہ اگر کاندھلہ سے براہ پانی پت جانا ہو تو وہاں کئی اکابر کے مزارات ملیں گے اس لیے زکریا نے مولوی انعام کو لکھا کہ آپ بدھ کے دن بجائے سہارنپور کے کاندھلہ پہونچ جائیں، میں بھی کاندھلہ پہونچ جاؤں گا اور وہاں سے براہ پانی پت جانا ہوگا۔ زکریا کو ایک ہفتہ سے بخار کی شدت ہو رہی تھی تاہم بدھ کی صبح اپنی نماز پڑھ کر حسب معمول اندھیرے میں کاندھلہ کا ارادہ کیا اور سہارنپور سے پونے چھ بجے چل کر سوا ۸ بجے کاندھلہ پہونچ گئے۔ حاجی عبدالعلیم صاحب مرادآبادی۔ مفتی محمود مولوی منور، سید خلیل، حکیم عبدالقدوس بھی ساتھ ہو گئے تھے ——— زکریا نے صوفی افتخار سے کہہ دیا تھا کہ میری اطلاع پر سیکڑوں آدمی وہاں پر جمع ہو جائیں

گے، میں درگاہ پران سب کا بار ڈالنا نہیں چاہتا، لیکن وہاں جاکر اپنا علیحدہ انتظام کرنا بھی بے ادبی ہے اس لیے اچھا یہ ہے کہ راشن کاندھلہ سے ساتھ لے کر جائیں اور درگاہ کے مطبخ میں انھیں کے ساتھ کھانا پکوائیں۔ انھوں نے اس کو پسند کیا جہاں سے جو سنتا رہا وہ سرہند پہونچتا رہا۔ ہمارے سرہند پہونچنے پر تقریباً دو ہزار آدمی کے قریب پہونچ گئے۔ ۳۰ شوال (۵ نومبر) بدھ میں ۱۱ بجے مولوی انعام صاحب مولوی محمد عمر، زبیر وغیرہ بھائی اکرام کی گاڑی میں کاندھلہ پہونچے ان کے ساتھ اور کئی گاڑیاں تھیں۔

یکم ذی قعدہ ۶ نومبر جمعرات کی صبح کو پونے سات پر کاندھلہ سے چل کر چند منٹ کیرانہ ٹھہر کر پانی پت پہونچے۔ سب سے اول شاہ شرف الدین کے مزار پر حاضری ہوئی، اس کے بعد شیخ جلال الدین کبیر اولیا، قاضی ثناء اللہ صاحب کے مزار پر حاضری دیتے ہوئے شیخ جلال الدین تھانیسری کے مزار پر حاضری ہوئی وہاں سے بلاس پور پہونچے، جہاں تیرہ انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور بتائی جاتی ہیں۔ ایک احاطہ ہے جس میں یہ قبور ہیں، آس پاس سکھوں وغیرہ کی آبادیاں ہیں فاللہ المشتکی۔ یہاں سے روانہ ہو کر ۲½ بجے سرہند شریف پہونچے، صوفی افتخار صاحب نے درگاہ کی کنجی لے لی تھی، لوگوں نے بیعت کے لیے بہت اصرار کیا مگر چونکہ مولوی انعام صاحب نے شعبان میں مالیر کوٹلہ کے اجتماع سے واپسی پر سرہند شریف حاضری کے موقع پر خواب دیکھا تھا کہ حضرت مجدد صاحب نے ان کو فرمایا کہ یہاں والوں کو بیعت کرلو، اس خواب کی بنا پر زکریا نے بیعت کا تقاضا کرنے والوں کو یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہاں مولانا انعام الحسن صاحب بیعت کریں گے اور عصر مغرب کی نماز کے بعد محمد کاندھلوی سے اعلان بھی کرا دیا کہ جو بیعت ہونے کا ارادہ کرے مولانا انعام صاحب اسے بیعت کریں گے زکریا نہیں کرے گا، اس لیے مولانا انعام صاحب نے مجمع کو مختلف اوقات میں بیعت کیا۔ مجمع چونکہ بہت زیادہ تھا اس لیے ظہر کے بعد کھانے میں دیر لگی، عصر کے بعد مسجد

میں زکریا کا مصافحہ ہوا اور پھر مولانا محمد عمر صاحب کی تقریر ہوئی۔ زکریا نے مولانا انعام صاحب مفتی محمود، مولوی منور اور مولوی محمد عمر سے کہلا دیا کہ میں نے تو ہجوم کی وجہ سے مزار پر حاضری کا ارادہ ملتوی کر دیا، آپ لوگ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ یہ حضرات گئے۔ مولانا منور صاحب سے واپسی پر زکریا نے پوچھا تو انھوں نے بڑے کوائف بیان کیے مگر سب لازمی تھے، انوار تجلیات خاص ان کی ذات کے متعلق تھیں۔ مفتی محمود صاحب نے بیان کیا کہ اول میں نے سوال کیا کہ زکریا جا رہا ہے ہمارا کیا ہوگا۔ جواب ملا کہ وہاں سے خبر رکھے گا اور یہ کہ ہم تو یہاں موجود ہیں پھر تبلیغ کے متعلق سوال کیا کہ لوگ مخالفتیں بہت کر رہے ہیں ارشاد فرمایا کہ مخالفتوں کی پرواہ نہ کرو مگر اپنے لوگوں کی خبر رکھو کہ اصول سے باہر نہ ہوں۔ مولوی انعام نے بیان کیا کہ مجھے تو ایک ہی چیز کا ورود ہوتا رہا۔ سالماً غانماً سالماً غانماً۔

جمعہ ۷ نومبر کی صبح کو اپنی نماز اول وقت پڑھ کر بھائی کرامت کی کار میں زکریا مع ابوالحسن، شاہد اور مولانا انعام الحسن صاحب اور دوسری گاڑی میں مولوی محمد عمر زبیر وغیرہ روانہ ہوئے۔ باڈر سے بھائی کرامت نے میری گاڑی کو دوسرے باڈر تک لے جانے کی اجازت لے رکھی تھی۔ چنانچہ میری اور ساتھ ہی مولوی انعام کے رفقاء کی گاڑی کو اندر لے لیا گیا اور کواڑ بند کر دیا گیا، میں تو کسی سے سلام نہ کر سکا نہ مصافحہ۔ لیکن مولوی انعام نے فرمایا کہ وہ سب دروازہ ہندوستانی باڈر پر کھڑے ہیں میں جا کر دعا کرا دوں، میں نے کہا ضرور کرا دو ——— پاکستان باڈر پر پہونچ کر زکریا مع شاہد، ابوالحسن اور احسان ڈاکٹر منیر کی گاڑی میں اور مولانا انعام صاحب مع زبیر مولوی محمد عمر اور مولوی سلیمان جھانجی کے بھائی افضل کی گاڑی میں منتقل ہو گئے۔

۸ نومبر بار کی شام سے اجتماع بڑے زور و شور سے شروع ہوا اور منگل کے دن دوپہر کو بحمد اللہ تعالیٰ جلسہ بہت ہی زور و شور کے ساتھ پورا ہوا، بعد میں معلوم ہوا کہ جنات کافرین کی طرف سے بہت سے نقصانات کی تجویزیں

تھیں جس کی وجہ سے جلسہ کی حفاظت مسلم جنات کی طرف سے ہوتی رہی اور زکریا
کے کمرہ میں بھی ایک محافظ رہا جلسہ کی تفاصیل بہت لمبی چوڑی ہیں جو شاہد کی ڈائری
میں ہیں مجھے ان کا نقل کرانا بہت مشکل ہے۔

جلسہ کے اختتام تک مولوی انعام کی طبیعت بہت اچھی رہی مگر جلسہ ختم ہوتے
ہی ان پر حرارت کا اثر ہوا جو تکان سمجھا گیا۔ جمعہ کی صبح کو اپنی نماز پڑھ کر رائے ونڈ
سے چل کر لائل پور پہونچے، مفتی زین العابدین صاحب کے مدرسہ میں جاتے
ہی میں تو لیٹ گیا مولوی انعام صاحب مجمع کو نمٹاتے رہے، پھر زکریا نے
بخاری شریف کا افتتاح کرایا اور مولوی انعام نے مولوی جلیل کے لڑکے شفیق
کا نکاح پڑھا۔ یہاں سے روانہ ہو کر مسجد بلال پارک مرکز تبلیغ گئے زکریا گاڑی
ہی میں رہا، اور مولوی انعام نے اتر کر دعا کرائی۔ لائل پور سے سرگودھا حضرت
حافظ صاحب کے مکان پر پہونچے ہم لوگوں کے قیام کے لیے حافظ صاحب نے
برابر کا مکان خالی کرا رکھا تھا جس میں ایک کمرہ زکریا کا مستقل اور دوسرا مولوی
انعام کا مستقل تھا۔ یہاں سے روانہ ہو کر ڈھڈیاں پہونچے، ظہر کی نماز پڑھ کر زکریا
مزار پر پہونچ گیا اور مولوی محمد عمر صاحب سے کہا کہ آپ اپنا کام جاری کر دیں
انھوں نے تبلیغی تقریر شروع کر دی۔ عصر کے قریب زکریا بھی مسجد میں پہونچ گیا
اور مولانا محمد عمر صاحب کے پاس بیٹھ کر عزیز شاہد کے ذریعہ یہ اعلان کرایا۔۔۔

"ایک ضروری اعلان کرنا ہے وہ یہ کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تبلیغ
اور تصوف دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ میں ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ
یہ اعلان علی العموم صحیح نہیں ہے کیوں کہ میرا تعلق بذات خود تبلیغ سے
بھی ہے اور بزرگی و تصوف سے بھی، بعض مشائخ اپنے مریدوں کو
تبلیغ میں لگنے سے منع کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ یہ توحید مطلب
کے خلاف ہے، یہ ان کا منع کرنا قاعدہ کلیہ اور اصول کلیہ نہیں بلکہ
مشائخ اور بزرگوں کا اپنا اپنا مزاج ہوتا ہے، یہ ان کا منع کرنا ایسا

ہی ہے جیسا کہ ڈاکٹر حکیم کسی کو شکر کے استعمال سے روک دے۔ چنانچہ
ذیابیطس میں روک دیتا ہے، بعض بیماروں کو نمک سے روک دیا جاتا ہے
بعضوں کو پانی سے روک دیا جاتا ہے تو اس کو یوں سمجھ لینا کہ یہ ممانعت
ہر شخص کے لیے ہے بالکل غلط ہے جیسا کہ میرے چچا جان کو حکیم مسعود احمد
صاحب نے پانی پینے سے روک دیا تھا تو متواتر سات سال تک
پانی نہیں پیا، تو اس کو ہی قاعدہ کلیہ سمجھ لینا یہ سب غلط ہوگا میں چونکہ
حضرت (مولانا خلیل احمد صاحب) قدس سرہٗ کا آدمی ہوں اور حضرت
رائے پوری سے بھی اجازت ہے اس لیے بڑے زور سے کہوں گا کہ
جہاں تک ہوسکے تبلیغ میں وقت لگاؤ وغیرہ وغیرہ ۔۔۔۔۔۔"

ڈھڈیاں میں مولانا انعام صاحب کی طبیعت اور بھی زیادہ خراب ہوگئی اور ایک سو
پانچ ڈگری تک بخار ہوگیا جس کی وجہ سے فکر ہوگیا۔ مغرب کے بعد ختم یٰسین شریف
کرایا گیا۔ قاضی صاحب نے بہت درد انگیز الفاظ میں مولوی انعام کے لیے دعاء صحت
کرائی۔

ڈھڈیاں سے روانہ ہوکر جھاوریاں پہونچے، قاضی صاحب کے یہاں ناشتہ
کیا۔ یہاں سے راول پنڈی قریشی صاحب کے یہاں جانا ہوا۔ بعد نماز عشاء ڈاکٹر
منیر کی گاڑی میں قریشی صاحب کے مزار پر جانا ہوا۔ قریشی صاحب کے مزار پر بہت
یکسوئی، سکون اور فرحت محسوس ہوئی، بہت ہی برکات سے لبریز تھی اٹھنے
کو دل بالکل نہیں چاہتا تھا چونکہ زکریا نے حاجی محمود سے وعدہ کرلیا تھا اس
لیے زکریا اپنی گاڑی میں مع شاہد مولوی احسان وغیرہ حاجی محمود کے یہاں
گئے اور وہاں سے سیدھے کراچی جانے کے لیے مطار پر پہونچے۔ ڈیڑھ گھنٹہ میں
مطار کراچی پر پہونچ کر سیدھے مکی مسجد جانا ہوا۔ شام کو بھائی یوسف رنگ والوں
کے یہاں جاکر ان کے صاحب زادے کے ولیمہ کی قفشار کھائی۔

۱۵ ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ ۲۰ نومبر ۱۹۷۵ء جمعرات میں مغرب کے بعد حاجی

فرید الدین کی گاڑی میں مطارِ کراچی پر آئے۔ زکریا اور مولوی انعام کی گاڑی حاجی فرید صاحب کی مساعی سے طیارے تک پہونچ گئی اور نہایت اطمینان سے جہاز کے اگلے حصہ میں ایک سیٹ پر زکریا شاہد زبیر اور دوسری سیٹ پر مولوی انعام صاحب مولوی محمد عمر اور مولوی سلیمان جھانجی بہت اطمینان سے بیٹھ گئے۔ مردوں کے جانے کے بعد اور سیڑھی کے ہٹنے کے بعد مسماۃ کا دور دورہ شروع ہوا انھوں نے اول مولانا انعام صاحب کی سیٹ خالی کرالی۔ اور میرے پیچھے کی سیٹ پر منتقل کیا۔ میں تو یارب سلم سلم پڑھتا رہا مگر اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ مجھ پر حملہ نہیں ہوا، دو گھنٹے کے بعد کھانا لایا گیا۔ زکریا نے اپنا کھانا عزیزان زبیر و شاہد کو دے دیا کہ مجھے تو کھانا نہیں تم لوگ کھالو ———— اس کھانے میں فرینی بھی تھی جو مولوی محمد عمر کو دے دی گئی باقی کھانا ان دونوں نے نمٹا دیا۔ ساڑھے بارہ بجے جدہ کے مطار پر پہونچے۔ ڈاکٹر ظفیر اور عزیز سعدی دونوں طیارہ پر آگئے تھے۔ جن سے بہت اطمینان ہوا۔ عزیز سعدی کے گھر پہونچ گئے میری گاڑی میں مولوی انعام، حبیب اللہ اسماعیل تھے۔ عزیزان زبیر و شاہد سامان کے ساتھ کسٹم سے ہو کر بعد میں پہونچے"[1]

حضرت شیخ رح اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نور اللہ مرقدہما کا یہ پورا سفر عجیب و غریب کیفیات اور ذوق و شوق و حلاوت سے بھرپور سفر تھا، عوام و خواص کا ایک بڑا مجمع اس سفر میں شروع سے آخر تک ہمراہ رہا۔ راقم الحروف بھی اس قافلہ کا ایک فرد تھا جس کی خوش قسمتی یہ تھی کہ سہارنپور سے لے کر سرہند، رائے ونڈ تک اور پھر وہاں سے حرمین شریفین تک "بود مورے ہوسے داشت کہ در کعبہ رسید" کی طرح حضرت شیخ کی گاڑی میں متعین و نامزد رہا، اور اپنے قدیمی معمول کے مطابق اس پورے سفر کا روزنامچہ بھی لکھتا رہا چونکہ بہت سی اہم چیزیں صاحب سوانح سے متعلق اس روزنامچہ میں آگئی ہیں اسلئے یہاں اس کی بھی تلخیص پیش کی جاتی ہے،

[1] تلخیص روزنامچہ حضرت شیخ رح

۳۰ر شوال ۱۳۹۵ھ مطابق ۵ر نومبر ۱۹۷۵ء

کئی دن سے احباب کاندھلہ بالخصوص جناب ماموں افتخار صاحب کا اصرار اس پر ہو رہا تھا کہ شیخ اباجی کا سفر براہ کاندھلہ ہو۔ ماموں انعام صاحب سے شیخ اباجی نے اس سلسلہ میں خط وکتابت کی تو ان کا جواب آیا کہ اس صورت میں سفر کی مسافت بڑھ جائے گی کیوں کہ کاندھلہ سے سرہند ایک سو پچاس میل ہے اور سہارنپور سے سرہند ۹۵ میل ہے مگر اباجی نے کاندھلہ کا راستہ اختیار کیا کیوں کہ اس میں بزرگانِ پانی پت کی زیارت کا موقع بھی مل سکتا تھا۔ چنانچہ آج کی تاریخ میں سہارنپور سے صبح کو ۵ بج کر پچاس منٹ پر روانگی ہوئی۔ اباجی کی گاڑی میں الحاج ابو الحسن بندہ اور بھائی سلمان صاحب تھے گاڑی حاجی محمد شفیع صاحب کی تھی۔ ۷ بجکر ۲ منٹ پر کاندھلہ پہونچے۔ قیام کا انتظام باہر ماموں احتشام صاحب مرحوم کی طرف تھا اور کھانے کا نظم ماموں افتخار صاحب کے یہاں تھا۔ ڈھائی سو کے قریب مہمان جمع ہو گئے تھے۔ میسور کے ایک مہمان سے معلوم ہوا کہ وہ دلی سے سہارنپور پہونچے وہاں کسی نے بتلا دیا کہ شیخ جھنجھانہ گئے ہوئے ہیں تو وہ وہاں پہونچے، وہاں سے معلوم ہوا کہ کاندھلہ ہیں تو رات کو گیارہ بجے کے قریب کاندھلہ آئے۔ اس بھاگ دوڑ کی وجہ سے شیخ اباجی نے بطور خاص ان کو بلا کر مصافحہ فرمایا۔

یکم ذی قعدہ جمعرات۔ آج صبح کی نماز پڑھ کر فوراً چائے پی کر سرہند شریف کے لیے روانگی ہوئی۔ رات مشورہ میں طے ہو گیا تھا کہ چونکہ سفر طویل ہے اس لیے ہر گاڑی میں پچھلی سیٹ پر صرف تین آدمی بیٹھیں گے۔ چنانچہ شیخ اباجی کی گاڑی میں ماموں انعام صاحب الحاج ابو الحسن کے ساتھ یہ راقم بھی تھا آج گاڑی بھائی کرامت اللہ صاحب دہلوی کی تھی۔ کاندھلہ سے روانہ ہو کر شیخ شرف الدین، شیخ بو علی قلندر، شیخ جلال الدین، قاضی ثنا اللہ صاحب، شیخ جلال الدین تھانیسری کے مزار پر فاتحہ پڑھتے ہوئے بلاسپور پہونچے۔ یہاں پر حضرت مجدد صاحب وغیرہ کے کشف کے مطابق تیرہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مبارکہ ہیں چونکہ یہ قبور بہت بلندی پر ہیں اور راستہ بھی خراب ہے اس لیے اباجی بھائی کرامت صاحب کی گاڑی سے اتر کر حافظ عبد العزیز صاحب کے جونگہ میں بیٹھ گئے ــــــ اور واپسی میں پھر بھائی کرامت صاحب کی گاڑی میں منتقل ہو گئے۔

۲ بجکر ۳۰ منٹ پر خانقاہ شریف سرہند پہونچے ایک بڑا مجمع وہاں موجود تھا. نماز ظہر پڑھ کر کھانا کھایا. عصر کی نماز کے لیے شیخ اباجی مسجد تشریف لے گئے. بعد نماز عصر جملہ حاضرین سے معانقہ فرمایا اس کے بعد مولانا محمد عمر صاحب کا بیان ہوا. مغرب کی نماز بھی مسجد ہی میں ادا کی اور اس کے بعد. بھائی محمد صاحب کاندھلوی کے ذریعہ یہ اعلان کرایا کہ "جو شخص مجھ سے بیعت ہونا چاہے وہ مولانا انعام الحسن صاحب سے بیعت ہوجائے کہ یہی منشا ہے" یہ حضرت مجدد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ایک ارشاد مبارکہ کی طرف اشارہ تھا. چنانچہ بعد مغرب ماموں جان نے بیعت کیا اور سرہند کے قیام میں آپ ہی بیعت کرتے رہے، آج عشاء کے بعد بندہ نے شمار کیا تو ۵۳ گاڑیاں تھیں جو خانقاہ شریف میں آکر جمع ہوگئی تھیں. اور شیخ اباکے قافلہ کے ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔

۲ ذی قعدہ جمعہ:- آج سرہند شریف سے صبح ۵ بجکر ۵ منٹ پر روانگی ہوئی. شیخ اباجی کی گاڑی میں ماموں انعام صاحب الحاج ابوالحسن اور بندہ تھے. گاڑی جناب بھائی کرامت صاحب کی تھی۔ راستہ میں گاڑی کا ڈینا خراب ہوگیا جس کی بنا پر سوا گھنٹہ ٹھہرنا پڑا. ہندوستانی بارڈر پر پہونچ کر ماموں انعام صاحب نے دعا کرائی. ہندوستانی سرحد پر شیخ اباجی کو فوجی انداز کا سلام کیا گیا ۱۲ بجے پاکستانی حدود میں داخل ہوئے تو یہاں قاضی صاحب مولوی احسان صاحب بھائی افضل صاحب بھائی صغیر احمد صاحب بھائی غلام دستگیر صاحب وغیرہ بہت سے حضرات موجود تھے. چائے ناشتہ کا بھی یہاں انتظام تھا لیکن وقت کی تنگی کی وجہ سے یہ سارا ناشتہ رائے ونڈ واپس ہوگیا۔

۳ ذی قعدہ شنبہ. آج رائے ونڈ میں قیام رہا اور مختلف علماء ومشائخ ملاقات کے لیے آتے رہے۔

۴ ذیقعدہ یک شنبہ:- مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی، مولانا عبدالمالک صاحب وغیرہ حضرات ملاقات کے لیے آئے۔ آج سے اجتماع رائے ونڈ کا آغاز ہوا. فجر کے بعد کا بیان مولانا اسلم صاحب نے اور مغرب کے بعد کا بیان مولانا محمد عمر صاحب نے کیا، شیخ اباجی اپنی عشاء کی نماز پڑھ کر اجتماع میں تشریف لے گئے اور دو گھنٹے بعد آئے۔

۵؍ذی قعدہ پیر :۔ صبح کا بیان مولانا مفتی زین العابدین صاحب کا ہوا۔ ماموں جان صاحب نے میوات والوں سے گفتگو کی، بعد عصر اجتماع میں بہت سے نکاح ہوئے۔ ماموں جان نے اولاً نکاح کے فضائل بیان کیے اس کے بعد خطبۂ نکاح پڑھ کر ایجاب وقبول کرایا اسی مجلس میں عزیز مولوی طلحہ قریشی کا بھی نکاح ہوا' آج شیخ اباجی عصر سے مغرب تک منبر پر رہے۔

۶؍ذی قعدہ منگل :۔ مولانا مفتی محمود صاحب سابق وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد مولانا ادریس صاحب انصاری' مولانا اشرف صاحب پشاوری تشریف لائے صبح کا بیان مولانا احمد لاٹ کا ہوا اور تفصیلی ہدایات مولانا محمد عمر صاحب کے ہوئیں، اس کے بعد چالیس منٹ ماموں انعام صاحب کا بیان ہو کر ۴۵ منٹ دعا ہوئی۔ شیخ اباجی اور ماموں انعام صاحب ہر دو حضرات نے جماعتوں سے مصافحے کیے۔ نکلنے والی جماعتوں کی مجموعی تعداد ۲۱۹ تھیں جن میں تقریباً تین ہزار آدمی نکلے۔

۷،۸؍ذی قعدہ :۔ دو یوم رائے ونڈ میں قیام کے بعد ۹؍ذی قعدہ جمعہ کو رائے ونڈ سے چل کر لائل پور (فیصل آباد) پہونچے۔ شیخ اباجی جاتے ہی لیٹ گئے۔ رفقاء نے ناشتہ کیا اس کے بعد مسجد میں تشریف لائے۔ ماموں انعام صاحب نے نکاح کے موضوع پر کچھ دیر بات کی۔ اس کے بعد مولانا عبدالجلیل صاحب کے صاحب زادے مولوی شفیق کا نکاح پڑھایا۔ اس کے بعد دعا ہوئی۔

۱۲ بجے لائل پور سے چل کر سرگودھا پہونچے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے مکان پر قیام ہوا' نظام بعد عصر روانہ ہونے کا تھا لیکن حضرت ماموں جان کی طبیعت کی ناسازی کی بنا پر شب میں یہاں قیام ہوا' عصر، مغرب، عشاء قیام گاہ پر ادا کی۔ مغرب کی نماز حضرت حافظ صاحب نے پڑھائی۔

۱۰؍ذی قعدہ شنبہ :۔ آج صبح حضرت حافظ صاحب سے شیخ اباجی نے آدھا گھنٹہ تخلیہ میں بات کی اور پھر چائے ناشتہ سے فارغ ہو کر ڈھڈیاں روانہ ہوئے۔ ڈھڈیاں پہونچ کر ظہر سے عصر تک شیخ اباجی حضرت اقدس رائے پوری کے مزار پر مراقب رہے اور اس عرصہ میں مولانا محمد عمر صاحب کا بیان مسجد میں ہوتا رہا۔ عصر کی اذان کے قریب شیخ اباجی بھی مسجد میں پہونچ

گئے اور مولانا محمد عمر صاحب کا بیان ختم ہوتے ہی احقر راقم سطور کے ذریعہ تبلیغ اور تصوف وسلوک کے متعلق اعلان کرایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تبلیغ اور سلوک وتصوف علیحدہ علیحدہ دو چیزیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی چیز ہے اور دونوں کا آپس میں ربط وجوڑ ہے۔

۱۱ر ذی قعدہ اتوار:۔ آج ڈھڈیاں میں قیام رہا، ماموں جان کی علالت کی بنا پر مشورہ ہوا کہ بذریعہ ریل راول پنڈی جایا جائے مگر اس میں فرسٹ کلاس کی صرف ایک ہی سیٹ ملی اس لیے ریل سے جانا ملتوی ہو کر گاڑیوں سے جانا طے ہوا۔ بعد نماز مغرب ماموں جان کے لیے ختم یٰسین شریف ہوا۔ قاضی صاحب نے دعا کرائی اس میں ایک جملہ یہ بھی کہا کہ یا اللہ پاک حضرت جی ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہیں ان کو صحت عطا فرما۔ شیخ ابا جی نے بعد میں تخلیہ میں فرمایا کہ اس دعا کی اجابت مجھے فوری طور پر محسوس ہو گئی تھی۔

۱۲ر ذی قعدہ پیر:۔ صبح نو بجے گاڑی کے ذریعہ ڈھڈیاں سے راول پنڈی کے لیے روانگی ہوئی اولاً جھاوریاں پہونچے قاضی صاحب کے یہاں چائے ناشتہ کی دعوت تھی یہاں سے راول پنڈی روانگی ہوئی۔ ڈاکٹر منیر صاحب کی گاڑی میں شیخ ابا جی مولانا احسان الحق الحاج ابوالحسن اور محمد شاہد تھے۔ بھائی افضل صاحب کی گاڑی میں ماموں انعام صاحب مولانا محمد عمر صاحب مولانا زبیر الحسن اور مولانا احمد لاٹ تھے۔ راول پنڈی میں سردی بہت تھی۔ شیخ ابا جی قریشی صاحب کی مزار پر بھی تشریف لے گئے واپسی میں فرمایا کہ مزار پر بہت ہی سکون وسرور وانوارات تھے اٹھنے کو جی نہ چاہا مگر یہ سوچ کر اٹھ گیا کہ اگر مولوی عمر کی تقریر ختم ہو گئی تو مجھے سارا مجمع گھیر لے گا۔

۱۳ر ذی قعدہ منگل:۔ آج صبح رانا اقبال صاحب کے یہاں ناشتہ کر کے الحاج محمود صاحب عارف اینڈ کو کے مکان پر ہوتے ہوئے ہوائی اڈے پہونچے۔ کراچی میں آج شام کا کھانا بھائی یوسف صاحب، رنگ والوں کے مکان پر تھا۔

۱۴ر ذی قعدہ بدھ:۔ کراچی میں آج قیام رہا۔ مولانا الحاج مفتی محمد شفیع صاحب اور مولانا الحاج محمد یوسف صاحب بنوری، مولانا عادل قدوسی گنگوہی، مولانا عاشق الٰہی بلند شہری مولانا قمر الحسن صاحب تھانوی ملاقات کے لیے آئے۔

۱۵ ذی قعدہ جمعرات :- دن بھر مکی مسجد قیام کے بعد حضرت شیخ اور حضرت ماموں جان صاحب مع جملہ رفقاء کراچی سے جدہ کے لیے روانہ ہو گئے۔[1]

اس اجتماع کے ایک سال بعد ہونے والے اجتماع رائے ونڈ منعقدہ ۷، ۸، ۹ ذیقعدہ ۱۳۹۶ھ ۳۱ اکتوبر، یکم و دو نومبر ۱۹۷۶ء میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب قانونی مشکلات اور ویزا کی دشواری کی وجہ سے شرکت نہیں فرما سکے تھے تاہم مرکز کے دیگر حضرات مولانا عبید اللہ صاحب مولانا محمد یعقوب صاحب کی شرکت ہو گئی تھی۔

اجتماع رائے ونڈ منعقدہ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ

۷، ۸، ۹ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ ۲۱، ۲۲، ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۷ء جمعہ، شنبہ، یکشنبہ میں رائیونڈ کا یہ سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں شرکت کے لیے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ ۳ ذی قعدہ (۱۷ اکتوبر) میں سہارنپور سے کاندھلہ، جھنجھانہ، پانی پت اور سرہند شریف ہوتے ہوئے ۵ ذیقعدہ کی صبح میں امرتسر تشریف لائے۔ مولانا محمد انعام الحسن صاحب اسی تاریخ میں دہلی سے سیدھے بذریعہ ٹرین امرتسر تشریف لے گئے اور ہندوستانی سرحد پر حضرت شیخ سے ملاقات کی۔ مولانا موصوف نے اپنی شدید علالت اور ضعف ونقاہت کے ساتھ پاکستان کا یہ سفر فرمایا تھا۔ بخار اس شدت کے ساتھ تھا کہ ایک ایک ہفتہ تسلسل کے ساتھ رہتا تھا۔

چنانچہ حضرت شیخ رح کے نظام سفر معلوم کرنے پر آپ نے اپنی علالت کی اطلاع دیتے ہوئے تحریر کیا تھا کہ :-

"آٹھ روز کے بخار کے بعد اب دو روز سے بخار نہیں ہے۔ ضعف انتہائی ہے، چارپائی سے اٹھنا دشوار ہے، کام اور ملاقات سب بند ہے"

حضرت شیخ رح ہندوستانی سرحد پر مولانا محمد انعام الحسن صاحب سے اپنی ملاقات نیز باڈر سے رائے ونڈ پہونچنے کا تذکرہ اپنے روزنامچہ میں اس طرح فرماتے ہیں :

"۱۹ اکتوبر کی صبح کو اپنی نماز پڑھ کر زکریا، ابوالحسن، شاہد وغیرہ اپنی کار میں

---

[1] روزنامچہ محمد شاہد۔

باڈر پر چلے گئے، مگر رات میں بھائی کرامت کے بھائی نعمت اللہ کا ٹیلی فون پہونچا کہ مولوی انعام صاحب ریل سے امرتسر آرہے ہیں، اس لیے اسی وقت محمد کاندھلوی ایک دو کاروں کو ساتھ لے کر امرتسر اسٹیشن پر پہونچا۔ باڈر پر پہونچ کر یہ خیال ہوا کہ مولوی انعام صاحب کا باہر ہی انتظار کیا جائے۔ جب مولانا انعام صاحب کی کار پہونچ گئی تو زکریا نے ان سے کہلوایا کہ میں اور آپ اپنی اپنی کاروں سے نہ اتریں، رائے ونڈ میں ملاقات ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، وہاں پہونچ کر چونکہ مولانا انعام صاحب کی طبیعت زیادہ خراب تھی اس لیے ان کو ایک حجرہ میں ٹھہرادیا اور منع کر دیا کہ کوئی اندر نہ جائے۔ بھائی غلام دستگیر کو ان کے کمرہ کا پہرے دار بنادیا۔" (روزنامچہ حضرت شیخ رح)

اجتماع سے فراغت کے بعد ۲۶ر اکتوبر، ۱۲ر ذی قعدہ بدھ میں رائے ونڈ سے لاہور آکر جناب الحاج غلام دستگیر صاحب کے یہاں چند گھنٹے قیام کے بعد بذریعہ طیارہ کراچی روانگی ہوئی اور مکی مسجد میں قیام رہا۔

اس قافلہ میں مولانا محمد سلمان، ان کے برادر خورد مولوی محمد خالد، الحاج ابوالحسن صدیقی، مولوی نجیب اللہ، مولانا محمد احسان الحق رائے ونڈ، مولانا محمد عمر صاحب، مولانا زبیر صاحب، الحاج حافظ کرامت اللہ صاحب اور مولانا محمد کاندھلوی بھی شامل تھے۔

اخباری اطلاعات کے مطابق سعودی عرب، کویت، مصر، لیبیا، عرب امارات، نائیجیریا، مراکش، مصر، الجزائر، سینی گال، سوڈان، افغانستان، سری لنکا، افریقہ، انڈونیشیا، ملائیشیا، امریکہ، بلجیم، جرمنی اور کناڈا کے تین سو سے زائد افراد اس اجتماع میں شریک ہوئے۔ انجیرنگ یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی کے تین سو سے زائد طلبہ نے اس اجتماع میں شرکت کی تھی۔

مرکز سے لے کر نصف میل دور تک کھیتوں میں ٹینٹ اور شامیانے نصب تھے۔ انفرادی طور پر شریک ہونے والوں کے علاوہ اس دفعہ پنجاب سرحد آزاد قبائل بلوچستان اور سندھ کے لوگ سینکڑوں اسپشل بسیں لے کر آئے۔ محکمہ ریلوے نے خصوصی ٹرینیں اور پنجاب اربن ٹرانسپورٹ نے خصوصی بسیں چلائیں۔ تقریر ختم ہوتے ہی تمام لوگ

جماعتوں میں بٹ گئے اور جماعت کے مبلغین ہر خطہ اور ہر ملک کے لوگوں کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دیتے۔ فارسی، عربی، انگریزی، فرانسیسی، جرمنی اور پشتو، سندھی، بلوچی، غرض کہ دنیا کی تقریباً ہر زبان میں تبلیغ و تعلیم ہوئی۔ محتاط اندازہ کے مطابق پانچ لاکھ سے زائد افراد نے اجتماع میں شرکت کی۔

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ لوگوں کی اتنی بڑی تعداد کے باوجود پولیس کے انتظام کے بغیر لوگوں نے انتہائی نظم و ضبط کا مظاہرہ کیا اور کسی قسم کی کوئی بدنظمی پیدا نہیں ہوئی۔ [1]

۹ ذی قعدہ، ۲۳ر اکتوبر اتوار میں اجتماع کی دعا ہوکر جماعتیں رخصت ہوئیں۔

مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اپنی والدہ ماجدہ مرحومہ اور مرکز کے احباب و مقیمین کو اس اجتماع کی کارگذاری اور تفصیلات وغیرہ اپنے ایک مکتوب میں اس طرح تحریر کرتے ہیں:

"والد صاحب مدظلہ کی طبیعت پہلے کی بہ نسبت اب بہتر ہے، ضعف و نقاہت بدستور ہے، ضعف کی وجہ سے اور ہجوم اور مصافحوں کے ڈر کی وجہ سے باہر نہیں جا سکے، اس لیے اندر کمرے ہی میں مستقل قیام ہے، نمازوں کے لیے باہر برآمدے میں اور عصر کے بعد بھی برآمدے میں تشریف رکھتے ہیں۔ بھائی شاہد کو بھی میں اصرار کر رہا ہوں کہ تم بھی اپنا (سفر حجاز) طے کرالو، چاہے تین ماہ کے بعد ہمارے ساتھ واپس آجائیو۔ باقی وہ فرمارہے ہیں کہ جی تو بہت چاہتا ہے مگر ہمت حضرت شیخ سے کہنے کی نہیں پڑتی۔ میں نے کہا ڈرنے کی کوئی بات نہیں، زیادہ سے زیادہ ایک تھپڑ ماریں گے تو کھا لیجیو، اور اگر تمہارے ایک دو مرتبہ کے اصرار کے بعد شیخ راضی ہو جائیں تو کیا ہی کہنا، مگر وہ ہمت نہیں فرمارہے ہیں جس کا ان کو اور مجھ کو بہت ہی رنج ہے۔" [2]

---

[1] روزنامہ نوائے وقت لاہور (۲۴ر اکتوبر ۱۹۷۷ء)۔

[2] اس سفر میں احقر کے متعلق حضرت شیخ نے یہ طے فرما دیا تھا کہ پاکستان سے ہندوستان واپس آجانا، حرمین شریفین مت جانا، یہاں مکتوب میں اسی کا تذکرہ ہے۔

رائے ونڈ کے اجتماع میں اس مرتبہ ہر مرتبہ سے بہت زیادہ مجمع بتایا جاتا ہے۔ یہاں والوں کا اندازہ ڈیڑھ لاکھ کا ہے اور اخبار، ریڈیو والوں کا اندازہ پانچ چھ لاکھ کا ہے۔

اتوار کے دن بارہ بج کر چالیس منٹ پر جلسہ کی دعا ختم ہوئی پھر قاضی صاحب اور مولانا محمد عمر صاحب نے جماعتوں سے مصافحے کیے، ظہر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ظہر کے بعد اور پھر عصر تک جماعتوں کی روانگی کے مصافحے ہوتے رہے تقریباً تیس جماعتیں تین چلہ کی اور ایک سو پینتیس ۱۳۵ جماعتیں ایک چلہ کی اور چلہ سے کم اوقات کی بہت سی جماعتیں روانہ ہوئیں۔ سب کی تعداد تقریباً ۳۵۰ کے لگ بھگ تھی۔ مجمع تو اسی دن شام تک بہت سا نکل گیا تھا۔ کل پیر کو سارا نکل گیا اور آج منگل کے دن تو شامیانے وغیرہ سب اتر گئے اور بالکل ایسا چٹیل میدان ہو گیا کہ دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا ہے کہ یہ جگہ پرسوں ایسی تھی کہ اس میں تل دھرنے کو بھی جگہ نہیں تھی۔"

(اقتباس مکتوب مولانا زبیر الحسن محررہ ۲۵ ر اکتوبر ۱۹۷۶ء از رائے ونڈ لاہور)

رائے ونڈ میں جماعتی مشوروں کی غرض سے دو یوم قیام کے بعد ۱۲ ر ذی قعدہ ۶ ر اکتوبر بدھ میں یہ قافلہ کراچی روانہ ہوا، اور پانچ یوم یہاں قیام کے بعد سولہ ذی قعدہ مطابق ۱۰ ر اکتوبر بروز اتوار صبح ساڑھے دس بجے کراچی سے جدہ کے لیے روانگی عمل میں آئی۔

راقم سطور جو اس سفر میں حضرت شیخ رح کے ہمراہ تھا کراچی سے ہندوستان واپس آگیا۔

اجتماع رائے ونڈ منعقدہ ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ

۱۰ ر ۱۱ ر ۱۲ ر ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۳ ر ۱۴ ر ۱۵ ر اکتوبر ۱۹۷۸ء جمعہ شنبہ یک شنبہ میں رائے ونڈ کا یہ سالانہ اجلاس منعقد ہوا، اس میں شرکت کے لیے حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب ۷ ر ذیقعدہ ۱۰ ر اکتوبر منگل کی شام میں بذریعہ فرنٹیر میل دہلی سے امرتسر کے لیے روانہ ہوئے۔ مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری، مولانا محمد طلحہ صاحب، مولانا محمد زبیر صاحب اور راقم سطور محمد شاہد ـــــــــــ بھی اس قافلہ کے شرکاء میں تھے۔

۸ ذی قعدہ کی صبح میں امرتسر سے بذریعہ کار روانہ ہوکر ہندوستانی و پاکستانی حدود پر قانونی مراحل کی تکمیل کے بعد دس بجے پاکستان میں داخل ہوئے، بڑا مجمع حضرت مولانا کے استقبال کے لیے موجود تھا۔ دعا کے بعد ناشتہ سے فراغت پر الحاج غلام دستگیر صاحب کے مکان پر پہونچے، کھانا کھا کر آرام کیا۔ اور بعد عصر رائے ونڈ روانہ ہو گئے اور پھر مرکز میں ایک روزہ قیام کے بعد اجتماع گاہ منتقل ہو گئے۔ دس ذی قعدہ جمعہ سے اجتماع کا آغاز ہوگیا' نماز جمعہ کی امامت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے کی؛ بعد نماز جمعہ مولانا محمد اسلم صاحب نے اور بعد مغرب مولانا محمد عمر صاحب نے بیان کیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا کے بیان پر یہ پہلی نشست ختم ہوئی۔

دوسرے دن بعد نماز فجر مولانا محمد احمد صاحب کا عمومی مجلس میں اور مولانا مفتی زین العابدین صاحب کا علماء میں، جناب منشی بشیر احمد صاحب مرحوم کا اہل میوات میں، اور میاں جی محراب صاحب کا قدماء میں بیان ہوا۔ بعد نماز عصر حضرت مولانا نے مجلس نکاح میں نکاحوں کی دینی و شرعی اہمیت اور اس میں سادگی اور اتباع سنت پر تقریر فرماکر کثیر تعداد میں ایجاب و قبول کرائے۔

اجتماع کے تیسرے دن مولانا محمد عمر صاحب کی ہدایات کے بعد حضرت مولانا کا آخری اور اختتامی بیان ہوکر دعا ہوئی۔ اور پھر جماعتوں سے مصافحہ ہوا۔ ۱۴ ذی قعدہ میں اجتماع گاہ سے مرکز رائے ونڈ منتقل ہوئے اور متواتر بیس ذی قعدہ تک یہیں قیام رہا۔ اس عرصہ میں ملکوں اور علاقوں کی کارگذاریاں اور ان کے مسائل پر غور و خوض اور ان کے حل کرنے میں مشغولیت رہی۔

۲۱ ذی قعدہ (۲۴ اکتوبر منگل) کی صبح میں جنرل حق نواز صاحب الحاج بھائی محمد افضل صاحب اور جناب الحاج غلام دستگیر صاحب کے یہاں تھوڑی دیر ٹھہرتے ہوئے کاروں کے ذریعہ ہندوستانی سرحد تک آئے اور پھر امرتسر سے بذریعہ فرنٹیر میل روانہ ہوکر ۲۲ ذی قعدہ کی صبح میں دہلی پہونچے۔ مولانا محمد طلحہ صاحب اور راقم الحروف راستہ میں سہارنپور اتر گئے تھے۔

روزنامہ مشرق لاہور اور روزنامہ امروز لاہور اس اجتماع کا آنکھوں دیکھا حال اور انتظامی امور سے متعلق اپنی تفصیلی معلومات اس طرح لکھتے ہیں:

"تبلیغی اجتماعات کی اٹھائیس سالہ تاریخ میں اس سال کا یہ اجتماع منفرد اہمیت کا حامل ہے کیوں کہ وسیع و عریض تبلیغی مرکز کو چھوڑ کر اس دفعہ یہ اجتماع تبلیغی مرکز سے تقریباً ڈیڑھ میل شمال کی طرف ایک بہت بڑے کھلے میدان میں منعقد ہو رہا ہے. تبلیغی مرکز سے اجتماع کے پنڈال تک لاہور نیاز بیگ رائے ونڈ روڈ پر بھٹہ عبدالملک کے سامنے روہی نالہ کے دونوں کناروں پر، ملتان روڈ سے براستہ رائے ونڈ بھائیکوٹ روڈ پر اور سندر روڈ سے براستہ بھائیکوٹ روڈ روہی نالہ کے کناروں پر نئے تبلیغی پنڈال تک پہونچنے کے لیے سڑکیں تعمیر کی گئی ہیں. اور ان راستوں کو آمد و رفت بنانے کے لیے دو ماہ سے کام شروع ہے۔ ان راستوں کو بے شمار افراد رضا کارانہ طور پر کئی دنوں سے ٹھیک کر رہے ہیں تاکہ ٹرکوں، لاریوں کاروں اور موٹروں پر آنے والے ہزاروں افراد آسانی کے ساتھ پنڈال تک پہونچ سکیں. ان نئے راستوں پر عارضی بورڈ اور رہنما افراد کی تقرری شرکا، کی سہولت کے پیش نظر کی گئی ہے. روہی نالہ کے دونوں نالوں کو آمد و رفت کے لیے علیحدہ علیحدہ استعمال کیا جائے گا .... نئے تبلیغی پنڈال میں ان تین ایام کے لیے ایک بجلی کا ٹرانسفارمر، جنریٹر، آٹھ ٹیوب ویل، بیت الخلا، غسل خانے، وضو گاہیں اور شرکا، اجتماع کے لیے آٹھ کھانے کے ہوٹل بنائے گئے ہیں. پنڈال کے چاروں طرف ہلکی اور بھاری گاڑیاں کھڑی کرنے کے لیے علیحدہ جگہ بنائی گئی ہے.

اس سال تبلیغی اجتماع کے لیے جو وسیع و عریض میدان منتخب کیا گیا ہے وہ تبلیغی مرکز کی عمارت سے ایک میل اور شہر سے ڈیڑھ میل دور ہے، ایک مربع میل رقبہ پر پھیلے ہوئے اس میدان کی آراضی مختلف افراد نے رضا کارانہ طور پر دی ہے۔ اس میدان میں سایہ کرنے کے لیے تیرہ ہزار بانس نصب کیے گئے ہیں جن پر شامیانے لگانے کے بجائے ڈیڑھ لاکھ گز عام کپڑا تان دیا گیا ہے۔ ہر بانس دوسرے بانس سے پندرہ فٹ کے فاصلہ پر ہے، مبلغین کے وضو کرنے کے لیے دو ہزار سے زائد ٹونٹیاں اور تین ہزار لوٹے فراہم کرنے کے علاوہ

شفاف پانی کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے لیے اجتماع گاہ کے چاروں طرف نالیاں کھود کر ان میں ہزاروں گز لمبی پلاسٹک سیٹیں استعمال کی گئی ہیں تاکہ پانی گدلا نہ ہو، پانی کی فراہمی کے لیے اجتماع گاہ کے قرب و جوار کے زمینداروں نے اپنے ٹیوب ویل دن رات چلانے کا اہتمام کیا ہے۔ اس کے علاوہ تبلیغی مرکز کی انتظامیہ نے بھی مختلف مقامات پر دس ٹیوب ویل نصب کیے ہیں جو پانی کی فراہمی کے لیے شب و روز چلتے رہیں گے۔

اجتماع گاہ کے ارد گرد مبلغین کی سہولت کے لیے پردے والے ایک ہزار بیت الخلاء اور چار سو غسل خانے بنائے گئے ہیں، مبلغین کے کھانے پینے کے لیے مفت لنگر کے علاوہ اپنی مدد آپ کے تحت چھ ہوٹل بھی کھولے گئے ہیں جو نہ منافع نہ نقصان کے اصول پر مبلغین کو کھانا فراہم کریں گے، بیرونی ممالک سے آنے والے مبلغین کو کھانے کی فراہمی کا خاص اہتمام الگ کیا گیا ہے۔

محکمہ بجلی نے اجتماع گاہ میں بجلی کی فراہمی کے لیے ساڑھے چار میل لمبی لائن ہنگامی بنیادوں پر نصب کی ہے "

مولانا محمد احسان الحق صاحب (مقیم مرکز رائے ونڈ) نے اس موقع پر بھی اپنے قدیم معمول کے مطابق حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو اجتماع کی تفصیلات پر مشتمل ایک مکتوب مدینہ منورہ ارسال کیا تھا۔ حضرت شیخ رحؒ کی امانت کے طور پر آج تک یہ مکتوب ہمارے ذخیرۂ نوادرات میں محفوظ تھا اور اب اس کو سوانح میں شامل کیا جاتا ہے:

"مخدومی، مطاعی، سیدی حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب

دامت برکاتہم العالی وفیوضہم السامیہ! ——— بعد سلام مسنون

امید ہے کہ میرا خط مل گیا ہوگا۔ حضرت جی بمع رفقاء (کل ۱۳ نفر) اور مولوی طلحہ و مولوی شاہد بدھ ۱۱ اکتوبر کو ظہر سے قبل لاہور پہونچے اور مغرب میں رائیونڈ بخیر و عافیت تشریف لائے۔ بھاگ دوڑ کر کے اجتماع کی تیاریاں مکمل ہو گئیں اور جمعرات ۱۲ اکتوبر کو عصر کے بعد مدرسہ سے اجتماع کے میدان میں منتقل ہوئے۔

سات سو بائیس فٹ چوڑا اور تیرہ سو پچاس فٹ لمبا پنڈال تیار کیا گیا تھا جس میں لاکھ سے زیادہ آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں اور دو لاکھ سے زیادہ بیٹھ کر بیان سن سکتے ہیں اور چاروں طرف آٹھ آٹھ سو فٹ خالی جگہ وضو استنجا، سواریاں کھڑی کرنے کے لیے چھوڑی گئی، شمال کی جانب عرب حضرات، خواص اور حضرت جی اور ان کے رفقاء کے لیے شامیانے لگائے گئے بجلی، پانی، لاوڈ اسپیکر کا سارا انتظام بحمد للہ مکمل ہو گیا۔ بازار والے پنڈال سے تقریباً فرلانگ سے زیادہ دور تھے مختلف علاقوں کے احباب کو کہا گیا کہ تم مناسب دام پر کھانا، چائے مہیا کرو، چنانچہ چھ ہوٹل ایسے بڑے بڑے لگائے گئے جس میں ۵ سو سے ہزار تک آدمی بیک وقت کھانا کھا سکیں، اس دفعہ پہلی مرتبہ اجتماعی کھانا بند کیا گیا لاہور والے تبلیغی حضرات کو اس دفعہ اجتماع کی تیاری کا ذمہ دار بنایا گیا جسے بحمد للہ انھوں نے خوب نبھایا۔ سرکاری ذمہ دار افسران کمشنر ڈپٹی، کمشنر اسسٹنٹ کمشنر پولیس کے افسران نے خود آکر کہا کہ اجتماع کی تیاری میں ہمیں بھی حصہ ڈالنے دیں۔ اور بعض ذمہ دار افسران اپنے عملہ سمیت تین دن مستقل اجتماع میں رہے۔ رائے ونڈ اور آس پاس کے زمینداروں نے بھی اپنا تعاون پیش کیا۔ یہ پہلی مرتبہ ہوا تھا ــــ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جناب کی خصوصی دعا، توجہات کی برکت سے بخیر و خوبی اجتماع مکمل ہو گیا، اور پونے پانچ سو جماعتوں میں ۷ ہزار افراد اللہ کی راہ میں نکل گئے۔ تینوں دن مغرب کے بعد مولانا محمد عمر صاحب کا بیان ہوا، ہدایات بھی انھوں نے دیں، ایک بیان ان کا خواص میں ہوا۔ حضرت جی نے ایک روز عصر کے بعد نکاح پڑھائے۔ ایک روز مولانا محمد عمر صاحب کے بیان کے بعد سوا گھنٹہ بیان فرمایا۔ ۳۵ منٹ کی ہدایات دیں اور بہت رقت آمیز ۴۵ منٹ کی دعا کروائی۔ ماشاء اللہ حضرت جی کی طبیعت خوب ہشاش بشاش اور خوب کھلی ہوئی ہے۔ نہ اتنا لمبا بیان ان کا اس سے پہلے سنا اور نہ اتنی لمبی دعا۔ مولانا محمد احمد صاحب، میاں جی محراب کے فجر کے بعد بیان ہوئے۔ ظہر کے

بعد ایک دن مولانا اسلم صاحب کا بیان ہوا، اور ایک دن عرب صاحب کا بیان ہوا مفتی صاحب کا علماء میں بھی بیان ہوا، مولانا محمد عمر صاحب کا عربوں میں کسی قسم کی کوئی ناخوشگوار بات بفضلہ پیش نہیں آئی۔ انتہائی امن وامان سے پورا ہوگیا ہمارے اجتماع کی اخبارات والے دس لاکھ کی تعداد بتارہے ہیں لیکن اپنے حضرات کا اندازہ ۳ر لاکھ کی حاضری کا ہے۔ ۲۵ ملکوں سے چار سو سے زائد حضرات تشریف لائے اور چودہ جماعتوں میں اللہ کی راہ میں گئے۔ جمعہ مولانا زبیر صاحب نے اپنے خاص انداز میں پڑھایا، اجتماع بخیر وخوبی پورا ہوا، تو بوجھ سر سے اترا، سندھ کے ایک مہمان کا جمعہ کی دوسری رکعت میں انتقال ہوا، اور اس کے ورثاء کی طلب پر اسے اس کے وطن بھیجنا پڑا، ہزاروں بسوں، کاروں اور سواریوں کی آمد ورفت بھی بخیر وخوبی ہوگئی، ان کا نظم کرنے کے لیے پولیس کے افراد بھی کافی متعین تھے حسب معمول نہ رکنے والی ریل گاڑیاں بھی یہاں ایام اجتماع میں رکتی رہیں۔ موسم بھی اچھا رہا البتہ رات کو آخر شب میں سردی زیادہ ہوجاتی تھی، الحمد للہ الذی بنعمته تتم الصالحات اللهم لك الحمد كله ولك الشكر كله بيدك الخير كله۔"

(مکتوب محررہ ۱۸ر اکتوبر ۱۹۷۸ء)

رائے ونڈ کے اس اجتماع کے موقع پر حضرت شیخؒ مدینہ منورہ قیام فرما تھے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی خواہش تھی کہ آں مخدوم بھی اس اجتماع میں تشریف لائیں۔ چنانچہ ۲۴ر جولائی ۱۹۷۸ء کے تحریر کردہ مکتوب میں آپ نے آں مخدوم سے اپنی اس خواہش کا اظہار اس طرح فرمایا:

"بھائی عبد الوہاب کے یہاں اجتماع میں جانے سے ان حضرات کی بہت تسلی اور دل بستگی ہوجائے گی اور ان کے اجتماع میں جان پڑجاوے گی، اگر قانون کے خلاف نہ ہو اور کوئی صورت جانے کی نکل آوے تو انشاء اللہ دین کے فائدے کی توقع ہے۔"

اجتماع رائے ونڈ منعقدہ ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ

۵، ۶، ۷ ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۸، ۲۹، ۳۰ ستمبر ۱۹۷۹ء جمعہ، شنبہ، یکشنبہ اس سال کے ہونے والے اجتماع کی تواریخ تھیں۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ ۲۹ شوال (۲۲ ستمبر ہفتہ) میں دہلی تشریف لے گئے اور وہاں سے ۳، ذی قعدہ ۲۶ ستمبر بدھ کے روز حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی معیت میں انڈین ایئر لائن کے طیارہ سے لاہور روانہ ہوئے۔ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب دہلی سے رائے ونڈ تک سرگذشت سفر اپنی یادداشت میں اس طرح تحریر کرتے ہیں،

"۴ بجے نظام الدین سے روانہ ہوکر ایئر پورٹ پر پڑے۔ مجمع کے ساتھ نماز عصر پڑھی، اور جملہ مراحل سے بآسانی فراغت کے بعد ۶ بجے طیارہ میں سوار ہوئے ساڑھے چھ بجے طیارہ نے پرواز کی اور سات بجے لاہور ایئر پورٹ پر اترا، طیارہ ہی کے پاس نماز مغرب پڑھی اور حضرت جی مدظلہ مع مولانا محمد عمر صاحب و زبیر بھائی غلام دستگیر صاحب کی گاڑی میں اور حضرت شیخ مدظلہٗ مع شاہد، ابوالحسن بھائی افضل صاحب کی گاڑی میں لاہور سے رائے ونڈ کے لیے روانہ ہوئے عشاء سے قبل رائے ونڈ پہونچے، اول وقت عشاء پڑھ کر آرام کیا۔ اگلے دن ۴ ذیقعدہ میں بعد مغرب مولانا محمد عمر صاحب کا جلسہ گاہ میں بیان ہوا۔ حضرت جی مدظلہٗ، زبیر وغیرہ عشاء کے بعد جلسہ گاہ منتقل ہوئے۔ حضرت شیخ مدظلہٗ اپنی بیماری و معذوری کی بنا پر مدرسہ ہی میں رہے"

اجتماع کے پہلے دن بعد نماز فجر مولانا مفتی زین العابدین صاحب کا بیان ہوا۔ نماز جمعہ کی امامت مولانا محمد زبیر صاحب نے کی، بعد نماز عصر قاضی عبدالقادر صاحب نے ذکر کے فضائل بیان کیے مغرب کی نماز کے بعد عمومی مجمع میں حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کا تفصیلی بیان تقریباً دو گھنٹے ہوا۔ اجتماع کے دوسرے دن مختلف مجلسوں میں مولانا محمد احمد صاحب بہاولپوری، مولانا محمد سلیم صاحب، مولانا محمد عمر صاحب، مولانا احمد لاٹ صاحب کے بیانات ہوئے۔ آج کے دن حضرت مولانا کا ایک بیان پرانے کارکنوں میں اور دوسرا بیان بعد نماز عصر مجلس نکاح میں ہوا تیسرے دن مولانا محمد عمر صاحب کی ہدایات اور حضرت مولانا کی طویل رقت آمیز دعا پر اجتماع ختم ہوا۔

اس اجتماع سے یورپ، افریقہ اور عرب ممالک کے چھبیس ملکوں میں چھبیس جماعتیں بھیجی گئی۔ جن میں دوسو پندرہ افراد تھے۔ اس کے علاوہ چار سو تیرہ جماعتیں اندرون ملک روانہ ہوئیں۔ اجتماع سے فراغت پر حضرت مولانا نے ذیل کا تفصیلی مکتوب اپنی صاحبزادی دوالدہ سید محمد صالح سلمہٗ، کو رائے ونڈ سے تحریر فرمایا۔ اس مکتوب سے بھی اجتماع اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق مزید معلومات ملتی ہیں:

"برخورداری صادقہ وصدیقہ سلمہا اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمدللہ ہم خیریت سے پہونچ گئے، عصر کی نماز دہلی کے ہوائی اڈہ پر پڑھی اور مغرب کی لاہور کے، چالیس منٹ میں لاہور کے ہوائی اڈہ پر پہونچ گئے اور وہاں سے سیدھے رائے ونڈ چلے گئے۔ جمعرات کے روز ظہر کے بعد حضرت شیخ کی طبیعت ناساز ہوئی۔ جہاز میں اور راستہ میں الحمدللہ بہت بشاش رہے لیکن عشاء کے وقت سنبھلی بندہ تو مع اپنے رفقاء کے عشاء کے بعد جلسہ گاہ میں چلا گیا، شیخ ابا مع اپنے ساتھیوں کے رائے ونڈ کے مدرسہ ہی میں مقیم رہے، اگلے روز جمعہ کو ہمارا اجتماع تھا جمعہ کی نماز عزیز زبیر سلمہٗ نے پڑھائی۔ مغرب کے بعد بندہ کا بیان ہوا، اس میں تھوڑی دیر پونے گھنٹہ کے لیے شیخ اباجی تشریف لائے اور پھر واپس اپنی قیام گاہ مدرسہ رائے ونڈ تشریف لے گئے۔ اگلے روز پھر مغرب کے بعد پونے گھنٹہ جلسہ میں تشریف لائے تیسرے روز گیارہ بجے بندہ کی قیام گاہ پر خیمہ میں تشریف لائے اور پانچ بجے تک تشریف فرما رہے وہاں پر ہی آواز پہنچانے کا انتظام کیا گیا، بہت خوش اور ہشاش بشاش رہے، دعا میں اور پورے بیان میں شریک رہے، ہفتہ کے روز سہارنپور سے سلمان اور محمد بھی پہونچ گئے آج عورتوں کی جماعت رائے ونڈ آئی ہوئی ہے۔ بابو ایاز رحمانی کو لانے کے لیے گئے ہیں وہ بھی رائے ونڈ آرہی ہے۔ رحمانی بھی جماعت کے ساتھ ایک روز رہے گی پھر واپس لاہور چلی جائے گی، ابوالحسن کی بیوی ہوائی اڈہ سے ہی اپنے رشتہ داروں

کے ساتھ چلی گئی تھی، صالح سے کہہ دینا کہ ابا جی پیٹ میں بیٹھ کر اُوں اُوں اور جہاز
میں بیٹھ کر نانے ابا کے ساتھ خدائے پاک کے گھر سب کے لیے دعا کرنے جا رہے
ہیں۔ سب کی خدمات میں سلام مسنون۔ والسلام
محمد انعام الحسن غفرلہٗ دوشنبہ یکم اکتوبر ۱۹۷۹ء"

اجتماع سے فراغ پر تین دن رائے ونڈ میں قیام کے بعد گیارہ ذی قعدہ (۴؍ اکتوبر بدھ) میں تمام حضرات کراچی تشریف لائے اور یہاں سے ۱۳؍ ذی قعدہ، ۶؍ اکتوبر میں جدہ کے لیے روانگی ہوئی دورانِ پرواز جہاز میں کچھ خرابی پیدا ہوئی جس کی وجہ سے اس کو دوبارہ کراچی ایرپورٹ اترنا پڑا، اور تقریباً چار گھنٹے بعد دوبارہ جدہ کے لیے روانہ ہوا۔ حج سے فراغت کے بعد ۱۷؍ محرم ۱۴۰۰ھ (۸؍ دسمبر ۱۹۷۹ء) میں دہلی تشریف آوری ہوئی۔

اجتماع رائے ونڈ منعقدہ ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ

۱۵، ۱۶، ۱۷؍ ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۶؍ ۲۷، ۲۵؍ ستمبر ۱۹۸۰ء جمعہ، بار، اتوار میں۔

اسال کا اجتماع رائے ونڈ سے متصل کھلے میدان میں منعقد ہوا۔ حضرت مولانا اور ان کی معیت میں مولانا محمد عمر صاحب، مولانا زبیر صاحب اور الحاج حافظ کرامت اللہ صاحب ۱۳؍ ذی قعدہ (۲۴ ستمبر) میں بذریعہ طیارہ لاہور روانہ ہوئے۔ مرکز کے دیگر مقیم حضرات میانجی محراب صاحب منشی بشیر احمد صاحب، قاری ظہیر احمد صاحب، مولانا ابراہیم صاحب، الحاج سلیمان ممایا، مولوی احمد مرٹھی، میواتی، ایک دن قبل بذریعہ فرنٹیر میل روانہ ہو گئے تھے، لاہور پہونچ کر جناب الحاج ڈاکٹر منیر صاحب کے مکان پر آرام کیا اور وہاں سے الحاج غلام دستگیر صاحب کے مکان پر تھوڑی دیر قیام کے بعد نماز مغرب ان کے مکان پر ادا کر کے رائے ونڈ تشریف لے گئے۔ جمعرات (۱۴؍ ذلیقعدہ) میں جلسہ گاہ منتقل ہوئے

اجتماع کے پہلے دن جناب قاری ظہیر صاحب، مولانا محمد عمر صاحب، مولانا محمد اسلم صاحب کے بیانات ہوئے۔ نماز جمعہ کی امامت مولانا زبیر الحسن صاحب نے کی۔ نیز نماز عصر کے بعد ذکر کے فضائل اور ترغیب پر بھی موصوف نے بیان کیا۔

اجتماع کے اس پہلے دن بعد نماز مغرب حضرت مولانا کا تقریباً دو گھنٹے بیان ہوا

اس بیان میں آپ نے امت محمدیہ مرحومہ کو اس کا فرض منصبی یاد دلا کر صحیح اور سچی انسانیت کو کھول کھول کر بیان فرمایا، اپنے حقوق کو معاف کر کے دوسرے کے حقوق کی ادائیگی اور خواہشات نفسانیہ کو ترک کر کے احکام خداوندیہ کے عمل پر زور دیا۔ اور حضرات صحابہ کرام کے واقعات سے دلوں کو گرمایا۔

حضرت مولانا کا یہ بیان اس دور کا ہے جس میں آپ دو دو گھنٹے جم کر بھرپور طریقہ سے دعوت و تبلیغ کے موضوع پر بیان فرماتے اور پورے جوش ایمانی کے ساتھ امت کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلاتے تھے۔

(حضرت مولانا کا یہ پورا بیان ماہنامہ البنوریہ کراچی (حضرت جی نمبر) میں شائع ہو چکا یہاں اس کے ایک اقتباس پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

"بھائی دوستو، بزرگو! ہمیں اپنی فکر کرنی چاہیئے کہ ہم اپنی بندگی سے نکل کر خدا کے بندے بنیں اور خدا کے بندے بننے میں یہ نہیں کہ خدائے پاک نے ہماری اپنی زندگی کی ضرورتیں ان کو توڑا ہو یا ان کو پورا کرنے سے خدائے پاک نے منع فرمایا ہو نہیں، ان کو بھی پورا کرنا ہے لیکن خدا کے حکم کے مطابق ان چیزوں کا ان ضرورتوں کا پورا کرنا یہ بھی ہمارے لیے خدا کے یہاں سے دلوانے والا خدا کو راضی کرنے والا عمل بن جاتا ہے۔ لیکن آج ہم اپنے نفس کے ایسے بندے بنے ہوئے ہیں کہ ہم اگر خدا کا حکم بھی کوئی پورا کرتے ہیں، تو اس کے اندر بھی نفس کا شائبہ ہوتا ہے، اس کے اندر بھی کسی کی کوئی خواہش ملی ہوتی ہے جتنی ہم کوشش کریں گے اپنے آپ کو احکامات پر لانے کی، پھر اس کی ——————

کوشش کریں کہ خدا کے حکم کو اس واسطے پورا کر رہے ہوں کہ خدا کا حکم ہے، اس کو اس واسطے نہ پورا کر رہے ہوں کہ میرا جی چاہتا ہے، یا جی کی خواہش کی اس کے اندر کوئی آمیزش ہو، بلکہ خدا کا حکم پورا کیا جا رہا ہو اس واسطے کہ خدا نے حکم دیا ہے۔ جب یہ جذبات آئیں گے جب ہماری زندگی

ہوگی تو خدا کی رحمت، خدا کی تائید شامل حال ہوگی۔ پھر یہ انسان دنیا کے اندر بھی چمکے گا اور موت کے بعد کی زندگی کے اندر بھی خدائے پاک اس کو بلند درجات مرحمت فرمائیں گے، لیکن اس تھوڑی سی زندگی کے اندر جو ختم ہونے ہی کے لیے ہے اس میں اگر یہ اپنے آپ کو پابند بنا کر اپنے آپ کو خدا کے حکم کا تابع بنا کر جائے گا تو انشاء اللہ خوش خوش جائے گا اور وہاں پر ایسے مقام پر جائے گا جس سے خدا راضی ہوتے ہیں جہاں پر خدا کی رضا کی دولت اسے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے لیے خدائے پاک نے اس زمانہ کے اندر یہ آسان سی صورت اور آسان سی ترکیب دی ہے کہ ہر آدمی اپنے اپنے مشغلوں میں رہتے ہوئے اپنے آپ کو حکم خداوندی پر ڈالنے کے لیے اپنے اس مشغلہ سے نکلے اور نکل کر چار چار مہینے لگا کر اس کی عادت ڈالے کہ خدا کے حکموں پر چلنے کا جذبہ میرے اندر آجائے اور میں اپنے نفس کے کہے پر چلنے کے بجائے حکموں پر چلنے والا انسان بن جاؤں، یہ جماعتوں میں نکلنا اسی واسطے ہے کہ ہمارے اندر اعمال کی رغبت، ہمارے اندر اعمال کا شوق، ہمارے اندر ایمانی صفات کو اپنانے کی فکر آجائے جس کے اندر یہ صفات آجائیں جس کے اندر یہ جتنے بھی اعمال آجائیں اللہ کے یہاں اس کی اتنی قیمت بن جائے گی، ورنہ تو بھائی جب موت آئے گی تو پتہ چلے گا کہ ہم خالی ہاتھ ہیں۔ ڈرنے کا وقت یہ تھوڑا سا وقت ہے موت تک کا وقت ڈرنے کا ہے اس کے اندر جو کرلے گا وہ پائے گا جو نہیں کرے گا وہ کسی کا ساتھ دینے والا نہیں ہے، وقت گذر جائے گا، وقت گذرے گا تو پھر پچھتائے گا، لیکن یہ پچھتانا کوئی کام نہیں آئے گا۔ اس واسطے عرض کرتے ہیں کہ بھائی اپنی زندگی میں چار چار مہینے کا ایسا پھیر ڈالو کہ جس کے اندر ہمارے یہ جذبات بنتے رہیں اور آٹھ مہینے اپنے اعمال کرو جو جس کا عمل ہو حاکم کی حکومت

ہو، تاجر کی تجارت ہو، زارع کی زراعت ہو، مزدوروں کی مزدوری ہو، کاری گر کی کاریگری ہو، تو آٹھ مہینے انھیں کرو، لیکن اس طریقے سے کہ اس کے اندر بھی خدا ہی کا حکم پورا ہو رہا ہو۔ اس کے اندر خدا کا حکم نہ ٹوٹ رہا ہو، تو پھر ہماری ان شعبوں کے اندر بھی خدا کی اطاعت شامل ہوگی۔

میرے عزیزو اور دوستو! اللہ جل شانہ وعم نوالہٗ نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس لیے بھیجا ہے کہ اپنے بندوں کو، اپنی مخلوق کو یہ سمجھا دیں کہ تم خدا کے بندے بنو، چیزوں کے پیچھے مت چلو تم اعمال کو آگے رکھ اعمال کو اپنا کر چلو، تم نیکیوں کو اپناؤ۔ نیکیوں کو اپناؤ گے تو خدا کے یہاں تمہاری قیمت ہوگی۔ دنیا کے اندر بھی سربلند رہو گے اور آخرت کے اندر بھی سربلند رہو گے اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو پھر بھائی دنیا کی زندگی یہ بھی پریشانی کے ساتھ گذرے گی اور آخرت کی زندگی اس کے اندر بھی حیرانی رہے گی۔ یہ ساری نقل و حرکت یہ ساری چلت پھرت، یہ ساری آمد و رفت یہ گھروں کو نکلنا، جماعتوں میں جانا یہ اس واسطے ہے کہ ہمارے اندر جذبات اور خواہشات کی جو رو ہے جس کے پیچھے ہم بہے چلے جا رہے ہیں ہمارے اندر سے یہ رو نکل کر اعمال کی رو اور ایمان کی کشش اور ایمان کی فکر پیدا ہو جائے، جونسے علاقہ کے اندر یہ صورت ظاہر ہوگی کہ ایمان ہوں اعمال ہوں خواہشات نفسانی اس سے نکلے ہوئے ہوں تو دنیا کے اندر بھی خدا اس کو بلند فرمائیں گے اور مرنے کے بعد بھی خدائے پاک اس کو بلند فرمائیں گے۔ آج جو ہمارے جذبات ہیں، خواہشات ہیں کہ ہمارا گھر ایسا ہو، ہمارے گھر میں ایسی چیزیں ہوں، اس کے بدلہ ہمارے جذبات یہ ہوں کہ ہم خدا کے حکموں پر چل رہے ہوں، ہم اپنی زندگی میں خدا کے بندے بن رہے ہوں، ایمان کی قدر ہو رہی ہو، ہمیں نیکیوں کے ذخیرہ کرنے کی فکر ہو رہی ہو، ہم چیزوں کے جوڑنے کے بجائے ہم اعمال کے

جمع کرنے والے ہو رہے ہوں۔ یہ جذبات ہمارے بن جاویں اور ہم اللہ کے سچے بندے بن جاویں۔ بس بھائی! اسی لیے یہ جماعتوں میں نکلنا ہے، جماعتوں میں نکل کر اپنے جذبات کا رخ بدلنا ہے، بجائے چیزوں کے بجائے خواہشات کے پورا کرنے کے ہم خدا کے احکامات کو پورا کرنے والے بن جاویں، خدا کے احکامات جہاں بھی پورے ہوں گے جب بھی وہ پورے کیے جاویں گے خدا کی مدد شامل حال ہو گی۔ اور جہاں بھی خدا کے احکامات توڑے جاویں گے وہاں پر حکم کے ٹوٹنے کی جو برکت ہے وہ ظاہر ہو گی جونسا چاہے شعبہ ہو، جونسا چاہے خطہ ہو جونسی چاہے زبان والے ہوں، وہاں پر اگر حکم خداوندی کو توڑا جا رہا ہے تو بھائی! اس کی بے برکتی ظاہر گی۔

ہمارے عزیزو اور دوستو! آج بھی اللہ کا یہ قانون ہے کہ جو آدمی اپنی زندگی گذارنے میں خدا کے حکموں پر چلے گا، خدا کو راضی کرے گا تو دنیا کی زندگی میں بھی خدائے پاک اس کے لیے برکت کے فیصلے فرمادیں گے، اور آخرت کے اندر بھی خدائے پاک اس کو کامیاب فرمادیں گے، اس کو نجات نصیب فرمادیں گے یہ ہر آدمی کا اپنا معاملہ ہے جو بھی اس راستے کو اختیار کرے گا اس کے اثرات اس کی خاصیتیں اس کے اوپر ظاہر ہوں گی۔ اب دو راستے ہیں ایک راستہ ہے احکامات کا' اعمال کا' اور ایک خواہشات کا' جی چاہی کا راستہ اس کی خدا کے قیمت نہیں ہے اور احکامات اور اعمال ایمانیہ اس راستے کی اللہ کے یہاں اتنی قیمت ہے کہ ایک ایک عمل دنیا اور دنیا کے اندر جتنی چیزیں ہیں ان سب سے زیادہ قیمتی ہے' ایک دنیا نہیں دس دنیا مل کر ایک عمل کے ایک حکم خداوندی کے برابر نہیں ہو سکتی' لیکن آج ہماری زندگی کا وطیرہ ہے آج ہماری زندگی کی جو ڈگر ہے وہ یہ کہ ہمارے ذہنوں میں اعمال کی قیمت نہیں رہی ہے بلکہ چیزوں کی قیمت جم گئی ہے۔

ے اجتماع کے دوسرے دن مولانا مفتی زین العابدین صاحب مولانا محمد عمر صاحب، مولانا ابراہیم صاحب اور میانجی محراب صاحب کے بیانات ہوئے۔ عصر کے بعد مجلس نکاح منعقد ہوئی جس میں حضرت مولانا نے نکاح کے عنوان پر تقریر فرما کر بڑی تعداد میں ایجاب و قبول کرائے۔

ے اجتماع کے تیسرے دن مولانا محمد عمر صاحب کی ہدایات کے بعد حضرت مولانا کا بیان ہوا اور پھر پچاس منٹ عربی وار دو میں دعا ہو کر اجتماع ختم ہوا۔ دعا میں محتاط اندازہ کے مطابق پانچ لاکھ کا مجمع تھا۔ اس اجتماع سے چار سو اٹھارہ جماعتیں تیار ہو کر نکلیں جن میں بیرون ملک کی پچیس جماعتیں بھی شامل ہیں۔ چالیس ممالک کے افراد اس اجتماع میں شامل تھے۔

اختتام اجتماع پر جو گرامی نامہ آپ نے رائیونڈ سے حضرت شیخ کو ارسال فرمایا اس کی چند سطور اجتماع سے متعلق اس طرح ہیں!

"کل یک شنبہ کو تین بجے الحمدللہ خدائے پاک کے فضل سے اجتماع سے فراغت ہو گئی۔ اللہ جل شانہ قبول فرمائے۔ مجمع کے اعتبار سے پہلے سال سے ڈیڑھ گنا زیادہ بتایا جا رہا ہے۔ اور بہت سکون و سکینہ خدائے پاک نے نازل فرمایا۔ حتیٰ کہ مخالفین کا بھی یہ قول بتایا گیا کہ گرمی اور ہجوم کے باوجود اتنا سکون خدا ہی کی مدد ہے۔ جلسہ گاہ کو جانے والی سڑک وہ بھی بیٹھ گئی تھی اور ٹریفک کا انتظام کرنے والے بار بار ٹھیک کرتے تھے۔ حتیٰ کہ آخر میں ایسی خراب ہوئی کہ وہ مایوس ہو گئے۔ لیکن اللہ جزائے خیر دے اپنے ساتھیوں کو کہ ان کی محنت سے راستہ گزرنے کے قابل ہو گیا جس پر ٹریفک والوں نے بھی یہی کہا کہ ان کے ساتھ خدا کی مدد ہے۔"[1]

۲۴ر ذی قعدہ (۵ر اکتوبر اتوار) تک رائے ونڈ میں قیام ہوا۔ ان ایام میں ملکوں کے مسائل پر مشورے ہوتے رہے اور وہاں سے آنے والے وفود کو ہدایات دی جاتی رہیں۔ حضرت مولانا اس قیام کے زمانہ میں روزانہ بعد عشاء کتاب حیات الصحابہ بھی مجمع میں پڑھتے رہے۔

۲۵ر ذی قعدہ (۶ر اکتوبر) میں آپ کی بذریعہ طیارہ دہلی تشریف آوری ہوئی۔

رائے ونڈ سے دہلی واپسی کی تفصیل مولانا محمد زبیر صاحب راقم الحروف کے نام اپنے ایک مکتوب میں اس طرح لکھتے ہیں:

---

[1] اقتباس مکتوب محررہ ۲۹ر ستمبر ۱۹۸۰ء از رائے ونڈ۔

"۱۰ر اکتوبر کی صبح کو ناشتہ کر کے بھائی افضل کی گاڑی میں رائے ونڈ سے لاہور آئے اور بھائی غلام دستگیر کی عیادت کی۔ ایک گھنٹہ یہاں ٹھہر کر حاجی احمد شاہ کے یہاں گئے اور ان کی بھی عیادت کی، جرنل حق نواز کے یہاں جاکر کھانا کھاکر آرام کیا، پونے دو بجے ظہر پڑھ کر ایرپورٹ کے لیے روانہ ہوئے۔ حضرت جی نے سب سے مصافحہ کیا، دعا ہوئی۔ ۴ بج کر ۱۰ منٹ پر پرواز کے بعد ۴۰ منٹ پر بخیریت دہلی ایرپورٹ پہونچے۔ نماز عصر وہیں کسٹم ہاؤس میں پڑھ کر مرکز نظام الدین آمد ہوئی"۔

(مکتوب محررہ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۸۰ء)

متعدد ذرائع سے جب اس اجتماع کی تفصیلات حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ تک پہونچیں۔ تو آپ نے اظہار مسرت و ادعیۂ صالحہ پر مشتمل ذیل کا خط حضرت مولانا کو تحریر فرمایا:

" مکرم محترم مولانا الحاج انعام الحسن صاحب!

سلام مسنون۔

آج ۲۶ر ذی قعدہ منگل کی نماز فجر میں پرچہ عبد الوحید کے بدست شدید انتظار میں ملا مژدہ بخیر رس سے مسرت ہوئی، اللہ تعالےٰ خوش وخرم صحت و قوت کے ساتھ تادیر زندہ وسلامت رکھے۔ اجتماع رائے ونڈ کی تفصیلات وہاں کے اخبار سے ایک صاحب سنا گئے تھے اللہ تعالےٰ ترقیات سے نوازے۔ ماشاء اللہ آپ حضرات ذرا سے وقت میں کئی کو نمٹا دیتے ہیں اور میں کئی دن میں بھی ایک کو نہیں نمٹا سکتا، کہیں جانے کے تصور سے دماغ گھوم جاتا ہے۔ اللہ جل شانہٗ آپ کے سفر بلکہ اسفار کو بہت ہی قبول فرمائے، ترقیات سے نوازے۔

زکریا مظاہر علوم سہارنپور

۲۶ر ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ"

پاکستان سے واپس نظام الدین پہونچ کر حضرت مولانا یکم ذی الحجہ کو حضرت شیخ کی خدمت میں سہارنپور تشریف لائے اور تیسرے روز مرکز واپس ہوئے۔

اجتماع رائے ونڈ منعقدہ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ

۱۸ر ۱۹ر ۲۰ر ذی قعدہ مطابق ۱۸ر ۱۹ر ۲۰ر ستمبر ۱۹۸۱ء جمعہ، شنبہ، یکشنبہ

میں امسال رائے ونڈ کا اجتماع منعقد ہوا جس میں شرکت کے لیے حضرت مولانا ۱۶ ذی قعدہ میں بذریعہ طیارہ پاکستان (لاہور) تشریف لے گئے۔ مولانا محمد عمر صاحب، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب وغیرہ اس قافلہ میں آپ کے ہمراہ تھے۔

اس اجتماع کے زمانہ میں ہندوستان کے مختلف اطراف میں قبولیت اسلام کی بادبہاری چل رہی تھی اور مختلف علاقوں کے لوگ دین برحق کی طرف آرہے تھے جس کی بنا پر یہاں ایک عجیب قسم کی بے چینی اور اضطراب پایا جارہا تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو اس صورت حال کی اطلاع دے کر اس سفر کے لیے دعا کی درخواست کرتے ہوئے ذیل کی سطور تحریر فرمائیں:

"آج کل یہاں پر اسلام میں داخلہ کی فضا چلی ہوئی ہے جس سے عمومی احزاب بوکھلائے ہوئے ہیں اور اس کا الزام غیر ملکی پیسہ پر اور تبلیغی جماعت پر ڈالنے کی کوشش میں ہیں جس میں غیر ملکی جماعتوں کو پریشان کیا جارہا ہے۔ ہمارے اجتماعات میں بھی کڑی نگرانی کی جارہی ہے۔ اجتماعات پہلے سے طے شدہ ہیں جس کے لیے بہت دعاؤں کی درخواست ہے۔ ہمارا سفر سولہ ستمبر سے شروع ہورہا ہے، حالات بہت ہنگامی ہیں اللہ جل شانہ عم نوالہ اپنا فضل فرماویں"۔

(مکتوب محررہ ۱۹ راگست ۱۹۸۱ء۔ ۲۸ رشوال ۱۴۰۱ھ)

دہلی سے رائے ونڈ تک سفر کی سرگذشت نیز اجتماع کے احوال مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کے ذیل کے خط سے معلوم ہوں گے۔ موصوف نے یہ خط حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو رائے ونڈ سے تحریر کیا تھا۔

"مخدوم مکرم معظم ومحترم حضرت اقدس نانے ابا جی صاحب! زید مجدکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے کہ مزاج عالی بخیر ہوں۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ ہم سب بخیر ہیں، بدھ کے دن دوپہر کو ۱۲ بجکر ۲۰ منٹ پر اپنی نماز ظہر پڑھ کر حضرت جی مدظلہ کی زیر امارت ۴۰ نفر کا قافلہ بذریعہ کار نظام الدین دہلی سے روانہ ہوکر ایئرپورٹ پہونچا۔ جملہ مراحل سے بسہولت فراغت کے بعد طیارہ پر سوار ہوئے اور ۴۰ منٹ کی پرواز کے بعد بخیریت لاہور ایئرپورٹ پر اترے، دعا سے فارغ ہوکر بھائی افضل کی گاڑی میں ڈاکٹر منیر الحق صاحب کے مکان پر گئے، کھانا کھایا، آرام کیا، نماز عصر پڑھ کر چائے پی، اور بھائی غلام دستگیر صاحب کے یہاں ان کی عیادت کے لیے گئے۔ نماز مغرب پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوئے اور ایک گھنٹہ میں بخیریت رائے ونڈ پہنچے جمعرات کا سارا دن مرکز ہی میں قیام رہا اور شام کو بعد عصر جلسہ گاہ میں منتقل ہوگئے۔ مغرب بعد سے اجتماع شروع ہوا۔ جمعہ، ہفتہ، اتوار ان تین دنوں میں جملہ بزرگان دین کے خوب خوب بیانات ہوئے اور آج دوپہر کو پونے دو بجے اللہ جل شانہ نے محض اپنے فضل وکرم سے بخیریت اجتماع سے فارغ کردیا۔

الحمدللہ اجتماع بہت اچھا ہوا انتہائی سکون وعافیت کے ساتھ یہ اجتماع ہوا۔ ہر سال سے بہت زیادہ مجمع اس سال بتلایا جارہا ہے، تینوں دن مجمع کی زیادتی ہی رہی، لوگوں کا اندازہ تقریباً ۴-۵ لاکھ کا ہے۔ حضرت والا مدظلہ سے اجتماع کی قبولیت کے لیے بہت ہی لجاجت سے دعا کی درخواست ہے۔

(مکتوب محررہ ۲۸ ستمبر ۱۹۸۱ء اتوار)

اس اجتماع سے تینتیس جماعتیں بیرونی ممالک کناڈا، جنوبی امریکہ وغیرہ روانہ ہوئیں۔ نیز بتیس ممالک کے تقریباً چار سو افراد نے شرکت کی۔ عمومی مجمع کا اندازہ چار اور پانچ لاکھ کے درمیان رہا۔

مولانا محمد احسان الحق صاحب اس موقع پر حضرت شیخ کو اجتماع کی یہ تفصیلات تحریر کرتے ہیں:

"اس سال مجمع پہلے سال کی بہ نسبت ڈیڑھ گنا زیادہ تھا۔ کل چار سو پندرہ جماعتیں تین چلہ اور ایک چلہ کی نکلیں۔ حضرت جی کا ایک بیان مستقل طور پر بعد مغرب کی عمومی مجلس میں ہوا جس میں کسی اور کا بیان نہیں تھا۔ ہدایات میانجی محراب صاحب اور مولانا محمد عمر صاحب کی ہوئیں اور پھر حضرت جی کی پون گھنٹہ کی دعا ہوئی۔

راول پنڈی، سکھر جانے کے مشورے بہت چلتے رہے لیکن آخر میں فیصلہ ہوا کہ مسلسل ایک ہفتہ رائے ونڈ قیام ہو تاکہ اطمینان سے یہاں کے تمام مسائل کو سامنے لاکر حضرت جی سے رہنمائی حاصل کرلی جائے۔ یہ بہت ہی اچھا ہوا، برسوں کے رکے ہوئے مسائل بفضلہ تعالےٰ حل ہوگئے۔"

۲۲ ذی قعدہ ۲۲ ستمبر منگل میں رائے ونڈ سے بذریعہ ریل روانہ ہوکر سبی پہونچے، کچھ وقت یہاں گذار کر بذریعہ کار قلات اور وہاں سے کوئٹہ ہوتے ہوئے کراچی پہونچے — ۲۶ ذی قعدہ (۲۶ ستمبر شنبہ) میں کراچی سے دبئی ہوتے ہوئے حرمین شریفین پہونچے — اور ادائیگی حج کے بعد حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی معیت وہمرکابی میں ۱۵ محرم ۱۴۰۲ھ (۱۳ نومبر ۱۹۸۱ء) میں دہلی واپسی ہوئی۔

اجتماع رائے ونڈ منعقدہ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

۱۷، ۱۸، ۱۹ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ مطابق ۵، ۶، ۷ نومبر ۱۹۸۲ء جمعہ، شنبہ، یکشنبہ میں اس سالانہ اجتماع کا انعقاد ہوا، اس اجتماع کی تمام تفصیلات روزانہ کے مشاغل و معمولات حضرت مولانا کے اپنے قلم سے تحریر فرمودہ ہیں دستیاب ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ پوری رودادِ سفر قارئین حضرت مولانا کے الفاظ میں پڑھیں اس لیے اس کو تاریخ وار یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں،

(۱۴ محرم ۲ نومبر منگل) عشاء کی نماز اول وقت پڑھ کر ۸ بجے حضرت نظام الدین سے فرنٹیر سے روانہ ہوئے۔ سوا نو بجے گاڑی صحیح وقت پر روانہ ہوئی رات کو آرام سے سوئے۔

اگلے دن گاڑی پون گھنٹہ تاخیر سے امرتسر پہونچی، وہاں سے ٹیکسی چالیس روپے میں لے کر حدود پر پہونچے، وہاں پہونچ کر ناشتہ کیا، افسران کا آدمی بلا کر لے گیا امیگریشن سیکورٹی حدود پر اعزاز واکرام کے ساتھ ہر جگہ ناشتہ کرتے ہوئے افسر کی سواری میں بندہ اور ان کی بس میں بقیہ رفقاء کو حدود تک پہونچایا گیا۔ پاکستانی حدود میں اپنے احباب گاڑی لیے ہوئے موجود تھے، جم غفیر موجود تھا، مسجد میں جا کر بیان کیا، دعا ہوئی، ناشتہ کیا، پھر ڈاکٹر منیر کے گھر گئے، نماز ظہر ادا کی، کھانا کھا کر آرام کیا۔ آنکھ کا ٹیسٹ کرایا عصر کی نماز پڑھ کر مولوی اکرم مرحوم کے گھر حافظ عبدالعزیز صاحب گمتھلوی سے ملاقات کے لیے گئے آدھا گھنٹہ وہاں قیام رہا، وہاں سے روانہ ہو کر مغرب میدان جلسہ میں پڑھی پھر رائے ونڈ مرکز کی مسجد میں گئے

۱۶ر محرم، ناشتہ کے بعد مشورے ہوتے رہے، ظہر کے بعد کھانا کھایا! آرام کیا۔ عصر کے بعد جلسہ گاہ میں منتقل ہوئے۔

۱۷ر محرم، جمعہ کی نماز عزیز زبیر کی اقتدا میں ادا کی گئی۔ عصر کے بعد فضائل قاضی عبدالقادر نے بیان کیے مغرب کے بعد بندہ کا بیان ہوا!

۱۸ر محرم، ناشتہ کے بعد میوات کے حلقہ میں جانا ہوا۔ بیان ہوا، بیعت ہوئی عصر کے بعد نکاح پر بندہ کا بیان ہوا، نکاح ہوئے، مغرب بعد بیعت ہوئی۔

۱۹ر محرم، بیان تودیع جماعات اور مصافحے ہوئے۔ اجتماع سے تین چلے کی ۳۰۲ جماعتیں اور ۳۲ جماعتیں عربوں کی نکلیں۔ ان سب سے بندہ نے مصافحہ کیا۔ چلہ کی جماعتیں جو چار سو سے زیادہ تھیں، قاضی عبدالقادر نے ان سے مصافحہ کیا۔ [1]

---

[1] اس اجتماع سے نکلنے والی جماعتوں کا گوشوارہ یہ ہے۔

ایک سال کی جماعتیں	دس عدد	ایک چلہ کی جماعتیں	چار سو اکیس عدد
آٹھ ماہ کی جماعتیں	دو عدد	بیروں والوں کے ساتھ	چونتیس عدد
تین چلہ کی جماعتیں	تہتر عدد	کم و بیش اوقات کے لیے	ایک سو ساٹھ عدد

کل تعداد

۲۰ر محرم: صبح کو ناشتہ کے بعد جلسہ گاہ سے مسجد رائے ونڈ منتقل ہوئے، شام تک مشورے ہوتے رہے، رات کو حیات الصحابہ بندہ نے پڑھی۔

۲۱ر محرم: دس بجے مصطفیٰ آباد للیانی کے لیے روانہ ہوئے، گیارہ بجے پہونچے ظہر کے بعد بندے کا بیان ہوا، عصر کے بعد مردوں اور عورتوں کی بیعت ہوئی۔

۲۲ر محرم: ناشتہ کے بعد مردوں اور عورتوں کی بیعت ہوئی بیان ہوا، دعا ہوئی، جماعتیں رخصت ہوئیں۔ للیانی سے رخصت ہو کر لاہور میں حق نواز صاحب کے مکان پر گئے، ظہر کی نماز ادا کی، کھانا کھایا، اسٹیشن گئے۔ تیز گام سے روانہ ہوئے۔ اسٹیشن پر احباب آتے رہے۔

۲۳ر محرم: صبح آٹھ بجے حیدرآباد پہونچے، چودھری صفدر کے مکان پر ناشتہ کیا پھر جلسہ گاہ گئے کھانا کھا کر آرام کیا۔ مغرب کے بعد پہلے مولوی محمد عمر کا بعد میں بندہ کا بیان ہوا دعا ہوئی، کھانا کھا کر چودھری صفدر کے مکان پر واپس جا کر آرام کیا۔

۲۴ر محرم: صبح کو فجر سے پہلے ناشتہ کیا، فجر کی نماز اول وقت پڑھ کر پونے چھ بجے موٹروں سے روانہ ہوئے۔ ۸ بجے اللہ جل شانہ نے خیریت سے کراچی پہونچایا۔ جمعہ کی نماز عزیز زبیر کی اقتدا میں ادا کی گئی۔ نماز کے بعد کھانا کھایا، کچھ دیر آرام کیا، اول وقت عصر پڑھ کر مطار کے لیے روانہ ہوئے، مغرب سے قبل جہاز پر سوار ہوئے، مغرب کی نماز بندہ اور چند ساتھیوں نے جہاز میں ادا کی، بقیہ رفقاء نے زمین پر ادا کی، ہماری نشست جہاز کی دوسری منزل میں تھی۔ احمد حسین قادری کیپٹن تھے۔ اللہ جل شانہ نے بہت راحت کے ساتھ چار گھنٹہ دس منٹ میں بینکاک پہونچا دیا۔"

حضرت مولانا سنگاپور، ملیشیا، تھائی لینڈ وغیرہ ملکوں میں اجتماعات کر کے ۱۲ر صفر ۱۴۰۳ھ (۳۰ر نومبر ۱۹۸۲ء) منگل کے دن دہلی واپس تشریف لائے۔

اسی سال حضرت مولانا کا دوسرا سفر پاکستان ۱۴ر جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ (۳۰ر مارچ ۱۹۸۳ء بدھ) میں ہوا۔ پاکستان کے اس ۲۳ روزہ سفر میں صرف مرکز رائے ونڈ قیام رہا اور اس دس روزہ جوڑ میں بھی شرکت ہوئی جو پندرہ جمادی الثانی (۳۱ر مارچ جمعرات) سے شروع ہوا تھا حضرت

مولانا نے اس سفر کے سلسلہ میں جو یادداشت مرتب فرمائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۴ر جمادی الثانی ۱۹ر اپریل میں یہ جوڑ ختم ہوا اور دعا کے بعد متعدد کاروں میں یہ قافلہ سرگودھا کے لیے روانہ ہوا۔ ۴ بجے سرگودھا پہونچ کر حضرت الحاج شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر قیام ہوا۔ اگلے دن صبح مرکز کی مسجد میں کچھ دیر ٹھہر کر جانوریاں پہونچے کچھ دیر آرام کیا اور بعد نماز ظہر کھانا کھاکر ڈھوڈیاں کے لیے روانہ ہوئے، یہاں پہونچ کر نماز عصر ادا کی، اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے مزار پر حاضری ہوئی۔ یہ شب ڈھونڈیاں میں گذری اور اگلے دن ۲۶ر جمادی الثانی کی صبح کو یہاں سے روانہ ہوکر مدرسہ ظہور الاسلام ترگنگ کچھ دیر ٹھہرے اور مختصر دعا و بیان کے بعد راول پنڈی کے لیے روانہ ہوئے۔ قیام و طعام قریشی صاحب کے مکان پر ہوا۔

مغرب کے بعد حضرت مولانا نے بیان فرماکر دعا کرائی۔ ۲۷ر جمادی الثانی میں رانا عاقل صاحب کے مکان پر کچھ دیر ٹھہرتے ہوئے جہلم پہونچے یہاں صوفی صادق صاحب کے مکان پر کچھ دیر ٹھہر کر رائے ونڈ کے لیے روانہ ہوئے اور ۵ دن رائے ونڈ مرکز میں قیام کے بعد ۴ر رجب ۱۸ر اپریل بروز پیر لاہور سے بذریعہ طیارہ روانہ ہوکر دہلی پہونچے۔

اس سفر کے سلسلے میں حضرت مولانا کی یادداشت کے اختتامی صفحہ پر یہ بھی تحریر ہے:

> "ہم لوگ رائے ونڈ سے روانہ ہوکر ۱۱½ بجے اشرف کے مکان پر پہونچے آرام کیا، کھانا کھایا، ۲½ بجے ظہر پڑھی، سوا تین بجے مطار پہونچے وہاں پر دعا ہوئی ۳½ پر گاڑی ہی میں طیارہ تک پہونچے، سب سے پہلے سوار ہوئے، اگلی سیٹیں تھیں آئی سی ۴۳۷ نمبر ۴۴۳۔ چار بجکر ۲۰ منٹ پر طیارہ میں حرکت شروع ہوئی ۲۵ پر پرواز شروع کی۔ ۵ بجکر ۵ منٹ پر زمین پر اترا، اور دس پر ٹھہرا، اول وہلہ میں اندراج سے فارغ ہوکر بھائی شفیع کی گاڑی میں مستقر پر پانچ بجکر چالیس منٹ پر اللہ جل شانہ نے پہنچایا، سب کو بخیر پایا۔ فالحمد للہ۔"

اجتماع رائے ونڈ منعقدہ محرم الحرام ۱۴۰۴ھ

امسال رائے ونڈ (پاکستان) کے سالانہ اجتماع کی تاریخیں ۲۸، ۲۹، ۳۰ر محرم

(۴، ۵، ۶، نومبر ۱۹۸۳ء) جمعہ، شنبہ، یکشنبہ متعین تھیں۔ الحاج منشی بشیر، قاری ظہیر احمد صاحبؒ، مولوی محمد بن سلیمان جھانجھی، مولوی احمد مرطھی (میوات) ڈاکٹر فاروق صاحب (بنگلور) ایک یوم قبل فرنٹیر میل سے روانہ ہوئے۔ بمبئی کے احباب میں سے الحاج حبیب نصیر الدین، جناب سلیمان ممایا مرحوم، جناب عثمان عبد الرحیم اور بھائی مشتاق کھاروالے بھی اس سفر میں حضرت مولانا کے ہمراہ تھے۔ حضرت مولانا گذشتہ ایک ہفتہ سے علیل تھے۔ طبیعت پر ضعف غالب تھا لیکن جماعتی احباب و رفقا، اور پاکستانی خواص کے مخلصانہ اصرار اور درخواست پر یہ سفر فرمایا اور اپنے دیگر رفقا، مولانا محمد عمر صاحب، مولانا عبید اللہ صاحب مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی معیت میں ۲۷، محرم جمعرات کو پی، آئی، اے کے طیارہ سے دہلی سے لاہور تشریف لے گئے۔

حضرت مولانا اپنی بیاض میں مرکز دہلی سے مرکز رائے ونڈ تک پہونچنے کی تفصیل اس طرح قلم بند فرماتے ہیں۔

"۲۷، محرم ۳، نومبر کو عصر کے بعد ساڑھے پانچ بجے حافظ کرامت کی گاڑی میں مسجد سے روانہ ہوئے۔ مطار پالم پر مغرب کی نماز ادا کی، نماز کے بعد پونے ۸ بجے گاڑی میں طیارہ تک گئے۔

۷ بجکر ۳۸ منٹ پر حرکت شروع کی۔ اور ۸ ۴۴ پر پرواز شروع کی۔ ۸ بج کر ۳۸ منٹ پر زمین پر اترا، اور ۸ ۴۴ پر ٹھہرا، جہاز سے اتر کر کمرہ میں آکر عشاء کی نماز ادا کی، نماز پڑھ کر روانہ ہوئے مقامی ۹½ پر رائے ونڈ جلسہ گاہ میں پہونچے۔"

۲۸ محرم جمعہ سے اجتماع کا آغاز ہوا، بعد نماز فجر قاری ظہیر الحسن صاحب اور بعد نماز جمعہ مولانا احمد لاٹ صاحب نے بیان کیا۔ نماز جمعہ کی امامت مولانا زبیر الحسن صاحب نے کی۔ بعد نماز عصر ذکر کے فضائل اور اس کی اہمیت پر حضرت قاضی صاحب کا اور دعوت کی اہمیت پر بعد نماز مغرب مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری کا بیان ہوا۔

۲۹، محرم شنبہ میں مولانا محمد احمد صاحب بہاولپوری، مولانا عبد العزیز صاحب کھلنوی، مفتی زین العابدین صاحب، مولانا محمد عمر صاحب، مولانا محمد اسلم صاحب، پروفیسر عبد الرحمان صاحب مدراس، جناب منشی بشیر احمد صاحب کے بیانات مختلف حلقوں اور خیموں میں ہوئے۔ بعد عصر

نکاح میں حضرت قاضی صاحب کا بیان ہو کر ایجاب و قبول ہوئے۔

۳۰ محرم یکشنبہ میں پہلا بیان جناب الحاج بھائی عبدالوہاب صاحب کا ہوا جس میں موصوف نے نکلنے والوں کو بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ ہدایات دیں. آخری بیان حضرت مولانا کا ہوا جس میں اعمالِ حسنہ اور خروج فی سبیل اللہ پر زور دیا۔ اس کے بعد تقریباً آدھ گھنٹہ دعا فرمائی۔

اجتماع کے بعد حضرت مولانا کا رائے ونڈ مرکز میں ایک ماہ قیام رہا جس میں پہلا ہفتہ تو مختلف ممالک سری لنکا، انگلستان، امریکہ، فرانس، بلجیم کے رفقاء و احباب کے ساتھ مشوروں اور کام کو صحیح نہج پر چلاتے رہنے کے اصول و ضوابط کی تلقین و تفہیم میں صرف ہوا۔

حضرت مولانا کا یہ سفر چونکہ شدید علالت و ضعف کے زمانہ میں ہوا تھا. اس لیے احباب بالخصوص مولانا مفتی زین العابدین صاحب زید مجدہ کا اصرار تھا کہ پاکستان میں مزید قیام کر کے یونانی اور ڈاکٹری معائنہ کرانا ضروری ہے کہ پھر اس کے بعد علاج کی صحیح ترتیب قائم ہو گی. مزید قیام کے لیے ویزا میں توسیع بھی ضروری تھی حضرت مفتی صاحب نے اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر توسیع بھی کرالی، یونانی علاج کے لیے ملک کے مشہور و نامور طبیب حکیم شریف صاحب سے رجوع کیا گیا، انھوں نے بڑے اہتمام و فکر کے ساتھ اپنا علاج شروع کیا. متعدد مرتبہ لاہور سے رائے ونڈ آکر تشخیص اور علالت کی نوعیت کو ملاحظہ کرتے رہے۔

ڈاکٹری معائنہ کے سلسلہ میں دس صفر (۱۶ نومبر) بدھ کو لاہور کے ایک بڑے ہسپتال میں تشریف لے گئے. ڈاکٹر منیر الحق، ڈاکٹر فاروق، ڈاکٹر محسن صاحبان نیز مولانا مفتی زین العابدین صاحب مولانا زبیر الحسن صاحب الحاج بھائی محمد افضل صاحب آپ کے ہمراہ تھے۔ یہاں متعدد ڈاکٹروں نے دل و دماغ کا مختلف آلات اور مشینوں کے ذریعہ معائنہ کیا اور متعدد ٹیسٹ کر کے آپکو اطمینان دلایا۔

پاکستان کے اس قیام میں ضعف و علالت اور دیگر عوارض کے باوجود حضرت مولانا کے بیانات اور دعوتی مشاغل کا سلسلہ مسلسل جاری رہا۔ چنانچہ اپنی قیام گاہ سے مرکز کی مسجد تشریف لے جا کر واپسی والوں کے حلقہ میں بیانات بھی فرماتے رہے اور بعد مغرب ختم یٰسین شریف کی طویل جہری دعا کا معمول بھی چلتا رہا۔ تاہم مرکز رائے ونڈ سے باہر ہونے والے اجتماعات میں شرکت نہیں

فرماسکے۔ اس عدم شرکت پر افسوس وقلق کا اظہار حضرت مولانا اپنی یادداشت میں اس طرح کرتے ہیں:

"افسوس کہ بندہ ان اجتماعات میں اپنی بیماری کی وجہ سے شریک نہیں ہوا۔ اور رائے ونڈ میں بمدِ علاج قیام رہا۔"

قیامِ پاکستان کے آخری ایام میں طبیعت میں ضعف ونقاہت بہت بڑھ گئی تھی اختلاج قلب کی بھی شکایت رہی جس کی وجہ سے بھوک اور نیند پر کافی اثر ہوا۔

مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اپنے ایک مکتوب میں حضرت مولانا کی علالت نیز سفر اور اجتماعات کی تفاصیل اس طرح تحریر کرتے ہیں:۔

"ہمارا جہاز پونے آٹھ بجے دہلی سے روانہ ہوکر ۴۵ منٹ میں بخیر وعافیت لاہور اتر گیا۔ جہاز سے ایئرپورٹ والوں کی چھوٹی بس میں حضرت جی مولانا محمد عمر زبیر، مولوی احمد لاٹ، وی آئی پی روم میں پہونچے، سب کے وضو تھی، جاتے ہی عشاء کی نماز پڑھی۔ والد صاحب مدظلہ پر جہاز کا بہت ہی فکر تھا لیکن الحمد للہ کسی قسم کی کوئی تکان یا تکلیف نہیں ہوئی۔ قیام گاہ پہونچ کر فوراً لیٹ گئے اور ہم لوگ کھانا کھانے اور لوگوں سے ملاقات میں مشغول ہوگئے۔ چونکہ شب جمعہ تھی۔ میدان میں مجمع خوب آیا ہوا تھا، اجتماع کی پہلی رات تھی اس لیے مفتی زین العابدین صاحب کا بیان ہو رہا تھا اس لیے ان سے ملاقات بیان کے بعد ہوئی۔ جمعہ کی نماز کے متعلق سب کے مشورے سے طے ہوا کہ جمعہ میدان ہی میں ادا کیا جائے اور بجائے باہر مجمع میں جانے کے خواص کے خیمے میں پڑھا جائے۔ چنانچہ ۱۲ بجے غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ بندہ کا جمعہ پڑھانا طے ہوا تھا اس لیے مع ساتھیوں کے ممبر پر چلا گیا۔ ہفتہ کے دن کمرے ہی میں قیام رہا، اتوار کو اجتماع کا ختم تھا سب کا اصرار یہ تھا کہ اجتماع کی دعا حضرت جی مدظلہ کرائیں اور حضرت اس پر بالکل آمادہ اور تیار نہیں تھے فرماتے تھے کہ لمبی دعا کرانے کی ہمت نہیں ہے اور بہت سارا مجمع صرف دعا کے لیے ہی آتا ہے اس لیے قاضی صاحب یا مفتی صاحب کرائیں۔ بڑے اصرار کے بعد دعا کرانا منظور فرمالیا اور ۱۱½ بجے وضو فرماکر بھائی افضل صاحب

کی گاڑی میں اجتماع گاہ تشریف لے گئے۔ ۱۵ منٹ بیان اور ۲۲ منٹ دعا کراکر بغیر کسی سے مصافحہ کیے ہوئے سیدھے قیام گاہ تشریف لے آئے۔ حضرت قاضی صاحب نے جماعتوں سے مصافحے کیے۔

اس اجتماع سے نکلنے والی جماعتوں کی تفصیل اس طرح ہے کہ بیرون ممالک جانے والی جماعتیں ۱۱ ہیں اور آٹھ ماہ کی پیدل جانے والی جماعتیں تین ہیں ۳ چلے کی جماعتیں ۹۰ ہیں اور چلہ میں جانے والی جماعتیں ۴۵ ہیں اور متفرق ایام کی جماعتیں ۱۵۷ ہیں۔ مجموعی طور پر ۳۰۸ جماعتیں راہ خدا میں نکلیں "

(مکتوب محررہ ۷ نومبر ۱۹۸۳ء از رائے ونڈ)

غیر متوقع طور پر پاکستان میں طویل قیام کی وجہ سے گھر کی مستورات کی فکر و تشویش کی اطلاع جب حضرت مولانا کو ہوئی تو یہ گرامی نامہ ان کے نام رائے ونڈ (پاکستان) سے تحریر فرمایا:

" باسمہ سبحانہٗ

میری پیاری بچیو! اللہ تمہیں سب کو دنیا و آخرت میں ہر قسم کی راحت اور چین نصیب فرمائے اور خوش و خرم رکھے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تمہارے پرچے پہونچتے رہتے ہیں اور جی خوش ہوتا رہتا ہے، ہمیں خوب معلوم ہے کہ تم خوب یاد کر رہی ہو لیکن مجبوری کی وجہ سے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ حکیم صاحب کا کسی رخ پر علاج پڑ جائے اس کے انتظار میں ہیں۔ بس تم ہمارے لیے دعا کرتی رہو، ہم تمہارے لیے دعا کرتے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ عم نوالہٗ ہی سے مانگنا ہے اور اسی سے دل لگانا ہے۔ حبیب و زبیر، صہیب سے بھی کہہ دینا کہ تمہاری یاد بھی لوگ لکھتے رہتے ہیں۔ ابا بھی تمہیں یاد کرتا رہتا ہے۔ بس اللہ سے دعا مانگو کہ اللہ جل شانہٗ وعم نوالہٗ خیریت خوشی کے ساتھ ملائے اور اب تو تمہارا ایک ساتھی کھیلنے والا اور آگیا، تمیم بھی تمہارے ساتھ کھیلتا ہوگا۔ لڑنا نہیں اور خوب شوق سے پڑھنا بھی اور خوب خدمت کرنا بھی۔ والسلام

محمد انعام الحسن غفرلہٗ "

ایک ماہ بارہ یوم قیام کے بعد ۸ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ (۱۴ دسمبر ۱۹۸۳ء) بروز بدھ بعد نماز ظہر رائے ونڈ سے بذریعہ کار روانہ ہوکر لاہور ایئرپورٹ پہونچے، عمومی مجمع میں حضرت مولانا نے الوداعی دعا فرماکر مطار پر موجود احباب سے مصافحہ کیا اور وی آئی پی لاؤنج میں نماز عصر پڑھ کر انڈین ایئرلائنز کے طیارہ سے دہلی تشریف لے آئے۔ مرکز رائے ونڈ سے مرکز دہلی تک پہونچنے کی تفصیل حضرت مولانا کی اپنی یادداشت میں اس طرح درج ہے۔

"ایک بج کر پچاس منٹ پر رائے ونڈ سے روانہ ہوئے ۲ بج کر ۴۰ منٹ پر مطار پہونچے، مطار پر دعا ہوئی۔ لانج میں مثل اول پر عصر کی نماز پڑھی۔ ۳ بج کر ۲۵ پر جہاز پر سوار ہوئے۔ ۳ بج کر پچاس منٹ پر جہاز نے حرکت شروع کی۔ ۵۵ پر پرواز شروع کی۔ راستہ میں بادل تھے جہاز اوپر نیچے ہوتا رہا ۴ بج کر ۴۰ پر مقامی ۵ بج کر ۵ پر اترا، باہر آکر مغرب کی نماز ادا کی، نعیم اللہ خاں مع اپنی اہلیہ کے اسی جہاز سے آئے۔ مطار پر سلامت، کرامت، بھائی شفیع، عبدالحفیظ موجود تھے۔ مولوی اظہار مع بچوں کے تھے۔ نماز کے بعد روانہ ہوئے خیریت کے ساتھ۔ ۶½ بجے اپنے مقام پر پہونچے، سب کو بخیر پایا۔ فالحمد للہ بعزتہ تتم الصالحات"

اجتماع رائے ونڈ منعقدہ ماہ صفر ۱۴۰۵ھ

۵ صفر ۱۴۰۵ھ ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۴ء بروز بدھ انڈین ایئرلائنز کے طیارہ سے حضرت مولانا دہلی سے لاہور روانہ ہوکر رائے ونڈ اجتماع گاہ تشریف لے گئے۔ مولانا محمد عمر صاحب مولانا محمد زبیر الحسن صاحب، مولانا محمد بن سلیمان جھانجی وغیرہ آپ کے ہمراہ تھے۔ ٹرین سے جانیوالے یہ حضرات منشی بشیر احمد، مولانا احمد لاٹ، قاری ظہیر احمد وغیرہ ایک دن قبل روانہ ہوگئے تھے۔

۶ صفر جمعرات کے دن مغرب بعد کا افتتاحی بیان مولانا محمد عمر صاحب کا ہوا۔ نماز جمعہ کی امامت مولانا محمد زبیر صاحب نے کی۔ بعد عصر فضائل ذکر جناب قاضی عبدالقادر صاحب نے بیان کیے اور اسی دن مغرب بعد کا عمومی بیان مولانا مفتی زین العابدین صاحب کا ہوا۔

اجتماع کے دوسرے دن جناب بھائی عبدالوہاب صاحب، مولانا منیر صاحب بنگلہ دیش

مولانا محمد عمر صاحب منشی بشیر احمد صاحب کے بیانات ہوئے. بعد عصر منعقد ہونے والی مجلس نکاح میں جناب قاضی عبدالقادر صاحب کا بیان ہوا۔

اجتماع کے تیسرے دن مولانا محمد عمر صاحب کی ہدایات کے بعد حضرت مولانا کا بیان ہو کر ۳۵ منٹ اجتماع کی اختتامی دعا ہوئی۔

شرکاء کا اندازہ تقریباً ۴ لاکھ افراد کا تھا. سال گذشتہ کے مقابلہ میں اس مرتبہ پنڈال کافی وسیع اور کشادہ تھا. تقریباً آدھ آدھ میل لمبی ۱۸۲ صفیں تھیں. اجتماع کے بعد مزید ایک ہفتہ رائے ونڈ میں قیام رہا اور ۱۹ صفر (۱۴) نومبر بدھ) میں بذریعہ طیارہ دہلی واپسی ہوئی۔

مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری نے اجتماع کی کارگزاری پر مشتمل جو مکتوب مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی کو رائے ونڈ سے تحریر کیا تھا اس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

" از محمد عمر، رائے ونڈ

مکرم محترم جناب مولانا عبیداللہ صاحب مدظلہ، وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضی. السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کے اور مولوی غزالی صاحب کے حضرت کے نام خطوط سے احوال معلوم ہوئے، خوشی ہوئی. اللہ پاک جزائے خیر عطا فرمائے. الحمدللہ اجتماع بہت اچھا رہا، پچھلے سال سے مجمع بھی زیادہ تھا اور جماعتیں بھی زیادہ روانہ ہوئیں ملک کے صدر صاحب خواص کے جوڑ میں اور آخری دعا میں شریک تھے، مجمع ساڑھے تین لاکھ سے زیادہ تھا. بیرون ملک کے چوبیس سو کے قریب احباب تھے۔ عربوں کی تعداد پندرہ سو کے قریب تھی جماعتیں حسب ذیل روانہ ہوئیں۔

ایک سال کی بیرون ملک کے لیے (۳۶) اندرون ملک کے لیے (۱۵) اور ۳ چلہ کے لیے (۱۸۲) ایک چلہ کی (۵۵۲) کم ایام کی (۱۸۴) اور بیرون ملک کی اندرون کے لیے (۱۲۲) سب ملا کر (۱۴۸۶) جماعتیں ہوئیں. دعا کی درخواست ہے۔

فقط محمد عمر بقلم سلیمان [1]

[1] عطیہ مکتوب جناب حبیب الرحمان صاحب وانمباڑی۔

اب یہاں اختصار کے پیش نظر آئندہ سالوں میں ہونے والے چھ اجتماعات کی (جن میں حضرت مولانا کی شرکت بھی ہوئی) صرف تاریخیں اور مختصر معلومات پیش کی جاتی ہیں۔ اور اس کے بعد آپ کی حیات کے آخری چار اجتماعات قدرے تفصیل کے ساتھ سپرد قلم کیے جائیں گے۔

۱۔ اجتماع رائے ونڈ منعقدہ ۱۷، ۱۸، ۱۹ صفر ۱۴۰۶ھ مطابق یکم، دو، تین نومبر ۱۹۸۵ء جمعہ بار اتوار۔ پندرہ صفر مطابق ۳۰ اکتوبر بدھ میں حضرت مولانا مع مولانا محمد عمر صاحب وغیرہ بذریعہ طیارہ پاکستان تشریف لے گئے اور ۲۹ صفر ۱۳ نومبر بدھ میں بذریعہ طیارہ دہلی واپس ہوئے۔

۲۔ اجتماع رائے ونڈ منعقدہ ۴، ۵، ۶ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ ۷، ۸، ۹ نومبر ۱۹۸۶ء۔ ۳۰ صفر مطابق ۴ نومبر منگل میں بذریعہ ہوائی جہاز لاہور روانگی ہوئی۔ اس اجتماع سے مجموعی طور پر چودہ سو چھیاسی جماعتیں تیار ہو کر نکلیں۔ بیرونی ممالک کے تقریباً ڈھائی ہزار افراد اس اجتماع میں شریک تھے۔ شرکاء اجتماع کا اندازہ چار لاکھ لگایا گیا۔ ۱۴ ربیع الاول مطابق ۱۸ نومبر میں بذریعہ طیارہ دہلی واپسی ہوئی۔

۳۔ اجتماع رائے ونڈ منعقدہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ مطابق ۶، ۷، ۸ نومبر ۱۹۸۷ء ۱۰ ربیع الاول ۳ نومبر منگل میں دہلی سے شام چار بجے روانہ ہو کر لاہور ایئرپورٹ اترے اور وہاں سے کاروں سے حضرت مولانا مع قافلہ رائے ونڈ تشریف لے گئے ۲۱ ربیع الاول ۱۴ نومبر شنبہ میں دہلی واپس ہوئے۔

۴۔ اجتماع رائے ونڈ منعقدہ ۳۰ ربیع الاول و یکم و دو ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۱، ۱۲، ۱۳ نومبر ۱۹۸۸ء جمعہ، بار، اتوار۔ اس اجتماع میں شرکت کے لیے آپ آٹھ نومبر منگل میں بذریعہ طیارہ لاہور اور وہاں سے رائے ونڈ تشریف لے گئے۔ ۱۹ نومبر مطابق ۸ ربیع الثانی سنیچر میں دہلی واپسی ہوئی۔

۵۔ اجتماع رائے ونڈ منعقدہ ۱۰، ۱۱، ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ ۱۰، ۱۱، ۱۲ نومبر ۱۹۸۹ء جمعہ، بار، اتوار۔ سات نومبر منگل میں طیارہ سے روانگی اور ۱۸ نومبر شنبہ میں واپسی دہلی ہوئی۔

۱۶۔ اجتماع رائے ونڈ منعقدہ ۲۰،۲۱،۲۲، ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ مطابق ۹،۱۰،۱۱، نومبر ۱۹۹۰ء جمعہ، بار، اتوار ۔ ۱۷، ربیع الثانی ۶، نومبر منگل کے دن ہوائی جہاز سے روانگی اور ۲۸، ربیع الثانی ۱۷، نومبر شنبہ میں واپسی ہوئی۔

اسی اجتماع کے موقع پر حضرت مولانا نے مولانا احسان الحق صاحب کو حیاۃ الصحابہ عربی کے ترجمہ کا حکم دیا جس کی تعمیل میں انھوں نے کتاب کی اردو ترجمانی کی۔

اجتماع رائے ونڈ منعقدہ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ

۷،۸،۹، جمادی الاولیٰ مطابق ۱۵،۱۶،۱۷، نومبر ۱۹۹۱ء میں اس سال کا ہونے والا اجتماع رائے ونڈ کے وسیع میدان میں منعقد ہوا۔ جس میں شرکت کے لیے حضرت مولانا ۴، جمادی الاولیٰ (۱۲، نومبر منگل) میں بذریعہ طیارہ دہلی سے لاہور تشریف لے گئے۔ اجتماع کے تینوں دن حضرت مولانا کے بیانات ہوئے۔ ۸، جمادی الاولیٰ میں بعد نماز عصر حضرت مولانا نے نکاح کے موضوع پر بیان فرماکر بڑی تعداد میں ایجاب و قبول کرائے۔

اجتماع کے آخری دن حضرت مولانا کا اختتامی بیان ہوا۔ اس بیان میں آپ نے دینی محنت اور صحیح انسانی زندگی گزارنے پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ:

"اللہ نے ہم کو دین دیا ہے دنیا اور آخرت میں کامیاب ہونے کے لیے لہٰذا دین کو سینے سے لگانا یہ ہماری ذمہ داری ہے، ہمیں ایک محنت دی گئی ہے وہ محنت دعوت ہے دعوت دی جائے گی تو اس سے اللہ پاک دین کو زندہ فرمائیں گے، جس کی زندگی دین کی محنت پر لگے گی اللہ پاک اس کو قبول کریں گے دعوت اس امت کا خاص کام ہے۔ انسانیت نام ہے خدا کے حکموں پر چلنے کا، خدا کا جو بھی حکم پورا کیا جائے گا، اس میں انسانیت کی بھلائی ہوگی، خدا کی رحمت اپنے حکموں کے ساتھ ہے، جتنا خدا کے حکموں کی دعوت دی جائے گی اتنی ہی برکت ظاہر ہوگی۔ اللہ کرے کہ ہمارے اندر ایمانی صفات زندہ ہو جائیں کامیابی اللہ کی طرف سے آئے گی وما النصر الا من عند اللہ خدا کی رحمت اگر شامل حال نہ ہوئی تو کوئی ہم کو سنبھال نہیں سکتا۔ اللہ ہم کو دین کی محنت

کے لیے قبول فرمائے۔" (ماخوذ از بیاض مولانا محمد یونس پالنپوری)

حضرت مولانا نے اس بیان کے بعد طویل دعا فرمائی اور جماعتوں سے مصافحہ کرکے ان کو رخصت کیا۔

اس اجتماع میں تقریباً دس لاکھ افراد کی شرکت کا اندازہ لگایا گیا تھا۔ نیز اس مرتبہ ستر ممالک کے ۲۰۴۶ احباب اور جماعتی کام کرنے والے رفقاء اجتماع میں شریک ہوئے۔ ذیل میں ان ممالک کے نام اور تعداد شرکاء پیش کی جاتی ہے۔

ملک	تعداد	ملک	تعداد	ملک	تعداد
امارات	۴۲۹	فلپائن	۱۱	کیمرون	۱۳
سری لنکا	۱۵۰	اردن	۱۱۹	تشاد	۷
ملیشیا	۱۸۳	امریکہ	۲۳	نائجیریا	۱۵
سعودیہ	۲۶۱	برطانیہ	۶۸	بحرین	۱۴
الجزائر	۱۳۰	کنیڈا	۱۶	جاپان	۱
مسقط	۶۸	انڈونیشیا	۲۳	کینیا	۱۶
قطر	۱۴۰	مارشیش	۱۲	زمبیا	۱۵
ہندوستان	۱۹۹	آسٹریلیا	۴۰	فیجی	۳۶
مصر	۱۷۱	فرانس	۲۵	لبنان	۱
جنوبی افریقہ	۲۲	صومالیہ	۸	موزمبیق	۱۵
کویت	۱۳۷	حبشہ	۴	جرمنی	۴
سوڈان	۵۱	ہالینڈ	۱۳	شام	۳
بنگلہ دیش	۷۵	سنگاپور	۹	سینی گال	۴
تیونس	۲۶۰	جیبوتی	۲۳	ویسٹ انڈیز	۷
ترکی	۳۷	ایران	۷۲	برونائی	۱
مراکش	۱۰۸	موریطانیہ	۹	ناروے	۳
تھائی لینڈ	۱۳	نیپال	۲	مالی	۷

ملک	تعداد	ملک	تعداد	ملک	تعداد
مالاگاسی	۱			چین	۹
یوگنڈا	۱۳			روس	۴
لیبیا	۱			ترجیک	۴
برما	۳			اریٹیریا	۱
پرتگال	۱			ازبکستان	۱۴
ٹوگو	۱	گابون	۱	اٹلی	۱
جزیرۃ القمر	۱	گیمبیا	۱	تنزانیہ	۱۲
زمبابوے	۴	گنی	۱	باربڈوز	۱۱
اسپین	۱	نیوزی لینڈ	۱	سوئٹزرلینڈ	۱
سویرا	۱	یوگوسلاویہ	۱	یمن	۱۲۲
		رُوانڈا	۱		

پندرہ جمادی الاولیٰ شنبہ (۲۳ر نومبر) میں حضرت مولانا مع رفقاء مرکز نظام الدین دہلی واپس ہوئے۔

اجتماع رائے ونڈ منعقدہ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

اس سال ۱۷،۱۸،۱۹ جمادی الاولیٰ (۱۳،۱۴،۱۵ر نومبر ۱۹۹۲ء جمعہ، بار، اتوار) میں اجتماع رائے ونڈ منعقد ہوا۔ جس میں شرکت کے لیے حضرت مولانا بذریعہ طیارہ پاکستان تشریف لے گئے۔ معمول کے مطابق حضرت مولانا کے تینوں دن بیانات ہوئے، آخری دن بھی بیان ہوا۔ اور دعاء کے بعد جماعتوں کو رخصت فرمایا۔ اجتماع سے فارغ ہوکر تین دن خصوصی ملاقاتوں اور اہم مشوروں میں مصروفیت رہی اور چوتھے دن اسلام آباد کے اجتماع کے لیے روانہ ہوئے۔ راقم سطور (جو اس سفر میں ہم رکاب تھا) کے روزنامچہ میں اسلام آباد کے سفر کی تفصیلات اس طرح درج ہیں:

"جمعرات ۲۳ر جمادی الاولیٰ کی صبح میں حضرت جی مدظلہ کے ساتھ مع ۱۲-۱۳ نفر گارڈ پور، کے پورا قافلہ اسلام آباد کے لیے روانہ ہوا۔ انھیں تاریخوں میں پاکستان

کی ایک سیاسی پارٹی کی طرف سے اسلام آباد لانگ مارچ تھا جس کی وجہ سے راستہ میں کچھ دقت و دشواری بھی پیش آئی۔ رائے ونڈ کے حضرات اس سفر کے لیے کچھ مذبذب بھی تھے مگر حضرت جی مدظلہٗ کا منشا، اسلام آباد کے اجتماع میں شرکت کا تھا۔ بعض خواص کی رائے یہ تھی کہ حضرت جی اور چند اصحاب بذریعہ طیارہ اسلام آباد چلے جائیں۔ حضرت جی مدظلہٗ کے سامنے جب یہ مشورہ آیا تو فرمایا جو حشر سب ساتھیوں کا ہوگا وہی ہمارا بھی ہوگا۔ اس پر تمام ساتھیوں کا کاروں سے جانا طے ہوا۔ اور الحمدللہ بہت راحت و عافیت سے سفر پورا ہوا۔ راستہ میں دو بجے لالہ موسی میں سخت بارش اور بادل وابر کی وجہ سے گاڑی ایک جگہ کھڑی کرنی پڑی، جہلم کی جامع مسجد میں نماز ظہر وعصر پڑھ کر نماز مغرب راول پنڈی قریشی صاحب مرحوم کے یہاں پڑھی، وہیں کھانا کھایا اور نماز عشاء ادا کر کے اسلام آباد اجتماع گاہ روانہ ہوئے۔ جمعہ کو اسلام آباد رہے۔ ۲۵ر جمادی الاولیٰ بار کے دن صبح دس بجے دعا کے بعد اجتماع گاہ سے روانہ ہو کر ۳ گھنٹے میں جہلم مرکز تبلیغ پہونچے، کھانا اور نماز ظہر و قیلولہ کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر نماز مغرب گوجرانوالہ تبلیغی مرکز میں ادا کی، وہیں چائے پی، حضرت جی مدظلہٗ نے بیعت و دعا کرائی۔ وہاں سے روانہ ہو کر رائے ونڈ مرکز پہونچے، اگلے دن بعد نماز فجر مولوی احمد لاٹ کا قافلہ بذریعہ ریل ہندوستان کے لیے روانہ ہوگیا۔ ۲۶ر جمادی الثانی ۲۲ر نومبر میں حضرت جی مدظلہٗ نے ظہر کے بعد مرکز رائے ونڈ کی مسجد میں کچھ دیر بیان فرما کر دعا کرائی۔ اور ہوائی اڈہ کے لیے روانہ ہو گئے اور اسی دن بخیر و عافیت مرکز نظام الدین پہونچ گئے۔

اس سال شرکاء اجتماع کا اندازہ دس سے بارہ لاکھ تک رہا۔ نواز شریف صاحب اور دیگر وزرائے مملکت بھی متعدد مرتبہ اجتماع میں آئے۔ اس مرتبہ پہلی دفعہ دو طرفہ وسیع اور صاف ستھرے راستوں کی وجہ سے مجمع اور ٹریفک کو آمد و رفت کی بڑی سہولت رہی۔"

اجتماع رائیونڈ منعقدہ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ

۲۶، ۲۷، ۲۸ جمادی الاولیٰ مطابق ۱۲، ۱۳، ۱۴ نومبر ۱۹۹۳ء جمعہ، شنبہ

یک شنبہ میں یہ اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں شرکت کے لیے حضرت مولانا ۲۳ جمادی الاولیٰ (۹ نومبر منگل) میں دہلی سے روانہ ہوئے۔ کاتب سطور بھی اس سفر میں ہمراہ تھا اور اس نے اپنے قدیم معمول اور سیدی وسندی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی عادت شریفہ کے مطابق اس سفر کا روزنامچہ قدرے وضاحت کے ساتھ لکھا تھا۔ روزنامچہ کے اندراجات چونکہ بہت سے افادی پہلو اپنے اندر رکھتے ہیں اور اہم ومفید معلومات اس سے حاصل ہوتی ہیں، اس لیے اس کو شامل سوانح کیا جاتا ہے:

"اجتماع رائے ونڈ ۱۴۱۴ھ

اس اجتماع میں شرکت کے لیے حضرت جی مدظلہٗ، مولانا زبیر، مولانا محمد عمر صاحب مولانا سعد، راقم محمد شاہد، شیخ غسان مدنی، شیخ عبدالعزیز بوقس، شیخ عبداللہ ربوعی وغیرہ بذریعہ طیارہ ۹ نومبر بدھ کو دلی سے لاہور کے لیے روانہ ہو کر ۴۰ منٹ میں مطار لاہور پہونچے، مطار پر ایک کثیر مجمع منتظر تھا۔ حضرت جی مدظلہٗ نے دعا کرائی اور مرکز رائے ونڈ روانہ ہو گئے۔

۱۰ نومبر ۹۳ء جمعرات میں دن بھر رائے ونڈ میں قیام رہا۔

۱۱ نومبر جمعہ۔ آج سے اجتماع کا باقاعدہ آغاز تھا۔ مشورہ میں مولوی زبیر صاحب کے متعلق نماز جمعہ پڑھانا طے ہوا۔ انہوں نے تبلایا کہ اعذار وموانع کی وجہ سے سال گذشتہ رائے ونڈ ہی میں جمعہ پڑھانا ترک کر دیا تھا۔ پورے ایک سال بعد اب رائے ونڈ ہی سے دوبارہ شروع ہوا۔ نماز جمعہ حضرت جی مدظلہٗ نے مشورہ والوں کے خیمہ میں ادا کی، نماز جمعہ سے پہلے مولانا مفتی زین العابدین صاحب کا تھوڑی دیر ترغیبی بیان ہوا۔ بعد نماز جمعہ مولانا احمد لاٹ کا بیان ہوا۔ حضرت جی مدظلہٗ کچھ دیر ان کے بیان میں بیٹھے رہے اور پھر قیام گاہ پر پہونچ کر فرمایا کہ مولوی احمد بہت اچھی بات کر رہے تھے۔ بھائی غلام دستگیر صاحب ملاقات کے لیے آئے، بہت دیر

بیٹھے رہے حضرت جی مدظلہٗ نے توجہ کے ساتھ ان سے گفتگو فرمائی۔

۱۲۔ شنبہ۔ آج ایک صاحب کا بیان سن کر (جنھوں نے اپنے بیان میں نبوی سیاست اور موجودہ سیاست کا تقابل پیش کیا تھا) حضرت جی مدظلہٗ نے عمومی انداز سے کام کرنے والے رفقاء واحباب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بھائی ہمارے یہاں تقابل نہیں ہے بس اپنی بات مثبت انداز سے کہنا ہے۔

مولانا محمد عمر صاحب کا آج بعد مغرب عمومی بیان تھا۔ موصوف بیان سے قبل حضرت جی مدظلہٗ کے پاس آئے اور دریافت کیا کہ کس موضوع پر بیان کروں؟ تو فرمایا کہ مجمع کو آخرت وحشر ونشر سمجھاؤ۔ مولانا محمد عمر صاحب جب بیان سے فارغ ہوکر آئے تو فرمایا کہ تم نے تو آج قدرت پر بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ حضرت اس کے ساتھ بعد میں آخرت بھی بیان کی۔

۱۳، اتوار۔ اجتماع کے تیسرے دن حضرت مولانا نے شرکاء اجتماع اور جماعت میں جانے والوں کو بڑی دل سوزی اور ہمدردی کے ساتھ خطاب فرماتے ہوئے امت کی بعثت کا مقصد اور آخرت کے مطالبہ کو واضح کیا۔ مولانا نے اپنے بیان کا آغاز آیت کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی سے کرتے ہوئے فرمایا کہ "اللہ پاک نے ہر زمانہ میں انبیاء کو بھیجا ہے ہر زمانہ کا نبی اپنے اپنے وقت کے اعتبار سے مکمل شریعت لے کر آیا ہے یہاں تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی، آپ قیامت تک کے لیے نبی ہیں، بچہ کا لباس اس کی عمر کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ دس سال کا بچہ اس کا لباس اس کے اعتبار سے ہوتا ہے پھر جب اس کی عمر بڑی ہوتی ہے تو اس کے اعتبار سے ہوتا ہے پھر جب چالیس سال کا ہوتا ہے تو اب لباس بدلنا نہیں، چوڑائی، لمبائی وہی رہتی ہے اسی طرح حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت اب پوری انسانیت کے لیے ہے اور ایسا لباس ہے جو اس کے تن پر بالکل صحیح اور مناسب ہے۔

اس کے بعد حضرت مولانا نے انسانی زندگی میں پھیلے ہوئے پانچ شعبوں کے

متعلق فرمایا کہ یہ شعبے بہت اہم ہیں. عبادات 'ایمانیات' اخلاقیات 'معاشرت معاملات یعنی لین دین. ان شعبوں میں انسان کو آزاد نہیں چھوڑا گیا بلکہ آپ نے ہر شعبہ کے مطابق احکامات بتائے ہیں

صرف مال حاصل کرلینا یہ کمال نہیں ہے بلکہ اس کے اندر بھی قیود ہیں قیامت کے روز بندہ کو قدم اٹھانے کی اجازت نہ ہوگی جب تک پانچ باتوں کا جواب نہ دیا جائے ہمارا دین مکمل ہے اگر ہم اپنی زندگی میں اللہ کے احکامات کو پورا کریں گے تو حیات طیبہ ملے گی، ہر چیز کے لیے محنت درکار ہے، دنیا کی کوئی چیز بغیر محنت کے حاصل نہیں ہوتی، تو یہ مبارک دین بغیر محنت کے کیسے حاصل ہوگا. اگر محنت چھوڑ دی گئی تو عبادات میں سے بھی جان نکل جائے گی. دین کی وجہ سے دلوں کو چین ملتا ہے اور روح کو راحت ملتی ہے. ایک آدمی کا بستره اچھا ہے مگر نیند نہیں آرہی تو یہ بستره بھی وبال بن جاتا ہے. اللہ جل شانہ، کے جتنے احکامات ہیں وہ بندہ کے لیے راحت کے واسطے ہیں۔

اس بیان کے بعد حضرت مولانا نے بڑی رقت آمیز طویل دعا کر کے جماعتوں سے رخصتی مصافحہ فرمایا۔

۱۴ / پیر۔ حکومت کی ایک سربر آوردہ شخصیت کا تذکرہ مجلس میں آیا ان کے محامد و محاسن سامنے آئے اور پھر ناکامی کا تذکرہ ہوا. تو اس پر فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ ان کو اپنی اکثریت کا زعم ہو گیا تھا جو بہت خطرناک چیز ہے. اس کا اپنی اکثریت کے زعم میں بار بار یہ اعلان کرنا کہ ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا' اللہ کو پسند نہیں آیا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا۔

۱۵ / منگل۔ آج بعد نماز فجر مولوی زبیر صاحب اور احقر لاہور روڈ پر چہل قدمی کے لیے گئے تو وہاں بھائی اصغیر صاحب کے صاحبزادے مولوی حافظ انیس سلمہ کو اپنا منتظر پایا کہ والد صاحب نے سلام عرض کیا ہے اور ملاقات کا وقت معلوم کیا ہے مولوی زبیر صاحب کو اس وقت لاہور ڈاکٹر منیر صاحب کے یہاں بھی آنا تھا چنانچہ

وہاں سے ڈاکٹر منیر کے یہاں آکر اور معائنہ چشم کے بعد وہ بھائی صغیر کے یہاں ملاقات کے لیے گئے، رائے ونڈ واپس آکر انھوں نے ساری تفصیل حضرت جی مدظلہٗ کو سنائی اور بھائی صغیر کے یہاں جانا بھی بتلایا تو اس پر فرمایا بہت اچھا کیا۔

آج حضرت جی مدظلہٗ کی مجلس میں اس پر گفتگو چلی کہ مدرسہ رائے ونڈ میں طلبہ کی تعداد بڑھائی چاہیے۔ مولوی احسان صاحب نے کہا کہ اگر مشورہ والے مان جائیں تو بہت اچھا ہے۔ اس پر ...... مشورہ کرنے کے لیے حضرت جی مدظلہٗ نے گفتگو کا آغاز کیا تو شریک مجلس ایک صاحب نے ذرا تیز لہجہ میں کہا کہ "حضرت آپ اس میں دخل نہ دیں"۔ حضرت جی مدظلہٗ نے بڑے تحمل کے ساتھ فرمایا، نا بھئی یہ بات نہیں، بعض جگہوں کے لڑکوں کو بلا کر داخلہ دینا چاہیے جیسے یہ نئی روسی ریاستیں جو آزاد ہو رہی ہیں وہاں دین پہونچانے کے لیے ان کو علم دین پڑھانا ضروری ہے۔ باہر کے ممالک کے طلبہ کو انکار بالکل مناسب نہیں، اس بارے میں اللہ جل شانہ سے ڈرنا چاہیے، یہ جملے کہتے ہوئے حضرت جی مدظلہٗ آب دیدہ ہو گئے، اور فکر و قلق کے لہجہ میں فرمایا کہ اگر وسائل نہیں ہیں جگہ کی تنگی ہے تو اضافہ کرو۔ جگہ بڑھاؤ یا مدرسے بڑھاؤ، اگر اپنے یہاں گنجائش نہیں ہے تو اپنے کسی دوسرے مدرسہ میں داخلہ کراؤ۔

اسی موقع پر ایک مجلس میں آسٹریلیا والوں نے حضرت جی مدظلہٗ سے آسٹریلیا تشریف آوری کی درخواست کی۔ اس پر بھائی ابراہیم عبدالجبار صاحب نے کہا۔ کہ حضرت آپ چاروں براعظموں میں جا چکے ہیں صرف آسٹریلیا باقی رہ گیا ہے تشریف لے جائیں تو مناسب ہوگا۔ اس پر فرمایا کہ بس جماعتیں جاتی رہیں اور کام کرتی رہیں سنت سے یہ بھی ثابت ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہر ہر جگہ تشریف نہیں لے گئے بلکہ اصحاب کو بھی بھیج کر کام کرایا ہے۔

۱۷، جمعرات۔ آج دن بھر رائے ونڈ میں رہ کر شب میں ۸ بجے رائے ونڈ اسٹیشن سے بذریعہ اسپیشل ٹرین پشاور کے لیے روانہ ہوئے۔ فسٹ کلاس کی ۸ سیٹیں

حضرت جی مدظلہ اور مولانا زبیر الحسن، شاہد مولوی محمد سعد، مولانا سعید خان صاحب مولانا محمد عمر صاحب اور مولوی سلیمان وغیرہ کی تھیں۔ رائے ونڈ سے ٹرین جب روانہ ہوئی تو حضرت جی مدظلہ نے فرمایا کہ ۱۹۳۸ء ۱۳۵۷ھ میں پہلی مرتبہ رائے ونڈ اسٹیشن آئے تھے بڑے حضرت جی کے ساتھ حج کا سفر تھا۔ دلی سے لاہور رائے ونڈ ہوتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے۔ اس وقت فجر کی نماز یہاں پڑھی تھی۔

۱۸ر جمعہ۔ کی صبح ۸ بجے پشاور پہونچ کر قیام گاہ پہونچے، یہاں تین دن کا اجتماع تھا۔ اس علاقہ میں لنگی باندھنا معیوب ہے حضرت جی مدظلہ نے رفقاء سے فرمایا کہ پہلے تو یہ لوگ لنگی کے معاملہ میں بہت سخت تھے اب جماعتوں کی آمدورفت کی وجہ سے کچھ نرم ہو گئے ہیں لیکن خود حضرت جی مدظلہ نے اہل پشاور کے جذبات کے احترام میں تین دن لنگی نہیں باندھی اور ہمیشہ کی عادت اور معمول کے خلاف شب میں بھی پائجامہ پہن کر آرام کیا۔

۱۹ر شنبہ۔ آج مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا ارسلان صاحب آئے اور جہاد افغانستان پر گفتگو کرتے رہے۔ حضرت جی مدظلہ نے ان سے آیت کریمہ لایستوی القاعدون من المؤمنین تلاوت کرکے اس موضوع پر گفتگو کی۔ مولانا عبدالحفیظ صاحب بھی دن بھر ہمارے ساتھ رہے۔

شیخ غسان مدنی نے دریافت کیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بوسنیا اور کشمیر کے مسلمانوں سے تبلیغ والوں کو کچھ ہمدردی نہیں، یہاں تک کہ ان کے لیے دعا بھی نہیں کرتے۔ اس پر فرمایا کہ ہمدردی کیسے نہیں ہوگی جب کہ حدیث شریف میں بتلایا گیا ہے کہ من لم یھتم بامر المسلمین فلیس منا یہ بات صحیح ہے کہ ہم نام لے کر دعا نہیں کرتے، مظلومین کہہ کر دعا کرتے ہیں اور مظلومین میں یہ سب داخل ہیں۔

۲۰ر اتوار۔ آج صبح اجتماع ختم ہو کر بذریعہ ٹرین لاہور کے لیے روانہ ہوئے اور شب میں بارہ بجے رائے ونڈ مرکز پہونچے۔ گاڑی کچھ لیٹ تھی، راستہ میں ٹرین

میں حضرت جی مدظلہ نے رائے ونڈ کے بعض خواص کو نصیحت فرمائی کہ آپس میں محبت و مودت سے رہیں اور ایک دوسرے کے جذبات کی رعایت کریں۔

۲۱ ر پیر۔ بھائی پاڈ یا جو اجتماع میں آئے تھے آج واپس افریقہ جا رہے ہیں، وہ مصافحہ کے لیے آئے تو حضرت جی مدظلہ نے ان سے فرمایا کہ وہاں کالے گوروں میں جو ٹکراؤ اور جھگڑا ہو رہا ہے، یہ سب یہودیوں کی سازش ہے ۔ ساتھیوں سے کہہ دینا کہ گھبرائیں نہیں محنت کرتے رہیں اور دعائیں کرتے رہیں:

کل ڈاکٹر منیر صاحب حضرت جی مدظلہ کا نیا چشمہ بنا کر لائے تھے وہ لگا لیا تھا آج اس کو اتار دیا اور پہلا لگا لیا۔ مولانا سلیمان صاحب نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ وہ پہلا چشمہ مدینہ منورہ کا ہے، یہ تو ڈاکٹر صاحب کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لیے لگا لیا تھا۔

طے شدہ نظام کے مطابق آج نماز ظہر اول وقت پڑھ کر مطار لاہور کے لیے روانہ ہوئے، اور نماز عصر اول وقت مطار پر ادا کر کے دہلی کے لیے روانہ ہوئے

فللہ الحمد والمنۃ"

اجتماع ۱۹۹۳ء کے متعلق بعض اہم معلومات۔

۱۔ اس اجتماع میں اکانوے ممالک کے پانچ ہزار چار سو پچاس خواص اور کام کرنے والے احباب نے شرکت کی۔

۲۔ جو جماعتیں اس مرتبہ اللہ جل شانہٗ و عم نوالہٗ کی راہ میں محنت و جدوجہد کے لیے تیار ہو کر نکلیں ان کا گوشوارہ یہ ہے۔

- بیرونی ممالک جانے والی جماعتیں ۔ ۲۷۳ جماعتیں
- اندرون ملک ایک سال کے لیے ۔ ۶۱ "
- اندرون ملک تین چلہ کی ۔ ۳۹۰ "
- اندرون ملک ایک چلہ کی ۱۹۶۸ "

- مختلف ایام کی جماعتیں ۲۶۷ جماعتیں

کل ۲۹۵۹ "

۳۔ اجتماع گاہ سے متعلق ذیل کے اعداد و شمار سے اس اجتماع کی وسعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

- پنڈال کی لمبائی ۳۴۱۴ • پنڈال کی چوڑائی ۲۰۸۷ فٹ
- کل افراد کے قیام کی جگہ ۶۰۰۰۴۴
- صفوں کی تعداد ۳۲۲۔ (ایک صف میں دو ہزار افراد نماز پڑھتے ہیں)
- مشرق سے مغرب تک نصب ہونے والے بانس کی تعداد ۔ ۱۶۱ (ہر بانس کے درمیان ۱۳ فٹ کا فاصلہ رکھا گیا)
- شمال سے جنوب تک نصب ہونے والے بانس کی تعداد ۲۲۹ (ہر بانس کے درمیان ۱۵ فٹ کا فاصلہ رکھا گیا)۔
- تعداد بیت الخلاء ۲۸۰۰ • وضو کرنے کی چھوٹی حوض ۲۴۳ عدد
- پانی کی فراہمی کے لیے موٹر ٹیوب ویل ۴۰ عدد
- اجتماع گاہ میں آواز پہونچانے کے لیے لگائے گئے اسپیکروں کی تعداد ۔ ۳۷۶

اجتماع رائے ونڈ منعقد جمادی الاولی ۱۴۱۵ھ

حضرت مولانا کی حیات کا یہ آخری اجتماع ۷، ۸، ۹ رجب المرجب

۱۱، ۱۲، ۱۳، نومبر ۱۹۹۴ء جمعہ، ہفتہ، اتوار میں منعقد ہوا۔ تقسیم ہند کے بعد شروع ہونے والے سالانہ اجتماعات میں یہ انتالیسواں اجتماع تھا، اس اجتماع میں شرکت کے لیے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مع دیگر رفقاء مولانا محمد عمر صاحب، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب، مولانا محمد سعد صاحب، مولانا محمد بن سلیمان جھانجی، مولانا احمد لاٹ، راقم سطور محمد شاہد وغیرہ۔

۳، جمادی الثانی ۸، نومبر منگل میں بذریعہ طیارہ دہلی سے لاہور اور وہاں سے قیام گاہ مرکز رائے ونڈ تشریف لے گئے۔ جمعہ کی صبح سے اجتماع کا آغاز ہوا۔ مولانا زبیر الحسن صاحب کی امامت

جمعہ کے بعد مولانا احمد لاٹ صاحب کا بیان ہوا۔

اجتماع کے دوسرے دن بعد عصر مجلس نکاح میں حضرت مولانا نے کچھ دیر نکاحوں کی اہمیت اور سادگی پر بیان فرماکر ایجاب وقبول کرائے۔

آخری دن مولانا محمد عمر صاحب کی روانگی کی ہدایات کے بعد حضرت مولانا کا اختتامی بیان ہوا، جس میں آپ نے قرآن پاک کی آیت لقد خلقنا الانسان فی کبد اور دوسری آیت ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ تلاوت فرماکر اعمال کے ذریعہ انسان کی عزت وذلت اور دین اسلام کا آفاقی اور اللہ جل شانہ کے یہاں صرف اسی کا قبول و مقبول ہونا بتلایا۔ ایمان ویقین سے بھرپور اس تقریر کی تاریخی اہمیت یوں بھی ہے کہ یہ آپ کی حیات میں ہونے والے آخری اجتماع رائے ونڈ کی آخری تقریر ہے اس لیے اس کو یہاں بعینہ پیش کیا جاتا ہے:

"میرے عزیزو، اور دوستو بزرگو! اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے اس آیت مبارکہ میں اپنا قانون بتلایا ہے اور وہ یہ کہ اللہ جل شانہ نے دنیا اور آخرت میں کامیاب ہونے کے لیے دین دیا ہے۔ دین کے علاوہ جو شخص کوئی اور راستہ تلاش کرے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت جو اصلی زندگی کا وقت ہے جہاں پر اصلی زندگی ہے وہاں پر وہ خسارے والوں میں سے نقصان والوں میں سے ہوگا۔ اللہ جل شانہ وعم نوالہ کے یہاں قبول ہونے کا ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ اس کے دین کو اختیار کیا جائے، اس کے دین پر چلا جاوے اور دین کیا ہے دین یہ ہے کہ اللہ جل شانہ وعم نوالہ نے اپنے بندوں کو، اپنی مخلوق کو دنیا میں زندگی گذارنے کا ایک طریقہ بتلایا ہے اس طریقے کے مطابق زندگی گزارنا ہی دین ہے۔ خدائے پاک نے ایک طریقہ حیات دیا ہے جو انسان کے ہر شعبے کو شامل ہے انسان کی زندگی کا کوئی شعبہ اس سے خالی نہیں ہے اس سے فارغ نہیں ہے، اللہ جل شانہ وعم نوالہ نے ہر ہر چیز کے لیے

طریقہ بتلایا ہے۔ جب اس طریقے پر اپنی زندگی گذاری جاوے گی تو یہ
دین داری ہے اور خدائے پاک کے یہاں مقبول راستہ ہے، دین چند
عملوں کا نام نہیں ہے کہ ان کو کرلیا اور اپنی باقی زندگی کے اندر اپنے آپ
کو آزاد سمجھ لیا اور یہ سمجھ لیا کہ ہم دین دار ہیں اور چند عملوں کے کرنے کی
وجہ سے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ زندگی کی جتنی شاخیں ہیں، زندگی کے جتنے
شعبے ہیں، زندگی کے جتنے گوشے ہیں، ہر گوشے میں، ہر شعبے میں خدا کے
حکموں کے مطابق چلنا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو اپنانا
ہے، یہی دین ہے یہی خدائے پاک کے یہاں مقبول طریقہ ہے مقبول راستہ
ہے، کامیابی کا راستہ ہے اور یہ راستہ ایسا نہیں ہے جو انسانوں کی طاقت
سے باہر ہو، انسانوں کی سکت سے باہر ہو، نہیں خدائے پاک نے جو بھی
طریقہ بتلایا ہے وہ ایسا طریقہ ہے کہ ہر انسان اس کو کرسکتا ہے اس کے اوپر
چل سکتا ہے اس کے اوپر جم سکتا ہے اور اس کو اپنی زندگی کے اندر لاسکتا
ہے۔ اللہ جل شانہ وعم نوالہ نے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی ہے جو انسان
کے بس سے باہر ہو، انسان کے استطاعت وطاقت سے باہر ہو۔
لایکلف اللہ نفسًا الا وسعھا کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ انسان کے بس
سے باہر ہو جس کو انسان نہ کرسکتا ہو، خدائے پاک جانتے ہیں انسان
کے ضعف کو، انسان کی کمزوری کو، انسان خلقتًا ضعیف ہے خلق الانسان
ضعیفا خود خدائے پاک کا ارشاد گرامی ہے۔ اس نے اس کو ضعیف سمجھ کر
اور ضعیف جان کر ہی طریقہ بتلایا ہے ایسا طریقہ کہ جس پر چل کر ہر انسان
دین دار بن سکتا ہے ہر انسان خدا کے حکموں پر چل سکتا ہے ہر انسان اس
طریقے کو اپنا سکتا ہے لیکن یہ اس شخص کے لیے ہے جو اس راستے پر
چلنا چاہے، جو اس طریقے کو اختیار کرنا چاہے۔ جو اس طریقے کو اختیار
نہ کرنا چاہے تو اس کے لیے دشوار معلوم ہوتا ہے مشکل معلوم ہوتا ہے۔

بھاری معلوم ہوتا ہے۔ یہ آدمی خود دنیا کی زندگی میں دیکھ سکتا ہے اگر کسی طرح کا راستہ صحیح ہو، سیدھا ہو، آسان ہو، سہل ہو لیکن اس کا رُخ دوسری طرف ہو اور وہ صحیح اور آسان راستے پر نہیں چل رہا ہو تو دوسری طرف چلے گا، جتنا چلے گا اتنا وہ اپنی منزل سے دور ہوگا اتنا دشواریوں میں پھنسے گا، اتنا پریشانیوں میں مبتلا ہوگا، اسی لیے میرے عزیزو، دوستو اور بزرگو! ہمیں اس کو دیکھنا ہے کہ ہماری زندگی کی راہ کہیں ہٹی ہوئی تو نہیں ہے، کہیں اپنی چول سے تو ہٹی ہوئی نہیں ہے، ہمیں اپنی زندگی کو اس جگہ پر، اس طریقے پر، اس راہ پر لانا ہے جو اللہ جل شانہ وعم نوالہٗ نے ہمیں دیا ہے اور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے اوپر چل کر ہم کو بتلایا ہے۔ نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے وہ ایک بشر تھے ایک انسان تھے، کھاتے تھے، پیتے تھے، شادی بیاہ کرتے تھے۔ جتنی انسانی چیزیں ہیں وہ کرتے تھے اور اللہ جل شانہٗ نے اسی واسطے انسان کو رسول بنایا ہے کہ اگر فرشتوں کو بناتے تو ہمارے لیے عذر ہو جاتا کہ وہ فرشتے ہیں۔ نہ ان کو کھانے کی ضرورت ہے، نہ ان کو پینے کی ضرورت ہے۔ لیکن رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو انسان ہی بنا کر بھیجا، بشر ہی بنا کر بھیجا اور انسانی ضرورتیں اور بشری حاجتیں ساری ان کے اندر رکھیں، آپ ان سب کو پورا کرتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ پوری زندگی اللہ کے بتائے ہوئے طریقے پر خدائے پاک کے پسند کردہ اور پسندیدہ راہ پر گذاری ہے اور اپنے مابعد آنے والوں کو راستہ دکھلایا ہے اور بتلایا ہے خود ——— خدائے پاک نے فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لیکن یہ اس کے لیے لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاٰخر یہ اس کے لیے ہے جو اللہ سے امید رکھتا ہو اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہو۔ ان چیزوں پر یقین رکھتا ہو، ان کا دھیان رکھتا ہو تو ان کے لیے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اندر نمونہ ہے ان کی زندگی کے اندر رہنمائی ہے، رہبری ہے۔ لیکن اگر اس راستے کو اختیار ہی نہ کیا جاوے، اس طرف رُخ ہی نہ کیا جاوے، اس پر نہ چلا جاوے تو پھر خدائے پاک جو صمد ہیں، جو بے نیاز ہیں ان کو ہماری فرمانبرداری کی، ہماری اطاعت کی کوئی ضرورت نہیں، کوئی حاجت نہیں، یہ اللہ جل شانہٗ عم نوالہٗ نے جو طریقہ بتلایا ہے یہ مخلوق ہی کے فائدے کے لیے ہے اور انسانوں ہی کے فائدے کے لیے ہے، اس سے خدائے پاک کا اپنا کوئی فائدہ نہیں ہے، ساری دنیا کے بسنے والے انسان اگر سب متقی و پرہیزگار ہو جاویں، اچھے سے اچھے کام پر جمع ہو جاویں تو اس سے خدا کی خدائی کے اندر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ایسے ہی اگر سارے کے سارے بدترین زندگی اور برے کاموں پر جمع ہو جاویں، سارے کے سارے انسان شقی بن جاویں تو خدائے پاک کی خدائی میں اس کا کوئی نقصان نہیں ہوتا، خدائے پاک نے جو طریقہ دیا ہے وہ انسانوں ہی کے پرکھنے کے لیے ہے، انسانوں کے لیے دنیا اور آخرت میں چمکنے کے لیے ہے، انسانوں ہی کے دنیا اور آخرت میں کامیاب ہونے کے لیے ہے۔

اس لیے میرے عزیزو، دوستو اور بزرگو! انسان کے لیے آسان اور صحیح اور سیدھا راستہ یہ ہے کہ وہ اس خدائی کو مضبوط پکڑے اور وہ طریقہ معلوم ہوگا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے، یہ کسی کی اپنی خواہش سے، کسی کی اپنی من مانی سے، کسی کے اپنے جی چاہی سے نہیں حاصل ہوتا، جو بغیر خدا کی ہدایت کے اپنی خواہشات پر چلتا ہے اپنے جی چاہی پر چلتا ہے وہ بہت گمراہ ہے ومن اضل ممن اتبع ھواہ بغیر ھدًی من اللہ اللہ ہی کی طرف سے جو کچھ ہدایت ہے اسی سے اپنی سیدھی راہ پر چل سکتا ہے، اس کو چھوڑ کر آدمی کو چاہیے جتنے منافع چاہے

جتنے فوائد نظر آتے ہوں دوسرے راستے میں، لیکن اس راستے پر چلنے والا ناکام ہی ہوتا ہے اور وہ خسارے ہی میں رہتا ہے۔ اس لیے میرے عزیزو، دوستو اور بزرگو! نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور تشریف لاکر وہ طریقہ بتلایا اور اس طریقے کی زندگی میں آنے کے لیے ایک محنت بھی بتلائی اور اپنی امت کو سکھلائی اور وہ محنت کیا ہے وہ محنت دعوت ہے۔ دعوت کسے کہتے ہیں، دعوت، تبلیغ، وعظ، نصیحت، تذکیر، انذار یہ سارے ہم معنی ہیں، ہر ایک کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف لانے کی کوشش کی جاوے۔ اللہ جل شانہ، کا قانون ہے کہ جس چیز کی کوشش کی جاتی ہے اس کو وہ ضرور مرحمت فرما دیتے ہیں، اس کو اپنی دنیا میں زندہ فرما دیتے ہیں تو نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم وہ طریقہ زندگی بھی بتلا کر گئے ہیں اور اس کے زندگی میں آنے کا طریقہ بھی بتلا کر گئے ہیں جس کو دعوت کہا جاتا ہے۔ اس لیے میرے عزیزو، دوستو اور بزرگو! جب تک ہمارے اندر یہ محنت رہی، جب تک ہمارے اندر دعوت باقی رہی، جب تک ہمارے اندر تبلیغ رہی، اس وقت تک یہ انسان اپنے اس طریقہ زندگی پر رہا، اور جب یہ محنت نکلی تو انسان کی زندگی میں سے وہ طریقہ بھی نکلتا چلا گیا اور خدائے پاک کا جو وعدہ اس زندگی پر تھا اس سے بھی انسان بعید ہوتا چلا گیا اور اس سے محروم ہوتا چلا گیا، خدائے پاک کی رحمتیں — خدائے پاک کی برکتیں، خدائے پاک کی نصرتیں وہ اس طریقے کے ساتھ ہیں وہ کسی شخص کے ساتھ کسی فرد کے ساتھ نہیں۔ اس لیے میرے عزیزو دوستو اور بزرگو! ہمارے ذمے ہے کہ ہم محنت کریں اور اس طریقے کو اپنی زندگی میں لانے کی کوشش کریں جو اللہ جل شانہ، عم نوالہ نے اپنے بندوں کے لیے تجویز فرمایا ہے، ان کے لیے پسند فرمایا ہے کہ اس کے سوا کوئی اور راستہ خدائے پاک کو پسند نہیں ہے ورضیت لکم الاسلام دینا

کہ زندگی گزارنے کے لیے تمہارے لیے میں نے اسلام کو پسند کیا ہے، اور اسلام کیا ہے، اسلام کے معنی ہیں خدا کے حکموں کے سامنے بے چون وچرا گردن جھکا دینا یہ اسلام کے معنی ہیں۔ ہم اپنی پوری زندگی کے اندر بجائے اپنی خواہش پر چلنے کے، بجائے اپنی جی چاہی پر چلنے کے خدا کے حکموں پر چلنے والے بن جائیں تو خدا کے احکام زندہ ہونگے۔ خدا کے حکموں کے ساتھ جو رحمتیں ہیں وہ بھی ہمیں ملیں گی۔ وہ بھی ہمیں حاصل ہوں گی جو خدا کے حکموں کو چھوڑ کر کبھی حاصل نہیں ہوسکتیں۔ اللہ جل شانہٗ عم نوالہ کی رحمت خدائے پاک کی نصرت اور مدد وہ اپنے حیلے حوالوں سے اور اپنی ترکیب سے نہیں حاصل ہوسکتی۔

وہ تو اللہ ہی کے بنائے ہوئے طریقے سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اس لیے میرے عزیزو، دوستو اور بزرگو! ہمیں کوشش کرنی ہے، ہمیں محنت کرنی ہے اس کی کہ ہماری زندگیوں میں اور اللہ کے بندوں میں اللہ والا طریقہ آجاوے، اللہ کا پسندیدہ طریقہ آجاوے اس لیے محنت کرنی ہے، اور یہ سب جانتے ہیں کہ ہر چیز سیکھنے سے آتی ہے بغیر سیکھے نہیں آتی، یہ معمولی معمولی چیزیں جو روزمرہ کی ہیں جیسے تجارت ہے، زراعت ہے۔ یہ چیزیں بھی اپنے سیکھنے سے آتی ہیں، یہ بھی خالی اپنے سوچنے سے نہیں آتیں۔ ایسے ہی میرے عزیزو، دوستو اور بزرگو! اس کو بھی سیکھنا پڑے گا اور سیکھنے کے لیے ہمیں اصل بات جو سیکھنی ہے وہ یہ ہے کہ ہم کسی کے اوپر احسان نہیں کر رہے ہیں کسی کے لیے ہم ہادی نہیں بن رہے ہیں۔ بلکہ اپنی محنت کو پورا کرنے کے لیے، اپنے فرض منصبی کو ادا کرنے کے لیے یہ کوشش کر رہے ہیں اور اس کوشش کرنے میں ہمیں دوسرے کے ساتھ اس طریقے سے پیش آنا ہے کہ اس کی حقارت نہ ہو، اس کی اہانت نہ ہو، نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم جو اولین وآخرین میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک کریم ہیں

ان کی عادت مبارکہ بھی یہ تھی کہ جس کو پیغام پہنچاتے تھے اس کو حقیر نہیں سمجھتے تھے کان لایحقر احدا یبلغہ رسالات اللّٰہ۔ جس کو اللہ کا پیام پہونچاتے تھے اس کو حقیر نہیں سمجھتے تھے، شیطان اول عمل نہیں کرنے دیتا اور آدمی جب عمل پر آجاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ عمل سے رکنے والا نہیں تو پھر اس کے اندر ایسی شاخیں نکال دیتا ہے جس سے اس عمل کی جان نکل جاتی ہے۔ جس سے اس عمل کی جان نکل جاتی ہے اور وہ عمل کھوکھلا ہو کر رہ جاتا ہے۔ اگر ہم نے اپنے عمل کرنے میں اس کو صحیح طریقہ پر نہیں کیا تو ظاہر کے اندر بڑا عمل نظر آئے گا لیکن حقیقت کے اندر بے جان ہوگا، اس کے اندر کوئی قوت، کوئی طاقت نہیں ہوگی۔ اللہ جل شانہ وعم نوالہ ہمیں محنت کرنے کی توفیق نصیب فرمادے اور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقے پر جتنا ہمارے لیے مقدر فرمادے اور ہمیں اپنی من مانی سے اور اپنی خواہشات پر چلنے سے اللہ ہماری حفاظت فرمادے، اس محنت کے اندر پھر دو جزو ہیں ایک جزو اپنے گھروں کو چھوڑنا اور اپنے گھروں کے قیام کو، اپنی جی چاہیوں کو چھوڑنا اور خدائے پاک عز اسمہ نے جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان کو چھوڑنا، اس کو اصلی مہاجر فرمایا گیا المهاجر من هجر مانهی اللّٰہ عنه، اصلی مہاجر، اصلی ہجرت والا وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے خدائے پاک نے منع فرمایا ہے، اور ہم اول اپنی خواہشات کو اپنی جی چاہی کو —— چھوڑ رہے ہوں، اللہ کے حکم کے سامنے۔ اور ایسے ہی ہمیں اپنے گھر سے محبت ہے اپنے وطن سے محبت ہے اس کو چھوڑ رہے ہوں، اللہ کے دین کی محنت کے لیے، اللہ کے دین کی دعوت کے لیے یہ ہجرت ہے اور دوسرا حصہ اس کا نصرت کا ہے جو اپنے گھروں کو، اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر نکلے ہیں۔ ان نکلنے والوں کے ساتھ جڑ کر ان کے ساتھ مل کر ان کے کام میں ہاتھ بٹانا ہے۔ معمولی معمولی چیزیں گھریلو ان کی خبرگیری کرنا یہ بھی۔

ایک نصرت کا درجہ ہے۔ لیکن اصلی نصرت یہ ہے کہ اس کام کے اندر ہاتھ بٹایا جارہا ہو جس کام کے لیے انھوں نے اپنے بیوی بچوں کو اپنے گھر بار کو چھوڑا ہے یہ دو چیزیں ہوں گی یعنی ہجرت ہوگی نصرت ہوگی تو یہ دعوت یہ محنت پروان چڑھے گی، آگے بڑھے گی، آگے چلے گی، جتنی دعوت بڑھے گی اور جتنی دعوت چلے گی اتنی زندگی کے ہمارے شعبے صحیح ہوتے چلے جائیں گے، اپنی چول پر آتے چلے جائیں گے۔ آج زندگی کا ہر شعبہ اپنی چول سے ہٹا ہوا ہے اپنی راہ سے بہت دور جا پڑا ہے، ہماری زندگی کے تمام شعبے اپنے طریقے پر آجاویں، اپنی راہ پر آجاویں ـــ اس کے لیے یہ محنت ہے یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دے کر گئے ہیں ہر آدمی جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لیوا ہے اور ان کے اوپر جان دینے والا ہے اس کے ذمہ ہے اس محنت کا کرنا، کوشش کرنا اس کے اندر اپنے آپ کو لگانا ہر اُمتی کی ذمہ داری ہے کہ یہ محنت کرے، اللہ کے بندوں پر اس کی ذمہ داری رکھی ہوئی ہے، ہر شخص کو اس کی محنت کرنی ہے لیکن یہ دعوت ہے اور دعوت کے اندر کسی کی تحقیر نہیں کسی کی توہین نہیں، کسی کے اوپر زبردستی نہیں بلکہ سمجھانا ہے بجھانا ہے شوق دلانا ہے، رغبت دلانا ہے اس کے اوپر زبردستی نہیں کرنا۔ یہ امر نہیں ہے امر وہ ہوتا ہے جو بڑے کا چھوٹے کے اوپر چلتا ہے ـــ ہماری اس تبلیغ میں، اس دعوت میں امر نہیں۔ بلکہ عرض ہے یعنی خدا کے بندوں کے سامنے اس زندگی کو پیش کرنا یہ حکم کرنا نہیں جس کو کہا جاتا ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان لوگوں کے لیے ہے جن کے پاس طاقت ہو جن کے ہاتھ میں کوئی زور ہو جس کے پاس سلطنت ہو۔ کوئی قوت ہو لیکن ہمارے پاس یہ سب ـــ کچھ نہیں ہے ہم اس کے مکلف نہیں ہیں ہمارے لیے تو دعوت ہے، دعوت کے اندر عرض ہوتا ہے عرض الدعوۃ یعنی دعوت کا پیش کرنا۔ چھوٹا بن کر کسی بات کو پیش کرنا جیسے ہمارے

محاورے میں بھی مشہور ہے عرضی پیش کی میں نے۔ پھر یہ دعوت ہے دعوت کے اندر عرض ہے اس کے اندر امر نہیں ہے" اللہ جل شانہٗ عم نوالہ ہمیں اپنی زندگی میں صحیح طریقے پر چلنے کی توفیق نصیب فرماوے اور اس کی محنت کرنے کے لیے خدائے پاک ہم کو قبول فرماوے۔ آمین"۔[1]

اس تقریر کے بعد حضرت مولانا نے دعا فرمائی اور چالیس منٹ کی طویل دعا پر اس سال کا اجتماع ختم ہوا۔ عمومی مجمع کا اندازہ آٹھ لاکھ افراد کا لگایا گیا۔

اس اجتماع میں اکیاسی ملکوں کے تین ہزار سات سو تینتالیس (۳۷۴۳) احباب و خواص نے شرکت کی۔ ان اعداد و شمار میں تیرہ ملکوں سے آئے ہوئے ستاسی علماء و مشائخ بھی شامل ہیں۔

سعودی عرب سے آنے والے علماء و مشائخ میں شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ التویجری اور شیخ محمد بن ابراہیم التویجری (مرکز توعیۃ الجالیات قصیم) سر فہرست رہے۔ دونوں حضرات نے تین دن تک اجتماع کے تمام اعمال و بیانات میں شرکت کی اور تفصیل کے ساتھ ہر ہر چیز کا جائزہ لے کر ایک ذمہ دارانہ تحریر اپنے دستخط کے ساتھ مرتب کی۔

اس تحریر میں دعوت و تبلیغ کی اس محنت سے متعلق اپنے مشاہدات و احساسات نیز اپنی شہادت و اعتماد اور شرکائے اجتماع کی دینی کیفیت کا واضح الفاظ میں تذکرہ ہے۔

انسانیت کے اعلیٰ و بلند مقصد پر خود عمل کرنے اور دوسروں تک اس کو پہونچانے کے لیے جو جماعتیں اس اجتماع سے نکلیں، ان کا گوشوارہ یہ ہے۔

بیرون ملک کے لیے جانے والی جماعتیں	۱۴۳ عدد
اندرون ملک ایک سال کے لیے جانیوالی جماعتیں	۳۰ "
اندرون ملک تین چلہ کے لیے	۴۰۰ "
اندرون ملک ایک چلہ کے لیے جانیوالی جماعتیں	۱۰۸۱ "
کم و بیش ایام کے لیے " "	۲۶۵ "

---

[1] بشکریہ ماہنامہ البنوریہ کراچی حضرت جی نمبر

کل تعداد ۳۷ ۲۸ عدد

پاکستان سے شائع ہونے والے مشہور روزنامہ نوائے وقت لاہور نے اجتماع کے متعلق اپنے تاثرات اور جماعت کی محنت وجدوجہد اور اس سے پیدا ہونے والے خوشگوار اثرات پر ذیل کا خصوصی مضمون شائع کیا۔

"امسال تبلیغی اجتماع ۱۱، ۱۲، ۱۳ نومبر ۹۴ء کو منعقد ہوا۔ مندوبین ۱۰ نومبر کی شام تک یہاں پہونچ چکے تھے، اجتماعی انتظامات کے لیے تبلیغی جماعت والے حکومت یا کسی دوسرے کی مدد کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ ان کی رضاکار تنظیم میں ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ ہوتے ہیں جو اجتماعی انتظامات سنبھالتے ہیں، یہ لوگ ہر کام خود کرنے کے منشور پر عمل پیرا ہیں تاہم حج بیت اللہ کے بعد مسلمانوں کا دوسرا بڑا اجتماع ہونے کی وجہ سے حکومت کا ہر محکمہ اپنے طور پر انتظامی امور میں اپنا حصہ ڈالتا ہے اس دفعہ بھی ہر محکمہ اپنے انتظامات کے سلسلہ میں مصروف عمل نظر آیا۔

تبلیغی اجتماع کی ایک بات جو اسے دیگر تمام سیاسی سماجی پروگراموں سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ پندرہ سولہ لاکھ افراد کی اتنی بھیڑ کے باوجود یہاں ماحول انتہائی پُرسکون ہوتا ہے۔ آنے والے زائرین خاموشی سے پرالی کے فرش پر بیٹھتے جاتے ہیں۔ یہاں ضلع میں اور ڈویژن کی سطح پر حلقہ بندیاں کی جاتی رہیں۔ تاکہ لوگ اپنے علاقہ کے لوگوں کو ڈھونڈنے میں دشواری محسوس نہ کریں۔ یہاں سارا دن دینی بیانات اور سالانہ کارگزاریاں سننے سنانے میں گذر جاتا ہے رات کو بھی کسی نے اونگھ لے لی ورنہ اکثر مندوبین دینی باتوں میں ہی رات گذار دیتے ہیں، اس مجمع میں امیر بھی ہوتے ہیں غریب بھی، چھوٹے بھی بڑے بھی، بچے بھی بوڑھے بھی، سندھی بھی، سرحدی بھی، بلوچ بھی، مکرانی بھی، بنگالی بھی، عرب سے آئے ہوئے بھی، ہندوستان سے بھی، خوانچہ فروش بھی اور ملوں والے بھی — دینی مدارس کے طلباء اور کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طالب علم بھی۔ غرض کہ زندگی

کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے لوگ محض خوشنودی خدا کے لیے یہاں جمع ہوتے ہیں اور یہاں سبھی برابر ہوتے ہیں۔

کسی قسم کی نمود و نمائش نہیں ہوتی بس ایک ہی تڑپ ہوتی ہے کہ ہم سدھر جائیں تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ سب کو اپنی ذات کی کوتاہیوں ــــ ناکامیوں اور نامرادیوں کا احساس ہوتا ہے۔ آخری روز جب مزید ہزاروں لوگ دعا میں شرکت کے لیے یہاں پہونچتے ہیں، تو رحمتوں کے اس سمندر کی وسعتوں میں بہت اضافہ ہو جاتا ہے۔ آخری دعا کے بعد نہایت پرسکون ماحول میں جماعتوں کی تشکیل ہوتی ہے۔ ہر شخص سے راہ دین میں نکلنے کے لیے وقت مانگا جاتا ہے اسے چلہ کہتے ہیں۔ یہ تین دن کا بھی ہو سکتا ہے چالیس دن کا بھی اور چار مہینوں کا بھی۔ ہر شخص اپنے حالات کے مطابق وقت لکھواتا ہے، یہاں ہر شخص کو ترغیب دی جاتی ہے کہ جیسے کوئی عام چیز محنت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ بالکل اسی طرح دین بھی بغیر محنت کے نہیں آئے گا۔ اور اس محنت میں علماء کی تقاریر سننا اور اسلامی لٹریچر پڑھنا ہی کافی نہیں، خود عملی طور پر اس محنت کے لیے نکلنا ضروری ہے اس طرح دین کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ ہوگا۔ ویسے تو ہم وقتی طور پر کسی مسجد میں جاتے ہیں تو چند لمحوں کے لیے نیک اور اچھے انسان بننے کا جذبہ ہم میں اجاگر ہوتا ہے یا اگر ہم قبرستان میں جاتے ہیں تو خوف کچھ وقت کے لیے ہمارے دلوں پر چھا جاتا ہے مگر جب ہم ان مقامات سے واپس اپنے ــــ دنیاوی ماحول میں پہونچتے ہیں تو ہمارا غیر دینی ماحول پھر ہمارے دل و دماغ پر اپنا اثر مسلط کر دیتا ہے۔ عالم اسلام اس وقت شدید مشکلات سے دوچار ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم اپنے مقصد سے ہٹ گئے ہیں۔ ہمارا مقصد آخرت کی زندگی کو بہتر بنانا ہونا چاہیئے جب کہ ہم دنیا میں اس عارضی قیام کو ہمیشہ کی زندگی سمجھ بیٹھے ہیں حالانکہ یہ تو اصل زندگی تک جانے کا ایک مرحلہ ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ آخرت کی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے اور

اس تک پہونچنے کے لیے تین مراحل ہیں۔ سب سے پہلے ماں کا پیٹ پھر دنیا کا پیٹ اور آخر میں قبر کا پیٹ۔ اگر ہم تینوں مراحل سے بحسن وخوبی گزر جاتے ہیں تو ہماری ہمیشہ کی زندگی ناختم ہونے والی خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ دوسری صورت میں یہاں تو ذلت ہے ہی آگے بھی رسوائی ہے۔ اسی لیے مولانا الیاسؒ نے تبلیغ دین کے لیے شرط رکھی ہے کہ ایک محدود وقت کے لیے دنیا کے تمام رشتے ناطے اور معاملات صرف اللہ کی ذات کے لیے چھوڑے جائیں اور راہ دین پر نکلا جائے تو طبعی لحاظ سے بھی اتنے محدود وقت خالص دینی ماحول میں رہنے کے بعد دوبارہ دنیاوی ماحول میں آنے سے دنیا کی کثافتیں ہم پر جلدی اثر نہیں کرتیں اور اگر ہر سال یا ہر ماہ دین کے لیے نکلنے کی خاطر ایک ٹائم ٹیبل ترتیب دیا جائے تو کوئی مبالغہ نہیں کہ خدائے ذوالجلال اپنی رحمت سے ہمارے دل اپنی طرف نہ پھیر لے۔"

اجتماع ختم ہونے کے بعد معمول کے مطابق مختلف ممالک کے مشورے شروع ہوئے عرب اور یورپین ممالک کے کام کرنے والوں نے اپنے علاقوں میں کام کی سطح اور اس کی رفتار، امید وبیم کے ملے جلے حالات کی تفصیلات سنا کر مشورے لیے اور حضرت مولانا نے اپنی خداداد فہم وفراست، دعوتی بصیرت اور اصابت رائے کے ساتھ ان کو مشورے اور ان کے سوالات کے جوابات دیئے۔

(۱۴ر نومبر پیر) کی صبح میں ہونے والے مشورہ میں "مذاکرہ کی جماعت" کے بارے میں تذکرہ ہوا تو بہت واضح اور کھلے لفظوں میں فرمایا کہ مذاکرہ کی جماعت کوئی چیز نہیں ہے ہمارے پاس اس کے متعلق چاروں طرف سے خطوط آرہے ہیں کہ یہ کیا ہے، ہم سب کو یہی لکھ رہے ہیں کہ یہ کچھ نہیں ہے اور اس کو تبلیغ میں شامل نہ کیا جائے۔ جو حضرات اس کے حامی ومؤید تھے ان کو اس فیصلہ سے ناگواری بھی ہوئی، لیکن حضرت مولانا نے بھرپور صبر وتحمل کے ساتھ خاموشی

نقشہ اجتماع گاہ: اجتماع رائیونڈ ۱۹۹۴ء مطابق ۱۴۱۵ھ
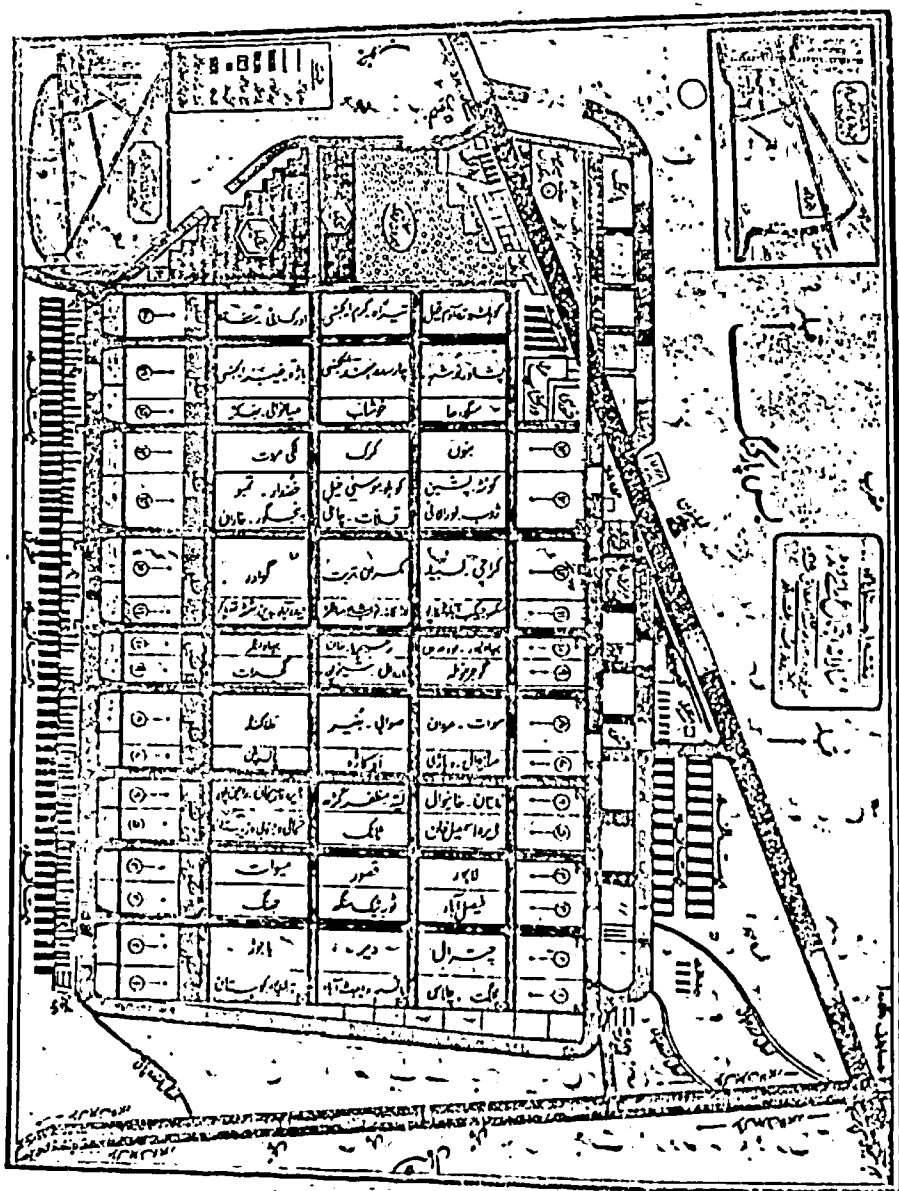
اختیار فرمائی اور چہرہ پر اس کا اثر بھی ظاہر نہیں ہونے دیا۔

(۱۶ر نومبر بدھ) کی شام میں رائے ونڈ اسٹیشن سے کراچی کے لیے روانگی ہوئی۔ یہاں ۱۷، ۱۸، ۱۹ر نومبر جمعرات، جمعہ، شنبہ میں سہ روزہ اجتماع منعقد ہوا۔ مختلف حضرات کے بیانات ہوئے۔ بعد نماز جمعہ مجلس نکاح منعقد ہوئی جس میں مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے ایجاب وقبول کرائے۔ آخری دن مولانا محمد عمر صاحب کے بیان کے بعد حضرت مولانا کا اختتامی بیان ہو کر دعا ہوئی۔

کراچی میں قیام کے دوران دینی وعلمی درس گاہوں کے علماء ذمہ دار حضرات مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی، مولانا جیب اللہ مختار صاحب، ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر، مولانا محمد یحییٰ صاحب مدنی، مولانا ادریس انصاری صاحب انبیٹھوی وغیرہ متعدد مرتبہ ملاقات کے لیے تشریف لائے۔

(۱۹ر نومبر شنبہ) میں مدنی مسجد کراچی سے روانہ ہو کر جناب الحاج محمد یوسف صاحب رنگ والوں کے مکان پر کچھ دیر ٹھہر کر اسٹیشن پہونچے اور وہاں سے لاہور کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ، حیدرآباد، ساہی وال کے اسٹیشنوں پر بڑی تعداد میں مجمع ملاقات کے لیے آیا ہوا تھا۔ اسٹیشن نواب شاہ پر مجمع کئی ہزار کی تعداد میں بہت منظم اور خاموش بیٹھا ہوا ملا۔ حضرت مولانا ٹرین سے اتر کر مجمع میں آئے اور نصف گھنٹہ بیان فرما کر دعا کرائی۔

(۲۰ر نومبر یکشنبہ) شام میں رائے ونڈ پہونچے، ٹرین آٹھ گھنٹہ لیٹ تھی جس کی وجہ سے تعب بھی ہوا۔ اور نظام الاوقات میں بھی خلل پڑا۔ حضرت مولانا رائے ونڈ اسٹیشن سے سیدھے سریاولی میوات ضلع قصور تشریف لے گئے۔ یہاں میاں جی شہزاد خاں کے مکان پر قیام ہوا۔ سریاولی میں ایک روزہ اجتماع تھا اس میں بیان، بیعت اور دعا سے فارغ ہو کر رائے ونڈ مرکز تشریف لائے، اور ۱۷ر جمادی الثانیہ ۲۲ر نومبر منگل کے دن بذریعہ طیارہ دہلی واپس ہوئے۔

یہ اجتماع حضرت مولانا کی حیات کا آخری اجتماع تھا۔ اس وقت عام لوگوں کو

شاید اس کا خیال و احساس بھی نہ ہوا ہو، کہ جس "مردِ مؤمن" کے سوزِ دروں اور ـــــ دردِ نایافت" کی برکت سے یہ گھنی چھاؤں ملی ہوئی ہے وہ بہت جلد ختم ہونے والی ہے

بیٹھے تھے گھنی چھاؤں میں اس کی نہ خبر تھی
بڑھ جائے گی دھوپ اور یہ سایہ نہ رہے گا
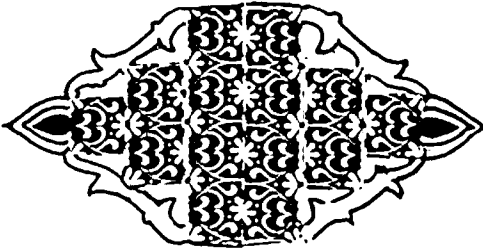
تیرھواں باب

بنگلہ دیش کے اسفار اور تبلیغی اجتماعات

لہو دے۔ دے کے صحرا بھی گلستاں کر دیئے ہم نے
کئی صدیوں کی شادابی کے ساماں کر دیئے ہم نے

بنگلہ دیش کے اسفار

اور

تبلیغی اجتماعات

سنہ ۱۹۴۷ء میں پاکستان وجود میں آیا اور اس کے دو بازو مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان قرار دیے گئے۔ تقریباً چوبیس سال بعد مشرقی پاکستان ایک خوں ریز انقلاب کے بعد بنگلہ دیش بن گیا اور اس طرح دنیا کے نقشہ پر ایک نیا ملک وجود میں آگیا، قیام پاکستان کے موقعہ پر بہت سے ایسے حضرات جو دعوت و تبلیغ سے واقف اور تجربہ کار تھے، پاکستان منتقل ہو گئے تھے۔ ان کی شدید خواہش تھی کہ مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب یہاں تشریف لاکر کام کا جائزہ لیں اور اس ملک میں کام کے پختہ ہونے اور مزید تقویت پہنچانے پر غور و فکر کریں۔ ابتدا میں چھ سال تک مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کا کوئی سفر نہیں ہو سکا تھا۔ آخر کار رفقاء مشرق کی تمنا بر آئی اور سنہ ۱۳۷۳ء مطابق سنہ ۱۹۵۴ء سے وہاں کے سفر شروع ہوئے۔

دعوت و تبلیغ کی محنت میں وسعت کے پیش نظر مشرقی سمت میں تین مرکز قائم ہوئے۔

(۱) ککرائل (۲) چاٹ گام (۳) کھلنا

ان مراکز میں جماعتوں کی مسلسل آمد و رفت کا نظم بنایا گیا اور کام کو صحیح نہج پر باقی رکھنے کے لیے پرانے کام کرنے والے واقف حضرات کی ترتیب قائم کی گئی۔ عمومی اور عوامی محنت کے علاوہ حجاج کرام میں بھی خصوصی طور پر محنت ہوئی، جس کے لیے باقاعدہ ایک ترتیب اور نظم قائم کیا گیا خصوصیت کے ساتھ بندرگاہ چاٹ گام سے جانیوالے حجاج میں تبلیغی جماعتوں نے بڑی محنت کی۔

چنانچہ ہر جہاز کی روانگی سے پندرہ یوم قبل جماعتیں یہاں پہونچ کر اپنی محنت شروع کر دیا کرتی تھیں یہاں قائم ہونے والا حجاج کیمپ دوسرے کیمپوں کے مقابلہ میں نسبتہً بڑا تھا اس لیے ایک ایک وقت میں یہاں پانچ پانچ ہزار حاجی مقیم رہتے تھے جن کی جماعت بندی ہو کر ایک ایک امیران پر متعین ہو جایا کرتا تھا۔

حضرت مولانا نے بنگلہ دیش کے کل چوبیس سفر کیے جن میں چھ سفر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی معیت میں اور باقی اٹھارہ اسفار ان کی وفات کے بعد اپنے دور امارت میں فرمائے۔

گذشتہ کئی سالوں سے یہ اجتماع ڈھاکہ سے متصل علاقہ "ٹونگی" میں منعقد ہوتا آرہا ہے اور میدان عرفات کے اجتماع کے بعد اسلامیان عالم کا یہ سب سے وسیع اور عظیم اجتماع ہے، جو بنگلہ دیش کی سرزمین پر منعقد ہوتا ہے اس لیے یہاں قدرے وسعت کے ساتھ ان اسفار کی تفصیل ہونے والے اجتماعات کی جامع تاریخ اور دعوتی و تبلیغی کارگزاریوں کا ایک واضح نقشہ اپنے قارئین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

بنگلہ دیش کے اس اجتماع کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ لاکھوں لاکھ بندگان خدا کی پنجوقتہ نمازوں کے لیے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال بالکل نہیں کیا جاتا بلکہ کئی سو کی تعداد میں اذان اور تکبیر دینے والے افراد متعین کر کے پہلے ان کی عملی تربیت کی جاتی ہے اور صحیح الفاظ و حروف کی ادائیگی کی مشق ان سے کرا کر پورے اجتماع گاہ میں چھوٹے چھوٹے چبوتروں پر مناسب فاصلہ سے ان کو متعین کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر یہ سب امام کی آواز کے ساتھ تکبیرات کہتے ہیں۔

مشرق کا پہلا سفر

۵ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۳ھ (۱۱ر جنوری ۱۹۵۴ء) بروز دوشنبہ مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب مع دیگر رفقاء دہلی سے کلکتہ کے لیے روانہ ہوئے چونکہ ان تاریخوں میں غیر مسلموں کا مشہور میلہ کمبھ چل رہا تھا۔ اس لیے یہ سفر ایک طویل مسافت طے کر کے لکھنؤ کے راستہ سے ہوا تھا۔ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب دہلی اسٹیشن سے حضرت شیخؒ کو اپنے مکتوب میں سفر شروع کیے جانے کی اطلاع اس طرح دیتے ہیں:

"مخدوم و مکرم و معظم و محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آج شام کو ۹ بجے لکھنؤ ایکسپریس سے روانہ ہو رہے ہیں، یہ خط دہلی اسٹیشن سے روانہ کیا جا رہا ہے، مگر شام سے اس قدر سہم سوار ہے کہ بدن میں سنسنی سی آرہی ہے۔ الہ آباد کے راستہ کو اس وجہ سے ترک کر دیا کہ اس راستہ میں کبھ کا میلہ چل رہا ہے اور مستقل اسپیشل چل رہے ہیں اور دہلی سے الہ آباد کے لیے ہر قسم کا ریزرویشن ختم کر دیا گیا۔ اب لکھنؤ تک سیٹیں ریزرو ہیں پونے آٹھ بجے لکھنؤ پہونچ کر سوا نو بجے دہرہ ایکسپریس ہاوڑہ کے لیے ملے گا۔ خصوصی دعاؤں کی التجا ہے۔ بچے سب الحمد للہ بخیر ہیں، شاہد کا خوب جی لگا ہوا ہے۔ والسلام

محمد انعام الحسن غفرلہٗ شام دوشنبہ ۵ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۳ھ''

یہ حضرات ۹ رجمادی الاولیٰ بدھ کی شام کو بذریعہ طیارہ کلکتہ سے ڈھاکہ روانہ ہوئے مغرب کی نماز مطار ڈھاکہ پر ادا کر کے اجتماع گاہ رمنا پارک روانہ ہوئے، تین روز اجتماع یہیں ہوا تقریبًا پانچ ہزار افراد اس اجتماع میں شریک تھے، ایک ہفتہ یہاں قیام رہا اور ڈھاکہ اور اس کے قرب وجوار میں اجتماعات کر کے ۱۴ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۳ھ (۲۰ رجنوری ۱۹۵۴ء) میں ہوائی جہاز سے کلکتہ آکر اسی دن شب میں بذریعہ ٹرین دہلی کے لیے روانہ ہو کر جمعہ کی صبح میں نظام الدین تشریف لائے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ مختصر اور بچے تلے الفاظ میں دہلی سے دہلی تک اس سفر کی تفصیلات اپنے روزنامچہ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

''۵ رجمادی الاولیٰ کی شام کو مولوی یوسف صاحب، مولوی انعام الحسن صاحب حافظ مقبول مع نو نفر دہلی سے چل کر براہ لکھنؤ بدھ کی صبح کو کلکتہ پہونچے۔ اور شام کو ہوائی جہاز سے ڈھاکہ پہونچے۔ ۱۳ رجنوری کو شام ۷½ بجے کا تار قریشی صاحب کا ان کی بخیر رسی کے متعلق ۱۴ رکی صبح کو ۵ بجے سہارنپور مل گیا خط سے معلوم ہوا کہ ہر سہ نفر ہوائی جہاز سے بقیہ رفقا، دوسرے روز ریل سے

پہونچے۔ ایک ہفتہ قیام کے بعد ۲۰ جنوری کو ۵ بجے ہوائی جہاز سے کلکتہ اور اسی دن شام کو ۸ بجے دہرہ ایکپریس سے چل کر راستہ سے گاڑی بدل کر جمعہ ۲۲ جنوری کی صبح کو ۷ بجے دہلی پہونچ گئے۔"

مشرقی پاکستان میں ان حضرات کا یہ پہلا سفر تھا خوش قسمتی سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ جو اس موقع پر یہاں تشریف فرما تھے خوب متوجہ رہے اور چونکہ الیکشن اور انتخابات کی ہمہ ہمی بھی چل رہی تھی اس لیے حضرت بہت فکرمند تھے اور بار بار اپنے احباب کو کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہونے کی نصیحت فرماکر تبلیغ کی اہمیت اور ضرورت اور اپنے منتسبین کو جماعتوں میں نکلنے کی ترغیب دیتے رہے۔ چنانچہ ایک مجلس میں جس میں سربرآوردہ سیاسی حضرات اور مختلف جماعتوں کے نمائندے بھی موجود تھے گفتگو فرماتے ہوئے یہاں تک ارشاد فرمادیا کہ " پہلے عام مسلمانوں کی اصلاح اور ذہن کی طرف ان کا رجحان قائم کیا جائے۔ صرف نظام اسلام کے پروپیگنڈے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ یہ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے مضرت رساں ہوگا"۔ اس مجلس کے شرکاء کا تاثر یہ تھا کہ حضرت کی اس گفتگو سے اندازہ ہوا کہ حضرت زمانہ کے حالات سے کس قدر باخبر ہیں اور حالات حاضرہ پر کیسی گہری نظر رکھتے ہیں۔

۲ - اس اجتماع کے ایک سال بعد دس ربیع الاول ۱۳۷۴ھ ۷ نومبر ۱۹۵۴ء میں کھلنا شہر میں ایک سہ روزہ اجتماع ہوا۔ جناب الحاج محمد شفیع صاحب قریشی، مولانا محمد یوسف و مولانا محمد انعام الحسن صاحب کو کھلنا لے جانے کے لیے دہلی آئے لیکن بعض وجوہ کی بنا پر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی رائے نہیں ہوئی اس لیے ان حضرات کے بجائے مولانا عبیداللہ صاحب اور منشی بشیر صاحب نے شرکت کی۔ جناب الحاج حبیب نصیرالدین صاحب بھی اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں: -

- "جولائی ۱۹۵۴ء میں بندہ حضرت نظام الدین گیا اس وقت جماعتوں کی آمد کم تھی، میں وہاں سے بھرت پور وغیرہ اطراف میں کام کرنے کے بعد مرکز واپس ہوا، تو معلوم ہوا کہ مشرقی پاکستان میں اجتماع ہے تو بندہ مولانا

ضیاء الدین صاحب اور دوسرے احباب کے ساتھ ٹرین سے وہاں کے لیے روانہ ہوگیا، کھلنا کے اجتماع میں مغربی پاکستان سے قریشی صاحب' بھائی بشیر صاحب' بھائی عبدالوہاب صاحب وغیرہ احباب تھے۔ کھلنا کے اس اجتماع میں الحمدللہ ۸-۱۰ ہزار آدمیوں کا مجمع تھا۔ اسی اجتماع سے برما کے لیے ایک جماعت بنی' یہ برما جانے والی پہلی جماعت تھی ——— اور بندہ بھی اس میں شامل تھا"

اجتماع چاٹگام منعقدہ جمادی الثانیہ ۱۳۷۵ھ

مولانا محمد یوسف صاحب' اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب تیرہ حضرات کے قافلہ کے ساتھ ۱۱ر جمادی الثانیہ ۲۵ر جنوری ۱۹۵۶ء میں دہلی سے کلکتہ پہونچ کر ۱۴ر جمادی الثانیہ میں چاٹگام پہونچے۔ ۱۵ر ۱۶ر ۱۷ر جمادی الثانیہ (۲۹ر تا ۳۱ر جنوری) میں اجتماع ہوا۔

اس اجتماع سے فراغت پر دوسرے شہروں میں بھی اجتماعات منعقد ہوئے جس کی وجہ سے جماعتوں کو عمومی محنت کا اچھا موقع فراہم ہوا۔ اور اس وقت کے ماحول کے اعتبار سے جماعتیں بھی اچھی خاصی تیار ہوئیں۔

۵ر فروری کی صبح کو ان حضرات کی کلکتہ آمد ہوئی اور یہاں سے ۶ر فروری دوشنبہ کو دہلی کے لیے روانہ ہوکر ۸ر فروری منگل کو دہلی پہونچے،

حضرت شیخ ؒ نے اپنے روزنامچہ میں اس سفر کی تفصیلات اس طرح تحریر کی ہیں:

" ۱۱ر جمادی الثانیہ کی صبح میں ۱۰ بجے طوفان ایکسپریس سے مولوی یوسف مولوی انعام' مولوی عبیداللہ' حافظ مقبول' جمیل حیدرآبادی ۱۳ نفر برائے اجتماع چاٹگام جو ۲۹ سے ۳۱ تک ہے کلکتہ روانہ ہوئے اور پنجشنبہ کی شام کو پہونچے' صبح نو بجے کلکتہ بخیر رسی کا تار ملا جو سات بجے رات کا دیا ہوا تھا شنبہ کی شام کو ۹۰ بجے الحاج انیس کا تار چاٹ گام سے ایک بجے دوپہر کا دیا ہوا ملا کہ سب خیریت سے پہونچ گئے' خطوط سے معلوم ہوا کہ جمعرات ۱۹ر جمادی الثانی کی صبح کو ———

ہوائی جہاز سے ڈھاکہ اور شنبہ کی صبح کو ہوائی جہاز سے کھلنا جاکر یکشنبہ کی صبح کو موٹر سے روانہ ہوکر شام کو کلکتہ پہونچے اور دوشنبہ ۲۳؍ جمادی الثانی کی صبح کو ۱۱ بجے سیالدہ ایکپرس سے دہلی کے لیے روانہ ہوکر منگل کی شام کو ۷ ½ بجے بخریت نظام الدین پہونچ گئے۔

جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ مطابق جنوری ۱۹۵۷ء اور ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۸ء نیز ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۵۹ء میں ہونے والے اجتماعات میں مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب تشریف نہیں لے جاسکے اور ان کی نیابت میں تینوں مرتبہ مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی اور جناب منشی بشیر احمد صاحب شریک اجتماع ہوئے

سفر مشرق شعبان ۱۳۷۸ھ

۱۰؍ رجب ۱۳۷۸ھ (۲۰؍ جنوری ۱۹۵۹ء) میں مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب کا ایک طویل سفر پاکستان کا ہوا۔ رفقاء سفر میں مولانا عبید اللہ صاحب، جناب الحاج بھائی جمیل احمد صاحب حیدرآبادی، جناب حاجی اللہ دتہ صاحب، حافظ محمد صدیق صاحب (نوح) بھی تھے — پچیس دن مغرب میں قیام کے بعد ۶؍ شعبان ۱۳۷۸ھ (۱۵؍ فروری ۱۹۵۹ء) میں وہاں سے مشرق کا سفر شروع ہوا۔ یہ سفر پندرہ دن کا تھا۔ اس دورہ میں متعدد علاقوں اور شہروں میں اجتماعات اور جوڑ ہوئے۔ ۲۲؍ شعبان مطابق ۳؍ مارچ ۱۹۵۹ء میں ہندوستان کے لیے روانگی ہوئی۔ اور کلکتہ میل سے لکھنؤ ہوتے ہوئے اگلے دن سہارنپور پہونچے۔

ذیل میں حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے دو مکتوب (بنام حضرت شیخ) پیش کیے جاتے ہیں۔ ان دونوں مکاتیب سے اس سفر کے متعلق کافی معلومات فراہم ہوتی ہیں ان میں پہلا مکتوب ۱۲؍ شعبان کو ڈھاکہ سے اور دوسرا چاٹ گام سے ۱۵؍ شعبان کو لکھا گیا ہے:

(۱) "مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ یہاں پر سب بخیر ہیں مولانا عبید اللہ صاحب کو کچھ خارش کا اثر

ہے اگرچہ وہ صرف ایک ہاتھ پر ہے، بندہ پر بھی کچھ گرمی کا اثر ہے کہ یک دم ہوائی جہاز سے اتر کر موسم بالکل بدلا ہوا ملا، کل سے اگرچہ اس کیفیت میں کمی ہے، ٹھنڈی چیزیں یعنی کچھ ناریل کا پانی استعمال کیا گیا۔ کل شام ۸؍ شعبان کا تحریر فرمودہ والا نامہ ملا جو بھائی متین کے کارڈ پر تحریر تھا۔

آج شب کو سلہٹ جانا ہے، ایک شب اور دو روز وہاں قیام کے بعد پھر چاٹ گام سہ شنبہ اور دو شنبہ کی درمیانی شب میں جانا ہے۔ سہ شنبہ اور چہار شنبہ وہاں پر قیام کے بعد پنجشنبہ کی صبح کو کھلنا کے لیے لانچ سے جانا ہے طیارہ منتقل کرنا تھا ایک تو وہ دے سکتے تھے لیکن وہ ناکافی تھا بلکہ دو بھی ناکافی تھے اس لیے بحری سفر لانچ سے اختیار کیا جو دو سو آدمی لے جائے گا اور وقت میں کچھ زیادہ فرق نہیں کہ طیارہ کا مطار مقام سے ۴۔۵ میل کے مسافت پر ہے اور یہ لانچ مقام ہی پر پہونچا دے گا۔ پنجشنبہ کی شام کو کھلنا پہونچ کر جمعہ کھلنا پڑھ کر ہفتہ کو بذریعہ موٹر کلکتہ انشاء اللہ پہونچ کر شب وہاں پر گذار کر ہفتہ کو سیالدہ ایکپریس سے روانہ ہو کر یکشنبہ کی صبح کو برائے لکھنو روانہ ہونا ہے ممکن ہے لکھنو میں چند گھنٹے گذار کر دوسری گاڑی وہاں سے سہارنپور کے لیے پکڑیں حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ کی خدمت میں بعد سلام مسنون گزارش دعا والد صاحب مدظلہ، اور تمام حضرات کی خدمت میں سلام مسنون والسلام

محمد انعام الحسن غفرلہ ۱۲؍ شعبان ۷۱ھ

(۲) ”مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آج صبح ۸ بجے بخیر چاٹ گام پہونچے، رات ۷½ بجے سلہٹ سے روانہ ہوئے آج پورے دن اور کل کو پورا دن یہاں قیام ہے۔ کل شب کو میل سے روانہ ہو کر صبح کو ۴ بجے ایک مقام چاند پور پہونچ کر ۵ بجے لانچ سے کھلنا کے لیے روانہ ہو کر شام کو مغرب کے بعد ۱۲ گھنٹے کی بحری مسافت کے بعد انشاء اللہ

پہونچنا ہوگا۔ الحمدللہ سفر بخیر گذر رہا ہے اللہ جل شانہٗ قبول فرماوے۔ ۷ر شعبان کا والانامہ جس پر ۱۶ر فروری کی مہر سہارنپور کی تھی۔ آج ۱۵ر شعبان کو ڈھاکہ سے ہوتا ہوا چاٹ گام میں ملا۔ سلہٹ میں مولانا محمد یوسف کو نیند نہیں آئی نہ شب کو نہ دن میں، لیکن الحمدللہ رات کو ریل میں نیند آگئی۔ مولانا عبیداللہ کو بخار اگرچہ نہیں رہا لیکن ہاتھ میں خارش ہے اور وہ پک گئی علاج اور دوا جاری ہے اللہ جل شانہٗ فضل فرمائے۔

حضرت اقدس مدظلہٗ کی خدمت میں بعد سلام مسنون استدعا دعوات، والدصاحب مدظلہٗ اور تمام حضرات کی خدمت میں سلام مسنون۔ والسلام

محمد انعام الحسن عفرلہٗ ۱۵ر شعبان سہ شنبہ "

بنگلہ دیش کے اس اجتماع کے موقع پر جو عمومی محنت کی گئی اور کلکتہ اور اس کے اطراف سے جماعتوں کا رُخ ڈھاکہ کی طرف کیا گیا، اس کی اطلاع مولانا محمد یوسف صاحب حضرت شیخ رحؒ کو ایک خط میں اس طرح دیتے ہیں:

" مخدومی و مکرمی و معظمی حضرت الشیخ الاستاذ ادام اللہ ظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گذارش خادمانہ آنکہ کام اپنی وسعت کے بقدر اہم ہوتا چلا جارہا ہے۔ ذمہ داریاں بڑھتی جارہی ہیں اور ہماری کمزوری وانحطاط بڑھتا جارہا ہے۔ جناب عالی اس طرف خصوصیت سے توجہ فرماویں، کام کی موجودہ رفتار یہ ہے کہ ڈھاکہ والی جماعت انتہائی شوق وذوق کے ساتھ اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے کچھ افراد کو کلکتہ سے لے کر اجتماع سے پہلے ڈھاکہ پہونچے اور پھر وہاں سے جماعتیں لے کر میمن سنگھ وغیرہ بھی گئے۔ حاج عبدالحمید لاہوری اپنی ڈھاکہ والی جماعت کو اس طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہوئے اور ان کو جو دشواریں یا اشکالات درپیش تھے، وہ دور ہوگئے۔ اب جماعتیں سب طرف کی الہ آباد میں جمع ہیں، کل ڈاکٹر اسلم واپس آئے تھے وہ کہتے تھے اسّی نفر اس وقت الہ آباد

ہیں ہیں اور وہاں ہر طبقہ ہر جماعت بہت شوق و ذوق کے ساتھ حصہ لے رہے ہیں اور نہایت ہی متاثر ہیں۔ کلکتہ سے آنے والوں میں شیخ عبدالحمید بھی ہیں اور ایک جماعت لکھنو بھی آنے کا ارادہ کر رہی ہے جناب عالی ان سب صورتوں کے واسطے انتہائی دعا فرمائیں اور متوجہ ہوں۔ حضرت عالی میں اس وقت بیمار ہوں اور انداز بیماری کے بڑھنے کا ہے اور کام بدستور ہے۔

کام کا استقبال بڑھ رہا ہے محرضین مرغبین کی نہایت کمی ہے آمد زیادہ سنبھالنے والے بہت کم یہ چیز مجھے انتہائی پریشان کیے ہوئے ہے اور غالباً میری بیماری کا یہی سبب ہے۔ جو لوگ اعتراض لیے ہوئے آتے ہیں کام کی فضا میں وقت گذار کر وہی لوگ انتہائی مؤید و موافق ہو کر واپس جاتے ہیں اس وقت میں اہل علم کی اس کام میں شرکت کی بڑی ہی ضرورت ہے جو آپ کے فکر اور دعاؤں سے ممکن نظر آتا ہے۔ مولانا احتشام الحسن صاحب کو ایک خط لکھا تھا، اگر جناب کی رائے میں مناسب ہو تو بھیج دیں ورنہ پھر میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر براہ راست پیر پکڑوں۔

بندہ محمد یوسف بقلم خود"

بنگلہ دیش کے ملکی اور سیاسی حالات اس سال کچھ ٹھیک نہیں تھے اس لیے فکر تھی کہ اس سال کے ہونے والے اجتماع پر اس کا منفی اثر نہ پڑے لیکن الحمدللہ نہ کام پر کوئی اثر پڑا اور نہ ملکی فضا سے کچھ تاثر پیدا ہوا ــــــ مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ نے دہلی واپس پہونچ کر حضرت شیخؒ کو جو مکتوب ارسال فرمایا۔ اس سے وہاں کے حالات پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

"ڈھاکہ میں اللہ جل شانہٗ کے فضل سے کام بہت اچھا ہوا۔ موجودہ فضاؤں کے متعلق کسی قسم کا تذکرہ نہیں آیا، اگر کسی نے غیر جماعت والوں میں سے شروع کیا تو یہ کہہ کر کہ ان چھ نمبر کے علاوہ ہم کوئی تذکرہ نہیں کرنا چاہتے (ان کو روک دیا گیا)، چنانچہ الحمدللہ اس قسم کے تذکرہ سے جماعت محفوظ رہی۔"

سفرِ ڈھاکہ شوال ۱۳۷۹ھ

۳؍شوال دیکم اپریل ۱۹۶۰ء) میں مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب دہلی سے سہارنپور تشریف لائے اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے ملاقات کے بعد ۶؍شوال سے یہ سفر شروع کیا۔ مولانا عبید اللہ صاحب، میاں جی محراب صاحب، الحاج بابو ایاز الدین صاحب بھی اس سفر میں شریک تھے۔ اس مرتبہ ترتیب میں چونکہ ڈھاکہ کو مقدم کیا گیا تھا اس لیے دہلی سے کلکتہ اور وہاں سے بذریعہ طیارہ ڈھاکہ تشریف آوری ہوئی۔ ایک ہفتہ یہاں قیام کے بعد ۱۴؍شوال (۱۱؍اپریل) میں بذریعہ طیارہ کراچی پاکستان روانگی ہوئی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے روزنامچہ میں سہارنپور آمد اور ڈھاکہ روانگی کا ذکر اس طرح ملتا ہے:

"آج ۳؍شوال ۱۳۷۹ھ یکم اپریل ۱۹۶۰ء جمعہ کی صبح کو ۹ بجے مولوی یوسف صاحب وغیرہ بذریعہ لاری دہلی سے چل کر دو بجے کاندھلہ پہونچے، بھائی محمود کی مسجد میں اپنا جمعہ پڑھا اور وہاں سے ایک گھنٹہ بس اڈے پر انتظار کے بعد ۵ بجے چل کر ۷ بجے سہارنپور پہونچے اور شنبہ کی دوپہر کو دو بجے ریل سے واپس ہوئے۔ اور ۶؍شوال اتوار کی صبح ۹ بجے دہلی سے کالکہ میل سے چل کر دوشنبہ کی صبح میں کلکتہ اور وہاں سے ڈھاکہ روانہ ہوئے۔ اور دوشنبہ کو ہوائی جہاز سے کراچی پہنچے۔"

گیارہ سے سترہ اپریل تک کراچی قیام کے بعد بذریعہ طیارہ لاہور آمد ہوکر ۱۹، ۲۰، ۲۱؍اپریل میں ہونے والے اجتماع رائے ونڈ میں شرکت ہوئی۔

سفرِ ڈھاکہ و چاٹ گام جمادی الثانیہ ۱۳۸۲ء

۱۱؍جمادی الثانیہ (۱۰؍نومبر ۱۹۶۲ء) شنبہ کی صبح میں اس سفر کا آغاز براہ کلکتہ ہوا۔ بذریعہ طیارہ ۱۳؍نومبر کو ڈھاکہ پہونچ کر گیارہ دن اس ملک میں قیام رہا اور مختلف مقامات چاٹ گام وغیرہ کا دورہ کر کے دسمبر کے پہلے ہفتہ میں نظام الدین دہلی واپسی ہوئی مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی بھی اس سفر میں ساتھ تھے۔

سفرِ ڈھاکہ و سلہٹ شوال ۱۳۸۴ھ

۱۰ شوال (۱۲ فروری ۱۹۶۵ء) شب جمعہ میں مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے اس سفر کا آغاز دلی سے ہوا۔ مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری، حاجی احمد مومن جی، قاری رشید احمد خورجوی، میاں جی محمد عیسیٰ صاحب میواتی، مولانا رحمت اللہ صاحب مولوی داؤد صاحب بھی اس سفر میں ساتھ تھے۔

سفر پر روانہ ہونے سے قبل مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے معمول کے مطابق ادعیۂ خصوصیہ کے لیے حضرت شیخ رح کو جو گرامی نامہ تحریر فرمایا اس کی چند سطور یہ ہیں:

"اس وقت فرنٹیر سے سفر شروع ہے، طبیعتیں بالکل مضمحل اور بیمار ہیں اللہ جل شانہ، ہی اپنا فضل فرماویں۔ ہم چار ساتھی بندہ، حضرت جی، مولوی محمد عمر اور ایک حاجی دوست محمد ممبئی والے کے بھائی حاجی احمد اس وقت جا رہے ہیں دعاؤں کی بہت ہی درخواست ہے۔"

(مکتوب محررہ ۸ رشوال ۱۳۸۴ھ شب جمعہ)

بذریعہ فرنٹیر میل دہلی سے لاہور پہونچ کر وہاں سے ہوائی جہاز سے پونے تین بجے روانہ ہو کر دو گھنٹہ دس منٹ میں ڈھاکہ پہونچ گئے۔ کگرائل تبلیغی مرکز پہونچ کر مولانا انعام الحسن صاحب نے سب سے پہلے اپنی بخیر رسی کا تار حضرت شیخ رح کو سہارنپور بھیجا اور اس کے بعد آپ کو امرتسر سے لاہور اور ڈھاکہ تک پہونچنے کی تفصیل میں ذیل کا خط ارسال فرمایا:

"کگرائل مال والی مسجد۔ ڈھاکہ۔ ۱۲ رشوال دوشنبہ۔

مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

الحمد للہ ہم خیریت سے جمعہ کی شام کو ڈھاکہ پہونچ گئے، باڈر تک منشی بشیر محمد بنگلی والے اور مولوی عبد المنان بھی ساتھ تھے۔ منشی بشیر سے کہدیا گیا تھا کہ وہ سہارنپور ہوتے ہوئے دہلی جائیں تاکہ پوری کیفیت سفر کی بنادیں ۸½ بجے ہم امرتسر پہونچے وہاں پر ٹیکسی لے کر ۹½ بجے اٹاری پہونچے اور کسٹم واندراج

سے فارغ ہو کر الحمد للہ ۱۱ بجے لاہور پہونچ گئے۔ لاہور کے ایک بجے جمعہ پڑھا اور ڈیڑھ بجے مطار کے لیے روانہ ہو گئے۔ لاہور کے پونے تین بجے طیارہ نے پرواز شروع کی اور دو گھنٹے دس منٹ میں ڈھاکہ پہونچ گئے۔ اعلان دو گھنٹے میں پہونچنے کا تھا، لیکن راستہ میں دو تین جگہ ہوائی طوفان سے دوچار ہونا پڑا بار بار پیٹی باندھنے کی ہدایت کی گئی جس سے دس منٹ تاخیر ہو گئی۔ عصر کی نماز طیارہ میں ادا کی گئی، تین تین نفر کی جماعت کی گئی۔ لاہور کے ۴ بج کر ۵۵ منٹ پر ڈھاکہ پہونچے اور غروب ۴ بج کر ۵۲ منٹ پر تھا، مغرب کی نماز مطار پر ہی پڑھی آج دوشنبہ کی صبح کو مولانا ظفر احمد صاحب تشریف لائے تھے دو ماہ سے یہاں پر مقیم ہیں، اب جانے کا ارادہ فرما رہے ہیں لیکن ایک عشرہ تک جہاز میں کراچی کی سیٹ نہیں ہے۔ والسلام

محمد انعام الحسن صاحب عفرلہٗ ۱۲ر شوال "

مولانا محمد احسان الحق صاحب جو پاکستان سے اس قافلہ میں آکر شامل ہوئے تھے حضرت شیخ رہ کو ڈھاکہ کے اجتماع کی تفصیلات اور کراچی تک نظام سفر ان الفاظ میں لکھتے ہیں

"گذشتہ جمعہ کی شام کو حضرات یہاں بعافیت پہونچے، اتوار، پیر، منگل کا اجتماع رہا۔ (۵۰) پچاس ہزار کے مجمع میں سے ڈھائی سو جماعتیں اللہ کی راہ میں نکل گئیں. پھر خصوصی نشستیں بھی ہوتی رہیں، علمائے کرام بھی ملنے کے لیے آتے رہے۔ بہر حال یہاں کے ایک ہفتہ قیام کے بعد آج شام کو ۹ بجے کی گاڑی سے سلہٹ کی جانب روانگی ہے۔ کل صبح سات بجے وہاں انشاء اللہ پہونچ جائیں گے، پرسوں اتوار کو وہاں سے نواکھالی کی طرف روانگی ہے، راستہ میں کچھ گھنٹوں کے لیے کملا میں بھی قیام ہوگا۔ نواکھالی سے چاٹگام ۲۴ر فروری بدھ کو جانا ہوگا۔ چاٹگام سے ۲۶ کو چل کر ۲۷ کو نترکونا جانا ہوگا۔ وہاں سے یکم مارچ کو چل کر اسی دن دیناجپور پہونچ جائیں گے۔ دیناجپور سے چار مارچ کو راج شاہی ۷ر مارچ کو کھلنا، ۹ کو فرید پور، پھر ۱۲ یا ۱۳ر کو کراچی ــــــــ روانگی ہو جائے

گی۔"   (مکتوب محررہ ۱۶ر شوال، ۱۹ر فروری)

اس سفر میں ڈھاکہ اور سلہٹ کے علاوہ درج ذیل مقامات پر بھی جانا ہوا۔ کمرلا، ماجدی کوٹ نترکونا، نواکھالی، چاٹ گام، دیناجپور، راج شاہی، کھلنا، فرید پور۔

ان تمام جگہوں پر اجتماعات اور عمومی بیانات ہوئے۔ مولانا محمد یوسف صاحب کی حیات کا یہ آخری سفر تھا، جس کا ایک ایک لمحہ اجتماعات خصوصی ملاقاتوں اور مجلسی گفتگوؤں میں صرف ہوا۔ میاں جی محمد عیسٰی صاحب مرحوم حضرت شیخ رحؒ کو اس سفر کی تفصیلات میں لکھتے ہیں:

" حضرت جی مدظلہ، مع حضرت مولانا انعام صاحب بعافیت ڈھاکہ پہونچے مولانا کی تشریف آوری پر ڈھاکہ میں بڑا اجتماع ہوا۔ تین دن اجتماع رہا، علماء کا تاجروں کا، ملازمین کا عظیم اجتماع تھا، ہزاروں آدمی تین چلے دو چلے ایک چلے کے لیے نکلے، اس کے بعد سلہٹ میں اجتماع ہوا، یہاں سے ۲۵ جماعتیں نکلیں، بعد ازاں کوملا، نواکھالی تشریف لے گئے وہاں بھی اجتماع ہوا، وہاں سے چاٹ گام تشریف لے گئے اور تین دن قیام فرمایا، علماء کے، تجار کے اور انگریزی دانوں کے خصوصی اجتماعات ہوئے۔ اس کے بعد نتروکونہ، راج شاہی میں اجتماعات کرتے ہوئے کھلنا تشریف لائے، یہ خصوصی اجتماع تھا۔ یہاں بیان میں فرمایا کہ اصل کامیابی اندر سے ہے اور ناکامی بھی اندر سے ہے، باہر نہیں بھوک ناکامی ہے وہ اندر سے تعلق رکھتی ہے۔ سیرابی کامیابی ہے وہ اندر سے متعلق ہے۔ خوب مثالیں دے دے کر تقریر کی جس کا حاضرین پر بہت اچھا اثر پڑا۔

ڈھاکہ کا اجتماع بہت اچھا رہا۔ تقریباً ۲½ سو جماعتیں نکلیں سلہٹ میں تقریباً ایک سو لوگوں نے ایک چلہ، تین چلہ کے اوقات دیئے۔ ——— ہر طبقہ میں ایمان و عمل کی زندگی کی محنت کے جذبات پیدا ہوئے۔ ڈیڑھ سو احباب کا قافلہ حضرت جی مدظلہ، کے سفر میں ہمراہ ہے۔"

(مکتوب محررہ ۱۹ر شوال ۱۳۸۴ھ)

سلہٹ کے اس اجتماع میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے خلفاء ومنتسبین کی بڑی تعداد شریک ہوئی۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے ان حضرات کا بہت زیادہ اکرام واحترام فرماکر اپنے دعوتی مشوروں میں ان کو شریک رکھا اور کام میں شرکت کی طرف متوجہ فرمایا۔

بنگلہ دیش کے اس سفر میں مجموعی طور پر ۲۴ یوم صرف ہوئے۔ مولانا محمد یوسف صاحب کی اس ملک میں یہ آخری آمد تھی آپ یہاں سے دو ذی قعدہ (۶ر مارچ ہفتہ) میں کراچی پاکستان کے لیے روانہ ہوئے اور ۲۶ روز وہاں قیام کے بعد لاہور میں وفات پاگئے۔

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

اجتماع ڈھاکہ منعقدہ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی وفات کے بعد بھی ہر سال مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) کا اجتماع معمول کے مطابق ہوتا رہا۔ مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے دور امارت میں یہاں کا پہلا اجتماع ۲۹، ۳۰ر رجب ویکم شعبان ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۳، ۱۴، ۱۵ر نومبر ۱۹۶۶ء میں منعقد ہوا۔ اس کے بعد علی الترتیب ۸، ۹، ۱۰ر شعبان ۱۳۸۷ھ (۱۲، ۱۳، ۱۴ر نو۔ ۱۹۶۷ء اتوار تا منگل) اور ۱۵، ۱۶، ۱۷ر شوال[1] ۱۳۸۸ھ (مطابق ۵، ۶، ۷ر جنوری ۱۹۶۸ء اتوار تا منگل) میں۔ سالانہ اجتماعات ہوئے۔

لیکن مختلف وجوہات اور موانع کی بنا پر آپ ان اجتماعات میں قصد وارادہ کے باوجود شرکت نہ فرما سکے۔

تاہم تین سال بعد ۲۳، ۲۴، ۲۵ر ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ مطابق یکم، دو، تین فروری ۱۹۷۰ء میں منعقد ہونے والے اجتماع سالانہ میں آپ کی شرکت ہوئی۔ ۲۱ر ذی قعدہ

---

[1] ۱۳۸۸ھ کے اس اجتماع میں شرکاء کی تعداد تقریباً پانچ لاکھ تھی۔ چلہ اور تین چلہ کی چار سو جماعتیں راہ خدا میں نکلیں، متفرق اوقات کے لیے نکلنے والے تقریباً چھ سو نفر تھے۔
(از مکتوب مولانا عبدالعزیز صاحب لھلنوی بنام حضرت شیخ رح)

۳۰ جنوری جمعہ میں حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب، مولانا محمد ہارون صاحب، مولانا محمد عمر صاحب و دیگر رفقاء کالکامیل سے کلکتہ روانہ ہوئے، روانگی کے وقت ذیل کا مکتوب آپ نے دہلی اسٹیشن سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو ادعیہ خصوصیہ کے لیے تحریر فرمایا تھا۔

" مخدوم و مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمدللہ ہم خیریت سے مغرب سے قبل حضرت نظام الدین پہنچ گئے یہاں پہونچ کر معلوم ہوا کہ طیارہ سے ٹکٹ نہیں ملا، اس لیے اب کلکتہ سے بھی براہ ریل سفر دا اسٹیمر سے جو کلکتہ سے آگے بھی ۳۶ گھنٹے کا ہے۔ ضعف و بیماری اور کم ہمتی حد سے زیادہ ہے۔ اللہ جل شانہٗ اپنا فضل فرماویں اور سہولت عافیت اور نورانیت و قبولیت اور عام رشد و ہدایت کا ذریعہ فرماوے۔ اور عالم اسلام کے انابت الی اللہ اور اخلاق مرضیہ اور اذکار الٰہیہ علوم دینیہ کی طرف لوٹنے کا ذریعہ فرماوے، ہر وقت اور ہر آن دعا کے محتاج ہیں ــــ اللہ جل شانہٗ بھرپور نصرت و فضل فرماویں بخدمت مکرم محترم جناب والد صاحب مدظلہٗ سلام مسنون۔ والسلام

بندہ محمد انعام الحسن عفرلہٗ۔ از اسٹیشن دہلی "

اس سفر کی تفصیلات اور اجتماع کی روداد حضرت شیخ رحمہ کے روزنامچہ سے پڑھئے تحریر فرماتے ہیں:

" آج ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ ۳۰ جنوری ۱۹۷۰ء صبح کی نماز کے بعد عزیزان مولوی انعام و ہارون، مولوی محمد عمر ڈھاکہ کے اجتماع کے لیے کالکہ میل سے روانہ ہوئے۔ الٰہ آباد اور مغل سرائے میں کافی مجمع ملا، سنیچر صبح ۸ بجے ہاوڑہ اسٹیشن پر پہونچے کولوٹولہ مسجد میں ناشتہ کے بعد ۹½ بجے موٹر سے روانہ ہوئے اس جانب قریشی صاحب بابو بشیر وغیرہ موجود تھے۔ تین دن ڈھاکہ کے اجتماع کے بعد دو دن چاٹ گام ایک دن ٹنگائیل دو یوم رنگ پور ــــ

اور دو یوم کھلنا کا سفر ہے، ڈھاکہ میں مجمع کم سے کم تین لاکھ کا بتایا جاتا ہے۔ اجتماع کے آخری دن دعا کے وقت ڈھاکہ کے سب کارخانہ والوں نے اپنے سب مزدوروں کو دو گھنٹے کے لیے دعا میں شرکت کی اجازت دے دی تھی سوا دو سو جماعتیں چلہ اور اس سے زائد کی تھیں، اس سے کم کی لاتعداد ولاتحصی تھی۔ اجتماع کے ایام میں بارش بھی ہوئی۔ اور ایک گھنٹہ کے لیے بجلی بھی بند ہوئی مگر مجمع میں بالکل سکون رہا۔ جمعہ تک مستقل ڈھاکہ میں قیام رہا، اس کے بعد نواح کے دورے شروع ہوئے جس میں ڈھاکہ آمد ورفت رہی، آخری منزل کھلنا تھی اس اجتماع سے تین چلوں کی ۵۰ جماعتیں نکلیں سات ذی الحجہ میں کھلنا سے کلکتہ آکر ۸ ذی الحجہ میں دہلی کے لیے روانگی ہوئی؛ نظام الدین دہلی پہونچ کر حضرت مولانا نے حضرت شیخ رح کو ایک تفصیلی گرامی نامہ تحریر فرمایا جس میں کھلنا سے کلکتہ آمد اور ہند و پاک سرحد پر اپنی دعوتی مشغولیت کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں:

"مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

رات سوا آٹھ بجے بخیریت حضرت نظام الدین پہونچ گئے۔ ہفتہ کی صبح کو سویرے نماز پڑھ کر کھلنا سے بذریعہ موٹر روانگی ہوئی۔ اور راستہ میں دو گھنٹہ قیام ہو کر جہاں پر ناشتہ کا وعدہ کرلیا گیا تھا بوڈر پر ۱۰ بجے پہونچ گئے الحمدللہ دونوں طرف میں کوئی تاخیر اور دیر پاسپورٹ وغیرہ میں نہیں ہوئی لیکن پاکستان کے باڈر پر سیکڑوں اپنے ساتھی جو پہونچانے آئے تھے اور تمام افسران اور عملہ جمع ہوگیا جن سے بات بھی کی اور کچھ لوگ بیعت بھی ہوئے دو بجے کلکتہ پہونچ کر ظہر کی نماز پڑھی کھانا کھایا۔ تین بجے سے مستورات کا اجتماع تھا، عصر کے بعد ایک نکاح اور مردوں کا اجتماع تھا۔ مغرب کے بعد مردوں عورتوں نے علیحدہ علیحدہ توبہ کی کہ ایک جگہ دونوں کا ہونا مشکل تھا اور پھر فوراً

ہی اسٹیشن پہونچ کر پونے آٹھ بجے روانہ ہو گئے۔

جی چاہتا تھا کہ اس عشرہ میں کچھ وقت کی حاضری ہو جاتی ـــ رات سے بندہ مشورہ بھی کرتا رہا کہ آج صبح سہارنپور حاضر ہو جاؤں اور عید کی نماز کے بعد واپسی ہو جائے مگر طے نہ ہوا۔"

(مکتوب محررہ ۹ر ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ)

ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ (فروری ۱۹۷۰ء) میں ہونے والے اس اجتماع کے بعد حضرت مولانا متواتر سات سال بنگلہ دیش میں ہونے والے اجتماعات میں وہاں کے داخلی عدم استحکام یا دیگر اسفار سفر حج وغیرہ کی بنا پر شرکت نہ فرما سکے۔ لیکن یہ بات قابل اطمینان رہی کہ سالانہ اجتماعات اسی اہتمام کے ساتھ ہوتے رہے اور جماعتیں (مشکلات اور دشواریوں کے باوجود) باہر نکل کر اپنا کام کرتی رہیں۔

اس طویل عرصہ میں ہونے والے اجتماعات کی تواریخ یہاں محفوظ کی جاتی ہیں۔

ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ	مطابق	فروری ۱۹۷۱ء
۲۶، ۲۷، ۲۸ر ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ	"	۱۲، ۱۳، ۱۴ر فروری ۱۹۷۲ء
۱۱، ۱۲، ۱۳ر صفر المظفر ۱۳۹۳ھ	"	۱۷، ۱۸، ۱۹ر مارچ ۱۹۷۳ء
۲۱، ۲۲، ۲۳ر صفر المظفر ۱۳۹۴ھ	"	۱۶، ۱۷، ۱۸ر مارچ ۱۹۷۴ء
۱۰، ۱۱، ۱۲ر صفر المظفر ۱۳۹۵ھ	"	۲۲، ۲۳، ۲۴ر فروری ۱۹۷۵ء
۲۵، ۲۶، ۲۷ر ربیع الاول ۱۳۹۶ھ	"	۲۷، ۲۸، ۲۹ر مارچ ۱۹۷۶ء
۲۳، ۲۴، ۲۵ر ربیع الاول ۱۳۹۷ھ	"	۱۴، ۱۵، ۱۶ر مارچ ۱۹۷۷ء

حضرت مولانا فروری ۱۹۷۱ء میں سفر حج کی بنا پر اور فروری ۱۹۷۲ء میں ملیشیا اور برما وغیرہ کے سفر کی وجہ سے بنگلہ دیش کے اجتماع میں تشریف نہ لے جا سکے تھے۔ اسی طرح فروری ۱۹۷۵ء میں منعقد ہونے والے اجتماع میں بھی حضرت مولانا شرکت نہ فرما سکے۔ جناب الحاج عبد المقیت صاحب، ڈاکٹر اسحاق صاحب وغیرہ خواص نے دہلی پہونچ کر اجتماع میں شرکت پر اصرار بھی کیا مگر چونکہ افریقہ کا طویل سفر در پیش تھا اس لئے معذرت فرما کر مرکز کے

دیگر حضرات مولانا محمد یعقوب صاحب، مولانا قاری محمد ظہیر صاحب وغیرہ کا سفر طے فرمایا تھا۔

فراہم شدہ معلومات کے مطابق اس اجتماع سے ۷۵۰ جماعتیں نکلیں۔ مجمع کا اندازہ تین لاکھ تک لگایا گیا۔ قاری ظہیر صاحب نے روانگی کے آداب بیان کیے۔ اور مولانا محمد یعقوب صاحب نے اختتامی دعا کرائی۔

بعد ازاں مارچ ۱۹۷۶ء میں منعقد ہونے والے اجتماع میں بھی شرکت نہ ہو سکی جس کا احباب ورفقائے بنگلہ دیش کی طبیعتوں پر بڑا اثر ہوا۔ اس پر آپ نے مولانا عبدالعزیز صاحب اور جناب الحاج عبدالمقیت صاحب وغیرہ احباب کو تسلی وتشفی دیتے ہوئے دعوتی کام سے متعلق بعض اہم نصائح اور شخصیت کے مقابلہ میں کام کی اہمیت وقطعیت پر ذیل کا طویل مکتوب تحریر فرمایا:

"مکرمین ومحترمین بندہ مولانا عبدالعزیز صاحب والحاج عبدالمقیت صاحب وجمیع احباب وفقنی اللہ وایاکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید ہے آپ سب احباب بخیر وعافیت ہوں گے۔ دین متین کی سربزی میں کارہائے نمایاں انجام دیتے ہوئے سربسجود دست بدعا دل بگریہ وزاری ہوں گے۔ ہم بھی آپ سب احباب کے لیے دل بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے پورے علاقہ کو محفوظ فرما کر دین مبارک کا علاقہ کاملہ بنا کر دعوت دین کا منبع فرما کر امور ستہ کی عالمگیر فضا کے نمودار ہونے کے لیے آپ سب کی مساعی جمیلہ کو محض بہانہ قرار دے کر قبول اور بار آور فرمائے اور اس کے لیے آپ کے اجتماع کو اعلیٰ ذریعہ قرار دے۔ یہ اجتماع سراسر خیر ورشد ہو۔ ہر نوع کے شر وآفت سے حفاظت ہو۔ نور کی عالمگیر چادروں کے عالم پر پھیلنے کا ذریعہ ہو۔ مشرق ومغرب کے اندر ایمان کے انوارات سے جگمگانے کا سبب اتم ہو۔ اجتماع میں ہر آنے والا داعی بنکر جائے اور دعوت کی مشق کرنے والا بن جائے۔ فکر آخرت، فکر دنیا پر غالب آجائے۔ سب میں

شوق وذوق غالب ہو، سب میں زہد فی الدنیا اور رغبت فی نعیم الآخرہ زیادہ ہو جو علم وعمل میں ایمان وعمل میں قوت، اخلاق واخلاص میں بے حد ترقی کا موجب ہو۔ یہ اجتماع خود پورے علاقہ میں ہر حلقہ ہر طبقہ میں جہد فی العبادۃ، یقین کی طاقت علم الٰہیہ سے تعلق، ذکر اللہ صلوٰۃ الرسول وقربات عنداللہ کی عادت، تسبیحات وتلاوت خلق کی خدمت اور مسلم کے اکرام اور ہر انسان کی خیر خواہی اور نصح حقیقی کا ذریعہ بنے۔ کوئی ان سے خالی نہ ہو، اور کوئی مسجد ان سے بے کیف نہ ہو، غیر ممالک جتنے بھی ہیں ان سے ان امور متذکرہ بالا کے زندہ ہونے کے لیے مناسب افراد کی جماعتوں کا جانا۔ چلوں کے لیے بھیجنے کی بھرپور کوشش ہو، اور خود داخل ملک میں استیعاب استقصاد کی صورت اختیار کی جارہی ہو۔

بندہ نے تمام احباب سے بہت ہی زیادہ رائے لی۔ آپ کے یہاں کے لیے مگر کسی کی بھی رائے نہ ہوئی۔ آپ لوگ خود ہی واقف ہیں۔ بندہ نے کوشش کی ہے کہ جس قدر بھی احباب جہاں کے بھی جاسکتے ہوں، آپ کے پاس بھیج دیئے جائیں۔ بیرون کے احباب باوجود کوشش کے نہ جا سکے۔ مولانا سعید احمد خاں صاحب اور مکہ مکرمہ ومدینہ کے احباب کو آپ کے یہاں بھیجنے کی شکل منجانب اللہ وجود میں آئی ہے۔ اللہ تعالےٰ ان دوستوں کو بے حد قبول فرما کر ان کو آپ لوگوں کے لیے موجب عافیت وتسلی فرمائے۔ بندہ گو جسمانی حاضری نہ دے گا لیکن بندہ کی دعا اور دل کی پکار سب آپ کے ساتھ ہے اللہ تعالےٰ ہی کرنے والا ہے، بندہ آئے تب بھی اور نہ آئے تب بھی۔ بلکہ اپنی عدم حاضری بعض وجوہ سے حاضری سے زیادہ مفید ہے، حاضری میں مخلوق پر نظر آسکتی ہے، غیر حاضری میں صرف خالق پر نظر جمنے کا قوی امکان ہے حاضری میں بوجھ اوروں پر ہو سکتا ہے غیر حاضری میں میں سارا بوجھ آپ سب پر ہوگا جو تمام فتوحات غیب کے لیے مفتاح کا کام دے سکے گا۔

امید ہے کہ آپ حضرات مجبوری کو سمجھ کر معذور قرار دیں گے۔ خدا کرے بھائی عبدالوہاب وغیرہ پہونچ گئے ہوں۔ سب کی خدمت میں سلام مسنون ودرخواستِ دعا۔

بندہ انعام الحسن بقلم عبیداللہ

۲۱؍ربیع الاول ۱۳۹۶؁ھ ۲۳؍مارچ ۱۹۷۶؁ء"

جناب الحاج حبیب نصیر الدین صاحب (بمبئی) اپنی مرسلہ یادداشت میں قیام بنگلہ دیش کے بعد وہاں ہندوستان سے پہلی جماعت کے جانے کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں،

"پاکستان اور بنگلہ دیش کی تقسیم کے بعد سے کوئی جماعت ڈھاکہ نہیں جارہی تھی اور وہاں کے اجتماعات وہ حضرات خود کر رہے تھے، ان کے تقاضے باربار ہوتے رہے لیکن حالات کے ناسازگار ہونے کی وجہ سے کوئی جماعت وہاں نہیں جاسکی تھی۔ اس سال یعنی ۱۹۷۶؁ء میں پہلی جماعت وہاں گئی جس میں بھائی سلیمان ممایا، حبیب نصیر الدین، وکیل مرزا صاحب، عبدالرزاق صاحب، ابراہیم حبیب پٹیل اور شریف بھائی پہلی دفعہ کلکتہ سے بذریعہ جہاز ڈھاکہ گئے مولانا سعید خاں صاحب بھی آگئے تھے الحمد للہ اچھا سفر رہا۔

اجتماع میں بیرون کے تقاضے رکھے جس پر متعدد افراد تیار ہوئے۔ ان کی جماعتیں بنا کر بھیجا گیا"

اسی طرح مارچ ۱۹۷۷؁ء سے منعقد ہونے والے سالانہ اجتماع میں بھی شرکت نہیں ہوسکی مولانا عبدالعزیز صاحب کھلنوی کے مکتوب (بنام حضرت شیخ محررہ ۲۶؍ربیع الاول ۱۳۹۷؁ھ) سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اجتماع میں چونتیس ممالک کے لوگ شریک ہوئے۔ دو جماعتیں امریکہ سے اور ایک جماعت روس سے آئی۔ بیرونی ممالک کے لیے ۴۷ جماعتیں اور اندرون ملک کے لیے تقریباً پانچ سو جماعتیں تیار ہوکر نکلیں، اجتماع میں شرکاء کی تعداد کا اندازہ چھ لاکھ کا رہا۔

اجتماع ڈھاکہ منعقدہ ربیع الثانی ۱۳۹۸؁ھ

۱۹؍ربیع الثانی مطابق ۲۹؍مارچ ۱۹۷۸؁ء میں حضرت مولانا نے بذریعہ

ٹرین دہلی سے براہ کلکتہ اس سفر کا آغاز فرمایا۔ اگلے دن صبح ہاوڑہ اسٹیشن پہونچے تو استقبال کرنے والوں میں حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی بھی شامل تھے۔ اسٹیشن پر دعا کے بعد مرکز کولوٹولہ پہونچے۔ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب جو اسی دن آسام کے طویل سفر سے واپس آئے تھے۔ مرکز تشریف لائے اور بعد عصر بیان فرمایا۔

۲۱ر ربیع الثانی (۳۱ر مارچ جمعہ) میں حضرت مولانا مع دیگر رفقاء بذریعہ طیارہ ڈھاکہ تشریف لے گئے۔ نماز مغرب ڈھاکہ ایئرپورٹ پر اتر کر ادا کی اور فوراً پروفیسر انوار کریم صاحب کی گاڑی میں اجتماع گاہ (ٹونگی) روانہ ہو گئے۔ قیام بنگلہ دیش کے بعد حضرت مولانا کی یہ پہلی آمد تھی۔

۲۲ر ربیع الثانی، یکم اپریل سے سہ روزہ اجتماع شروع ہوا۔ مولانا احمد لاٹ، مولانا قاری ظہیر احمد، شیخ عبداللہ فتوح، مولانا زبیر الحسن اور مولانا محمد عمر صاحب کے بیانات ہوئے، بارش تمام دن شدت کے ساتھ ہوتی رہی۔ دوسرے دن مولانا سعید خاں صاحب مولانا مفتی زین العابدین صاحب وغیرہ کے بیانات ہوئے۔ عصر کے بعد مجلسِ نکاح میں حضرت مولانا نے بیان فرما کر نکاح پڑھائے۔ آج دن بھر بھی بارش شدت کے ساتھ رہی اولا بھی خوب گرا، مگر مجمع پُرسکون رہا۔ اجتماع کے تیسرے دن بعد نمازِ فجر مولانا عبدالعزیز صاحب کھلنوی مولانا علی اکبر صاحب کے بیانات کے بعد مولانا محمد عمر صاحب کا بیان ہوا۔ حضرت مولانا کے اختتامی بیان اور دعا پر یہ اجتماع ختم ہوا۔

اس اجتماع میں عالم عرب کی اہم اور اونچے عہدوں پر فائز متعدد دینی و سرکاری شخصیتوں نے بھی شرکت کی، اور حضرت مولانا نے ان سب سے اجتماعی اور انفرادی طور پر گفتگو فرما کر دعوت کی حقیقت اور اس کے تقاضے ان پر واضح فرمائے اور بحیثیت امت عرب ان کو ان کا فریضہ یاد دلایا۔

اسی موقع پر عالم عرب میں ایک بلند عہدہ پر فائز سرکاری شخصیت سے گفتگو میں حضرت مولانا نے یہاں تک فرمادیا کہ:

"اغیار کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن کر اپنے شعائر کو ویران کرنے میں اپنے

اعداء کا آلۂ کار نہیں بننا چاہیئے "۔

دینی غیرت اور ایمانی حمیت سے بھرپور اس جملہ نے اپنے سامعین ومخاطبین کو تڑپا دیا اور وہ اپنے آنسو ضبط نہ کر سکے۔

ٹونگی کے اجتماع میں پنجوقتہ نمازیں لاوڈ اسپیکر پر نہ ہو کر بڑے حسن انتظام نظم وضبط سے اور مکبرین کی بڑی تعداد کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں۔ چنانچہ امسال موذنین کی تعداد (۲۴۵) اور مکبرین کی تعداد (۲۴۶) تھی۔ مجمع کا اندازہ بارہ لاکھ لگایا گیا۔

۶ر اپریل کے تحریر کردہ مکتوب میں حضرت مولانا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو اجتماع ڈھاکہ سے متعلق یہ تفصیلات تحریر فرماتے ہیں:

"۲۹ر مارچ کو ریل سے کلکتہ کے لیے روانہ ہوئے، ۳۰ کی صبح کو کلکتہ ۳۱ کی شام کو بذریعہ طیارہ ڈھاکہ پہونچے، مغرب کی نماز مطار پڑھی۔ دہلی ہی سے طیارہ سے سیٹیں تھیں۔ لیکن آخر وقت میں معلوم ہوا کہ پی فارم چاہیئے۔ تین روز کی چھٹی ہولی کی آگئی، اس لیے کلکتہ کا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ ڈھاکہ کے اجتماع میں سعودیہ کے بعض بہت اہم علماء اور افسران حج آئے ہوئے تھے۔ حج کی تحقیق کرنے والے صاحب بھی آئے تھے خوب گفتگو ہوئی، بیچارے اپنے کو بے بس اور بے اختیار دونوں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے بتاتے رہے۔ الحمد للہ بہت اچھی گفتگو مختلف اعیان سے ہوئی اور اللہ کے فضل سے تمام کے تمام بہت متاثر تھے۔ اور کم از کم ہر اجتماع میں شرکت کا وعدہ فرمایا۔ تفاصیل تو ملک عبد الحفیظ سنا دیں گے۔ فقط "

اجتماع سے فارغ ہو کر تین یوم مرکز کاکرائل رہ کر چاٹگام کا سفر ہوا، یہاں بھائی کلام احمد صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ ایک بڑا اجتماع یہاں بھی طے شدہ تھا۔ اس سے فارغ ہو کر کاکرائل واپسی ہوئی اور ۲ر جمادی الاولیٰ، ۱۱ر اپریل منگل میں بذریعہ طیارہ دہلی تشریف لائے۔ دہلی ائیر پورٹ پر مولانا عبید اللہ بلیاوی نے والدہ مولانا محمد صاحب کاندھلوی (جو حضرت مولانا کی حقیقی پھوپی ہوتی تھیں) کے حادثۂ انتقال کی خبر سنائی۔ جنازہ تیار تھا اور

نماز جنازہ میں حضرت مولانا کا انتظار تھا۔ اس لیے مطار سے سیدھے چونسٹھ کھمبہ تشریف لاکر نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ رحمہا اللہ تعالے رحمۃً واسعۃً۔

اجتماع ڈھاکہ منعقدہ صفر ۱۳۹۹ھ

منگل ۹ر صفر مطابق ۹ر جنوری ۱۹۷۹ء میں حضرت مولانا مع دیگر رفقاء مولانا سعید خاں صاحب، مولانا محمد عمر صاحب، مولانا محمد زبیر الحسن، جناب منشی بشیر احمد، مولانا ابراہیم، مولانا محمد بن سلیمان جھانجی، ڈاکٹر مظاہر بجنوری، دہلی سے کلکتہ روانہ ہوئے۔ ہاوڑہ اسٹیشن پر اتر کر مجمع عام میں دعا کراکر حضرت مولانا مسجد کولوٹولہ تشریف لے گئے۔ یہاں کے ایک روزہ قیام میں عصر کے بعد مجلس نکاح میں بیان فرماکر ایجاب وقبول کرائے اور اگلے دن ۱۱ر صفر کی صبح میں) مستورات کے اجتماع میں بیان فرماکر بیعت کی اور شام میں بذریعہ طیارہ ڈھاکہ روانہ ہوئے۔ جہاز سے اترے تو مغرب کا وقت ہو چکا تھا، مطار کے سبزہ زار پر حضرت مولانا نے نماز مغرب کی امامت کی اور پھر کگرائل روانہ ہو گئے۔

۱۳، ۱۴، ۱۵ر صفر مطابق ۱۳، ۱۴، ۱۵ جنوری میں بمقام ٹونگی اس سال کا اجتماع منعقد ہوا، اجتماع گاہ کی وسعت اور اس کا پھیلاؤ ڈیڑھ دو میل کے میدان میں تھا۔ بی بی سی لندن نے شرکاء اجتماع کی تعداد پچیس لاکھ بتلائی لیکن محتاط اندازوں کے مطابق پندرہ لاکھ افراد شریک تھے۔

اجتماع کے پہلے دن بعد نماز مغرب حضرت مولانا کا بیان ہوا۔ جس کے مترجم مولانا لطف الرحمن صاحب تھے۔ حضرت مولانا کے بیان پر ہی آج کی نشست ختم ہوئی۔ دوسرے دن بعد عصر نکاحوں کی اہمیت وسادگی پر حضرت مولانا کا بیان ہوا۔ اور اس کے بعد خطبۂ مسنونہ ہوکر بڑی تعداد میں آپ نے ایجاب وقبول کرائے۔ تیسرے دن بعد نماز فجر مولانا منیر احمد صاحب اور اور مولانا محمد عمر صاحب کے بیانات کے بعد حضرت مولانا کا بیان و دعا ہوکر اجتماع ختم ہوا۔ اس اجتماع سے ۸۸۸ جماعتیں (جو دس ہزار ایک سو سیتالیس افراد پر مشتمل تھیں) نکلیں، حضرت مولانا نے صرف (۸۹) جماعتوں سے مصافحہ کیا۔ جو سب تین چلہ پر جانے والی تھیں۔ دیگر اوقات کے لیے نکلنے والوں سے

مولانا عبدالعزیز صاحب نے مصافحہ کیا۔

اجتماع کے بعد تین یوم مرکز لگرائل میں قیام رہا ان ایام میں مختلف جماعتی مشورے ہوئے۔ آخری دن خواص کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ جناب الحاج بھائی عبدالمقیت صاحب کے مکان پر دعوت طعام میں تشریف لے گئے۔

۱۹ر صفر مطابق ۱۹ر جنوری جمعہ میں مقامی وقت کے مطابق شام سوا پانچ بجے طیارہ سے روانہ ہوکر دہلی تشریف آوری ہوئی۔ موسم کی خرابی کی وجہ سے بادل اور ہوا میں شدت تھی جس کی وجہ سے جہاز میں تاخیر ہوئی۔

اجتماع کے آخری دن ہونے والا حضرت مولانا کا اختتامی بیان جس میں اعمال و مادیت والے دونوں راستوں کا فرق اور ہجرت و نصرت کی اہمیت کو خوب وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا تھا۔ شامل سوانح کیا جاتا ہے۔

خطبۂ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا:

"میرے عزیزو دوستو و بزرگو! دو راستے انسان کی زندگی کے گذارنے کے ہیں۔ ایک اعمال والا، دوسرا مادیت والا۔ اور دونوں راستوں پر چلنے والے دو قسم کے انسان ہیں اور اللہ نے دونوں راستوں کا اور دونوں طرح کے انسانوں کے انجام کا ذکر کیا ہے۔

ایمان اور اعمال کے راستے کی کوششوں کی تعبیر دعوت سے کی جاتی ہے ہر عمل کے کرنے کے لیے کچھ آداب ہوتے ہیں ان آداب کو اگر نظر انداز کر دیا جائے تو بجائے فائدہ کے نقصان سامنے آجاتا ہے۔ ایک شئی ہے ہجرت اور دوسری ہے نصرت، اللہ کے لیے اپنی مالوفات اور مرغوبات کو چھوڑ دینا حتٰی کہ اپنے وطن کو بھی ضرورت پڑنے پر چھوڑ دینا ہجرت کہلاتا ہے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مالوف و محبوب وطن مکہ کو اس دین کی خاطر چھوڑ دیا تھا۔

ایک ہجرت یہ ہے کہ وطن کو اس طرح چھوڑ دیا جائے کہ پھر وہاں واپس

آنے کا ارادہ بھی نہ ہو۔
دوسرے یہ کہ کچھ دیر کے لیے اپنے مالوفات ومرغوبات کو اپنے وطن کو چھوڑ دیا جائے۔ دین کا ایک پہیہ ہجرت ہے تو دوسرا نصرت ہے۔
نصرت یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی بنیاد پر دنیا کے مختلف مقامات پر اللہ کے لیے گھوم پھر رہے ہوں ان کا ساتھ دیا جائے، ان کا تعاون کیا جائے۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام انھیں دو طبقوں میں منقسم تھے، یا مہاجر تھے یا انصار تھے۔
پہلا درجہ ہجرت کا ہے، دوسرا نصرت کا۔ آپ کا ارشاد ہے،
"لولا الهجرة لكنت من الانصار"
لیکن نصرت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ صرف کھلا پلا دیا جائے بلکہ ساتھ ساتھ وقت ضرورت جانی نصرت میں بھی پیچھے نہیں رہنا چاہیئے۔
جیسے انصار مدینہ کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جان دینے کے موقعوں پر زیادہ ہوتے ہیں اور حصول غنیمت کے وقت کم، وضع کے وقت کثیر، جمع کے وقت قلیل۔
جب بدر کا واقعہ پیش آیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ فرمایا، صحابہ کرام نے جواب دیا کہ:
آج جو جان ومال آپ کی خاطر قربان ہو جائے وہ بچے ہوئے جان ومال سے زیادہ ہمیں محبوب ہے۔
احد میں ستر صحابہ جو شہید ہوئے ان میں زیادہ انصار تھے جان دینے میں وہ برابر نہیں بلکہ زیادہ ہی رہے۔
پھر جب خیبر میں مسلمان خوب مالا مال ہوئے تو انصار نے حضور سے عرض کیا، یا رسول اللہؐ ہمارا معاہدہ یہ تھا کہ آپ کے ساتھ معاملہ کے بدلہ میں

جنت ملے گی۔ اس مال سے آپ اسے کمزور فرما رہے ہیں ہم تو اسی پر قائم ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا:

اللّٰھم اغفر الانصار ولابناء الانصار ولابناء ابناء الانصار

اے اللہ انصار کی مغفرت فرما، ان کے بچوں کو معاف فرما، ان کی اولاد کی اولاد تک کی بخشش کر دے۔ مدینہ تشریف لانے پر آپ نے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار کے ساتھ جوڑ دیا تھا اور پھر اس جوڑ کو انھوں نے اس عجیب انداز سے نبھایا کہ اپنے مال میں سے آدھا دے دیا، اپنی تجارت میں شریک بنا لیا۔

آج بھی امت اگر ان دو حصوں میں تقسیم ہو جائے ایک دعوت کے لیے ہجرت کرے، دوسرا اس کی نصرت کرے تو پورے عالم میں دین زندہ ہو جائے، ساری امت کی فکر کرو اور انھیں جہنم سے نجات دلانے کی تدبیر سوچو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہاری کمر تھام کر جہنم سے روک رہا ہوں مگر تم ہو کہ تیزی کے ساتھ اسی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہو۔

عبداللہ بن مبارک محدث تھے چھ ماہ حدیث کا درس دیا کرتے تھے اور چھ ماہ اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیتے تھے، اور اس سفر میں جو غبار جسم پر لگ جاتا تھا اس کو جمع کر لیتے تھے جسے اینٹ بنا کر رکھ دیتے۔ اسی طرح قرآن و حدیث کی تحریر میں جو قلم لیتے تھے ان کے تراشے جمع کر لیتے تھے۔

وفات کے موقع پر فرمایا کہ قلم تراشوں سے میرے جنازے کا پانی گرم کیا جائے اور قبر کو ان اینٹوں سے بند کیا جائے۔ اللہ جل جلالہ ہمیں اپنی راہ کی قدر نصیب فرمائیں اور اس کے لیے جان و مال لگانے کا جذبہ پیدا فرمائیں۔

یہ دنیا کی زندگی جو آج اجیرن بنی ہوئی ہے اگر احکامات کا ان میں لحاظ

کرلیا جائے تو زندگی کا بھی مزہ آئے۔

جب دین کے راستے میں دعوت کا عمل درست ہوتا ہے تو زندگی میں اخلاق، معاشرت، کاروبار، بود وباش، میل جول، معاملات اور اللہ کے ساتھ تعلق بھی درست ہو جاتے ہیں۔

جب انسانی زندگی درست ہو جائے گی تو دنیا کی ہر شئی سے اسے فائدہ پہونچے گا، ہر شئی میں صلاح آئے گی۔ ایسا مت سوچو کہ یہ کیسے ہوگا۔

القلوب بین اصبعی الرحمٰن یقلبها کیف یشاء۔

قلوب رحمٰن کی انگلیوں کے بیچ میں ہیں جنھیں وہ جیسے چاہیں الٹتا پلٹتا ہے

پھر اللہ تعالےٰ کی رحمتیں امڈامڈ کر آئیں گی جن کو کوئی روک نہیں سکتا ما یفتح اللہ من رحمة فلا ممسك لها وما یمسك فلا مرسل له من بعده۔ جس رحمت کو خدا کھول دیں اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس کو روک دیں اس رحمت کو اس کے بعد کوئی بھیجنے والا نہیں ہوگا۔

پھر اللہ جل جلالہٗ جو ہدایت دینے والے ہیں ہدایت عطا فرمائیں گے من یهد اللہ فهو المهتدی جسے اللہ ہدایت دیں وہی راہ یاب ہے اب خوب تضرع وانکساری کے ساتھ محنت کرو تاکہ رحمت وہدایت کے دروازے کھلیں، محنت کے ساتھ دعائیں ہوں اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہو، اللہ جب کرنے پر آتے ہیں تو اصنام کے پیٹ سے توحید ظاہر ہوتی ہے، باطل کے نقشوں سے حق کی آواز اٹھتی ہے:

جو شخص دین کی راہ میں تھک کر اللہ سے مانگتا ہے تو اللہ کو اس پر بہت ترس آتا ہے۔

اللہ جل شانہٗ ہمیں پوری ہدایت نصیب فرما کر امت کو نجات والی راہ پر چلا دے پھر انشاء اللہ فیصلہ اللہ تعالےٰ فرمادیں گے۔ میرے بھائی وارے کے نیارے ہیں دنیا میں بھی کامیاب ہیں، آخرت میں بھی کامیاب۔ یہ ساری

محنتیں ایک اللہ کو راضی کرنے کے لیے ہو، مادی منفعت کے لیے ہرگز نہ ہو، نہ کسی جاہ اور نہ عہدے کا ارادہ ہو

بلکہ اس لیے ہو کہ محبوب نبی کی سنتیں زندہ ہوں گی اللہ رب العزت کے لیے جاں نثاری کا موقع ملے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائیں، استقامت نصیب فرمائیں محنت کرتے کرتے مرنا ہے۔

مانگتے ہوئے اچھی امیدوں کو ساتھ رکھنا چاہئے اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ وہی معاملہ فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندہ گمان رکھتا ہے کام کرتے ہوئے للّٰہیت کا ہمیشہ خیال رہے جو شخص کام کرتے ہوئے خود پر نظر کرتا ہے یا اپنے کام کو اپنی طرف نسبت دینے لگتا ہے کہ میں نے یہ کام کیا، یا قوم اور اس کے استقبال کی طرف نظر کرتا ہے تو اکثر خود پسندی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ پھر جب مشکلات آتی ہیں تو مایوس ہو جاتا ہے اگر پوری توجہ اللہ پاک کی طرف ہو تو مایوسی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ بس خدا تعالیٰ گمراہی سے ہمیں بچا کر استقامت اور قبولیت سے نوازیں۔

بھائیو دوستو! خدا سے مانگتے ہوئے بڑی بڑی امیدیں باندھو یہی اس کی تعلیم ہے۔ املوا وابشروا[1]

اجتماع ڈھاکہ منعقدہ ربیع الاوّل ۱۴۰۱ھ

دس ربیع الاول مطابق ۲۹ جنوری ۱۹۸۱ء منگل میں حضرت مولانا بنگلہ دیش کے لیے عزم فرما کر کلکتہ کے لیے روانہ ہوئے، مولانا زبیر الحسن صاحب اپنی یادداشت میں دہلی سے کلکتہ تک سفر کی روداد اس طرح قلم بند کرتے ہیں:

---

[1] مولانا امداد اللہ صاحب رشادی بنگلور نے حضرت مولانا کا یہ بیان ۱۹۸۱ء میں کتابی شکل میں شائع کیا تھا، یہاں اس کی تلخیص پیش کی گئی ہے۔

"۱۰ ربیع الاول صبح سات بجے حافظ کرامت اللہ صاحب کی گاڑی میں نظام الدین سے اسٹیشن کے لیے روانہ ہوئے۔ ساڑھے آٹھ بجے گاڑی روانہ ہوئی، راستہ میں خورجہ، علی گڈھ، کانپور، الہ آباد، مغل سرائے بردوان پر بہت سے احباب حضرت جی مدظلہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے اور دعا ومصافحے ہوئے۔

بدھ ۱۱ ربیع الاوّل میں صبح ساڑھے سات بجے ہاوڑہ اسٹیشن پر اترے، بہت بڑا مجمع تھا حضرت جی مدظلہ، دعا کرا کر مرکز کو لوٹولہ روانہ ہوئے۔

جمعرات ۱۲ ربیع الاوّل میں بعد فجر مولوی احمد لاٹ کا اور بعد ظہر مولوی اسماعیل گودھرا کا بیان ہوا۔ بعد نماز عصر حضرت جی مدظلہ نے نکاحوں پر بیان کر کے ایجاب وقبول کرائے۔ بعد مغرب مولانا محمد عمر صاحب کا بیان ہوا۔ بعد عشا، حضرت جی نے بیان فرمایا، دعا کی، اور جماعتوں سے مصافحے کیے"

کلکتہ کے اس دو روزہ قیام کے بعد یکم فروری جمعہ کی صبح کو ڈھاکہ روانہ ہوئے متعلقہ رفقاء کے علاوہ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی زادمجدہٗ بھی حضرت مولانا کے ساتھ کلکتہ سے شریک سفر ہوئے۔

۱۴ ربیع الاوّل ۲ فروری ہفتہ کو مولانا مفتی زین العابدین صاحب کے بیان سے اجتماع کا آغاز ہوا۔ بعد عصر قاضی عبدالقادر صاحب نے فضائل ذکر بیان کئے۔ بعد مغرب تقریباً ڈھائی گھنٹے حضرت مولانا کا ایمان ویقین اور دعوت وقربانی سے بھرپور بیان ہوا۔ اور آپ کے بیان پر ہی اجتماع کی پہلی نشست ختم ہوئی۔

دوسرے دن مختلف حلقوں میں مولانا محمد عمر صاحب، مولانا مفتی زین العابدین صاحب جناب میاں جی محراب صاحب کے بیانات ہوئے۔ بعد عصر قدیم معمول کے مطابق اجتماع گاہ میں کثیر تعداد میں نکاح ہوئے، جن کے ایجاب وقبول حضرت مولانا نے کرائے۔

تیسرے دن مولانا عبدالعزیز صاحب کھلنوی، میاں جی محراب صاحب اور مولانا محمد عمر

صاحب کے بیانات وہدایات کے بعد حضرت مولانا نے اختتامی بیان کیا جو گیارہ بجے سے ایک بجے تک ہوا۔ پھر پون گھنٹہ دعا میں صرف ہوا۔ اس کے بعد جماعتوں سے مصافحے فرمائے۔

اجتماع کے دوران ممالک عربیہ سے آنے والے وفود کی دعوت وخواہش پر حضرت مولانا عرب خیمہ میں تشریف لے گئے اور ان حضرات کو مخاطب فرما کر یہ گفتگو کی،

"آج پوری دنیا میں حرکت ہو رہی ہے لیکن یہ حرکت جو دین کے لیے اور دین کو زندہ کرنے کے لیے ہو رہی ہے اس میں ہمارے ذمہ یہ ہے کہ ہماری حرکت یہ دین کے لیے ہو، اللہ کے لیے ہو جب حق کے لیے محنت ہوگی تو باطل خود بخود مٹ جائے گا۔ باطل کے مٹنے کے لیے کسی مستقل محنت کی ضرورت نہیں بلکہ جب دین کے لیے محنت ہوگی تو باطل خود بخود مٹ جائے گا جب حق آتا ہے باطل دور ہو جاتا ہے۔

ہمیں محنت کرنی ہے دوسروں کو حرکت میں لانا ہے حرکت جب دین کے لیے ہوگی حق زندہ ہوگا، حق کے ساتھ خدائی مدد ہے کوئی اس کو روکنے والا نہیں۔ ٹوکنے والا نہیں، خدا کی مدد حق کے ساتھ ہے ہمارے ذمہ یہ جو محنت ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو اس امت کے لیے آسان کر دیا ہے۔ جہاں بھی یہ محنت ہو خواہ تھوڑی سی ہو اس کا بہت اثر ہوتا ہے۔ حق زندہ ہوتا ہے، دین کا کام پھیلتا ہے بس اللہ ہمیں اور تمہیں توفیق عطا فرمائے ہمارے اور تمہارے ذریعہ دین کو زندہ فرمائے اور دنیا میں دین کی محنت کو پھیلائے۔"

اجتماع ختم ہونے کے بعد پورے ملک میں کام کرنے والے پرانے احباب کی ایک مجلس رکھی گئی اس میں شرکاء نے حضرت مولانا سے اپنے لیے کچھ ہدایات اور دعوت وتبلیغ کی لائن سے کچھ نصیحتیں دریافت فرمائیں تو ان سے مخاطب ہو کر ایک جامع اور عمومی نصیحت یہ فرمائی،

"ہمارا یہ کام بڑھ رہا ہے لہٰذا کام کرنے والوں کے اندر بھی استعداد بڑھ رہی ہو، دین کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ذاتی اعمال کو بھی پورا کرتے رہیں جتنی ذاتی محنت ہوگی اتنا ہی تعلق مع اللہ نصیب ہوگا۔ اپنے اندر انابت الی اللہ پیدا ہونے کی کوشش کرتے رہیں، جتنا تعلق مع اللہ ہوگا کام کے اندر جان پڑتی چلی جائے گی۔ ہر عمل کی جان دھیان سے ہے، دھیان ہوتا ہے تو عمل میں جان ہوتی ہے اپنی ذات پر محنت کرنی ہے اور محنت یہ ہے کہ اللہ کے دین کے تقاضے لے کر چلنا ہم پر غالب ہو جائے اس سے اللہ کا تعلق پیدا ہوگا، دعاؤں کی کثرت اور اذکار کی پابندی ہونا بھی ضروری ہے اس سے اپنے اندر بھی قوت پیدا ہوگی اور کام کے اندر بھی قوت پیدا ہوگی۔"

اجتماع سے فراغت کے بعد حضرت مولانا کا ایک ہفتہ مرکز کاکرائل میں قیام رہا۔ اس عرصہ میں بنگلہ دیش کی سالانہ جماعتی کارگزاری سنی گئی اور اہم مشورے کیے گئے۔

اپنے قدیم معمول کے مطابق حضرت مولانا نے اجتماع کی تفصیلات پر مشتمل جو مکتوب حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں مدینہ منورہ ارسال فرمایا تھا اس کا ایک اقتباس یہاں دیا جاتا ہے۔ لکھتے ہیں:

"۲۹ جنوری ۸۰ء بروز سہ شنبہ دہلی سے روانہ ہوئے اور ۳۰ کی صبح کو کلکتہ پہونچے، دو روز کلکتہ قیام رہا یکم فروری کی صبح کو کلکتہ سے بذریعہ طیارہ ڈھاکہ پہونچے۔ مفتی محمود حسن گنگوہی کلکتہ ہی میں اپنی آنکھ کے سلسلہ میں موجود تھے، وہ بھی ہمارے ساتھ ڈھاکہ اجتماع کی شرکت کے لیے تشریف لائے، چار روز مستقل ہمارے ہمراہ رہے کل چار فروری میں دعا سے فارغ ہو کر کھانا کھا کر شہر ڈھاکہ تشریف لے گئے حضرت قاضی عبدالقادر اور بھائی افضل یکم فروری کی شام کو ڈھاکہ پہونچے اور کل پانچ فروری کو واپس پاکستان تشریف لے گئے۔ ہم لوگوں کی بھی ۱۲ فروری کو براہ راست

ڈھاکہ سے دھلی بذریعہ طیارہ جانے کی تجویز ہے۔ حافظ کرامت یکم فروری کو دھلی سے سیدھے طیارہ سے ڈھاکہ پہونچے تھے آٹھ کو وہ واپس جارہے ہیں۔"

(اقتباس مکتوب محررہ ۶ر فروری ۱۹۸۰ء)

راقم الحروف اس زمانہ میں حضرت شیخ رح کے سایۂ عاطفت میں مدینہ منورہ مقیم تھا اس موقع پر مولانا زبیر الحسن صاحب کا بھی ایک گرامی نامہ بندہ کے نام پہونچا تھا اس مکتوب سے بھی اجتماع کی بعض معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اس لیے اس کو نقل کیا جاتا ہے:

"محب محترم عزیز مکرم میرے پیر بھائی مولوی محمد شاہد صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خدا کرے تم بخیر ہو الحمدللہ ہم سب بخیر ہیں۔ ہم لوگ ۲۹ر جنوری منگل کی صبح کو دہلی سے بذریعہ ریل روانہ ہوکر ۳۰ر جنوری بدھ کی صبح کو بخیریت کلکتہ اسٹیشن پر اترے حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہ اسٹیشن پر موجود تھے ملاقات ہوئی بہت خوش ہوئے۔ اور ماشاء اللہ اچھی آنکھ بنی، دکھائی بھی پہلے کی بنسبت اچھی طرح دینے لگا اس پر مزید یہ کہ ہمارے ہی ساتھ اسی جہاز میں بنگلہ دیش بھی تشریف لائے ہیں۔ صبح کو نو بجے سے شام کو مغرب بعد تک یہاں ہمارے پاس بلکہ میری ہی چارپائی پر آرام فرما ہوتے ہیں اور مغرب بعد یہاں سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر شہر تشریف لے جاتے ہیں تقریباً پندرہ یوم یہاں قیام رہے گا اور یہاں کے احباب اور علماء کی درخواست پر مختلف مقامات پر تشریف لے جانے کا بھی ارادہ فرما رہے ہیں ہم لوگ ۱۲ر فروری منگل کی دوپہر کو ۱½ بجے کے جہاز سے سیدھے دھلی انشاء اللہ العزیز روانہ ہوجائیں گے۔ پاکستان سے جمعہ کے دن قاضی صاحب بھائی محمد افضل صاحب بھی اجتماع میں شرکت کی غرض سے تشریف لائے تھے کل منگل کی دوپہر کو واپس کراچی تشریف لے گئے۔

بنگال کے مولوی شوکت علی کے ہمراہ مولانا حبیب اللہ صاحب کا محبت نامہ بلکہ خوشیوں سے لبریز مسرت نامہ ملا جس میں انھوں نے مسرتوں سے بھرپور یہ خبر تحریر فرمائی کہ ۲۴ جنوری جمعرات کو بعد مغرب میرے حضرت نے تم کو بھی اجازت مرحمت فرمادی۔ مبارک، مبارک، مبارک صد الف مبارک، اللہ تعالےٰ قبول فرمائے۔

خط پڑھتے ہی میں نے حضرت جی کو اور مفتی زین العابدین کو اور مفتی محمود کو یہ خوش خبری سنادی تھی۔ سب بہت خوش ہوئے اور بہت ہی دعائیں دیں۔ بھائی میرے واسطے بھی بہت بہت دعا کرنا کہ بہت ہی نکما اور ناکارہ ہوں، آج کل تم بہت ہی متوجہ الی اللہ ہوگے اور بہت ہی تم پر عاجزی اور گریہ طاری ہوگا اس لیے مکرر لکھتا ہوں کہ میری صلاحیت اور قابلیت اور کچھ مل جائے اس کی بہت ہی بہت دعا کرنا۔

میرے حضرت اقدس سیدی و مولائی کی خدمت بابرکت میں بہت ہی مؤدبانہ دست بستہ سلام مسنون کے بعد دعا اور صلوٰۃ وسلام کی درخواست کردینا۔ فقط محتاج دعا

محمد زبیر الحسن عفرلہ ڈھاکہ ۲ فروری ۸۰ء چہارشنبہ"

اس سال کے ہونے والے اجتماع میں دنیا بھر سے ۳۲ ممالک کے وفود اور کام کرنے والے خواص نے شرکت کی جن میں چارسو باسٹھ افراد تھے۔ بیرون ملک کے لیے ساٹھ جماعتیں اور اندرون ملک میں کام کرنے کے لیے سات سو جماعتیں راہ خدا میں نکلیں۔ ملک کے صدر اور نائب صدر اور دیگر شخصیات نے بھی ہمیشہ کے معمول کے مطابق دعا میں شرکت کی۔

اس موقع پر حضرت شیخ رح کے روزنامچہ کی معلومات یہ ہیں۔

"آج مولوی انعام دہلی سے روانہ ہوئے، ۳۰ کی صبح کو کلکتہ پہونچے۔ یکم فروری کی صبح کو کلکتہ سے بذریعہ طیارہ ڈھاکہ پہونچے، مفتی محمود کلکتہ ہی میں

آنکھ کے سلسلہ میں موجود تھے وہ بھی ڈھاکہ اجتماع میں گئے اور چار فروری کو دعا سے فارغ ہوکر شہر ڈھاکہ واپس گئے۔ قاضی صاحب اور بھائی افضل تجمّل یکم فروری کو ڈھاکہ اور پانچ کو پاکستان واپس چلے گئے۔ الوداعی دعا کے وقت بنگلہ دیش کے صدر ضیاء الرحمن اور نائب صدر دونوں موجود تھے۔"

۲۴ ربیع الاول ۱۱ فروری ۱۹۸۰ء منگل میں دہلی واپسی ہوئی۔

اجتماع ڈھاکہ منعقدہ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

۱۴۰۱ ۱۳ ربیع الاول مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۸۱ء میں آپ دہلی سے بنگلہ دیش کے لیے روانہ ہوئے، راستہ میں دو روز کلکتہ ٹھہر کر ۲۳ جنوری کی شام میں ڈھاکہ پہونچے۔ ۱۷، ۱۸، ۱۹ ربیع الاول مطابق ۲۴، ۲۵، ۲۶ جنوری ۱۹۸۱ء سالانہ اجتماع کی تواریخ تھیں۔ تینوں روز حضرت مولانا کے بڑے تفصیلی و وضاحتی بیانات ہوئے۔ اجتماع کے پہلے دن بعد نماز مغرب تقریباً ڈھائی گھنٹہ آپ کا بیان ہوا اور اسی بیان پر آج کی نشست ختم ہوئی، دوسرے دن بعد نماز عصر نکاحوں کے فضائل اور اہمیت پر اور تیسرے دن اجتماع کے اختتام پر آپ نے بیان کیا۔ ا

اجتماع کے اول دن میں ہونے والا بیان ایمان کی اہمیت، خلفائے راشدین کی سیرت اور ان کے اعتماد علی اللہ پر اپنی اثر انگیزی اور قوت تاثیر میں بے مثال تھا۔ اس بیان میں آپ نے حضرات خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام حضرت عبداللہ بن حذافہ، حضرت ماعز اسلمی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت فاطمہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کے ایمانی قوت کے متعدد واقعات سنائے۔

یہاں اس تفصیلی بیان کا ایک اہم حصہ پیش کیا جاتا ہے۔ فرمایا،

"اللہ پاک کے یہاں قیمتی چیز ایمان ہے اور ایمان کے لیے محنت کرنی پڑتی ہے، ایمان کے بغیر اگر ایک انسان قیامت میں جائے اور پھر وہاں دنیا کے سارے سونا چاندی کو اپنے فدیہ میں پیش کرے تاکہ اس عذاب سے خلاصی مل جائے تو اتنے کچھ پر بھی اپنے آپ کو اللہ کی گرفت

اور عذاب سے نہیں چھڑا سکتا' ایمان کے بغیر پہاڑوں برابر عمل بھی قبول نہیں۔ دنیا کے اندر جتنی چیزیں ہیں یہ سب اللہ نے انسانوں کے لیے پیدا فرمائی ہیں اور دنیا کا سارا نظام ایمان والوں کی برکت سے قائم ہے اور جب تک ایک بھی مسلمان صرف اللہ اللہ کرتا رہے گا تو دنیا کا سارا نظام قائم رہے گا اور جب دنیا میں ایک بھی اللہ پاک کا نام لینے والا نہ رہے گا تو اللہ پاک اس سارے نظام کو توڑ پھوڑ دیں گے۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضؓ کو رومیوں نے قید کیا اور بادشاہ کے سامنے پیش کیا، بادشاہ نے آدھی سلطنت کی پیش کش کی، اور کہا کہ اپنے ایمان کو چھوڑ دو۔ لیکن عبداللہ بن حذافہ رضؓ کا ایمان دل کی گہرائیوں میں اتنا پہونچ چکا تھا کہ جواب میں فرمایا:

آدھی سلطنت دے کر ایمان چھوڑنے کے لیے کہہ رہے ہو۔ اگر پوری سلطنت دے کر بھی یہ بات کہو گے تو۔ پل جھپکنے تک بھی ایمان چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ اس پر بادشاہ نے دوسرا راستہ دھمکی کا اور ظلم وستم کا اختیار کیا اور اپنے آدمیوں سے کہا کہ ایک دیگچے میں گرم پانی کر کے اس کو اس طرح تکلیف دیں کہ جان بھی نہ نکلے اور تکلیف بھی ہوتی رہے اور اگر کوئی نئی بات پیش آئے تو پھر مجھے خبر کر دینا۔ عبداللہ بن حذافہ رضؓ کو جب روانہ کیا تو وہ رونے لگے۔ یہ دیکھ کر ان کو بادشاہ کے سامنے لایا گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ تکلیفیں جھیلنے اور برداشت کرنے سے پہلے میری بات کو مان لیں۔ تو اس پر ابن حذافہ رضؓ نے فرمایا کہ میں موت کے ڈر سے نہیں رو رہا ہوں بلکہ میں تو اس بات پر رو رہا ہوں کہ میری تو ایک جان ہے اور وہ اب اللہ کے نام پر ختم ہو جائے گی۔ میں تو اس بات پر رو رہا ہوں کہ کاش میری سو جانیں ہوتی اور وہ سب کے سب اللہ پاک کے نام پر قربان ہوتیں' تو یہ تھا ان لوگوں کا

ایمان، اور یہ ایمان ان لوگوں نے محنت کرکے اور تکلیفیں اٹھا کر حاصل کیا تھا، حضرت ابو درداء رض سے کسی نے کہا کہ فلاں آدمی نے سو غلام آزاد کئے، تو اس پر حضرت ابو درداء نے فرمایا کہ یہ تو بہت بڑا عمل ہے لیکن اس سے بھی بڑھا ہوا عمل یہ ہے کہ انسان کے ساتھ ایمان دن رات چمٹا رہے تو یہ سب سے بڑا عمل ہے۔

ایک اعرابی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے بس میں قرآن پاک کا سیکھنا نہیں لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ پاک کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اس پر یقین ہے۔ جب وہ واپس ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص بہت سمجھ دار ہے۔

ایمان والا کبھی بھی حالات سے متاثر نہیں ہوتا اور اس کا یقین ہوتا ہے کہ سب حالات اللہ پاک کے ہاتھ میں ہیں۔ حضرت علی رض کے پاس ایک سائل آیا اور سوال کیا حضرت علی رض نے حضرت امام حسن رض یا امام حسین رض کو حضرت فاطمہ رض کے پاس بھیجا کہ ایک درہم لے آئیں حضرت فاطمہ رض نے کہا کہ وہ جو چھ درہم آٹے کے لیے دیئے تھے کیا اس ہی میں سے ایک درہم مانگ رہے ہیں؟ واپس آکر انھوں نے حضرت علی رض سے عرض کیا حضرت علی رض نے دوبارہ بھیج کر فرمایا کہ وہ چھ کے چھ درہم لے آئیں اور وہ منگا کر سائل کو دے دیئے۔ ابھی اسی مجلس سے اٹھے بھی نہ تھے کہ ایک شخص اونٹ لے کر آئے اور کہا کہ میں اس کو فروخت کرنا چاہتا ہوں حضرت علی نے ایک سو چالیس درہم پر اس وعدہ پر خرید لیا کہ اس کی رقم بعد میں ادا کردوں گا، تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرے شخص نے آکر پوچھا کہ یہ اونٹ کس کا ہے اور کیا فروخت کے لیے ہے؟ تو حضرت علی رض نے فرمایا۔ کہ یہ میرا ہے اور دو سو درہم پر فروخت کرنا چاہتا ہوں۔ وہ شخص لینے کو تیار

ہوا۔ حضرت علی رضؓ نے دو سو درہم لے کر ایک سو چالیس درہم اس کے مالک کو ادا کر دیئے۔ اور باقی ساٹھ درہم لے کر حضرت فاطمہؓ کو دے دیئے۔ حضرت فاطمہؓ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو حضرت علی نے فرمایا کہ یہ ہے اللہ پاک اور اس کے رسول کا وعدہ۔ ان حضرات کو اپنے یہاں سے زیادہ اللہ پاک کے یہاں رکھنے کا یقین تھا اور یہ یقین تھا کہ اس کا بدلہ دنیا اور آخرت میں ملنے والا ہے ـــــــ!

جب اندر میں ایمان بنتا ہے تو ایمانی صفات بھی کھل کر سامنے آجاتی ہیں، ایمان کی ایک صفت مخلوق کے ساتھ ہمدردی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کا واقعہ ہے کہ وہ اہلِ مدینہ کی بکریوں کے دودھ دوہا کرتے تھے۔ جب خلیفہ بنے، تو مدینہ منورہ والوں نے کہا کہ اب تو حضرت ابو بکر رضؓ کے سر پر بہت بڑی ذمہ داری آگئی، اب ہماری بکریوں کا دودھ کون دوہے گا، لیکن حضرت ابو بکر ان کے پاس جا کر ان کی بکریوں کا دودھ دوہتے اور پوچھتے کہ جھاگ والا دودھ نکالوں یا بغیر جھاگ والا نکالوں، تو بچیاں کہتیں کہ جھاگ والا نکالو۔ حضرت ابو بکر صدیق ان کی بکریوں سے جھاگ والا دودھ نکال لیتے جس سے ان کے برتن بھر جاتے تھے، تو ایمان کی صفات میں سے ایک صفت ہمدردی بھی ہے۔

ان ہی کا دوسرا واقعہ ہے کہ مدینہ منورہ کے کنارے ایک بڑھیا رہتی تھی جس کا اللہ پاک کے سوا کوئی نہیں تھا اور ضعیف و کمزور ہونے کی وجہ سے اپنے گھر کا کام کاج نہیں کر سکتی تھی تو حضرت ابو بکر صدیق رضؓ ہر روز ان کے گھر جا کر اس کے گھر کی صفائی اور پانی کا گھڑا بھر کر واپس ہوتے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے سوچا کہ اس بڑھیا کی کوئی خبر گیری کرنے والا نہیں ہے اس لیے میں اس کی خدمت کروں گا۔ لیکن حضرت عمر جب بھی جاتے تو بڑھیا کے گھر کو پاک صاف پاتے، اس کے پانی کا گھڑا بھی بھرا

پاتے۔ ایک مرتبہ چھپ کر بیٹھ گئے کہ دیکھوں کون ان کا کام کرتا ہے تو دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ آئے اور خاموشی سے یہ کام انجام دے گئے تو کہا کہ آپ ہی اس کے مستحق ہیں۔

اسی طرح اندر کا ایمان بے حیائی سے اور برائیوں سے بچاتا ہے۔
حضرت ماعز اسلمی رضؓ حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا، یارسول اللہ مجھے پاک کیجئے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا انھوں نے پھر کہا کہ مجھے پاک کیجئے۔ جب چار مرتبہ عرض کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پاک کے حکم کے مطابق رجم کرنے کا فیصلہ کیا، اور اسی میں حضرت ماعز اسلمی رضؓ کی وفات ہوئی، کسی صحابی نے حضرت ماعز کو سخت جملہ کہہ دیا تو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تو ایسا پاک ہو کر گیا ہے اور ایسی توبہ کر کے گیا ہے کہ اگر اس کی توبہ کو مدینہ منورہ والوں پر تقسیم کیا جائے تو سارے مدینہ والوں کے گناہ معاف ہو جائیں ـــــ تو صحابہ کرام رضؓ کا ایمان ایسا کامل تھا کہ جب کوئی گناہ صادر ہو جاتا تو بے قرار ہو جاتے۔ یہ ایمان کی قوت تھی۔ اور اس میں بھی اللہ پاک کی حکمت تھی، اور امت کے لیے ایک ضابطہ بنانا تھا، ایمان کی قوت ہوتی ہے تو اعمال درست ہوتے ہیں اور جب اعمال درست ہوتے ہیں تو حالات درست آتے ہیں۔

دنیا کی پریشانیوں اور مصیبتوں سے بچنے کا اور آخرت کی ہمیشہ کی ـــ تکالیف سے بچنے کا صرف ایک راستہ ہے کہ ایمان قوی ہو جائے، اور ایمان محنت سے قوی ہوتا ہے کہ ایمان پر محنت کی جائے۔

حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا درد و غم اور فکر یہ تھا کہ پورے انسانوں کو ایمان کی دولت مل جائے، اور اس بات کا آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو اتنا غم و فکر تھا کہ خود اللہ پاک کو کہنا پڑا، کہ آپ اپنے کو ہلاک کر دیں گے

کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے، تو اس فکر کے ساتھ اتنی محنت کی، اور آج جو محنت ہو رہی ہے یہ بھی اسی بات کی ہو رہی ہے کہ انسانوں کو ایمان مل جائے تو اللہ پاک دنیا میں بھی پاک زندگی عطا فرمائیں گے۔ اور مرنے کے بعد بھی ہمیشہ ہمیشہ کی خوشیوں والی اور عیش و آرام والی زندگی عطا فرمائیں گے۔

دین بہت آسان ہے لیکن آسانی کا مطلب یہ نہیں کہ اس پر محنت نہ کی جائے، جو چیز ہم نے کھوئی ہے یعنی ایمان، اگر ہم سب مل کر محنت کریں گے تو اللہ پاک اس کی حقیقت نصیب فرمائیں گے۔

تو اس کے لیے اوقات مانگنے کی گذارش کی جاتی ہے ہمت اور حوصلے کے ساتھ فرمائیں کہ کون کون کتنے کتنے وقت کے لیے تیار ہیں [1]

اس اجتماع سے چھ سو چھیالس جماعتیں تیار ہو کر نکلیں۔ مصر، اردن، سوڈان، ملیشیا سعودی عرب، قطر، دبئی، کویت، پاکستان اور ترکی، کے علاوہ حضرموت، صومالیہ، حبشہ، سائپرس وغیرہ چھتیس ملکوں کے نو سو تہتر احباب اور خواص بھی شریک اجتماع تھے۔ بنگلہ دیش کے صدر، نائب صدر، وزیر اعظم اور قومی اسمبلی کے اسپیکر بھی اجتماع میں شریک تھے۔ ان تمام حضرات سے مولانا مفتی زین العابدین صاحب نے تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بات کی۔

حضرت مولانا حضرت شیخ رحؒ کو اجتماع کے احوال کی اطلاع دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"الحمد للہ اجتماع خیریت کے ساتھ پورا ہو گیا، مجمع بھی خوب تھا الحمد للہ جماعتیں بھی خوب نکلیں۔ مولانا ابرار الحق اور مولانا اسعد مدنی دونوں حضرات بنگلہ دیش تشریف لائے ہوئے ہیں۔ مولانا ابرار الحق صاحب تو اجتماع میں بھی تشریف لائے تھے، ایک ہفتہ ہم لوگوں کا بنگلہ دیش میں قیام ہے

---

[1] مرسلہ جناب پروفیسر مشفق صاحب ڈھاکہ۔

پھر نواکھالی جانا ہے۔ عزیز محمد حلیم بھی ہمارے ساتھ بنگلہ دیش آیا ہوا ہے
الحمد للہ عرب حضرات بھی اس مرتبہ خوب تشریف لائے، سعودیہ کے بھی الحمد للہ
اچھی مقدار میں تشریف لائے۔"

(مکتوب محررہ ۲۷؍جنوری ۱۹۸۱ء)

مولانا محمد زبیر الحسن صاحب حضرت شیخ رح کے نام اپنے ایک مکتوب میں اجتماع کے تفصیلی حالات، عربوں کے تاثرات، اور حضرت مولانا کی ذاتی کیفیات کے متعلق اس طرح رقم طراز ہیں:

"ہم لوگ ۲۰؍جنوری کی صبح کو دہلی سے بذریعہ ریل روانہ ہو کر ۲۱؍جنوری کی صبح کو کلکتہ پہونچے۔ ایک شب قیام کے بعد ۲۲؍جنوری کی شام کو بذریعہ طیارہ ڈھاکہ روانہ ہوئے، عشاء کے قریب اجتماع گاہ پہونچے۔ ۲۴، ۲۵، ۲۶؍جنوری ہفتہ، اتوار، پیر تین دن خوب زوردار اجتماع ہوا۔ اس سال مجمع ہر سال سے زیادہ بتلایا جاتا ہے، مجمع کا اندازہ تقریباً بارہ لاکھ کا اور دعا کے وقت چودہ لاکھ کا بتایا جاتا ہے اجتماع کے دوران ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اجتماع میں تشریف لائے اور ایک جماعت سے پرچہ لیا اور اس جماعت کے نام ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ یہ میرا کام ہے۔ اس خواب دیکھنے والے نے قدم بوسی کی درخواست کی اور اس کو اس سعادت سے نوازا اس اجتماع میں بیانات بھی خوب نرالے ہوئے۔ اور عجیب سکون سکینت تھی۔ حضرت جی مدظلہ نے بھی ۲ ½ گھنٹے کے قریب مغرب بعد ایمان پر بہت ہی عجیب انداز میں بیان فرمایا۔ عرب حضرات، حضرت جی کے بیان سے خوب متاثر ہوئے اور دعا کے وقت تو عجیب ہی حالت تھی، مجمع خوب ہی دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا حضرت پر بھی خوب رقت تھی۔ ۲۷، ۲۸، ۲۹؍جنوری منگل، بدھ، جمعرات ڈھاکہ ہی میں قیام رہا اور مختلف مسائل پر مختلف حضرات کے مشورے ہوتے رہے۔

۳۰ر جنوری جمعہ کا دن گزار کر رات کو ریل سے نواکھالی جانا ہوا وہاں پر دن بخیریت گذرا، مگر رات کو بعد مغرب مولوی عمر کے بیان کے بیچ میں اس قدر شدید بارش اور اتنا موسلا دھار پانی پڑا کہ الامان والحفیظ۔ اگلا شنبہ کا دن بھی بارش میں گذرا۔ اس پر مختلف مساجد میں مقررین کو بھیج کر بیانات کرائے گئے۔ رات کو مغرب بعد بڑی جامع مسجد میں مولوی عمر کا ۱½ گھنٹے بیان ہوا۔ اس کے بعد حضرت جی مدظلہٗ کا بیان، دعا اور تودیع جماعات ہوئیں۔ دس بجے اسٹیشن پر پہونچے اور ۱۰½ بجے بذریعہ ریل نواکھالی سے روانہ ہو کر دو فروری پیر کی صبح بخیریت واپس ڈھاکہ پہونچے!"

(اقتباس مکتوب مولانا موصوف)

اجتماع سے فارغ ہو کر حضرت مولانا نے ایک ہفتہ لکرائل اور نواکھالی میں قیام فرمایا اور ۲۷ر ربیع الاول (۳ر فروری) منگل کو اپنی نماز عصر پڑھ کر بذریعہ طیارہ دہلی کے لیے روانہ ہوئے۔ تین گھنٹہ بیس منٹ کی پرواز کے بعد پالم ایرپورٹ اترے — مرکز نظام الدین پہونچ کر نماز مغرب ادا کی۔ اور پھر فوراً ہی ختم یٰسین شریف میں شرکت فرما کر طویل دعا کرائی۔

اجتماع ڈھاکہ منعقدہ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

اس مرتبہ سالانہ اجتماع کی تاریخیں ۴، ۵، ۶ر ربیع الثانی (۳۰-۳۱ر جنوری و یکم فروری ۱۹۸۲ء ہفتہ، اتوار، پیر) متعین تھیں۔ حضرت مولانا ۲۹ر ربیع الاول (۲۵ر جنوری پیر) کے دن کالکا میل سے دہلی سے کلکتہ روانہ ہوئے۔ اس سفر میں حضرت مولانا کے رفقاء یہ حضرات تھے۔ مولانا محمد عمر صاحب، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب، مولانا سید خلیل صاحب دیوبندی مولانا احمد لاٹ مولانا محمد بن سلیمان جھانجی، الحاج نور الحق سورتی، مولوی محمد سہارنپوری، مولوی احمد مٹرھی، جناب الحاج نعمت اللہ صاحب دہلوی، جناب الحاج محمد شفیع صاحب دہلوی دہلی سے کلکتہ تک خوب بارش ہوتی رہی جس کی بنا پر راستہ میں ٹھنڈک اور سردی میں کچھ اضافہ ہو گیا، لیکن جب کلکتہ پہونچے تو موسم گرم تھا جہاں پنکھے اور برف استعمال کرتے رہے منگل

بدھ دو یوم مرکز کی مسجد میں قیام کے بعد ۲۸ جنوری جمعرات کو بذریعہ طیارہ ڈھاکہ روانہ ہوئے مقامی وقت کے مطابق ڈھائی بجے ڈھاکہ ایئرپورٹ اتر کر باہر تشریف لائے۔ مجمع سے ملاقات و مصافحہ اور عمومی دعا کے بعد ٹونگی روانہ ہو گئے۔ اگلے روز نماز جمعہ مولانا زبیر الحسن صاحب کی زیر امامت ادا کی گئی۔

۴ ربیع الثانی میں اجتماع کا آغاز مولانا مفتی زین العابدین صاحب کے بیان سے ہوا۔ شیخ حمداوی، میانجی محراب، بھائی عبدالوہاب صاحب، قاری ظہیر صاحب کے بیانات آج دن بھر ہوتے رہے۔

اجتماع کے دوسرے دن مختلف حضرات کے بیانات کی یہ ترتیب رہی۔ قاری ظہیر احمد صاحب بعد نماز فجر۔ مولانا احمد لاٹ صاحب بعد نماز ظہر، حضرت مولانا بعد نماز عصر۔ مولانا محمد عمر صاحب بعد نماز مغرب۔ علماء میں مفتی زین العابدین صاحب، خواص میں جناب بھائی ابراہیم عبدالجبار صاحب۔

اجتماع کے تیسرے دن بعد نماز فجر مولانا منیر الحق صاحب، مولانا محمد عمر صاحب کے بیانات کے بعد حضرت مولانا نے سوا گھنٹہ بیان فرما کر دعا کرائی۔ جماعت میں جانے والوں کی کثیر تعداد کے پیش نظر حضرت مولانا نے صرف ممالک عربیہ اور بیرون کی جماعتوں سے مصافحے کیے اور عمومی جماعتوں سے مولانا عبدالعزیز صاحب کھلنوی نے رخصتی مصافحہ کیا۔

حضرت مولانا نے اس پندرہ روزہ سفر کی مصروفیات اور دعوتی مشاغل کی تفصیلات تاریخوار اپنی بیاض میں درج کر رکھی ہیں۔ خوش قسمتی سے یہ بیاض ہمیں دستیاب ہے اس لیے اس کے اندراجات یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

تحریر فرماتے ہیں:

"۲۹ ربیع الاول پیر۔ نماز فجر سے پہلے چائے پی کر فجر کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھ کر روانہ ہوئے بارش ہو رہی تھی، اسٹیشن پر مجمع تھا دعا ہو کر گاڑی صحیح وقت پر روانہ ہوئی۔ غازی آباد، خورجہ، علیگڑھ، فیروزآباد، ٹونڈلہ، کانپور، الٰہ آباد مرزاپور پر مجمع تھا۔ الٰہ آباد سے پہلے ایک چھوٹے اسٹیشن پر گاڑی کھڑی رہی، لیٹ

ہوئی، ہر جگہ دعا ہوئی، ظہر کی نماز کانپور اسٹیشن پر پڑھی۔ مرزاپور پر فہیم الدین کھانا لیکر آئے تھے۔ مغل سرائے سے پہلے ریل میں کھانا کھایا۔ مغل سرائے پر گاڑی پونے دو گھنٹے لیٹ پہونچی۔ اگلے روز گاڑی دو گھنٹہ تاخیر سے باوڑہ پہونچی۔ خیریت سے کولوٹولہ پہونچے۔

یکم ربیع الثانی بدھ۔ آسام والوں سے ناشتہ کے بعد گفتگو ہوئی، ظہر کے بعد عورتوں کی بیعت ہوئی۔ عشاء کے بعد مسجد میں دعا اور جماعتیں رخصت ہوئیں۔

۲ ربیع الثانی جمعرات۔ ناشتہ کے بعد بنگال والوں سے گفتگو ہوئی گیارہ بجے مطار کے لیے روانہ ہوئے، راستہ میں گاڑی کا پٹرول ختم ہوگیا اس لیے دوسری گاڑی میں مطار پہونچے۔ مطار کی تمام کاروائی سے الحمدللہ بسہولت فراغت ہوئی۔ سب امور سے فارغ ہوکر ظہر کی نماز پڑھی، ایک بجے طیارہ پر سوار ہوئے۔ آئی سی ۲۲۳ ایک بج کر ۳۵ منٹ پر حرکت میں آیا اور ۴۰ منٹ پر پرواز شروع ہوئی۔ ۲۵ منٹ میں ڈھاکہ پہونچنے کا اعلان ہوا، دو بج کر دس منٹ پر جہاز زمین پر اترا۔ اور تیرہ منٹ پر ٹھہرا مطار کے اندر ہی اہل مطار کی خواہش پر دعا ہوئی۔ دعا کے بعد اجتماع گاہ ٹونگی ۳ بجے پہونچے۔

۴ ربیع الثانی ہفتہ۔ مغرب کے بعد بندہ کا بیان ہوا۔ آج اجتماع کا پہلا دن تھا مولوی لطف الرحمان صاحب نے بنگلہ میں ترجمہ کیا۔

۵ ربیع الثانی اتوار۔ علمائے کرام کے بڑے مجمع میں بندہ کا بیان ہوا عصر کے بعد نکاح پر بیان ہوا، اور نکاح خوانی ہوئی۔

۶ ربیع الثانی پیر۔ دس بجے جلسہ گاہ میں جانا ہوا۔ بیان و دعا ہوئی، دو بجے فارغ ہوئے۔ مغرب کے بعد ملیشیا والوں کا مشورہ ہوا۔ اگلے روز (منگل) میں صبح کو ناشتہ کے بعد بھی ملیشیا والوں کا مشورہ ہوا۔ عرب حضرات کے مشورے ہوتے رہے ــــ

۸ ربیع الثانی میں بھی مشورے ہوتے رہے۔

۹ ربیع الثانی جمعرات۔ آج ٹونگی سے مستورات کے اجتماع میں گئے اور اس

سے فارغ ہوکر لکرائل آئے اور نماز ظہر ادا کی۔ عشاء کے بعد بندہ نے کتاب حیاۃ الصحابہ سنائی۔

- ۱۰ ربیع الثانی جمعہ:۔ آج عصر کے بعد ڈاکٹر نے قلب کا معائنہ کیا، ساڑھے سات بجے عشاء کی نماز پڑھی اور پھر سلہٹ جانے کے لیے اسٹیشن روانہ ہوئے۔
- ۱۱ ربیع الثانی ہفتہ:۔ صبح دس بجے سلہٹ پہونچ کر گیارہ بجے کے قریب قیام گاہ پہونچ کر چائے پی، مشورہ ہوا، پھر کچھ دیر آرام کیا، پھر مستورات میں جاکر بندہ نے بیان کیا عورتوں کی بیعت ہوئی، پھر حضرت مدنی کے اعتکاف والی مسجد میں حاضری ہوئی۔ کچھ دیر جائے اعتکاف پر بیٹھنا ہوا۔ مغرب کے بعد ایک مسجد میں جاکر مردوں کی بیعت ہوئی۔
- ۱۲ ربیع الثانی اتوار:۔ ظہر سے پہلے بندہ کا علمائے کرام سے خطاب ہوا۔ ظہر کے بعد کھانا کھاکر کچھ قیلولہ کے بعد مجمع عام میں بیان کرکے دعا ہوئی۔ مغرب بعد کھانا کھایا، اول وقت عشاء کی نماز پڑھ کر اسٹیشن گئے، گاڑی ڈھاکہ کے لیے ٹھیک ۸ بجے روانہ ہوئی، اگلے روز پونے آٹھ بجے لکرائل مسجد پہونچے۔ ناشتہ کیا، دس بجے مولوی سعید خاں کو رخصت کیا گیا، گیارہ بجے ہسپتال گئے۔ سینہ کا، دل کا اور خون کا معائنہ کرایا، ایک بجے ہسپتال سے واپس آئے اور حاجی نجم الدین کے لڑکے خلیل نجمی کو رخصت کیا۔

۱۴ ربیع الثانی منگل:۔ اہل شوریٰ سے مسجد میں بات ہوئی دعا ہوئی مصافحہ ہوا پونے بارہ بجے مطار کے لیے روانہ ہوئے۔ ساڑھے بارہ بجے کے بعد لان میں اذان دے کر بڑی جماعت کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی، ایک بجے طیارہ پر سوار ہوئے۔ ایک بجکر ۲۵ منٹ پر حرکت شروع ہوئی اور ایک بج کر ۳۵ منٹ پر پرواز شروع ہوئی، دو گھنٹہ ۱۵ منٹ کی پرواز کا اعلان ہوا۔ تین بج کر ۴۳ منٹ پر زمین پر اترا، اور الحمدللہ ساڑھے چار بجے خیریت سے اللہ جل شانہ نے مستقر پر پہونچا دیا۔

فالحمد للہ الذی بعزتہ تتم الصالحات"

راقم سطور اس اجتماع کے موقع پر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے زیر سایۂ عاطفت مدینہ منورہ

مقیم تھا. مولانا زبیر الحسن صاحب نے ڈھاکہ سے جو مکتوب بندہ کے نام مدینہ منورہ لکھا تھا اس سے بھی اس اجتماع کے متعلق بعض معلومات ملتی ہیں، وہ بھی یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

"عزیز محترم مولوی محمد شاہد سلمہٗ !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہ تو تم نے سن ہی لیا ہوگا کہ ہم لوگ ۲۵ر جنوری سے دہلی سے نکلے ہوئے ہیں۔ ۲۶، ۲۷ر جنوری کو کلکتہ میں قیام کرتے ہوئے ۲۸ر جنوری جمعرات کو بنگلہ دیش ڈھاکہ پہونچے، اجتماع الحمدللہ بہت ہی اچھا رہا. ہر سال سے زیادہ مجمع تبلایا جاتا ہے. لوگوں کا اندازہ ۱۲، ۱۳ر لاکھ کا ہے، دعا کے وقت صدر صاحب اور وزیر اعظم صاحب بھی آئے تھے. اسٹیج سے نیچے میدان میں بیٹھے بہت خوش رہے اور خوب دھیان سے حضرت جی کی تقریر سنی، جمعہ کے دن شام کو سلہٹ جاکر آج پیر کی صبح کو بخیریت لکرائل واپسی ہوئی، کل منگل کے دن ۱۲ بجے دوپہر کے جہاز سے انشاء اللہ دہلی کے لیے روانگی ہے دعا کرتے رہنا اللہ تعالےٰ قبول فرمائے اور مجھے بھی نوازے اسی وقت مولانا سعید خاں صاحب تشریف لے جارہے ہیں ان کے ہمراہ یہ پرچہ صرف دعا اور صلوٰۃ وسلام کی غرض سے تحریر کررہا ہوں الحمدللہ حضرت جی کی طبیعت بھی اچھی ہے اور خوش وخرم ہیں اگر موقع ملے۔ اور سہولت سے ممکن ہو تو نانے اباجی کی خدمت میں بھی بہت بہت سلام عرض کردیں۔ فقط

محمد زبیر الحسن ۸ر فروری ۱۹۸۲ء از ڈھاکہ"

اجتماع ڈھاکہ منعقدہ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

امسال ۲۵ر ربیع الاول (۱۱ر جنوری ۱۹۸۳ء) سے دس ربیع الثانی (۲۵ر جنوری) تک دو ہفتے حضرت مولانا کے بنگلہ دیش میں گذرے، اجتماع سالانہ کی تاریخیں (۱۵، ۱۶، ۱۷ر جنوری) تھیں۔ اس اجتماع سے متعلق حضرت مولانا نے جو تفصیلات اپنی بیاض

میں تحریر فرمائی ہیں وہ الحمدللہ ہمیں دستیاب ہیں اس لیے یہاں ان کو تاریخوار درج کیا جاتا ہے، تحریر فرماتے ہیں:

۲۵ ربیع الاول منگل۔ آج ڈھائی بجے ظہر کی نماز کے بعد مطار کے لیے روانہ ہوئے ۳ بجے مطار پہونچ کر تمام چیزوں سے فارغ ہو کر ۳ بج کر ۲۰ منٹ پر اندر پہونچے ایک مثل پر عصر کی نماز پڑھی، طیارہ کا وقت چار بجے تھا لیکن مؤخر ہوا۔ چار بج کر ۵۰ منٹ پر حرکت شروع کی گئی، ۵۰ پر پرواز شروع ہوئی، پونے دو گھنٹہ پرواز کا اعلان ہوا، مغرب کی نماز طیارہ میں جماعت کے ساتھ پڑھی ۶ بج کر ۴۲ پر اور محلی و مقامی ۷ بج کر ۱۳ پر ڈھاکہ میں اترا۔ جہاز کے زینہ پر اپنے احباب موجود تھے گاڑی پر بیٹھ کر آئے دعا ہوئی، اور پھر ٹونگی قیام گاہ پر اللہ جل شانہٗ نے خیریت سے پونے آٹھ بجے پہونچا دیا۔

۲۶ ربیع الاول بدھ۔ آج ای، سی جی اور خون و پیشاب کا امتحان کرایا گیا۔ مولوی سعید خاں آئے۔

۲۸ ربیع الاول جمعہ۔ آج مغرب کے بعد بندہ کا بیان ہوا۔

۲۹ ربیع الاول شنبہ۔ عصر کے بعد نکاح پر بیان ہوا۔ اور نکاح ہوئے۔ مغرب کے بعد اپنی قیام گاہ آکر بیعت کیا۔

یکم ربیع الآخر اتوار۔ طلبہ یونیورسٹی و کالج میں بندہ کا بیان ہوا۔

۲ ربیع الآخر پیر۔ ۱۱ بجے سے ایک بجے تک بیان و دعا ہوئی ۱¼ گھنٹہ بیان ہوا، اور پونے گھنٹہ دعا ہوئی۔

۵ ربیع الثانی جمعرات۔ ۱۲½ بجے اپنی قیام گاہ پر ظہر کی نماز پڑھ کر مطار کے لیے روانہ ہوئے، بی، جی ۴۶۳ فوکر سے جیسور کے لیے جانا ہے۔ ایک بج کر ۳۰ منٹ پر حرکت شروع ہوئی، ۴۴ پر پرواز شروع ہوئی۔ ایک بج کر ۵۰ منٹ پر جیسور زمین پر اترا، باہر آکر دعا ہوئی اور ۲½ پر جائے قیام پر اللہ جل شانہٗ نے پہونچایا۔

۶ ربیع الثانی جمعہ۔ مختلف اوقات میں بیعت ہوتی رہی، جمعہ کی نماز عزیز زبیر کی

اقتداء میں عام مجمع کے ساتھ پنڈال میں ادا کی گئی۔

- ۷ ربیع الثانی شنبہ۔ بیان ونکاح ودعا سے ۱۱½ پر فارغ ہوئے کھانا کھایا ۱۲½ بجے ظہر کی نماز پڑھی ۱½ پر مطار کے لیے روانہ ہوئے۔ ایک بج کر پچاس منٹ پر مطار کی مسجد میں گئے۔ ۲ بج کر دس منٹ پر گاڑی میں طیارہ تک گئے۔ اور سوار ہوگئے۔ بنگلہ دیش بیمان فوکر نے ایک بج کر ۴۵ منٹ پر پرواز شروع کی اور دو بج کر ۲۳ پر ڈھاکہ ایرپورٹ پر اترا، گاڑی میں بیٹھ کر وی آئی پی لانج میں آکر دعا ہوئی اور تین بجے اللہ جل شانہ، نے ککرائل اپنے مستقر پر پہونچا دیا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔
- ۱۰ ربیع الثانی منگل۔ ناشتہ کے بعد بچوں کا قرآن ختم کیا گیا، پھر مسجد میں بیان اور دعا ہوئی، ۱۲ بجے ککرائل سے مطار کے لیے روانہ ہوئے ۱۲ بج کر ۲۰ منٹ پر پہنچے ظہر کی نماز ادا کی گئی دعا ہوئی رخصت کی ملاقات ہوئی۔ ایک بجے تھائی ۳۰۳ طیارہ پر سوار ہوئے، ایک بج کر ۳۳ پر پرواز شروع کی، دو گھنٹہ کی پرواز کا اعلان ہوا۔ اور الحمدللہ پورے دو گھنٹہ میں یعنی ۳ بج کر ۳۳ منٹ پر اور مقامی ۳ بجکر ۳ منٹ پر پالم کے مطار پر اترے، باہر آکر دعا ہوکر ۴ بجے اللہ جل شانہ نے خیریت سے حضرت نظام الدین پہونچا دیا، سب کو بخیر پایا، فالحمد للہ الذی بعزتہٖ تتم الصالحات"۔

راقم سطور (جو اس اجتماع میں شریک تھا) کے روزنامچہ میں اس اجتماع اور سفر سے متعلق مزید معلومات اور تفصیلات یہ ملتی ہیں:

"۲۵ ربیع الاول منگل بعد نماز ظہر انیس احباب کا قافلہ حضرت جی مدظلہ کی معیت میں نظام الدین سے روانہ ہوا۔ الحاج بھائی ابوالحسن (خادم حضرت شیخ رح) بھی شریک سفر تھے، مولانا سعید خاں صاحب، الحاج فضل عظیم صاحب عربوں کے ایک بڑے قافلہ کے ساتھ پہونچے۔ حضرت مولانا سے ملاقات پر جب مولانا سعید خاں صاحب نے مزاج پرسی تو فرمایا کہ پرسوں رات تو طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی، میں کلمہ

پڑھ چکا تھا اور خیال تھا کہ صبح کو خود ہی سب کو خبر ہو جائے گی اس سے پہلے بھی متعدد مرتبہ ایسا ہو چکا تھا' جمعرات ۲۷ ربیع الاول میں حضرت مولانا نے ملیشیا کے خواص سے ملاقات کی اور وہاں پر کام کی نوعیت اور حالات دریافت کیے' انھوں نے بتلایا کہ الحمدللہ عمومی طور پر کام کا تو استقبال ہے لیکن کچھ اونچی سطح کے لوگ ہمیں آیت اللہ خمینی سے تشبیہ دیتے ہیں اور ڈرتے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ یہ ہماری کمی ہے کہ ہم ان کو اطمینان نہیں دلا سکے۔ آپ حضرات ان کو اپنے طرزِ عمل سے اطمینان دلائیں اور یہ ثابت کریں کہ ہم لوگ آیت اللہ یعنی اللہ کی نشانی تو ہیں لیکن خمینی نہیں ہیں' آج بعد نماز فجر بھائی عبدالوہاب صاحب اور بعد مغرب مولوی احمد لاٹ کے بیانات ہوئے' بعد عصر فضائل ذکر راقم سطور نے بیان کیے۔

- ۲۸ ربیع الاول جمعہ کو اجتماع کا آغاز بعد نماز فجر قاری ظہیر صاحب کی تقریر سے ہوا۔ بعد جمعہ اور بعد عصر بالترتیب قاری ظہیر احمد صاحب' مولانا سعید احمد خاں صاحب' قاضی عبدالقادر صاحب کے بیانات ہوئے' بعد نماز مغرب عمومی مجمع میں حضرت مولانا کا بیان ہوا' آپ نے اپنے بیان میں زندگی کے پانچ شعبوں ایمانیات عبادات' معاملات' معاشرت' اور اخلاقیات کا دعوت سے جوڑ ہونا بتلایا — اور قرآن شریف اور احادیث کے ذریعہ ان سب شعبوں کے اصل ہونے اور داعی کے لیے ان صفات سے متصف ہونے کی ضرورت تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی۔
- ۲۹ ربیع الاول شنبہ میں مولانا مفتی زین العابدین صاحب' مولانا محمد عمر صاحب' مولانا سعید خاں صاحب کے بیانات ہوئے۔ بعد عصر حضرت مولانا نے نکاح کے موضوع پر بیان فرما کر خطبہ نکاح پڑھا اور پھر متعدد لوگوں کے ایجاب وقبول کرا کر دعائے خیر وبرکت فرمائی۔

ایک عرب ملک کے وزارت الاوقاف' والشئون الدینیہ کے ذمہ دار اعلیٰ نے اپنے خواص کے ساتھ حضرت مولانا سے آج ملاقات کی۔ یہ احقر بھی پاس ہی بیٹھا ہوا تھا انھوں نے کہا کہ ہمیں اپنے ملک میں کام دوبارہ شروع کرنے کے لیے پرانے

کام کرنے والے احباب کی ضرورت ہے لہٰذا ان کے نام اور پتے ہمیں دے دیئے جائیں۔ حضرت مولانا نے جواباً فرمایا کہ ہمارے یہاں باقاعدہ کوئی تنظیم نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسا رجسٹر ہے جس میں پرانے کام کرنے والوں کے نام اور پتے لکھے جاتے ہوں ہم تو ساری دنیا کے مسلمانوں سے احکامات الٰہیہ کی فرمانبرداری اور سنت کے اتباع کو کہتے ہیں، پرانوں کا معیار بھی یہی دو چیزیں ہیں اور یہ دونوں چیزیں کس شخص میں کتنی ہیں اور کس کو کتنا تعلق مع اللہ اور کس میں کتنا خلوص اور تواضع ہے یہ صرف اللہ جل شانہ، کو معلوم ہے کوئی کسی کے بارے میں فیصلہ نہیں کرسکتا۔ اس جواب پر یہ آنے والے حضرات خاموش ہو گئے۔

اجتماع کے دوسرے دن مختلف حلقوں اور خیموں میں شیخ عباس عنرقادی (جدہ) مولانا مفتی زین العابدین صاحب، مولانا سعید خاں صاحب، مولانا محمد عمر صاحب، شیخ خلیفہ مسقطی، پروفیسر سلمان بیگ علیگڑھ کے بیانات ہوئے۔ بعد نماز عصر حضرت مولانا عربوں کے حلقہ میں تشریف لے گئے، کچھ دیر بیان فرمایا۔ اس بیان میں عربوں کی شرافت وکرامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شرف واعزاز صرف حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کی وجہ سے ہے لہٰذا اس نسبت کی قدر کرو اور حق کی ادائیگی دعوت والے عمل سے ہوگی۔

روزانہ والے معمول کے مطابق آج بھی کثیر تعداد میں لوگ حضرت مولانا سے بیعت ہوئے، دس احباب نے ذکر بارہ تسبیح کی اجازت طلب کی جو انکو دی گئی۔

اجتماع کے بعد دو یوم مزید لکرائل میں قیام رہا، ان دو دنوں میں ملکی اور غیر ملکی مشوروں کے علاوہ خواص کا بھی ایک اجتماع ہوا جس میں حضرت مولانا نے قادسیہ کا واقعہ تفصیل کے ساتھ خواص کو سنا کر دعوت کے اعتبار سے اپنے آپ کو استعمال ہونے کی ترغیب دی اس اجتماع سے فارغ ہو کر سہروردی سپتال تشریف لے گئے اور اپنا معائنہ کرایا۔

جمعرات ۵ ربیع الثانی میں فوکر طیارہ کے ذریعہ جیسور روانہ ہوئے۔ چالیس نفر

کا قافلہ آپ کے ہمراہ تھا۔ جیسور میں جدید تعمیر شدہ مرکز میں قیام ہوا، یہاں آمد کا مقصد ایک روزہ اجتماع میں شریک ہونا تھا جو جمعرات کی صبح سے شروع ہوکر اگلے دن نماز جمعہ سے قبل ختم ہوا۔ اختتامی تقریر اور دعا حضرت مولانا کی ہوئی۔
راقم سطور کو اجتماع کے بعد کچھ موقع مل گیا تو حضرت مولانا سے اجازت لے کر جیسور کی ایک قدیم اور عظیم الشان لائبریری میں چلا گیا، یہاں انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی انیسویں جلد سے شہر سہارنپور سے متعلق ایک مضمون کی فوٹو کاپی تیار کرائی جس کا اردو ترجمہ محب مخلص ڈاکٹر نایاب حسن صاحب (حال مقیم شارجہ) کی کوشش سے اسی وقت تیار ہوگیا۔"

اس اجتماع سے سات سو بائیس جماعتیں تین چلے دو چلے اور ایک چلہ کی اللہ جل شانہٗ کے راستہ میں نکلیں۔ دو سو پچاس جماعتیں اجتماع سے پہلے پہلے نکل گئیں تھیں اس طرح کل تعداد نو سو بہتر ہوتی ہے۔ بنگلہ دیش سے شائع ہونے والے مختلف اخبارات بالخصوص "بنگلہ دیش آبزرور" نے سترہ جنوری کی اشاعت میں اجتماع سے متعلق متعدد معلومات و تفصیلات شائع کیں۔
اس اجتماع کی وسعت اور انتظام کا اندازہ ذیل کے اعداد و شمار سے بخوبی ہوسکتا ہے

- پنڈال کی لمبائی ۲۷۷۲ فٹ
- پنڈال کی چوڑائی ۷۳۸ فٹ
- مکبرین کی تعداد ۳۷۰ افراد
- موذنین کی تعداد ۳۵۰ افراد
- عوام کے لیے بیت الخلاء ۵۰۰۰
- خواص کے لیے بیت الخلاء ۱۴۶ عدد
- مجمع کو آواز پہنچانے کیلئے مائک ۷۲ عدد

اجتماع ڈھاکہ منعقدہ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ

امسال اجتماع کی تاریخیں ۱۶، ۱۷، ۱۸ ربیع الثانی (۲۱، ۲۲، ۲۳) جنوری

۱۹۸۴ء) ہفتہ، اتوار، پیر متعین تھیں۔ حضرت مولانا اپنے رفقاء کی ایک جماعت کے ساتھ جس میں مولانا محمد عمر صاحب، مولانا محمد زبیر صاحب، مولانا احمد لاٹ، قاری ظہیر احمد صاحب وغیرہ تھے۔ بارہ ربیع الثانی (۱۷ جنوری منگل) میں دہلی سے کلکتہ تشریف لے گئے، اگلے روز شام پانچ بجے کلکتہ پہونچ کر جماعت سے تعلق رکھنے والے ایک ساتھی کے مکان پر قیام فرمایا اور ۱۴ ربیع الثانی جمعرات میں صبح نو بجے ڈم ڈم ایرپورٹ سے ڈھاکہ اور وہاں سے اجتماع گاہ ٹونگی تشریف لے گئے۔

۱۵ ربیع الثانی میں نماز جمعہ مولانا زبیر صاحب کی اقتداء میں ادا کی گئی پھر شیخ راشد حقان کا عربی میں بیان ہوا۔ عصر کے بعد قاضی عبدالقادر صاحب نے ذکر کے فضائل اور بعد مغرب مولانا محمد عمر صاحب نے عمومی بیان کیا۔

۱۶ ربیع الثانی شنبہ میں جناب قاری ظہیر صاحب کے بیان سے اجتماع کا آغاز ہوا اور دن بھر مختلف بیانات ہوتے رہے۔ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری (جو اس اجتماع میں قافلہ کے ہمراہ تھے) نے ذکر کی ترغیب اور اس کے فضائل پر بیان کیا۔

اجتماع کے آخری دن بعد نماز فجر مولانا منیر احمد صاحب، مولانا اکبر علی صاحب اور مولانا محمد عمر صاحب کے بیانات ہوئے آخر میں حضرت مولانا کی تقریر اور دعا ہوئی — اور جماعتیں مصافحہ کر کے رخصت ہوئیں۔

اجتماع کے بعد ایک ہفتہ حضرت مولانا کا قیام مرکز کاکرائل میں رہا اور پھر ۲۷ ربیع الثانی مطابق یکم فروری بدھ کے دن ڈھاکہ سے بینکاک تھائی لینڈ روانہ ہوگئے اور تھائی لینڈ پینانگ، سنگاپور میں اجتماعات کرتے ہوئے ۷ جمادی الاولیٰ (۱۰ فروری جمعہ کو بخیر و عافیت دہلی تشریف لے آئے۔

اجتماع ڈھاکہ منعقدہ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

امسال کے اجتماع کے لیے حضرت مولانا اپنے رفقاء کی معیت میں ۲۲ ربیع الاول (۱۵ جنوری ۱۹۸۵ء) منگل میں کالکا میل سے روانہ ہو کر کلکتہ پہونچے، اور آکڑہ کے اجتماع میں شرکت کے بعد ۲۴ ربیع الثانی (۱۷ جنوری) جمعرات کو بذریعہ طیارہ

ڈھاکہ تشریف لے گئے۔

۲۶، ۲۷، ۲۸ ربیع الثانی (۱۹، ۲۰، ۲۱ جنوری ۱۹۸۵ء) ہفتہ، اتوار، پیر میں اجتماع سالانہ منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں چھتیس ملکوں کے ۱۳۵۸ احباب شریک ہوئے مقامی شرکاء کا اندازہ آٹھ لاکھ کا لگایا گیا۔ اس اجتماع سے اٹھارہ سو جماعتیں تیار ہوکر اللہ جل شانہٗ کے راستہ میں نکلیں۔ ۲۴ جنوری سے ۲۸ جنوری تک آپ مرکز کاکرائل مقیم رہے اور پھر ۷ جمادی الاولیٰ (۲۹ جنوری) میں ڈھاکہ سے بذریعہ طیارہ کلکتہ تشریف لائے اور ایک دن یہاں قیام کے بعد ٹرین سے دہلی کے لیے روانہ ہوکر ۹ جمادی الاولیٰ (۳۱ جنوری) جمعرات کی صبح میں نظام الدین واپس پہونچے۔

اجتماع بنگلہ دیش منعقدہ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

۶، ۷، ۸ جمادی الاولیٰ مطابق ۱۸، ۱۹، ۲۰ جنوری

۱۹۸۶ء میں امسال کا تبلیغی اجتماع بمقام ٹونگی منعقد ہوا۔ حضرت مولانا ۲ جمادی الاولیٰ (۱۴ جنوری ۱۹۸۶ء) منگل میں کالکا میل سے دہلی سے روانہ ہوکر کلکتہ تشریف لے گئے اور ۱۶ جنوری میں وہاں سے بنگلہ بیمان سے پرواز کرکے ڈھاکہ پہونچے۔

بارہ یوم وہاں قیام کے بعد ۱۶ جمادی الاولیٰ (۲۸ جنوری منگل) بنگلہ بیمان سے بذریعہ طیارہ روانہ ہوکر کلکتہ اور اسی دن وہاں سے بذریعہ کالکا میل روانہ ہوکر دہلی واپس تشریف لائے۔

اس سہ روزہ اجتماع سے نوسو اٹھاسی جماعتیں تیار ہوکر نکلیں جن میں تیرہ جماعتیں ذیل کے ممالک میں گئیں۔ امریکہ، آسٹریلیا، روس، انڈونیشیا، ملیشیا، تھائی لینڈ، پاکستان (دو جماعتیں) بلجیم، ہندوستان، سویڈن، سری لنکا، نیپال۔

سیتالیس ملکوں کے سولہ سو تراسی احباب و دعوتی خواص اس اجتماع میں شریک تھے۔

اجتماع بنگلہ دیش منعقدہ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ

امسال ۱۶، ۱۷، ۱۸ جمادی الاولیٰ مطابق ۱۷، ۱۸، ۱۹ جنوری

۱۹۸۶ء شنبہ تا دوشنبہ میں یہ اجتماع بمقام ٹونگی منعقد ہوا۔ حضرت مولانا ۱۲؍جمادی الاولےٰ (۱۳؍جنوری) کی صبح میں کالکا میل سے کلکتہ روانہ ہوئے، راستہ میں خورجہ، علی گڑھ — کانپور، مغل سرائے، الٰہ آباد کے اسٹیشنوں پر بہت بڑا مجمع ملاقات کے لیے موجود تھا۔ مولانا نے ہر جگہ دعوتی بات یا دعا فرمائی، کلکتہ میں مرکز کولوٹولہ میں قیام فرمایا۔ ۱۴؍جمادی الاولےٰ میں بذریعہ طیارہ یہاں سے ڈھاکہ روانگی ہوئی۔

اجتماع کے دوسرے دن حضرت مولانا کا بعد نماز عصر نکاحوں کی سادگی واہمیت اور اس کے فضائل پر بیان ہوا۔ آج کی مجلس میں انیس نکاح ہوئے۔

آخری دن (۱۸؍جمادی الاولیٰ میں) مولانا محمد عمر صاحب کی روانگی کی ہدایات کے بعد حضرت مولانا کا اختتامی بیان ہو کر دعا ہوئی۔ شرکائے اجتماع کی تعداد امسال محتاط اندازہ کے مطابق دس لاکھ متعین کی گئی۔

اجتماع کے بعد ملکوں کے مشورے ہوئے جن کا سلسلہ ہفتہ بھر قیام کے دوران چلتا رہا۔ ۲۶؍جمادی الاولیٰ (۲۷؍جنوری) میں بذریعہ طیارہ کلکتہ آمد ہو کر اگلے دن کالکا میل سے دہلی روانگی ہوئی۔

اجتماع بنگلہ دیش منعقدہ ماہ جمادی الاول ۱۴۰۸ھ وجمادی الثانی ۱۴۰۹ھ

اس سال بنگلہ دیش کا اجتماع ۲۵، ۲۶، ۲۷؍جماد الاولیٰ ۱۴۰۸ھ (۱۶، ۱۷، ۱۸؍جنوری ۱۹۸۸ء) میں منعقد ہوا۔ جس میں شرکت کے لیے حضرت مولانا مع دیگر رفقاء ۲۲؍جمادی الاولےٰ (۱۳؍جنوری) میں بذریعہ طیارہ دہلی سے ڈھاکہ تشریف لے گئے اور اگلے روز کلکتہ سے بذریعہ طیارہ ڈھاکہ روانگی ہوئی۔

اس اجتماع کے انعقاد سے قبل ضرورت محسوس کی گئی کہ اس ملک میں دعوت و تبلیغ سے وابستہ کارکنوں کو آپس کے اتحاد و اتفاق پر بھرپور توجہ دلائی جائے اور ہر طرح کے اختلاف و خلاف سے احتراز کی تاکید کرتے ہوئے یکسوئی کے ساتھ کام میں لگنے اور اپنی اجتماعیت کو زیادہ سے زیادہ محفوظ رکھنے کی تلقین کی جائے۔ چنانچہ

حضرت مولانا نے ۲۷ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ (۱۹ نومبر ۱۹۸۷ء) میں ذیل کا یہ خط وہاں کے تمام رفقاء اور دعوتی احباب کو تحریر فرمایا:

"محترمین ومکرمین جملہ احباب لگرائل وبنگلہ دیش! وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ ـــــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اللہ تعالیٰ کی ذات عالی سے امید ہے کہ جملہ احباب بعافیت رہ کر عالمی فکروں کے ساتھ آنے والے اجتماع کی تیاریوں میں مصروف ہوں گے بندہ بھی اللہ تعالیٰ سے مصروف دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اجتماع کو صفات قبولیت سے آراستہ فرمائے، اور اس کو تمام عالم میں دین کے پھیلنے اور دعوت کی محنت کے عام ہونے کا ذریعہ فرمائے۔

دین کی محنت کے بارآور ہونے کے لیے کام کرنے والے ساتھیوں میں اجتماع قلوب ہونا ایک اہم اور ضروری شرط ہے، دین کے لیے جان و مال کی قربانی دینے والے جب اجتماع قلوب اور اجتماع فکر کے ساتھ محنت کرتے رہیں اور پھر راتوں کو اٹھ کر آہ وزاری کے ساتھ امت کے لیے ہدایت کی دعائیں مانگتے رہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں وبرکتوں کا نزول اور ہدایت کی ہوائیں چلنے کے فیصلے آتے ہیں، دلوں اور فکروں کا جوڑ کام کرنے والے میں اکرام کی صفت سے پیدا ہوتی ہے، آپسی مشورہ میں جان پڑتی ہے، رائے میں اختلاف بھی ہو لیکن اکرام کے ساتھ ہو تو خیر کا سبب ہوتا ہے لیکن دل پھٹے ہوئے ہوں اور دلوں میں کدورت ہو تو یہ بے برکتی کا سبب ہوتا ہے۔ خدائے پاک تمام ساتھیوں کو صفات حسنہ سے آراستہ فرما کر اپنے مبارک دین اور اس کی عالی محنت کے لیے زیادہ سے زیادہ قربانی دینے کی توفیق عطا فرمائیں۔ نفس وشیطان کے مکر وفریب سے ہماری حفاظت فرمائے۔ فقط

بندہ محمد انعام الحسنؒ"

بارہ یوم بنگلہ دیش میں قیام کے بعد ۴ جمادی الثانی (۲۴ جنوری) میں ڈھاکہ سے بذریعہ طیارہ دہلی واپسی ہوئی۔

اس اجتماع کے ایک سال بعد ۶، ۷، ۸ جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ (۱۴، ۱۵، ۱۶ جنوری ۱۹۸۹ء) میں منعقد ہونے والے اجتماع میں حضرت مولانا دہلی سے براستہ کلکتہ ڈھاکہ تشریف لے گئے اور چودہ جمادی الثانی (۲۳ جنوری پیر) میں دہلی مرکز واپس ہوئے۔

اسی طرح ۲۲، ۲۳، ۲۴ جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ (۲۰، ۲۱، ۲۲ جنوری ۱۹۹۰ء) کے اجتماع کے لیے دو یوم قبل دہلی سے کالکا میل سے کلکتہ ہوتے ہوئے ڈھاکہ تشریف بری اور یکم رجب (۲۹ جنوری میں) وہاں سے دہلی واپسی ہوئی۔

اجتماع بنگلہ دیش منعقدہ رجب ۱۴۱۱ھ

امسال بنگلہ دیش کا سالانہ اجتماع ۲، ۳، ۴ رجب مطابق ۱۹، ۲۰، ۲۱ جنوری ۱۹۹۱ء ہفتہ، اتوار، پیر میں منعقد ہوا۔ حضرت مولانا مع رفقاء ۱۵ جنوری منگل میں دہلی سے بذریعہ ریل کلکتہ اور وہاں سے ۱۷ جنوری جمعرات میں ہوائی جہاز سے ڈھاکہ روانہ ہوئے۔

اس اجتماع کے دوسرے دن مولانا کا ایک بیان مجلس نکاح میں اور دوسرا مختلف ممالک کے خواص کے ــــ حلقہ میں ہوا۔ پھر تیسرے اور آخری دن دعاء سے پہلے حضرت مولانا نے ایک عمومی خطاب فرما کر دین کے پانچ شعبوں کی وضاحت فرمائی اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز حیات کے مطابق ہجرت و نصرت پر زور دیا ــــ حضرت مولانا کا یہ پورا بیان مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری کی بیاض سے یہاں پیش کیا جاتا ہے؛

حمد وصلوٰۃ کے بعد آیت شریفہ "ان الدین عند اللہ الاسلام ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ" تلاوت کر کے فرمایا کہ؛

"اسلام اپنے اندر پانچ شعبوں کو لیے ہوئے ہے، ایمانیات، عبادات، اخلاقیات، معاشرت اور معاملات، ان شعبوں میں صحیح جذبات پیدا کرنے

کے لیے اللہ پاک نے ہم کو یہ دعوت دی ہے' ان تمام شعبوں میں دعوت کے ذریعہ اللہ پاک دینداری لاتے ہیں۔ یہ دعوت اس وجہ سے ہے کہ انسان کے اندر ایمان کے جذبات ابھریں۔ اپنی اصلاح اس طرح ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو خدا کے حکموں کا پابند بنالیا جائے اگر پابندی کرے گا تو یہ مسلمان بنے گا اور اگر برعکس ہے تو یہ انسان بھلامانس نہیں۔ آج ہم کو نہ اپنے معاشرہ کا فکر ہے' نہ ایمان پختہ ہے' نہ عبادات کی فکر ہے اس لیے ہم کو دین کے ان شعبوں کو زندہ کرنا ہے' جب دین کے شعبے زندہ ہوجائیں گے تو خدائے پاک کی مدد آئے گی۔ ورنہ خدائے پاک کی کسی سے کوئی رشتہ داری نہیں ہے' موت تک میدان ہے کام کرنے کا' موت پر یہ میدان ختم ہوجائے گا۔ پھر پچھتائے گا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ دعوت کے دو بازو ہیں؛ ہجرت اور نصرت۔ ہجرت یعنی اپنی مرغوبات کو چھوڑنا۔ نصرت یعنی جنھوں نے اپنے گھر بار چھوڑا' ان کی مدد کرنا۔ یہ دونوں شعبے جب چلائے جائیں گے تو دعوت انشاء اللہ خوب چلے گی۔ ہجرت اور نصرت میں اصلی پہلا درجہ ہجرت کا ہے دوسرا درجہ نصرت کا ہے۔ صحابۂ کرام جو اس دین کی بنیاد ہیں ان میں دو طرح کے لوگ تھے مہاجر اور انصار۔ آج بھی اسی نہج پر امت کو لانا ہے خدا کی مدد چیزوں سے نہیں آتی' خدا کی مدد اعمال سے آتی ہے۔ دین پر اگر چلیں گے تو خدا ہماری حفاظت کرے گا' اللہ پاک ہم سب کو دیندار بنائے اور داعی بنائے آمین!"

اس بیان کے بعد آپؒ نے طویل دعا کرا کر جماعتوں کو رخصت فرمایا۔ اجتماع سے فارغ ہو کر ہمیشہ کی طرح دعوت و تبلیغ سے متعلق مسائل کے حل کے لیے متعدد نشستیں ہوئیں۔ مختلف ممالک کے ذمہ دار احباب نے اپنے یہاں کے کام کی رفتار و نوعیت حضرت مولانا کے سامنے رکھی اور پیش آنے والی مشکلات کا حل معلوم کیا۔ آخری نشست میں حضرت مولانا نے مشورہ کی اہمیت اور اپنی رائے کے مقابلہ میں دوسرے ساتھی کی رائے

کی اہمیت پر درج ذیل خطاب فرمایا:

"میرے دوستو، اور ساتھیو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "ماخاب من استخار وماندم من استشار" جو آدمی استخارہ کرتا ہے جو آدمی مشورہ کرتا ہے وہ کبھی نادم اور نامراد نہیں ہوتا۔ اس لیے مشورہ بہت اہم چیز ہے، اس کے اندر جب سارے ساتھی اپنی جوڑ ملا کر بیٹھتے ہیں، اور رائے ملاتے ہیں، سوچتے ہیں اور بات نکالتے ہیں تو اللہ جل شانہ سیدھی راہ دکھلا دیتے ہیں، اس لیے مشورے کے اندر اہتمام سے بیٹھیں لیکن اس کے اندر اس کی فکر کی جائے اور اہتمام کیا جائے کہ کسی کی رائے کو کاٹنا یا کسی کو طعنہ دینا یا کسی کی تحقیر کرنا یا کسی کی رائے پر ہنسنا نہ ہو، اپنی جو رائے ہو کہہ دی جاوے اور دوسرے کی رائے کو اہتمام سے سُنا جائے۔ اور پھر سارے مشورے سے جو بات طے ہو جائے اس کے اندر اللہ جل شانہ، خیر فرماتے ہیں۔ اللہ جل شانہ، ہمیں مشورہ کرنے کی اور اس کے آداب کی رعایت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اپنی رائے پر جمنے سے اور اپنی رائے پر اڑنے سے اور اس پر ضد کرنے سے بچائے ___ رائے دینا یہ سب کے ذمہ ہے لیکن اپنی رائے کے اوپر ہٹ کرنا اس کے اوپر ضد کرنا یہ مناسب نہیں ہے۔ رائے دے دے پھر مشورہ سے جو طے ہو جائے انشاء اللہ اس میں خیر ہو گی کیوں کہ خیر اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ اس لیے میرے عزیزو، بزرگو، بھائیو! اہتمام سے مشورہ کرنا ہے اور مشورے کے آداب کو ملحوظ رکھنا ہے اس کے اندر ہنسی نہ ہو، اس کے اندر ضد نہ ہو، اپنے اڑان نہ ہو۔ پھر جس رائے پر فیصلہ ہو جائے۔ یہ نہیں کہ یوں کہے کہ میری رائے تو مانی نہیں گئی۔ میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ اس طرح کر لیا جائے۔

حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کے بارے میں فرمایا تھا کہ تم دونوں اگر کسی رائے پر جمع ہو جاؤ گے تو میں تمہارے خلاف نہیں کروں گا۔ رائے کے دینے میں، رائے کے لینے میں اصرار کرنا، ضد کرنا مناسب نہیں ہے، اپنی رائے کو متہم سمجھیں، اپنی رائے پر اتنا اصرار نہ کریں کہ دوسرے کی رائے کو ٹھکرا دیا جائے اور اس کو پیچھے ڈال دیا جائے۔ دوسرے کی رائے کا اعتراف کرتے ہوئے اخلاص کے ساتھ اپنی رائے دے دے اور اس پر فیصلہ ہو جائے تو اللہ کا شکر کرے اور اگر اس کو قبول نہ کیا جائے تو بھی خدا کا شکر کرے کہ میری رائے کے اندر ہو سکتا ہے کوئی ایسی غرض چھپی ہوئی ہو جو مجھ کو معلوم نہ ہو، اللہ ہی نے اس سے حفاظت فرمائی۔ اس لیے اس پر شکر کیا جائے۔ اس طریقہ سے ہم مشورہ کریں گے تو اللہ جل شانہٗ کی ذات سے امید ہے کہ خدائے پاک ہمیں بھی صحیح راستے پر چلنے والا فرمادے گا۔"

۲۸ جنوری مطابق ۱۱ رجب میں ڈھاکہ سے بذریعہ طیارہ کلکتہ آکر اسی دن شام میں آپ کی کالکا میل سے دہلی کے لیے روانگی ہوئی۔

اجتماع بنگلہ دیش منعقدہ رجب المرجب ۱۴۱۳ھ

سال گذشتہ ۱۲ رجب ۱۴۱۲ھ (۱۸ جنوری ۱۹۹۲ء) سے شروع ہونے والے سہ روزہ اجتماع میں حضرت مولانا اپنی علالت کی وجہ سے شرکت نہیں فرما سکے تھے۔ یہ پورا مہینہ علالت میں رام منوہر لوہیا ہسپتال میں گزرا۔ مشہور معالج قلب ڈاکٹر خلیل اللہ صاحب اور ڈاکٹر محسن ولی صاحب نے بہت فکر و اہتمام کے ساتھ علاج اور دوا کا اہتمام کیا۔ جناب الحاج کرامت اللہ صاحب اور ان کے صاحبزادہ جناب الحاج سلامت اللہ صاحب دہلوی کے دور رس اثرات اور تعلقات سے بھی بڑی تقویت اور سہولت ملتی رہی۔

اس علالت کی وجہ سے چونکہ سفر کا التوا ایک دم ہوا تھا اس لیے احبابِ بنگلہ دیش بالخصوص مولانا عبدالعزیز صاحب کھلنوی، جناب الحاج بھائی عبدالمقیت

صاحب اور تمام پرانے کام کرنے والے حضرات پر حضرت مولانا کی علالت اور اجتماع میں عدم شرکت کا گہرا اثر رہا[1] خود حضرت مولانا بھی مغموم لیکن راضی برضا رہے۔

اس اجتماع کے ایک سال بعد ۱۴۱۳ھ میں منعقد ہونے والے اجتماع میں حضرت مولانا نے شرکت فرمائی۔ ۲۲ رجب (۱۶ جنوری ۱۹۹۳ء ہفتہ) سے شروع ہونے والے اس اجتماع کے لیے حضرت مولانا ۲۰ رجب (۱۴ جنوری ۱۹۹۳ء) جمعرات کی صبح بذریعہ طیارہ دہلی سے ڈھاکہ کے لیے روانہ ہوئے، بابری مسجد کی شہادت کا حادثۂ عظیمہ ایک ماہ قبل پیش آچکا تھا اور ہندوستان کی پوری فضا مسموم تھی، اس لیے احباب کے مشورہ پر اس مرتبہ یہ پورا سفر طیارہ سے کیا گیا۔ مولانا محمد عمر صاحب مولانا زبیر الحسن، مولوی احمد لاٹ، مولانا محمد سعد، مولوی احمد مرچی، مولوی محمد بن سلیمان جھانجی اور راقم سطور محمد شاہد

---

[1] ماہنامہ حسن اخلاق دہلی کی معلومات کے مطابق بارہ لاکھ سے زائد لوگوں نے اس اجتماع میں شرکت کی جس میں اڑسٹھ غیر ممالک کے تین ہزار تین سو سینتالیس افراد بھی شامل ہیں۔

مولانا عبدالعزیز صاحب کھلنوی نے اجتماع کی اختتامی دعا کرائی۔

اس اجتماع سے بارہ جماعتیں ایک سال کی، ایک سو ستّرہ جماعتیں تین چلہ کی، چار سو پینسٹھ جماعتیں ایک چلہ کی، چھپن جماعتیں سہ روزہ اور دس یوم کی تیار ہو کر نکلیں۔

نیز بیرونی ممالک کے لیے ایک سال کی تین جماعتیں اور تین چلہ کی انتیس جماعتیں بن کر راہ خدا میں گئیں۔

جو حضرات غیر ممالک سے آئے ہوئے تھے ان کی تشکیل اس طرح کی گئی۔

ملک	جماعتوں کی تعداد	ملک	جماعتوں کی تعداد
عرب	۸۲	ہندوستان	۲۰
ملائی تھائی لینڈ وغیرہ	۷۹	پاکستان	۲۰
ترکی	۶		

(حسن اخلاق دہلی مارچ ۱۹۹۲ء)

بھی شریک قافلہ تھے۔

اجتماع کے پہلے دن صبح دس بجے حضرت مولانا عرب ممالک سے آئے ہوئے وفود کے خیمہ میں تشریف لے گئے اور ان سے گفتگو فرمائی، جس کی عربی ترجمانی مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری نے کی۔ مولانا کی گفتگو کا خلاصہ یہ تھا کہ عرب اصل اسلام ہیں۔ اسلام کا آغاز اور اس کا نشو ونما سرزمین حجاز پر ہوا، اور حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش بھی خالص عرب میں ہوئی ہے، اس لیے عربوں پر دین کی دعوت اور اسلام کی ترقی کا زیادہ فریضہ عائد ہوتا ہے۔ یہ دعوت والا عمل اصلاً عربوں کی پونجی ہے اور ان کو اس پونجی کی حفاظت کرنی چاہیئے۔

اس گفتگو کے بعد حضرت مولانا نے خود ہی تشکیل فرمائی، عربوں کا جوش وخروش اُس وقت قابل دید تھا سیکڑوں کی تعداد میں اہل عرب نے جماعتوں میں جانے کے لیے اپنے اپنے نام لکھائے۔

دوسرے دن حضرت مولانا خصوصی طور پر انڈونیشیا سے آنے والے احباب اور دعوتی رفقاء کے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ ان آنے والوں میں دینی ومذہبی وسرکاری سطح کے خواص کی کافی بڑی تعداد تھی، حضرت مولانا نے یہاں بھی دعوت کی اہمیت اور داعی کی صفات پر خصوصیت سے بیان فرمایا اور انڈونیشیا میں حکمت کے ساتھ کام کرنے پر زور دیا۔

نماز عصر کے بعد قدیم معمول کے مطابق مجلس نکاح منعقد ہوئی۔ حضرت مولانا نے اس موضوع پر کچھ دیر بیان کے بعد خطبۂ نکاح پڑھا اور چالیس افراد کو ایجاب وقبول کرائے۔

اجتماع کے آخری دن مولانا محمد عمر صاحب کی روانگی کی ہدایات کے بعد حضرت مولانا کا بیان ہوا۔ مولانا نے خطبۂ مسنونہ کے بعد قرآن پاک کی آیات کریمہ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ اور ان الدین عند اللہ الاسلام تلاوت کرنے کے بعد فرمایا کہ:

" دنیا کی ترتیب یہ ہے کہ جس چیز پر محنت ہوتی ہے اس سے اس کا وجود ہوتا ہے، دین کے وجود کے لیے بھی مجاہدہ اور کوشش اور محنت کرنا ہے، اللہ پاک نے ہم کو دین دیا ہے کامیاب بننے کے لیے اور دعوت کا کام دیا ہے دیندار بننے کے لیے، دعوت سارے انبیاء کا امتیازی تمغہ ہے، دعوت میں ایمانی صفات، صبر، تقویٰ، رضیٰ بالقضا، یہ ضروری ہیں۔

دعوت کے دو بازو ہیں، ہجرت اور نصرت المہاجر من هجر مانهی اللہ عنہ ہجرت اور نصرت دونوں ضروری ہیں یا تو مہاجر ہو، یا انصار ہو۔ انشاء اللہ ان دونوں صفات کی وجہ سے گاڑی چلے گی، دنیا دار الاسباب ہے اس لیے سبب اختیار کرنا ضروری ہے اور سبب دین کے پھیلنے کا اللہ پاک نے دعوت کو بنایا ہے۔"

حضرت مولانا نے آدھ گھنٹہ اس موضوع پر بیان فرمانے کے بعد اجتماع کی اختتامی دعا فرمائی۔ اس آخری مجلس میں ملک کی اعلیٰ سطحی شخصیتیں اور متعدد وزراء اور اعیان ملک موجود تھے، دعاء کے وقت مجمع کا اندازہ پندرہ سولہ لاکھ کا لگایا گیا۔

جماعتوں میں نکلنے والے افراد اور دیگر اعداد و شمار کے متعلق ایک قدیم کارکن کے مکتوب کا اقتباس یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ لکھتے ہیں :

" اس سال تقریباً ہفتہ کی شام — سے پورا میدان بھر چکا تھا تقریباً دس لاکھ کا مجمع پہلے دن تھا، اس کے بعد اتوار کو اور بڑھا پھر دعا کا مجمع بے انتہا تھا۔ الحمد للہ سکون کے ساتھ پورے مجمع نے بات سنی۔ اگرچہ جیسا ہونا چاہیے تھا ویسا نہیں ہوا۔ اجتماع کی وجہ سے عوام و خواص ہر طبقہ میں اچھا اثر رہا۔

اس اجتماع سے نکلنے والی جماعتوں کی تعداد یہ رہی۔

ایک سال کی	سترہ جماعتیں
تین چلہ کی	ایک سو چوّن جماعتیں

ایک چلہ کی — پانچسو تہتر جماعتیں
مختلف ایام کی — ایک سو دس جماعتیں
بیرون ملک کے لیے — اٹھارہ جماعتیں

نیز بیرون سے آنے والے مہمانوں کی تین جماعتیں بنگلہ دیش کے اندرون میں کام کرنے کے لیے تیار ہوئیں۔

اکسٹھ ممالک سے (۲۵۷۷) احباب کی شرکت ہوئی جب کہ سال گذشتہ (۲۴۸۶) احباب شریک تھے۔"

اجتماع سے فراغت پر حضرت مولانا کا چار یوم ککرائل میں مزید قیام رہا، اس عرصہ میں متعدد امور مشورہ میں طے ہوئے، جن میں خصوصیت کے ساتھ بوسینا میں جماعتیں بھیجنا بھی طے کیا گیا۔

۲۸ رجب (۲۲ جنوری) جمعہ کا دن گذار کر اول وقت اپنی نماز عشاء ادا کر کے ہوائی اڈہ کے لیے روانہ ہوئے اور خیر و عافیت کے ساتھ پونے تین گھنٹہ کی پرواز کے بعد مطار دہلی پر اترے، ہوائی اڈہ پر ایک بڑا مجمع ملاقات کے لیے آیا ہوا تھا، ان سے ملاقات کے بعد جناب الحاج کرامت اللہ کی گاڑی میں مرکز نظام الدین تشریف لائے۔

اس پورے سفر میں حضرت مولانا کی طبیعت وصحت، سینہ کی تکلیف، بھوک نہ لگنے، اور نیند نہ آنے کی بنا پر مسلسل مضمحل اور کمزور رہی لیکن چوبیس گھنٹہ کے دینی معمولات اور دعوتی مشاغل میں نہ کوئی فرق آنے دیا، اور نہ ہی کوئی حرف شکایت زبان پر لائے۔

حضرت مولانا کے دور امارت میں بنگلہ دیش کے دعوتی کام میں بڑی وسعت اور عمومیت آئی، تمام طبقات میں کام پہونچا اور اس کو قبولیت و پذیرائی ملی۔ چنانچہ اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۹۲ء کے اجتماع سے ۱۹۹۳ء کے اجتماع تک جو جماعتیں مرکز ککرائل سے نکلیں ان کی تعداد (۳۵۶۵۴) تھی جن میں (۸۱۰۰۸) افراد شامل تھے۔ پورے بنگلہ دیش میں اس سال تک تبلیغی مراکز کی تعداد (۸۰) ہے جہاں سے پورے ملک میں مسجد وار محنت کی آواز لگ رہی ہے، اس کے علاوہ انگریزی طلبہ، نوجوان طبقہ اور بنگلہ دیش

ریلوے ملازمین کے متعدد جوڑ بھی سال میں ہوتے ہیں۔

اجتماع ڈھاکہ منعقدہ شعبان ۱۴۱۴ھ

یہ سالانہ اجتماع اس مرتبہ یکم و دو تین شعبان (۱۵، ۱۶، ۱۷ جنوری ۱۹۹۴ء) شنبہ، یک شنبہ دوشنبہ میں منعقد ہوا۔ بخت وخوش نصیبی سے اس سفر میں بھی احقر راقم سطور ہم رکاب تھا اور معمول کے مطابق بڑے اہتمام سے اپنا روزنامچہ تحریر کرتا رہا۔ اس روزنامچہ کو جو بڑی تفصیلات اور احوال و کوائف اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، یہاں تاریخوار نقل کیا جاتا ہے۔

"۲۹ رجب، ۱۳ جنوری ۱۹۹۴ء: آج شب ۹ بجے مرکز نظام الدین سے روانہ ہو کر مطار پہونچے، بھائی سلامت اللہ نے مطار کے کمرے بک کرا لیے تھے تاکہ یہاں کچھ دیر قیام کے بعد شب میں روانگی ہو سکے، مگر جہاز کی روانگی میں اتنی تاخیر ہوئی کہ پوری شب وہیں بسر کی گئی۔ حضرت جی مدظلہ اور مولوی محمد سلیمان ایک کمرہ میں دوسرے کمرہ میں مولانا زبیر، محمد شاہد، مولوی سعد کا قیام رہا، بقیہ رفقاء مطار پر اور اس کے لاونج میں رہے۔ صبح نو بجکر دس منٹ پر روانہ ہو کر ایک گھنٹہ چالیس منٹ میں مطار ڈھاکہ اور وہاں سے فوراً اجتماع گاہ ٹونگی پہونچے اور دن بھر کی ترتیب کا مشورہ ہوا۔

معلوم ہوا کہ فلسطین میں رہنے والے عرب جو اجتماع کے لیے آرہے تھے ان کو حکومت بنگلہ دیش نے واپس کلکتہ بھیج دیا اور بنگلہ دیش میں داخل ہونے نہیں دیا۔ حضرت جی مدظلہ نے جب یہ بات سنی تو متفکر ہوئے اور بھائی عبد المقیت صاحب سے فرمایا کہ ان کو بلانے کی تدبیر وکوشش کی جائے۔ انھوں نے کہا کہ حکومت کا حکم یہ ہے کہ اجتماع کے لیے جس ملک سے بھی کوئی آئے اس کو روکا نہ جائے۔ مگر وہ بائی روڈ نہ آئے بلکہ ہوائی جہاز سے آئے اس لیے ان کو کلکتہ اطلاع دے دی گئی کہ ہوائی جہاز سے آئیں۔ چنانچہ وہ بعافیت پہونچے اور حضرت جی مدظلہ سے ملے بعد مغرب بھائی عبد المقیت نے کہا کہ وزارۃ اطلاعات ونشریات کا پیغام ملا ہے کہ آخری دن دعا میں جہاں تک آپ لوگوں نے مائک لگائے ہیں اس سے آگے ہم لگانا چاہتے ہیں، کیوں کہ مطار پر جانے والا راستہ بند کر دیا جاتا ہے آدمی وہاں تک

ہوتے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ یہ تو آپ حضرات کے مشورہ کی چیز ہے، تاہم کوئی حرج نہیں اگر وہ لوگ لگانا چاہیں تو لگالیں۔

۱۴ر جنوری جمعہ:۔ جناب بھائی پٹیل صاحب لندن کے نوجوانوں کو لائے اور کہا کہ یہ نوجوان بہت کام کر رہے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ جوانی میں اللہ کے دین کی محنت بڑی مبارک ہے۔ اس لیے کہ حدیث شریف میں عرش کے سایہ میں رہنے والوں میں شابٌ نشأ فی عبادۃ اللہ بھی ہے کہ جس نوجوان نے اپنی قوت اور طاقت اللہ کے راستہ میں خرچ کی وہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے دین کی خدمت لی، ورنہ آج تو جوانی دیوانی بنی ہوئی ہے۔ شیطان اس زمانہ میں خواہشات پر چلاتا ہے۔

آج صبح حضرت جی مدظلہ، عربوں کے خیمہ میں تشریف لے گئے، مختلف ممالک کے عرب بہت بڑی تعداد میں یہاں جمع اور آپ کی بات سننے کے منتظر و مشتاق تھے اور ان کی طرف سے اس اشتیاق کا متعدد مرتبہ اظہار بھی ہو چکا تھا۔

آپ نے اپنے بیان کی ابتدا میں حدیث شریف احبوا العرب لثلاث لانی عربی والقرآن عربی وکلام اھل الجنۃ عربی پڑھ کر فرمایا کہ دعوت کا راستہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت پیدا ہونے کا راستہ ہے پوری امت کو دعوت دینا ہے اور پورے دین کی دینا ہے، ہمارے اندر سختی نہ ہو، غصہ نہ ہو، تشدد نہ ہو بلکہ شفقت ہو، محبت ہو، اور یہ کوشش ہو کہ اللہ کے بندوں تک دین پہنچ جائے، دین کیسے اللہ کے بندوں تک پہنچے اور کیسے ان کا تعلق اللہ کے ساتھ ہو، اس میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی ضرورت ہوگی، اور پھر یہ ذریعہ ہوگا اللہ کے قرب کا کیوں کہ المرء مع من احب ہمیں اس کی کوشش کرنی چاہیے، ابھی تو ہم اپنوں ہی میں کوشش کر رہے ہیں کہ امت آپ کے طریقہ پر آجائے، ورنہ ہمیں تو اللہ کی تمام مخلوق پر کوشش کرنا ہے، لیکن پہلے اپنے آپ کو درست کرنا ہے اور حضور کا سچا امتی بننا ہے، اگر اپنی اصلاح اور صحیح زندگی گذارے بغیر یہ کام شروع

کر دیا گیا تو کہا جائے گا کہ اگر یہ مسلمان ہیں تو ہم میں اور ان میں کیا فرق ہے اس لیے ہمیں ان سے ممتاز ہونا ضروری ہے۔ نبی علیہ السلام کی زندگی اپنانے میں ایک سکون ہے، طمانیت ہے اور اس کے بغیر زندگی بے قرار اور بے سکون ہے اور آخرت میں اللہ ہی جانتا ہے کہ اس پر کیا گذرے گی، اس لیے ہمارے ذمہ ضروری ہے کہ ہم دعوت کو لے کر اٹھیں اور اس کے بجالانے میں اصول قواعد وضوابط کے پابند ہوں، آپ نے کتنی تکلیفیں اور مصیبتیں مکہ والوں سے، مدینہ والوں سے، طائف والوں سے اور آخر تک مدینہ میں منافقین سے اٹھائی ہیں۔

داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ جھیلنے والا، برداشت کرنے والا ہو فاصبر اولوالعزم من الرسل جب آپ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو سب کی گردن اڑا سکتے تھے لیکن دشمنوں نے کہا کہ آپ کریم ابن الکریم ہیں، اس پر آپ نے فرمایا کہ لا تثریب علیکم الیوم اس لیے ہماری مسئولیت بہت بڑھ کر ہے افسوس ہے کہ ہم نے اپنی مسئولیت کو بھلا دیا، ہم کس منہ سے آپ کے سامنے حاضر ہوں گے، اللہ جل شانہ ہم کو اس صفت دعوت سے متصف فرمائے تاکہ ہم قیامت میں آخرت کی مسئولیت سے محفوظ ہوں۔

اس بیان کے عربی مترجم مولانا احمد لاٹ تھے۔ بیان کے بعد آپ نے بڑی قوت کے ساتھ تشکیل فرمائی۔ اور اس کے بعد جواب میں عربوں نے گہرے جذبات کے ساتھ مختلف ملکوں اور علاقوں کے لیے اپنے اپنے نام پیش کیے۔

۱۵ر جنوری شنبہ:۔ آج صبح ناشتہ کے بعد پشاور اور ہزارہ وغیرہ کے متعدد علماء آئے اور اپنے یہاں آنے کی دعوت دی، آپ نے ان سے وراثتِ نبوی کے موضوع پر بات فرمائی۔ ان میں سے ایک عالم نے کہا کہ دعا فرمائیں، نماز میں خشوع پیدا ہو جائے اس پر فرمایا خشوع کسے کہتے ہیں؟ ان عالم صاحب نے جواب دیا کہ اللہ کا دھیان پیدا ہو جانا۔ فرمایا بس اپنی کوشش اس کی کریں کہ اس کا دھیان رہے اور پھر بھی اگر دھیان نہ رہے اور دیگر چیزوں کا تصور ہونے لگے تو اس کی فکر نہ کریں کیوں کہ ہم اس

کے مکلف نہیں۔

احباب بنگلہ دیش بالخصوص جناب الحاج بھائی عبدالمقیت صاحب کی خواہش پر آج اجتماع کے پہلے دن بعد مغرب حضرت جی مدظلہٗ تقریر کے لیے منبر پر تشریف لے گئے۔ اور سورۃ العصر کی تلاوت فرماکر اس کے ترجمہ وتشریح کے ذیل میں یہ ارشاد فرمایا:

"اللہ پاک نے اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے کہ انسان کی کامیابی ایمان اور اعمال صالحہ میں ہے۔ ایمان اور اعمال صالحہ جس کے پاس ہیں وہ ہمیشہ کامیاب ہوگا جس کے پاس ایمان اور اعمال صالحہ نہ ہو وہ کامیاب نہیں ہوگا اگر ایمان ہے تو اعمال کی قیمت ہے، ورنہ نہیں ۔ ایمان، دل کے یقین کا نام ہے، آدمی کی جس چیز پر محنت ہوتی ہے وہ اس کی قدر بھی کرتا ہے اور اس کی حفاظت بھی کرتا ہے، آج ہمارا ایمان بغیر کسی محنت کے آباء واجداد سے چلا آرہا ہے اس واسطے اس کی قدر نہیں ہے۔ صحابہ کرام نے مجاہدات کے بعد ایمان کو حاصل کیا تھا اس لیے ان کے نزدیک اس کی قیمت اور حیثیت تھی، ان کے یہاں ساری دنیا ایک طرف اور ایمان ایک طرف تھا وہ ایمان کو مقدم رکھتے تھے۔ انسان کا ایمان درست ہوتا ہے تو اس کا یقین اور اعمال صحیح ہوجاتے ہیں۔ یہ دعوت دینا اور یہ اللہ کے راستہ میں نکلنا یہ ایک محنت ہے اس کے ذریعہ سے یقین درست ہوگا، اعمال ٹھیک ہوں گے، آج ہمارا ایمان کمزور ہے اس لیے اعمال صالحہ پر قدم نہیں اٹھ رہا ہے۔ اتنا ایمان سیکھنا ہر مسلمان کے لیے فرض عین ہے کہ جو اس کو حلال پر کھڑا کردے اور حرام سے روک دے۔"[1]

حضرت مولانا کے اس بیان کے بعد مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری کا ایک تفصیلی بیان ہوا، جس میں موصوف نے حضرت جی مدظلہٗ کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے ایمان

---

[1] ازبیاض مولانا محمد یونس صاحب پالنپوری۔

ویقین اور اعمال صالحہ کی بھرپور توضیح وتشریح کی۔

۱۶؍ جنوری یک شنبہ۔ حضرت جی مدظلہ نے آج ضعف اور طبیعت کی ناہمواری کے باوجود دو طویل بیان فرمائے، جو خواص میں اور دوسرا بعد عصر اجتماع گاہ میں ہوا۔ دوسرے بیان کا موضوع یہ تھا کہ انسانی ضروریات پانچ ہیں۔ مطعم، مسکن، ملبس، مرکب اور نکاح۔ ان سب میں سادگی ضروری ہے اور پھر ہر ایک موضوع کے مناسب حضرات صحابۂ کرام کے واقعات بیان فرماکر نکاحوں کی شرعی حیثیت اور ان میں سادگی اختیار کرنے کی ترغیب دے کر بڑی تعداد میں ایجاب وقبول کرائے۔ بعد مغرب قیام گاہ پہونچ کر احقر سے فرمایا کہ ڈاکٹر صحیح کہتے ہیں کہ بولنا نہیں چاہئے آج کے بولنے سے ضعف ہوگیا اور دماغ تھک گیا۔

آج بعد مغرب کا عمومی بیان مولانا احمد لاٹ صاحب کا ہوا۔

۱۷؍ جنوری دوشنبہ۔ شیخ احمد خطابی مصری نے سوال کیا کہ میں ایک سال سے پابندی سے شیخ زکریا مرحوم کی منزل پڑھ رہا ہوں، پڑھتا رہوں، فرمایا پڑھتے رہو، کوئی حرج نہیں، گذشتہ کل کے مشورہ میں حضرت جی مدظلہ کا سفر انگلینڈ طے ہوجانے کے بعد حافظ پٹیل صاحب نے دریافت کیا کہ اب جب کہ لندن کا طے ہوگیا ہے تو ہم کیا کریں؟ اس پر فرمایا کہ پورے یورپ میں جماعتیں پھیلادو، اور ہر جگہ کے پرانوں کو ہماری آمد کے موقع پر اپنے یہاں جمع کرو۔

شیخ صالح مقبل یمن نے مشورہ کیا کہ ہم ہر چار ماہ پر ایک مشورہ کرتے ہیں جو تین دن کا ہوتا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ اب ہر تین ماہ پر کریں کہ مسائل زیادہ ہوتے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ ابھی تین ماہ ہی رکھو، انھوں نے پھر سوال کیا کہ ہم اب تک حبشہ، اریٹریا جیبوتی جماعتیں بھیج رہے ہیں کچھ اور ممالک چاہتے ہیں جہاں جماعتیں بھیجیں فرمایا کہ چار چار ماہ کی جماعتیں تاجکستان، نائیجریا، موریطانیہ، مالی، ٹوگو، سینگال، البانیہ بھیجیں اور چار ماہ کی بھیجیں۔

اجتماع کے اختتام پر دعا سے قبل آپ نے چالیس منٹ خطاب فرمایا جس میں دعوت کی اہمیت اور اس کے مقام اور دین کی راہ میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا مشقتیں برداشت کرنا بتلایا۔ آپ کا یہ خطاب مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری کی خصوصی بیاض سے یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

" حمد و ثنا کے بعد آیت شریفہ ان الدین عند اللہ الاسلام تلاوت کر کے فرمایا؛

اللہ جل جلالہ، عم نوالہ، نے اپنے بندوں کے لیے اسلام کو پسند کیا ہے اگر اس کے علاوہ بندے کوئی اور راستہ اختیار کریں گے تو وہ قابلِ قبول نہ ہوگا، ومن یتبغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ ہر ایک نبی خدا کے بندوں کو ایک ہی طریقہ بتاتا ہے۔ آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے بھی اس کی دعوت دی اور اب یہی طریقہ موت تک چلے گا اللہ کو جتنا اپنا دین پسند ہے اتنی ہی اس کی محبت کرنا بھی اس کو پسند ہے اللہ جل شانہ کو دعوت کا کام محبوب ہے اسی لیے یہ کام اپنے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ پاک نے کرایا ہے اور خوب مجاہدہ بھی کرایا۔ اگرچہ خدا کو قدرت تھی کہ بغیر مشقت کے یہ کام لیتا۔ مگر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو کہ تمام دنیا میں سب سے اشرف اور اللہ کے محبوب ہیں، ان پر بھی خوب مجاہدے آئے، یہاں تک کہ زخمی بھی ہوئے، بھوک بھی برداشت کی، دین محبوب الٰہی ہے تو دین کی دعوت بھی محبوب الٰہی ہے اس لیے دعوت کا یہ کام محبوبوں سے لیا گیا۔ صحابہ نے بھی دین کے راستہ میں مشقت برداشت کی ہے وہ اللہ کے راستہ کی مشقت کو اپنی سعادت مندی جانتے تھے اور جانتے تھے کہ اللہ کے راستہ کی مشقت اللہ کو محبوب ہے وہ جانتے تھے کہ اللہ کے راستہ میں نکل کر ہر عمل کا بھاؤ بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے راستہ میں نکل کر نماز، ذکر، روزہ کا ثواب ۴۹ کروڑ گنا زیادہ ہو جاتا ہے

اللہ کے راستہ میں ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا گھر پر کروڑوں مرتبہ کہنے سے زیادہ قیمتی ہے اسی طرح اللہ کے راستہ میں آدمی جو رقم خرچ کرتا ہے اس کا ثواب بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔

مسلمان اپنی زندگی گذارنے میں اللہ جل شانہ کے حکم کا محتاج ہے اپنے کھانے کمانے میں اسی کے حکم کا محتاج ہے۔ یہ بات یاد رکھو کہ ہم جب کمانے میں آزاد نہیں ہیں تو خرچ کرنے میں بھی آزاد نہیں ہیں!!

۱۸ر جنوری منگل:۔ قاری ظہیر الدین اور مولوی الیاس صاحب بارہ بنکوی مقیم مرکز کے صاحب زادگان ملنے آئے تو ان سے فرمایا کہ واپس جا کر اگر بستی نظام الدین میں کام میں لگے رہے تو یہ اثرات چلہ کے باقی رہیں گے ورنہ نہیں۔ یہ کام تو موت تک کرنے کا ہے کوشش کرو کہ بستی حضرت نظام الدین سے خوب جماعتیں نکلیں۔

۱۹ر جنوری بدھ:۔ آج ناشتہ کے بعد ٹونگی سے کُرائل مرکز منتقل ہوئے، آرمی کے ایک ڈاکٹر نے حضرت جی مدظلہ کے چیک اپ کے لیے خون کی ایک مقدار فجر کے بعد اور ایک مقدار ناشتہ کے بعد لی۔

۲۰ر جنوری جمعرات:۔ آرمی کے جو ڈاکٹر صاحب ۱۹ر تاریخ میں خون لے کر گئے تھے آج اس کی تفصیلی رپورٹ آگئی جو ڈاکٹر محسن کو دکھانے کے لیے رکھ لی گئی۔

مولانا عبد الحق صاحب خطیب مسجد بیت المکرم ڈھاکہ وصدر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بنگلہ دیش، مولانا عزیز الحق صاحب شیخ الحدیث جامعہ رحمانیہ ڈھاکہ نیز دیگر علماء مولانا ظہیر الحق صاحب مولانا جنید صاحب وغیرہ حضرت جی مدظلہ سے ملاقات کے لیے آئے اور دوران گفتگو بتلایا کہ یہاں کے علماء قادیانیت کے خلاف تحریک چلا رہے ہیں تاکہ ان کو مسلمانوں سے الگ تھلگ کیا جائے، جب انکے کفر کی وضاحت کی جاتی ہے تو قادیانی کہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت تو ہمیں کافر نہیں کہتی جو اس ملک کی سب سے بڑی دینی جماعت ہے، لہٰذا اگر عمومی بیانات میں اس قسم کے الفاظ کثرت سے کہہ دیئے جائیں، جیسے اللہ کے آخری نبی، خاتم النبیین، ختم

نبوت ہو چکی وغیرہ وغیرہ۔ تو ہمیں بہت سہولت ہو، اس پر فرمایا کہ صحیح بات ہے
اس میں کیا مضائقہ ہے اور پھر ان کا کفر وغیرہ بھی بیان فرمایا۔

۲۱ر جنوری جمعہ :۔ آج مستورات کا ٹونگی میں اجتماع ہوا جس میں حضرت جی
مدظلہ کا بیان ہوا۔ تقریباً ۲۰ ہزار مستورات تھیں۔ آپ نے بیان میں حضرت عمر بن عبدالعزیز
کی سیرت اور ان کے زہد کے واقعات سنائے۔ اور پھر بیعت فرما کر دعا کرائی۔

آج کے اخبار — روز نامہ انقلاب ڈھاکہ میں قادیانیت کے متعلق ہونے والی
کل کی گفتگو مندرجہ ذیل الفاظ میں شائع ہوئی :

"عالمی تبلیغی جماعت کے امیر مولانا انعام الحسن (حضرت جی) مولانا عمر
پالن پوری اور مولانا مفتی زین العابدین نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کو جو لوگ آخری نبی یقین نہیں کرتے وہ مرتد اور کافر ہیں انھوں
نے کہا کہ دنیا میں ہر زمانہ اور ہر طبقہ کے علماء اس پر متفق ہیں۔

عالمی تبلیغی جماعت کے ذمہ داران نے یہ بھی بتایا کہ عقیدۂ ختم نبوت
ایمان کا کبھی بھی نہ ختم ہونے والا جزء ہے، تبلیغی جماعت اسی عقیدہ پر یقین کرتے
ہوئے چل رہی ہے اور قادیانیوں کو بغیر کسی شکوک و شبہات کے مرتد و کافر
مانتی ہے۔"

۲۲ر جنوری شنبہ :۔ آج کا دن مختلف ممالک خصوصاً ملیشیا کے مسائل پر غور و
خوض میں صرف ہوا۔ اور حضرت مولانا نے ملیشیا کے اصحابِ شوریٰ کے نام آپس
کے اتفاق و اتحاد پر نصیحت آموز خط راقم سطور کے قلم سے لکھوا کر ارسال فرمایا[1]۔

۲۳ر جنوری یک شنبہ :۔ آج حضرت جی مدظلہ کی طبیعت مضمحل رہی، سینہ
میں وقفہ وقفہ سے چبھن اور تکلیف ہوتی رہی۔

---

[1] یہ مکتوب دعوت کی بصیرت اور اس کا فہم و ادراک کے زیر عنوان "تبلیغی مراکز میں دعوتی فکر پر زور"
میں پڑھا جا سکتا ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ میں سائنٹفک طریقہ پر غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کرنا چاہتا ہوں۔ مثلاً یہ سمجھاؤں گا کہ ایک گلوب بنانے پر کتنے لوگ محنت کرتے ہیں تب وہ بنتا ہے تو کیا اتنی بڑی دنیا بغیر کسی کے بنائے بن سکتی ہے۔ اس پر فرمایا کہ پہلے اپنوں میں محنت کرو، جب توجہ اور یقین میں پختگی آجائے تو دوسروں کو بھی دعوت دینا۔

شیخ احمد خطابی مصری نے کوئی نصیحت دریافت کی تو فرمایا اتق اللہ وخالط الناس باخلاق حسنۃ۔

گذشتہ دو تین یوم میں بعض احباب عرب سفارتوں میں گئے تو عرب سفراء نے تعجب سے کہا کہ یہاں یہ مشہور ہے کہ جو شخص تین مرتبہ ٹونگی کے اجتماع میں شرکت کرے اس کو ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔ ان احباب نے واپسی پر اس کا تذکرہ حضرت جی مدظلہ، سے کیا۔ حضرت جی نے کھانے پر موجود بعض خواص سے فرمایا کہ اس کی تردید مؤثر انداز سے کرادی جائے

۲۴ جنوری پیر۔ آج صبح حضرت جی مدظلہ، نے قدماء اور اہل مشورہ میں بیان فرمایا، جس میں تواضع، عاجزی اور انکساری اختیار کرنے اور اپنے آپ کو مٹانے کا مضمون ارشاد فرمایا۔

آج صبح کھانے کی دعوت بھائی عبدالمقیت صاحب کے مکان پر ہوئی، ہندوستان وپاکستان اور مختلف ممالک کے خواص بعد نماز ظہران کے مکان پر گئے اور کھانا کھایا۔ نماز ظہر سے قبل جناب بھائی عبدالمقیت صاحب ایک اعلیٰ سطحی شخصیت کو لے کر حضرت جی مدظلہ، کے پاس آئے اور بیعت کی درخواست کی تو فرمایا کہ میں تو کل کو جارہا ہوں، آپ یہاں کے مشائخ سے بیعت ہو جائیں۔ بھائی مقیت صاحب بولے کہ اگر آپ ان کو بیعت کرلیں گے تو یہ میرے پیر بھائی بن جائیں گے۔ اس پر انہیں دست بدست بیعت کی اور فرمایا کہ اپنے ماتحتوں میں کام کرتے رہیں اور ان کو ترغیب دیتے رہیں اور خود بھی اپنی ترتیب قائم کریں۔

۱۹۹۳ء کے اجتماع سے سنہ ۱۹۹۴ء تک نکلنے والی جماعتوں کا جو گوشوارہ آج اخیر کے

سامنے آیا اس کی نقل یہ ہے۔

— ایک سال کی ۲۸ جماعتیں جن کے افراد ۳۱۲ تھے
— تین چلہ کی ۷۱۱ 〃 〃 ۹۵۰ تھے
— ایک چلہ کی ۴۸۶۶ 〃 〃 ۴۵۶۴۸ تھے
— ایام کی ۷۰۱ 〃 〃 ۸۲۸۶ تھے
— ڈھاکہ شہر کے مختلف حلقوں سے نکلنے والی سہ روزہ جماعتیں ۳۲۹۲
— ۱۹۹۲ء میں مختلف حلقوں سے نکلنے والی سہ روزہ جماعتیں ۲۶۰۰
افراد کی مجموعی تعداد ۵۲۰۰ ہے۔

ڈھاکہ شہر میں ۲۱۶۵ مسجدیں ہیں جن میں ۱۲۳۴ مساجد میں روزانہ تعلیم ہوتی ہے اسی طرح ۱۲۰۰ مساجد میں پہلا گشت اور ۸۰۷ مساجد میں دوسرا گشت ہوتا ہے۔

۱۹۹۲ء میں ٹنگرائل سے باون ملکوں کے لیے جماعتیں گئیں اور ۱۹۹۳ء میں ۲۶ ملکوں میں (ہند و پاک کے علاوہ) گئیں۔ پورے ملک میں سال بھر میں ۸۴ مقامات پر جوڑ ہوئے۔

۱۹۹۳ء میں عرب ممالک سے ۳۳ رائے ونڈ سے ۳۶ ہندوستان سے ۷، ملائشیا و تھائی لینڈ وغیرہ سے ۹۵ جماعتیں بنگلہ دیش آئیں۔ بنگلہ دیشی مستورات کی ایک جماعت چار ماہ کے لیے امریکہ گئی۔

۱۹۹۴ء کے ہونے والے اس اجتماع میں سرسٹھ ملکوں کے تین ہزار سات سو چھیالیس احباب نے شرکت کی۔

۲۵ جنوری، دو شعبان منگل برٹش ایرویز سے آج حضرت جی مدظلہ اور ان کے رفقاء کی دہلی واپسی ہوئی۔ پاکستان کے احباب ایک دن قبل روانہ ہو گئے تھے۔

مشورہ کی جماعت میں اضافہ

تمام دیگر ممالک کی طرح بنگلہ دیش میں بھی شورائی نظام قائم ہے یعنی ایک مشورہ کی جماعت پورے ملک میں ہونے والی تبلیغی و دعوتی محنت کی فکر و نگہداشت کرتی ہے، نامزد ہونے والے اراکین

شوریٰ میں گاہ بگاہ اضافہ یا تغیر و تبدل بھی ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ (اگست ۱۹۹۴ء) میں کارکنان بنگلہ دیش کی مرکز نظام الدین آمد کے موقع پر حضرت مولانا نے وہاں کی شوریٰ میں مولانا مزمل الحق صاحب اور مولانا محمود صاحب کا اضافہ فرماکر مجلس میں اس کا اعلان فرمایا۔

بنگلہ دیش کے ایک عالم دین (جو اس مجلس میں موجود تھے) لکھتے ہیں کہ:

"۱۸؍ ربیع الاول مطابق ۲۶؍ اگست یوم جمعہ میں حضرت مولانا نے بہت ہی گریہ وزاری کے ساتھ ہم کارکنان بنگلہ دیش کی مجلس میں یہ چند جملے ارشاد فرمائے۔

اللہ جل شانہٗ آپ کے آنے کو قبول فرمائے۔ یہ آپس کے پیار و محبّت کا کام ہے و لاتنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم اتحاد و اتفاق سے ہر ایک اپنی رائے قربان کردیوے، احترام کے ساتھ ہر رائے کو دیا جائے اور لیا جائے۔ فیصلہ کو مانا جائے پیار و محبّت کے ساتھ اور درد و فکر کے ساتھ کام میں جڑے رہیں۔ پہلی شوریٰ میں اور دو کا اضافہ کردیا گیا۔ مولوی مزمل الحق اور محمود صاحب اب سات آدمی شوریٰ میں ہوگئے۔ پندرہ پندرہ روز باری مقرر کرکے فیصلہ کرتے رہیں۔ اس اعلان کے بعد مختصر دعا فرماکر مجلس برخاست کردی گئی۔"

اجتماع بنگلہ دیش منعقدہ شعبان ۱۴۱۵ھ

اس سال اجتماع بنگلہ دیش کی تاریخیں ۴، ۵، ۶؍ شعبان مطابق ۷، ۸، ۹؍ جنوری ۱۹۹۵ء بار، اتوار، پیر متعین تھیں حضرت مولانا دو شعبان (۵؍ جنوری) جمعرات میں برٹش ایرویز کے طیارہ سے دلی سے ڈھاکہ تشریف لے گئے۔ قافلے میں مولانا محمد عمر صاحب مولانا محمد زبیر الحسن صاحب، مولانا محمد سعد، مولانا احمد لاٹ، مولانا محمد بن سلیمان جھانجی وغیرہ ۷۰ احباب شامل تھے، راقم سطور بھی شریک قافلہ تھا۔ نماز ظہر دہلی ایرپورٹ پر پڑھ کر طیارہ میں سوار ہوئے اور چار بج کر ۳۰ منٹ پر ڈھاکہ ایرپورٹ پہونچے۔ حضرت مولانا نے وہاں اجتماعی دعا کرائی

اور پھر ٹونگی کے لیے روانہ ہو گئے۔ بعد مغرب خواص اور مقیم حضرات سے ملاقات اور کھانے سے فراغت پر اگلے ۲۴ گھنٹے کے لیے مشورہ ہوا۔ جس میں دیگر امور کے ساتھ ساتھ یہ بھی طے ہوا کہ اجتماع کے تینوں دن چھ زبانوں (بنگلہ، عربی، ملائی، تھائی، انگریزی اور ترکی) میں اہم اہم بیانات کے ترجمے کئے جائیں گے، چنانچہ تینوں دن کے مشورہ میں ان زبانوں کے مترجمین طے ہوتے رہے اور اردو زبان میں ہونی والی تقریروں کا ترجمہ کیا جاتا رہا۔

نماز جمعہ مولانا زبیر الحسن صاحب کی زیر امامت ادا کی گئی، بعد مغرب مولانا احمد لاٹ کا اجتماع گاہ میں عمومی اور تفصیلی بیان ہوا۔ موصوف بیان سے فارغ ہو کر جب حضرت مولانا کی خدمت میں آئے تو ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مولوی صاحب تم نے تو آج اپنی تقریر میں مسلمانوں کی دنیاوی کامیابی کو بیان کیا ہے جب کہ مسلمان کے لیے اصل کامیابی آخرت کی ہے اور دنیا کی کامیابی تو بطور رُنگہ کے ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ بڑے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن شریف کی آیت واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا اصل میں وعدہ مغفرت کا ہے اور فضلاً کا ترجمہ رنگہ کے ساتھ فرمایا کرتے تھے یعنی دنیاوی کامیابی تو بطور رنگہ دے دی جائے گی۔

۴ر شعبان (۷ر جنوری) شنبہ میں بعد فجر مولانا محمد احمد صاحب کا عمومی بیان ہوا۔ صبح سے عربوں کے حلقے چل رہے تھے، عرب ممالک سے آئے ہوئے مختلف وفود نے گذشتہ کل حضرت مولانا کو عربی حلقہ میں تشریف لائے، اور کچھ بیان کرنے کی دعوت دی تھی چنانچہ آج ۱۱½ بجے عربی حلقوں میں تشریف لے جا کر کچھ دیر بیان فرمایا جس میں عربوں کی دینی حمیّت وعزت اور یہ کہ دعوت وتبلیغ ان کا اصل سرمایہ ہے اس کو وضاحت اور تفصیل سے بیان فرما کر دعا فرمائی، قیام گاہ پر واپس تشریف لائے، تو پاکستان کے کچھ چیدہ اور ممتاز علماء منتظر ملاقات تھے کچھ دیر ان کے درمیان بیٹھ کر دعوتی امور پر گفتگو فرمائی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ علم اور دعوت اس امت کی ایک امتیازی صفت ہے اور دونوں بہت آسانی کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں۔ صحابہ کرام بیک وقت عالم بھی اور داعی بھی تھے۔ اسی مجلس میں

الجزائر کے رہنے والے ایک عرب پیش ہوئے جن کے متعلق بتلایا گیا کہ بہت بلند جذبات کے ساتھ دعوت و تبلیغ میں اپنا وقت لگا رہے ہیں، شادی ابھی نہیں کی، اور تنہائی کی زندگی گذار رہے ہیں۔ اس پر برجستہ طور پر حضرت جی نے ان کو یہ مشورہ دیا کہ سال کے چار ماہ پابندی کے ساتھ لگائیں اور جلد سے جلد نکاح کریں اور کوئی جائز تجارتی مشغلہ اختیار کریں تاکہ اپنے اہل و عیال کی کفالت کر سکیں۔

نماز عصر کے بعد مولانا زبیر الحسن صاحب نے ذکر و اذکار پر ترغیبی بیان کیا جس کا بنگلہ ترجمہ قاری محمد زبیر صاحب نے اور انگریزی ترجمہ ڈاکٹر فاروق صاحب بنگلوری نے کیا. بعدِ نماز مغرب حضرت مولانا کا بیان ہوا۔

ٹونگی کے میدان میں ہونے والا یہ بیان ایک مخلص قدیمی کارکن نے سوانح میں شامل کرنے کے لیے ہمیں بنگلہ دیش سے ارسال کیا ہے، ہم ان کے دلی شکریہ کے ساتھ اس کی تلخیص شائع کر رہے ہیں۔

"حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا۔

میرے عزیزو، دوستو! اللہ جل شانہٗ عم نوالہٗ نے ہمیں دنیا میں بھیجا ہے اور دنیا میں بھیج کر زندگی گذارنے کا طریقہ بھی بتلایا ہے اللہ پاک نے انسانوں کو زندگی گذارنے کا جو طریقہ بتلایا ہے اس کو دین کہتے ہیں، دین چند عملوں کا نام نہیں، دین نام ہے اس چیز کا، اس طریقہ کا جو زندگی کے ہر پہلو کو شامل ہو، زندگی کا کوئی شعبہ اس سے خالی نہ ہو، چاہے ایمانیات ہو، چاہے عبادات ہو، چاہے معاملات ہو، چاہے معاشرت ہو، چاہے اخلاق ہو، ان پانچوں شعبوں میں اللہ کے حکم کے مطابق جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق چلنے کا نام دین ہے، جو ان پانچوں شعبوں میں نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقے کے مطابق چلتا ہے، اللہ پاک کا حکم پورا کرتا ہے تو وہ دیندار ہے، دین پر چلنے والا ہے۔

اللہ جل شانہٗ و عم نوالہٗ نے اپنے بندوں کو وہی طریقہ دیا ہے جس

پر چل کر وہ دنیا کے اندر بھی کامیاب ہوتا ہے اور آخرت میں بھی کامیاب ہوتا ہے، خدائے پاک اپنے بندوں کی ضرورتوں کو خوب جانتا ہے، اس نے ایسا طریقہ نہیں دیا جو ناتمام ہو بلکہ ایسا طریقہ دیا ہے جس پر چلنے سے دنیا و آخرت دونوں میں یہ خدا کا بندہ کامیاب ہوتا ہے اگر صحیح چلے گا تو اللہ جل شانہٗ دنیا کی زندگی میں بھی خیر و برکت لاویں گے اور آخرت کے اندر اس کے درجات کو بلند فرماویں گے۔

یہ انسان جس کی عقل تھوڑی سی ہے اور جس کا دماغ چھوٹا سا ہے، یہ اگلے پچھلے نقصان و نفع کو نہیں پہچانتا ہے اس لیے اللہ جل جلالہٗ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر ہی کامیاب ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی طریقہ اختیار کرے گا اس کو انجام کے اعتبار سے ناکامی ہوگی نقصان ہی نقصان ہوگا فائدہ حاصل نہیں ہوگا وقتی طور پر ہو سکتا ہے کہ وہ کسی دھوکے میں مبتلا ہو جائے لیکن حقیقی نفع اس کو حاصل نہیں ہوگا، اور حقیقی کامیابی حاصل نہیں ہوگی، دنیا کے اندر بھی اور اصلی زندگی کے اندر بھی جو آخرت کی زندگی ہے کسی کو دماغ سے چلنے کی اور کوئی طریقہ اختیار کرنے کی گنجائش نہیں ہے وہاں تو صرف خدائی طریقہ ہوگا وہی کام آوے گا وہی نفع پہنچاوے گا، وہی کامیاب کرے گا اور کوئی طریقہ وہاں کامیاب کرنے والا تو کیا ہوتا، پکڑوانے والا ہوگا، یہ انسان اپنی نادانی کی بنا پر اور اپنے نفع و نقصان کو نہ جاننے کی بنا پر اپنے آپ ایک راستہ اختیار کرتا ہے اور پھر پریشان ہوتا ہے دنیا میں بھی پریشان ہوتا ہے اور آخرت کی خبر خدا جانے کیسے گذرے گی۔

اللہ جل شانہٗ و عم نوالہٗ نے جب سے بنی آدم کو دنیا میں بھیجا ہے، اسی وقت سے اس کے لیے طریقہ بھی بتلا دیا، ہر زمانہ میں نبی آتے رہے اور اس زمانہ کے مطابق جو احوال ہوتے تھے اس کے مطابق طریقہ بتلاتے رہے ایک نبی جاتا تھا پھر دوسرا آجاتا تھا۔

اذا ھلك نبی خلفه اٰخر وانا خاتم النبیین۔

پہلی امتوں کو نبی لے کر چلتا تھا اور جب ایک نبی چلا جاتا تھا تو دوسرا آتا تھا لیکن جناب رسول اللہ کی تشریف آوری پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا نبوت کے اوپر مہر لگا دی گئی، اب کوئی نبی آنے والا نہیں، کوئی نیا طریقہ سامنے آنے والا نہیں، اب یہی طریقہ آخری طریقہ ہے وہی قیامت تک باقی رہنے والا ہے اب بھی ساتھ دینے والا کام آنے والا ہے انبیاء کرام اپنے زمانہ کے مطابق جو مناسب تھا لے کر آئے ہیں پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر انسانیت مکمل ہو گئی ہے۔ جیسے انسانی لباس ہے، بچہ ہوتا ہے تو اس کے لیے کپڑے بنائے جاتے ہیں، اس کے مطابق اور جب وہ پانچ سال کا ہو جاتا ہے تو پہلا کپڑا ناکافی ہو جاتا ہے پھر نیا لباس اس کے لیے بنایا جاتا ہے اور جب دس سال کا ہو جاتا ہے تو پانچ سال کا لباس ناکافی ہوتا ہے لیکن جب انسان جوان ہوتا ہے پوری عمر کو۔ پہونچ جاتا ہے تو اس وقت کا لباس موت تک کے لیے ہوتا ہے۔ پھر بدلنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایسے ہی آدمیت اور انسانیت ہے کہ وہ دھیرے دھیرے ترقی کرتی آئی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر یہ انسانیت مکمل ہو گئی ہے تو اس کے لیے اب اپنا طریقہ تجویز کیا گیا جو آخر تک رہے گا کسی جدید نئے طریقہ کی ضرورت و حاجت نہیں رہی۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری ختم ہو گئی لیکن نبیوں کا کام ختم نہیں ہوا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اور آپ کی طفیل میں اس امت کو وہ

دولت ملی ہے جو پہلے نبیوں کو ملا کرتی تھی۔ اور وہ دولت کیا ہے ؟ وہ دولت دعوت ہے، دعوت زندہ ہو گی تو دین کے تمام شعبے زندہ ہوں گے

تمام شعبوں کے اندر اوامر الہیہ، احکامات خداوندیہ زندہ ہوں گے ہر ہر شعبہ اپنی جگہ پر، اپنی نہج پر، اپنی راہ پر آجائے گا۔ اصل نسخہ دعوت ہے، اب دعوت کا راستہ اختیار کرنا پڑے گا، اگر ہم دعوت کو اپناویں گے دعوت کی کوشش کریں گے تو ہر ہر شعبہ ہر ہر لائن اپنے اپنے نہج پر آجائے گی، جیسا کہ امام مالک نے فرمایا لن یصلح آخر ھذہ الامۃ الا بما اصلح اولھا۔ اس امت کے آخر کو بھی وہی چیز درست کرے گی جس سے اس امت کے اوّل کو درست کیا گیا تھا۔ وہ کیا ہے وہ دعوت ہے۔ دعوت کو جتنا اپنایا جاوے گا اس سے اعمال زندہ ہوں گے۔ خدا کو کسی سے نسبت نہیں ہے رشتہ نہیں ہے اس نے طریقہ جاری فرمادیا جو اس طریقہ پر چلے گا خدا کی رحمت اس کو حاصل ہوگی اگر چھوڑ دے گا تو خدا کا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا خود ہی نقصان اٹھائے گا لا یضر اللہ الا نفسہ ولا یضرُّ اللہ شیئاً جو اللہ کی نہیں مانتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے خدا کا کوئی نقصان نہیں کرتا، اعمال اگر زندگی میں نہیں ہوں گے تو خدا کا اس سے کوئی نقصان نہیں، خدا کی خدائی میں اس سے کوئی فرق نہیں آتا۔ اگر سارے کے سارے شیطان بن جاویں اور فاجر بن جاویں، اس کا نفع و نقصان تو انسان ہی کو ہوتا ہے۔

میرے عزیزو، دوستو! یہ کوشش اور محنتیں ہیں یہ اس لیے تاکہ ہمارے اندر دعوت زندہ ہو، دعوت کے ذریعہ زندگی کے تمام شعبے زندہ ہو کر صحیح نہج پر آجاویں۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام جتنے بھی آئے ہیں سب نے اسی پر محنت کی ہے۔ ایسے نہیں جیسے آج کل آوازیں اٹھ رہی ہیں کہ کوئی کہتا ہے علم کی ترقی کرو، کوئی کہتا ہے مادیات کی ترقی کرو، کوئی کہتا ہے عہدہ منصب حاصل کرو، ان سے ترقی ہوگی، انبیاء علیہم السلام جتنے آئے ہیں سب نے ایمان کی محنت کی ہے، دل کے اوپر محنت کی ہے جب وہ ٹھیک ہوگا تو ساری چیزیں ٹھیک ہو جائیں گی، ساری لائن اپنے اپنے

ڈھنگ پر آتی چلی جاویں گی، یہی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی محنت تھی ان کا محور صرف انسانوں کا دل تھا انسانوں کا قلب تھا کہ اس کے اندر ایمان آجاوے اور مابقیہ تو اس کے فروع ہیں اپنے اپنے وقت پر حاصل ہو جائیں گے، اس لیے میرے عزیزو، دوستو! ہمیں دعوت کو اپنانا ہے، دعوت کو ایسا اپنانا ہے کہ ہر فردِ امت داعی بن جائے کوئی انسان ایسا نہ ہو کہ وہ دعوت سے خالی ہو، دعوت کو اپنی آواز سمجھے جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے قرآن پاک میں فرمایا قل ھٰذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی جو نبی کا نام لیوا ہے جو نبی کے نقشِ قدم پر چلنے والا ہے اس کا راستہ دعوت کا راستہ ہے، دعوت کو اپنانا ہے اور دعوت کو اپنی زندگی میں داخل کرنا ہے۔"

آپ کی اس تقریر کے بعد مولانا محمد عمر صاحب کا بیان ہوا۔ آج کے چوبیس گھنٹے کی ترتیب یہ رہی۔

- علماء کرام میں۔ ۔ مولانا احمد لاٹ صاحب
- خواص میں۔ ۔ مولانا مفتی زین العابدین صاحب
- پرانوں میں۔ ــــ میاںجی محراب صاحب
- مغربی بنگال والوں میں۔ــــ جناب بھائی عبدالمقیت صاحب
- عربوں میں۔ ــــ مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری
- ملائی خیمہ میں مولانا مستقیم صاحب
- اردو ہند و پاک والوں میں جناب فضلِ عظیم صاحب
- بیرون ملک سے آنیوالی مستورات میں بھائی ابراہیم عبدالجبار صاحب
- بعد ظہر عمومی بیان میں شیخ راشد الحقان کویت

۵ رشعبان ۸ رجنوری اتوار کا دن عمومی وخصوصی ملاقاتوں، عرب وعجم کی آمد اور ان کے انفرادی واجتماعی احوال ومعاملات سن کر ان پر غور وخوض اور ان کی تسلی وتشفی میں

گذرا، بعد نماز عصر اجتماع گاہ میں مجلسِ نکاح منعقد ہوئی جس میں حضرت مولانا نے نکاحوں کی اہمیت اور اس میں اتباع سنت پر بیان فرما کر بڑی تعداد میں ایجاب و قبول کرائے۔

۶ رشعبان ۹ رجنوری پیر۔ میں اچھی خاصی بارش ہوئی لیکن الحمدللہ مجمع اسی طرح جمارہا۔ جناب الحاج بھائی عبدالمقیت صاحب سے دریافت فرمایا کہ اس بارش کی وجہ سے اجتماع کے نظم و انتظام میں کوئی تغیر و تبدل تو نہیں ہوا۔ انھوں نے جواباً کہا کہ کوئی تغیر و تبدّل نہیں کیا گیا پھر بارش کے ہونے پر فرمایا، ہرچہ از دوست می رسد نیکواست، آج اجتماع کا آخری دن تھا مشورہ کے مطابق حضرت مولانا ساڑھے دس بجے اجتماع گاہ تشریف لے گئے اور پونے گیارہ بجے کرسی پر رونق افروز ہوکر خطبہ مسنونہ اور حمد وثنا کے بعد آیت شریفہ "لقد خلقنا الانسان فی کبد" تلاوت فرما کر انسان کی عظمت و شرافت اور اس کی عزت وحیثیت کا دین میں مضمر ہونا وضاحت کے ساتھ بیان فرما کر اختتامی دعا فرمائی۔

اس اجتماع میں سرسٹھ ممالک کے چار ہزار ایک سو پانچ احباب شریک تھے جو جماعتیں انسانیت کی دائمی صلاح وفلاح اور آخرت کے نفع کی عمومی جدوجہد کے لیے اس اجتماع سے نکلیں ان کی تعداد اس طرح ہے۔

اندرونِ ملک سال کے لیے	۱۳ جماعتیں
بیرون ملک کے لیے تین چلہ والی	۲۳ "
اندرون ملک تین چلہ والی	۱۶۰ "
اندرون ملک ایک چلہ والی	۷۲۵ "
کم وبیش ایام کے لیے	۶۰ "

اس اجتماع سے غیر ملکی احباب کی ۱۹۲ جماعتیں بھی تیار ہوکر نکلیں۔

اجتماع سے فراغت کے بعد دنیا بھر میں دعوت و تبلیغ کے عنوان پر ہونے والی محنت کا جائزہ لیا گیا اور وہاں کے مسائل و مشکلات پر اجتماعی غور وخوض ہوا

جس کا سلسلہ ۱۱ جنوری بدھ کی شام تک چلتا رہا۔

اسی تاریخ میں تاجروں کے جوڑ کے عنوان پر ملک بھر کے تاجروں کا ایک مختصر اجتماع بھی لکرائل میں ہوا جس میں تجارت کی شرعی اہمیت اور تاجرین کے لیے بشارتیں اور تجارت کو دعوت کے ساتھ جوڑنے پر تفصیلی مذاکرہ ہوا۔

اجتماع کے تینوں دن بعد مغرب قیامگاہ پر کثیر تعداد میں لوگ بیعت ہوئے اور سلوک و احسان کی لائن سے وابستہ لوگوں نے اپنے معمولات یومیہ میں مشورے کیے ــــــ

۹ شعبان، ۱۲ جنوری جمعرات، کی صبح اول وقت ٹونگی اسٹیشن سے حضرت مولانا ایک بہت بڑے قافلہ کے ساتھ جس میں پاکستان کے خواص بھی شامل تھے چاٹگام کے لیے روانہ ہوئے۔ تین دن تبلیغی مرکز چاٹگام میں قیام ہوا اور عمومی اجتماع رکھا گیا، چاٹ گام سے بذریعہ ٹرین ڈھاکہ آمد ہوئی،

۱۶ جنوری پیر کا روز ڈھاکہ میں قیام کا آخری دن تھا، اس آخری دن میں ہمیشہ کے معمول کے مطابق لکرائل کے اہل شوریٰ، خواص تبلیغ اور بہت سے علماء کے سامنے حضرت مولانا نے بڑی ہی فکرمندی، دل سوزی کے ساتھ کام کی قدر و قیمت اور کام سے ملنے والی نسبت کی حفاظت مشورہ میں خودرائی اور خودنمائی سے بچنے پر زوردار انداز میں نصیحت و ہدایت فرمائی۔ حضرت مولانا کی اس تقریر کا ایک ایک لفظ، اپنی ذات کی نفی و انکار اور بارگاہِ الٰہیہ میں عاجزی و فروتنی کے استحضار کا گہرا سبق اپنے اندر لئے ہوئے ہے، ایک قدیم مبلغ کی مہربانی سے ــ لفظ بہ لفظ ــ (بذریعہ ٹیپ ریکارڈ) لکھی ہوئی یہ تقریر ہمیں وصول ہوئی۔ جس کو ہم ان کے دلی شکریہ کے ساتھ یہاں پیش کرتے ہیں؛

اہل شوریٰ سے خطاب

"نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد؛

میرے عزیزو، دوستو، بزرگو! اللہ جل شانہٗ و عم نوالہٗ نے اپنے کرم سے ہمیں یہ کام مرحمت فرمایا ہے یہ اس کا کرم ہے اس

کی قدر دانی کی جاوے گی تو اللہ کی طرف سے اس کے اندر زیادتی ہوگی، اور اللہ جل شانہ، کی طرف سے استقامت ہوگی، اس پر ثبات ہوگا، اس پر جماؤ ہوگا اور اگر اس کی قدر نہیں کی گئی اور اس کا شکر ادا نہیں کیا گیا تو خدانخواستہ وہ ہم سے چھین نہ لیا جائے۔

اللہ جل شانہ، بے نیاز ہے کسی کی خدمت کسی کی نصرت کی اس کو ضرورت نہیں ہے یہ انسانوں کی اپنی ضرورت ہے جو کرے گا اپنے لیے ہی کرے گا۔ اللہ جل شانہ، وعم نوالہ، محتاج نہیں ہے کہ اس کے دین کی کوئی خدمت کرے اس لیے ہر شخص کو یہ سوچنا ہے ہر شخص کو یہ سمجھنا ہے کہ میری وجہ سے کام پر کوئی اثر نہ پڑے اس کی وجہ سے مجھ سے کام چھین نہ لیا جائے۔ ہر ایک کو ڈرتے رہنے کی ہر ایک کو فکر کرنے کی ضرورت ہے کوئی اگر یہ سمجھتا ہے کہ میں اس کام میں ایسا ہوں جیسے کیل تو یہ اس کی غلط فہمی ہے۔ یہ اللہ کا کرم ہے کہ اس سے کام لے رہا ہے۔ اللہ جل شانہ، کریم ہے وہ بہت نوازتے ہیں، بندہ اگر صحیح رُخ پر چلنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ جل شانہ، اس کو نوازتے ہیں اور اگر اس کے اندر کوئی انانیت آجائے تو اللہ جل شانہ، اس کو مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیتے ہیں، یہ خدا پر احسان نہیں بلکہ خدا کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہمیں کام کی نسبت مرحمت فرمائی ہے اس لیے قدر دانی کی جائے۔ جس سے جتنا کام لیا جا رہا ہو اس پر شکر ادا کیا جاوے اور اس سے ڈرتا رہے کہ میری کسی بے عنوانی سے اللہ جل شانہ، مجھے کام سے محروم نہ کردے اور بے عنوانی ہر قسم کی ہو سکتی ہے فکری بھی ہو سکتی ہے عملی بھی ہو سکتی ہے اور ذہنی بھی ہو سکتی ہے۔ فکری اور ذہنی یہ ہے کہ آدمی یہ کہے کہ میں تو سمجھتا ہوں دوسرا نہیں سمجھتا، یہ بڑے خطرہ کی بات ہے بلکہ ہر ایک کی فکر کا احترام کیا جاوے، اس کا اعتراف کیا جائے اور اس کی قدر کی جاوے۔ اپنی اپنی

رائے دے کر اخلاص کے ساتھ رائے دے کر پھر جو کچھ فیصلہ ہو اس پر اپنے
قدم کو اٹھانا یہ ضروری ہے، اپنی رائے پر اصرار کرنا اپنی رائے کو وحی سمجھنا
یہ نہیں اتھموا رائکم. حدیث پاک میں ہے کہ اپنی رائے کو متہم
قرار دو، اپنی رائے کو محبوب نہ سمجھو، اپنی رائے کو یوں نہ سمجھو کہ یہ وحی ہے
اس میں غلطی نہیں ہو سکتی ہے بلکہ اپنی رائے کے اندر غلطی کا احتمال
نکالتے ہوئے دوسرے کی رائے کی قدر کرتے ہوئے اس طریقہ سے
کرتے رہیں گے، تو انشاء اللہ آگے بڑھیں گے اور اس نعمت سے محروم
نہیں رہیں گے، اس لیے میرے عزیزو، دوستو! اس کی کوشش کرنا ہے
اس کی فکر کرنا ہے کہ ہم آگے بڑھ رہے ہوں قربانی کے اندر بھی۔ اور
ماننے کے اندر بھی، ہر ایک اپنے آپ کو چھوٹا سمجھ کر دوسرے کی رائے
کا احترام کرتے ہوئے اس پر چلنے کی نیت کرتے ہوئے اس کی کوشش
کرتے ہوئے اپنے کام میں لگا رہے اور اپنے لگنے کو خدا کی نعمت سمجھتا
رہے اس سے ڈرتا رہے کہ خدا تعالیٰ اس کام سے محروم نہ فرمادے کرتا
رہے ڈرتا رہے اس پر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اے اللہ تیری ہی توفیق
تیرے ہی فضل سے ہوا ہے آگے بھی تیرے ہی فضل سے ہوگا۔ جتنا ہوگا
کسی کو اپنی رائے پر اصرار نہ ہو، اور کسی کو اپنی رائے پر یہ نہ ہو کہ یہ ہی ٹھیک
ہے بلکہ اپنی رائے پیش کر کے پھر فیصلہ سے جوڑ ہو جائے اس پر
خوش دلی سے قدم اٹھاوے، رائے کے اندر اختلاف ہونا یہ تو فطری چیز
ہے اور ہونا بھی چاہیئے کیوں کہ ہر ایک کی سمجھ الگ الگ ہے کسی کی
تھوڑی سمجھ ہے کسی کی بڑی سمجھ ہے۔ کسی کی بہت اونچی سمجھ ہے: ہر ایک
اپنی سمجھ کے مطابق رائے دیتا ہے سب کی رائے آنے سے سب پہلو
کھلتے ہیں اور اس سے بات نکھر کر سامنے آتی ہے۔

اسی لیے مشورہ کے لغوی معنی ہیں شہد میں سے موم نکال لینا تو مشورہ

یہ ہے کہ ساری بکھری ہوئی چیزوں سے شہد کو نکال لیا جاوے اس کے لیے ہر ایک کی رائے ہونا یہ بہت اہم ہے۔ اپنی رائے کی پچ نہیں کرنی چاہئے اپنی رائے پر اصرار نہیں کرنا چاہئے اس کے اوپر ضد نہیں کرنا چاہئے اگر کوئی فیصلہ کیا ہے اور اس کو اپنی طبیعت نہیں مانتی تو اس پر اپنی طبیعت کو سمجھانے کی اس پر لانے کی کوشش کرے اور اس کے خلاف نہ کرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب مجلس شوری بنائی خلافت کے طے کرنے کے لیے تو اس میں فرمایا' یہ چار ہیں یہ جس طرف ہو جاویں ان کی بات کو مان لیا جاوے اور اس پر فیصلہ کر لیا جاوے اور پھر اگر کوئی اس کے خلاف کرے تو اس کی گردن اڑا دو' چاہے کوئی ہو' فیصلہ ہونے کے بعد پھر اس کے خلاف کرنا یہ قابل گردن زدنی ہے۔

اسی لیے میرے عزیزو' دوستو! اپنی کوتاہی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی کمی کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ کے فضل کی امید رکھتے ہوئے کوشش کرتے رہو' اور ڈرتے رہو' اور خدا سے مانگتے رہو اور ڈرتے رہو کہ خدا ہمیں اس کام سے محروم نہ کر دے آپس میں جوڑ رہے۔ ایک دوسرے کا احترام کرتے ہوئے چلتے رہیں گے تو ان شاء اللہ یہ گاڑی چلتی رہے گی اختلاف بری چیز نہیں لیکن خلاف بری چیز ہے اور فیصلہ ہونے کے بعد تو اختلاف کرنا بہت ہی بُری چیز ہے بہت ہی سخت چیز ہے' اپنی رائے کے جتنا خلاف ہو لیکن اس کو دل سے مان لینا چاہئے اس پر جمنا چاہئے اور اس کے اوپر قدم اٹھانا چاہئے۔

حضرت ابو بکر حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان بھی اختلاف ہوتا تھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی خوب ہوتا تھا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ صرف میرے خلاف کی وجہ سے تم نے یہ بات کہی ما اردت الاخلافی کہ تمہارا مقصد ہی میرے خلاف

کرنا ہے یہاں تک نوبت آجاتی تھی لیکن اس کے باوجود اللہ جل شانہ
عم نوالہٗ نے ان میں آپس میں اتنا جوڑ رکھا تھا کہ اس اختلاف سے کوئی بال
نہیں آتا تھا اور کوئی کمی نہیں آتی تھی، مشورہ کے اندر خوب کھل کر رائے
دو، اور پھر کسی کی رائے کا خلاف ہوگا اور کسی کے موافق ہوگا" موافق
رائے والا ڈرتا رہے اس سے کہ کہیں میری رائے کے اندر بے برکتی نہ آجائے
اور جس کی رائے کے خلاف ہو وہ اس پر خوش ہوتا رہے کہ اللہ کا شکر ہے
کہ میری نفسانیت سے یہ سب لوگ محفوظ ہو گئے
اللہ جل شانہ وعم نوالہ ہمیں صحیح نہج پر چلنے صحیح نہج پر جمنے کی توفیق عطا
فرمائیں۔"

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی دنیا کے ایک مشہور و معروف شخص ملاقات کے لیے آئے
تو حضرت مولانا نے صرف ملاقات پر اکتفا نہ کرتے ہوئے ان کو اپنا بھولا ہوا سبق یاد
دلایا، ان صاحب نے بڑی توجہ کے ساتھ بات سنی اور حضرت مولانا سے کہا کہ ـــ
ہندوستان آکر آپ کی خدمت میں رہنے اور کام سیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے لیکن
قانون اور ویزا کی مشکلات حائل ہیں، اس پر بے ساختہ فرمایا ہر ملک ملک ماست.
کہ ملک خدائے ماست۔ یہ تقسیم تو غیروں کی بنائی ہوئی تقسیم ہے کہ یہ بنگلہ دیش
ہے، یہ ہندوستان ہے، یہ پاکستان ہے اصل تو یہ ہے کہ زمین سب خدائے
پاک کی ہے محنت کرو یہ سب قانون تو یہیں رہ جائیں گے۔

اس اجتماع سے فارغ ہو کر ۱۳ر شعبان مطابق ۱۶ر جنوری ۱۹۹۵ء پیر کے
دن حضرت مولانا بذریعہ طیارہ ڈھاکہ سے دہلی تشریف لائے، دہلی ایئرپورٹ پر مولانا
الحاج اظہار الحسن صاحب وغیرہ مع احباب مرکز نیز جناب الحاج کرامت اللہ صاحب
اپنی متعدد گاڑیوں کے ساتھ موجود تھے۔ حضرت مولانا حافظ صاحب موصوف کی
گاڑی میں مرکز نظام الدین تشریف لائے اور معمول کے مطابق زنان خانے میں کچھ
دیر تشریف فرما کر اپنی قیام گاہ کمرہ ۲۶ میں الحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ

تتم الصالحات پڑھتے ہوئے داخل ہو گئے۔"

حضرت مولانا کا بنگلہ دیش کا یہ آخری سفر تھا، اس پورے سفر میں دعوت و تبلیغ کی لگن و کڑھن، خلقِ خدا کی وارفتگی و شیفتگی اور اعلیٰ سے لے کر ادنیٰ تک، حاکم سے لے کر محکوم تک خواص سے لے کر عوام تک کا رجوعِ عام اور سب سے بڑھ کر آپ کی عبدیت و فنائیت کے عجیب و غریب مناظر ان آنکھوں نے دیکھے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ برد اللہ مضجعہ وقدس اللہ سرہٗ وروحہٗ

حضرت مولانا کے اس آخری سفر بنگلہ دیش کے موقع پر بہت ممکن ہے کہ اس لاکھوں کے مجمع میں موجود کسی صاحب دل کی زبان پر یہ شعر بھی آ گیا ہو ؎

آغوشِ گل، کشودہ برائے وداع ہے
اے عندلیب! چل کہ چلے دن بہار کے

ناشر
مکتبہ یادگارِ شیخ محلہ مفتی سہارنپور

جلد ۱۱	یکم رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۸ء	شمارہ ۱۵۳

زرسالانہ ہندوستان میں ــ ۴۰ روپئے
فی شمارہ ــــــــ ۴ روپئے
زرسالانہ پاکستان میں ــ ۱۵۰ روپئے
بیرون ملک سے سالانہ ــ ۲۰ ڈالر
سعودی عرب ۲۴ ریال
بنگلہ دیش ۱۲۰ ٹکہ

بانی و مدیر
سید محمد شاہد سہارنپوری

○ اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے۔ اگر آپ آئندہ خریداری باقی رکھنا چاہتے ہیں تو بلاغ چالیس روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں بصورت دیگر اگلا شمارہ بذریعہ وی پی ارسال ہوگا جس کا وصول کرنا آپ کا اخلاقی فریضہ ہوگا ـــــ ـــ

ضروری امور: (۱) خط وکتابت کے وقت اردو، انگریزی میں اپنا پورا پتہ اور علاقہ کا پن کوڈ صاف خوشخط لکھیں (۲) جدید خریدار اصحاب کے پاس جب یادگار شیخ پہلی مرتبہ پہنچے تو ایک کارڈ سے مطلع کریں تاکہ یہ اطمینان ہو جائے کہ پتہ صحیح اور درست ہے (۳) جو حضرات علمی، دینی، اصلاحی، اخلاقی مضامین اشاعت کے لیے بھیجنا چاہیں ان کے لیے یادگار شیخ کے صفحات حاضر ہیں (۴) کچھ احباب منی آرڈر پر صاف پتہ نہیں لکھتے جس کی وجہ سے ان کی مرسلہ رقم امانت میں جمع رہتی ہے اور ان کے خط کا انتظار رہتا ہے، ایسے موقع پر خط لکھ کر دریافت کر لینا ضروری ہے (۵) ماہنامہ یادگار شیخ میں دینی کتابوں اور رسائل پر بھی تبصرہ نکلتا رہتا ہے، اس لیے تبصرہ کے شائقین اپنی مطبوعات بھیج سکتے ہیں۔

دفتر ماہنامہ یادگار شیخ محلہ مفتی سہارنپور (یوپی)

نسیم الکاتبی